

# شرفائی شکرگاہ

حصہ اول

سید قیام الدین نظامی قادری الفروسی



ناشر: نظامی اکیڈمی - کراچی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

# شرفا کی تکریم

تذکرہ صوفیائے بہار

حصہ اول

1

مؤلف

سید قیام الدین نظامی قادری الفردوسی

ناشر

نظامی اکیڈمی

کراچی - پاکستان

DATA ENTERED

## جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ

✓  
۲۹۷۲۹۹۲  
نق ۱۴۷  
۳۷۲۳۱

شرفا کی نگری (حصہ اول)	.....	نام کتاب
سید قیام الدین نظامی قادری الفردوسی	.....	مؤلف
عالم گرافکس - کراچی فون: ۳۶۳۶۶۱	.....	کمپوزنگ
نظامی اکیڈمی - کراچی	.....	ناشر
اسکائی لائن پرنٹنگ پریس	.....	پرشر
۲۲ صفحات	.....	ضخامت
۱۹۹۵ء/۱۴۱۶ھ تعداد ۵۰۰	.....	تاریخ اشاعت اول
دوسو روپے	.....	قیمت
مکان نمبر ۳۳۳ - بلاک نمبر ۱۴ - نصیر آباد	.....	ملنے کا پتہ
فیڈرل "بی" ایریا - کراچی		
فون نمبر ۶۳۲۷۵۶۶		

۲۲/۳/۱۹۷۷

## انتساب

میں اپنی کتاب

”شرفا کی نگری“

پیرو مرشد حضرت مولانا سید شاہ محمد مصطفیٰ حسن قادری شطاری الفردوسی مدظلہ

والد بزرگوار حضرت سید نظام الدین احمد علیہ الرحمۃ

اور

والدہ محترمہ بی بی صالحہ خاتون مرحومہ

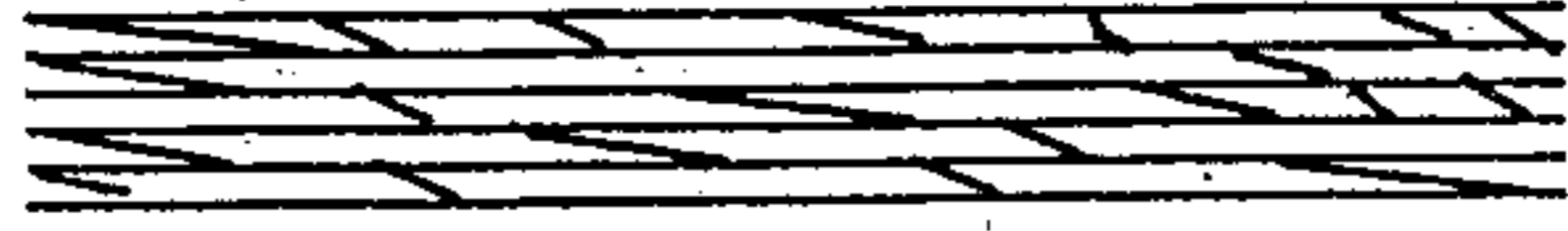
کے نام منسوب کرتا ہوں۔



۲۲

۲۰۰/۱/۱

قارئین کرام سے ایک گزارش



بِسْمِ اللّٰهِ كے ساتھ سورۃ الاخلاص

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ یَلِدْهُ وَّلَمْ یُوَلَّدْهُ ۝ وَّلَمْ یَکُنْ لَّهٗ کُفُوًا اَحَدٌ ۝



تین بار پڑھ کر ناچیز سید قیام الدین کے لئے دعائے مغفرت فرمائیں  
اور جزائے خیر حاصل کریں۔

”میں اس گروہ سے وابستہ ہوں جو سلف کو برا بھلا نہیں کہتا۔ نہ گناہ کی وجہ سے کسی کی تکفیر کرتا ہے۔ اور تقدیر پر ایمان رکھتا ہے“

(امام ابوحنیفہؒ)

”جو کوئی شریعت کی پیروی میں جتنا زیادہ راسخ ہے، اتنا ہی خوش خلق زیادہ ہے اور جو جتنا خوش خلق زیادہ ہے، بارگاہِ خداوند تعالیٰ کا محبوب زیادہ ہے“

(شرفا بہاریؒ)

”اگر مرشد حاضر نہ باشد مکتوبات شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری مطالعہ کند تا فریبِ نفس و وسواسِ خناس دریابد“

(محمد غوث گوالیاریؒ)



## فہرست مضامین

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۴۹	مخدوم جہاں کے استاد (علامہ ابو توامہ)		تبرکے
۵۵	حضرت خواجہ نجیب الدین فرودی	۱	۱۔ ڈاکٹر طاہر مسعود
۶۹	حضرت شیخ ذکی الدین فرودی	۳	۲۔ سید مصباح الہدیٰ دہلوی
۷۱	حضرت سید وحید الدین چلہ کش مشدی رضوی	۴	۳۔ مولانا محمد ولی رازی
۷۴	جناب حضور سید شاہ امین احمد فرودی	۶	شرفا کی نگری
۷۷	حضرت سید شاہ محمد حیات فرودی	۹	السانی زندگی کا سفر
۷۷	حضرت سید شاہ محمد سجاد فرودی	۱۱	لسب نامہ حضرت سام تا حضرت آدم
۷۹	حضرت مولانا الحاج سید شاہ محمد مصطفیٰ حسن فرودی مدظلہ	۱۱	لسب نامہ حضرت ابراہیم تا حضرت نوح
۹۲	حضرت سید شہاب الدین میر حکیم آبادی	۱۲	خاندان و اہل بیت رسول مقبول
۹۵	حضرت مولانا مظفر شمس علی قدس سرہ	۱۲	لسب نامہ حضرت محمد مصطفیٰ تا حضرت ابراہیم
۱۰۰	حضرت شیخ حسین سمندر نوشہ توحید علی	۱۸	امیر المؤمنین حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ
۱۰۰	حضرت شیخ حسن دائم جشن علی	۲۳	حضرت سیدنا امام حسن
۱۰۱	حضرت شیخ احمد لنگر دریا علی	۲۵	حضرت سیدنا امام حسین
۱۰۵	حضرت مخدوم شاہ شعیب فرودی	۲۸	حضرت امام علی زین العابدین
۱۰۹	حضرت مخدوم سید احمد چرمپوش تیغ برہنہ	۳۱	حضرت امام محمد باقر
۱۱۴	حضرت مخدوم سید تیم اللہ سفید باز	۳۳	حضرت امام جعفر صادق
۱۱۷	حضرت زین بدر مہدی قدس سرہ	۳۵	حضرت امام موسیٰ کاظم
۱۲۰	حضرت شیخ آمون قدس سرہ	۳۶	حضرت امام علی رضا
۱۲۲	حضرت سید محمد ابراہیم ملک علی	۳۸	یافث بن نوح
۱۲۵	حضرت شیخ چولانی قدس سرہ	۳۸	حام بن نوح
۱۲۶	حضرت مخدوم فرید الدین طویطہ بخش چشتی	۳۹	ہیکر اور اس کی وجہ تسمیہ
۱۲۹	حضرت میر بدر الدین بدر عالم زاہدی	۴۱	ہیکر میں ورود اسلام
۱۳۳	حضرت سید محمد علیم الدین گیسو دراز میثا پوری	۴۱	مبلغ اسلام حضرت مخدوم عارف مومن
۱۳۸	سید شاہ فرزند علی فرودی شیری	۴۲	حضرت امام محمد تاج فقیر
۱۴۹	موضع ابراہیم پور پکوره	۴۵	حضرت شیخ یحییٰ شیری قدس سرہ
۱۴۹	حضرت مخدوم سید سعادت علی مشدی	۴۸	حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ شیری



صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۲۵۱	شاہ صاحبان ارول شریف	۱۵۰	میر سید بہادر علی پکوری
۲۵۱	حضرت مخدوم شمس الدین سن چشتی ارولی	۱۵۷	موضع اورنگ پور
۲۵۳	حضرت شاہ امام علی چشتی ارولی	۱۶۵	میر سید تفضل حسین عرف میر تنگو اورنگ پوری
۲۶۰	قاضیان و سادات موضع نگواں	۱۸۹	حضرت عطاء اللہ بغدادی چشتی
۲۶۰	قاضی سید ہدایت حسین	۱۹۲	حضرت سید محمد بن بغدادی الامجری
۲۶۶	سادات موضع پیلواں	۱۹۵	حضرت شیخ حسن
۲۶۶	میر سید رضی الدین (موضع پیلواں)	۱۹۵	حضرت علی شیر شیرازی
۲۷۵	سادات موضع پیلواں کی دوسری شاخ	۱۹۶	حضرت شیخ محمد مجذوب
۲۷۷	سادات موضع پیلواں کی تیسری شاخ	۱۹۶	حضرت شیخ کریم الدین حسین کی
۲۸۱	خاندان مولوی قہر علی شاہ ساکن دتیانا	۱۹۶	حضرت سید عطاء الدین تبریزی
۲۸۲	سادات موضع دتیانا ساکن موضع کویا	۱۹۶	حضرت حکیم سید منور کشمیری
۲۸۲	بزرگان موضع پھلواری شریف	۱۹۶	حضرت سید سلیمان مشدی
۲۸۶	حضرت مخدوم سید مناج الدین راستی جیلانی فردوسی	۱۹۹	حضرت مخدوم سید شاہ درویش چشتی اشرفی
۲۹۰	امیر عطاء اللہ پھلواری	۲۰۴	حضرت سید محمد عطاء الدین بخاری شطاری
۲۹۰	حضرت مخدوم شاہ محمد آیت اللہ جوہری پھلواری	۲۰۶	حضرت سید شاہ مسیح الدین حسن بخاری شطاری
۲۹۳	تاج العارفین مخدوم شاہ محمد مجیب اللہ قادری پھلواری	۲۱۱	حضرت سید شاہ محمد حسین چشتی
۲۹۶	حضرت شاہ محمد بدر الدین قادری جمعی پھلواری	۲۱۵	حضرت مخدوم سید شاہ یحییٰ علی
۲۹۸	حضرت شاہ محمد سلیمان پھلواری	۲۲۲	حضرت میر سید حسن زید
۳۰۰	مولوی احمد کبیر حیرت پھلواری	۲۲۲	حضرت سید وحید الدین عرف شاہ یولن
۳۰۲	حضرت شاہ دولت فیری الفردوسی	۲۲۳	خاندان کھریا
۳۰۴	حضرت پیر امام الدین راجگیری شطاری	۲۲۸	مولانا حافظ سید شاہ نذیر الرحمن رضوی قادری
۳۰۸	خواجگان موضع خاپور رقیب	۲۴۶	شیر خاندان
۳۰۸	حضرت خواجہ محمد داؤد چشتی	۲۴۹	میر سید قاسم شیر رضوی
۳۱۲	مولانا محمد سعید قادری محدث عظیم آبادی		

## شرفا کی نگری..... ایک ناثر

ڈاکٹر طاہر مسعود

ادیب، صحافی، دانشور اور

استاد شعبہ صحافت - جامعہ کراچی

تصوف اصلاح نفس کا موثر ذریعہ ہے۔ اسی لئے بعض دانشوروں نے اسے علم نفس سے بھی تعبیر کیا ہے۔ اور فی الحقیقت نفس انسانی کی کیفیتوں پر جیسی نظر اہل تصوف کی ہوتی ہے کسی اور کی نہیں ہوتی، نہیں ہو سکتی۔ شریعت میں تصوف کو احسان کا نام دیا گیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تعریف یہ فرمائی کہ عبادت اس طرح کرو جیسے تم اللہ کو دیکھ رہے ہو اور ایسا نہ ہو کہ تو پھر یہ احساس اپنے اندر پیدا کر لو کہ اللہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔

یہ صحیح ہے کہ اہل ظاہر کا ایک طبقہ آج بھی تصوف کا مخالف ہے اور وہ اسے رہبانیت کا مترادف سمجھتے ہوئے اسلام سے متصادم تصور کرتا ہے۔ لیکن جب صرف برصغیر میں صوفیائے کرام کی تبلیغ اسلام کے لئے کی جانے والی کوششوں اور پھر اس کے حیران کن نتائج کا جائزہ لیا جائے تو اس تاثر کی تردید ہو جاتی ہے کہ تصوف تارک الدنیا ہو جانے کا نام ہے۔ خلق سے محبت، وابستگی اور درد مندی ہی نے صوفیائے کرام کو مرجع خلائق بنا رکھا تھا اور جن سے عقیدت و محبت کے اظہار کے مناظر آج بھی عام ہیں۔

صوفیائے کرام کی دینی خدمات کے علاوہ لسانی خدمات بھی کچھ کم نہیں۔ اردو زبان کی ترقی و ترویج میں ان بزرگوں کا غیر معمولی حصہ رہا ہے۔ چنانچہ اردو زبان نے بھی ان احسانات کو فراموش نہیں کیا اور صوفیائے کرام کے حالات و ملفوظات کا ایک عظیم خزانہ اس زبان میں محفوظ ہے اور برابر اس میں اضافہ ہو رہا ہے۔ اس کا ایک تازہ ثبوت ”شرفا کی نگری“ کی تالیف ہے جس میں صوبہ بہار کے صوفیائے کرام کا تذکرہ ہے۔ اس کتاب کے مؤلف و مرتب سید قیام الدین نظامی قادری الفردوسی کا نام نامی علمی دنیا میں نیا سہی لیکن امید کی جاتی ہے کہ یہ کتاب، جسے بجا طور پر ان کا کارنامہ کہا جاسکتا ہے، مستقبل میں ان کے تعارف کا وسیع حوالہ ثابت ہوگا۔

”شرفا کی نگری“ یہ عنوان جیسا کہ مرتب نے اپنے دیباچے میں وضاحت کی ہے کہ حضرت محدوم جہاں شرف الدین احمد بنگالی مغیری فردوسی کی نسبت سے تجویز کیا گیا ہے۔ محفل سماع میں عام طور پر قوال الاپتے تھے۔

شرفا توری نگری سلامت توری ڈیوڑھی سلامت  
شرفا توری بگیا سلامت توری نگری سلامت

سو یہی عشق کتاب کا عنوان ہی نہیں، خود تالیف کتاب کا بھی سبب ہوا۔ اس کتاب میں صوبہ بہار کے پچاس سے زائد صوفیائے کرام

کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ یہ ایک وسیع علمی منصوبہ ہے جسے مولف نے طوالت کے پیش نظر دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ جلد اول کے بعد انشاء اللہ جلد دوم بھی جلد ہی منظر عام پر آجائے گی۔ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ سید قیام الدین نظامی اس موضوع پر عرصہ پینتیس چالیس سال سے کام کر رہے ہیں۔ انہوں نے انکشاف کیا ہے کہ وہ ۱۹۵۷ء سے جبکہ وہ آٹھویں جماعت کے طالب علم تھے، سادات بہار کے لسب نامے جمع کر رہے ہیں۔ نیز لسب ناموں کے ساتھ بزرگان دین بہار کے تذکروں پر اردو و فارسی میں ان کے پاس اس قدر مواد موجود ہے کہ اس موضوع پر جلدوں کی جلدیں مرتب ہو سکتی ہیں۔ ان چشم کشا تفصیلات سے آگاہی کے بعد تو یہی کہا جاسکتا ہے کہ ایسی چنگاری بھی یارب اپنے خاکستر میں تھی۔ اللہ کرے وہ اپنے ان علمی اور دینی منصوبوں کو یکے بعد دیگرے پایہ تکمیل تک پہنچا سکیں۔ (آمین)

”شرفا کی نگری“ میں صوفیائے کرام کے حالات کے بیان کے لئے نہایت سادہ، سلیس اور رواں شکر کو اختیار کیا گیا ہے۔ عام مذہبی کتب کی طرح اس کے زبان و بیان پر قدامت پسندی کی چھاپ نہیں ہے۔ نامانوس اور متروک الفاظ کے استعمال سے بھی گریز کیا گیا ہے۔ ایک اور مفید اور دل چسپ چیز وہ لسب نامے ہیں جو کتاب میں بکثرت شامل ہیں۔ جن برگزیدہ ہستیوں کا تذکرہ ہے، ان کے لسب نامے بھی دیئے گئے ہیں۔ صوفیائے کرام کے حالات میں خرق عادات واقعات اور کشف و کرامات کے تذکرے پر بھی خاصا زور ہے۔ لیکن ساتھ ہی ان بزرگان دین کے کردار کے ایسے پہلوؤں پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے جن کی بنا پر وہ زندہ جاوید ہو گئے۔

”شرفا کی نگری“ کی تالیف سے بہار میں تبلیغ اسلام کی تاریخ کا اہم ترین باب مکمل ہوتا ہے۔ مجھے توقع ہے کہ اس کتاب سے نہ صرف تاریخ کی بہت سی گم شدہ کڑیاں ہاتھ آجائیں گی بلکہ مستقبل میں مورخ کے لئے یہ کتاب ایک اہم ماخذ کی حیثیت سے نہایت کار آمد ثابت ہوگی۔

طاہر مسعود



ہومیو ڈاکٹر سید مصباح الہدیٰ دیسوی

بی۔ ایس۔ سی (علیگ)

ریٹائرڈ ڈپٹی پرنسپل انفارمیشن آفیسر

پریس انفارمیشن ڈیپارٹمنٹ۔ اسلام آباد

A-۳ مڈوے اپارٹمنٹ۔ بلاک ”جی“ نارٹھ ناظم آباد۔ کراچی

”شرفا کی نگری“ پر پہلی نظر پڑتے ہی میں نے (ش کو پیش کے ساتھ) پڑھا ”شرفا کی نگری“ یعنی شریفوں کی نگری۔ پھر دوسری نگاہ ڈالی تو پڑھا ”شرفا کی نگری“ یعنی حضرت مخدوم شرف الدین بھٹی مغیری کی نگری۔ مخدوم صاحب کو لوگ شرفا کہتے ہیں۔ شرفا کی نگری یقیناً شرفا کی نگری ہے۔

”شرفا کی نگری“ کے مصنف سید قیام الدین ہیں جن سے علمی اور ادبی دنیا کے لوگ ناواقف ہیں کیونکہ انہوں نے اس سے پہلے کچھ لکھا ہی نہیں۔ یہ کتاب لکھ کر انہوں نے پہلی مرتبہ علم و ادب کی دنیا میں قدم رکھا ہے۔

برصغیر جنوبی ایشیا کے صوفیائے کرام کی زندگی اور دینی کارناموں پر کئی کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ میرے خالہ زاد بھائی سید صبح الدین عبدالرحمن صاحب مرحوم کی ایک کتاب ”بزم صوفیاء“ قیام پاکستان کے بعد دارالمصنفین اعظم گڑھ سے شائع ہوئی۔ اس میں صرف ان صوفیائے کرام کو شامل کیا گیا جو اصحاب تصنیف تھے۔ اس میں صوبہ بہار کے صرف حضرت مخدوم شرف الدین بھٹی مغیری شامل ہیں۔ صوبہ بہار میں برصغیر کے دوسرے علاقوں کی طرح متعدد صوفیائے کرام گزرے ہیں جن کے متعلق تفصیلات جمع کرنے کے لئے پوری لگن کے ساتھ تحقیق و جستجو کرنے کی ضرورت ہے۔

میرا خیال ہے کہ سید قیام الدین کی کتاب اپنی نوعیت کی پہلی کتاب ہے۔ جہاں تک مجھے علم ہے صوفیائے بہار پر کوئی کتاب اس سے پہلے منظر عام پر نہیں آئی۔ فاضل مصنف پچیس سال سے تحقیق و جستجو میں مصروف تھے اور وہ اتنے سارے صوفیائے بہار کے کوائف یکجا کر کے پہلی جلد شائع کر رہے ہیں۔ ان کے پاس اتنا مواد ہے کہ اس موضوع پر مزید جلدیں شائع کر سکتے ہیں۔ صوفیائے بہار میں ایسے کئی حضرات ہیں جو تقریباً گوشہ گنہاری میں چلے گئے ہیں۔ ان کے متعلق مستند، معلومات جمع کرنا بہت مشکل ہے۔ سید قیام الدین اپنے حوصلے کے لئے داد کے مستحق ہیں۔

مصنف کے اس بیان سے ناظرین شاید حیران ہوں کہ ”ہندوستان میں اسلامی حکومت کے قیام سے بہت پہلے، شہاب الدین غوری کے فتح دہلی سے بہت قبل اور فاتح بنگال کے ہیرو محمد بن بختار نطنجی کی فتوحات سے پیشتر صوبہ بہار کے شہر مغیر شریف میں اسلام داخل ہو چکا تھا۔“ مصنف نے بڑی عام فہم زبان میں صوبہ بہار کے صوفیائے کرام کے حالات اور کارنامے بیان کئے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ یہ کتاب ہر حلقے اور ہر طبقے میں قبول عام حاصل کرے گی اور اسکی مزید جلدیں شائع ہوں گی۔

مخلص

مصباح دیسوی

## تصوف اور شریعت

حضرت مولانا محمد ولی رازی مدظلہ

۳۳۷/بلی۔ اشرف منزل۔ گارڈن ایسٹ۔

کراچی۔ ۱۴ جون ۱۹۹۵ء

یہ تصور کہ طریقت و تصوف الگ چیز ہے اور شریعت الگ چیز، شریعت کی حقیقت سے لاعلمی کی بناء پر پیدا ہوا ہے۔ عملی احکام کے طریقوں اور ان کے تفصیلی مسائل کے علم کو شریعت کہتے ہیں۔ اعمال دو قسم کے ہیں۔ ظاہری احکام اور باطنی احکام۔ جس طرح حق تعالیٰ شانہ نے ظاہری احکام کو فرض اور واجب قرار دیا ہے اسی طرح باطنی احکام کو بھی اللہ جل شانہ نے فرض اور واجب قرار دیا ہے۔ دونوں کے مجموعہ کا نام شریعت ہے۔ ظاہری احکام کے مسائل کو فقہ کہتے ہیں اور باطنی احکام کے مسائل کو علم الاخلاق یا تصوف اور طریقت کہا جاتا ہے۔

قرآن کریم میں جس طرح اَقِمْو الصَّلٰوةَ (نماز قائم کرو)، اَرْكَعُوْا (رکوع کرو)، اَسْجُدُوْا (سجدہ کرو)، اَطِيعُوا حَقَّ سَبِيْلِ اللّٰهِ (اللہ کے راستے میں مال خرچ کرو) اور اتُوا الزَّكٰوةَ (زکوٰۃ ادا کرو) کے احکام بار بار آئے ہیں۔ وہیں قرآن نے بار بار فرمایا اَصْبِرُوْا (صبر کرو)، اتَّقُوا (اللہ سے ڈرو)، اَشْكُرُوْا (شکر کرو)، اسْلَمُوْا (اپنے کو اللہ کے سپرد کرو)، اطِيعُوا (اطاعت اختیار کرو)۔ جس طرح نماز پڑھنا، رکوع و سجود اور قیام کرنا واجب ہیں۔ اسی طرح نماز میں خضوع و خشوع اختیار کرنا بھی واجب ہیں۔ خشیت، سخاوت، اللہ کی محبت میں اپنے نفس کو فنا کر دینا۔ اور توکل اور صبر و رضا سب اسی طرح واجب ہیں جس طرح ظاہری احکام۔ ظاہری احکام کو نظر انداز کر کے باطنی احکام کی کوئی حقیقت نہیں۔ اسی طرح باطنی احکام سے منہ موڑ کر ظاہری احکام کی کوئی قدر و قیمت نہیں۔ دونوں کا حصول ہر انسان پر فرض ہے اور اس کے حصول کے لئے کوشش کرنا انسان کی اپنی نجات کے لئے ضروری ہے۔

یہاں ایک اصولی بات ذہن میں رکھنا ضروری ہے۔ حق تعالیٰ شانہ نے انسان کی ہدایت کے لئے دو ذرائع بھیجے ہیں۔ ایک کتاب اللہ اور دوسرا رجال اللہ (اللہ والے لوگ) ہدایت کے لئے نہ صرف کتاب اللہ کافی ہے اور نہ صرف رجال اللہ کافی ہیں۔ کتاب اللہ کی صحیح تشریح و تعبیر کے لئے رجال اللہ کی ضرورت ہے۔ اور رجال اللہ کے قابل تقلید ہونے کے لئے کتاب اللہ کی حمایت ضروری ہے۔ ان میں سے کسی ایک ذریعے کو چھوڑ کر صرف دوسرے ذریعے کو اختیار کر لینا سخت گمراہی ہے۔ اسی لئے حق تعالیٰ شانہ نے کتاب اللہ کے ساتھ انبیاء کرام علیہم السلام کو بھیجنا ضروری سمجھا۔ وہ کتاب اللہ کی قولی اور عملی تفسیر پیش کریں۔

برصغیر میں مسلمانوں کے بعض گروہوں سے بنیادی غلطی یہ ہوئی کہ انہوں نے ان دو لازمی ذریعوں میں سے صرف ایک ذریعے کو اختیار کر لیا اور اعتدال سے ہٹ گئے۔ چنانچہ غیر مقلد حضرات نے کتاب کو پکڑ لیا اور رجال کا انکار کیا۔ جس کے نتیجے میں وہ محض کتابی ہو کر رہ گئے۔ دوسری طرف ایک گروہ نے کتاب کو پیچھے ڈال دیا اور رجال اللہ کو پکڑ لیا۔ پیر صاحب نے جو کہ دیا وہ قرآن ہو کر رہ گیا۔ اس کے نتیجے میں وہ بے شمار بدعات میں مبتلا ہو گئے۔ محض کتاب پڑھنے سے علم تو شاید مل جائے مگر تقویٰ، صبر و شکر، اللہ کی محبت اور

فنایت وغیرہ انسان کو انسان سے منتقل ہوتے ہیں۔ صحابہ کرام کسی مدرسے کے فاضل نہیں تھے۔ ان کی سب سے بڑی سند فضیلت ”حجت رسول صلی اللہ علیہ وسلم“ تھی جس کی بناء پر وہ صحابی کہلائے۔ اور یہ وہ سند ہے جو کسی بڑے سے بڑے مدرسے کی ہزاروں سندوں پر ہماری ہے۔ وہ محض احکام کے عالم نہیں تھے بلکہ ان کا امتیاز ان احکام پر عمل تھا۔

صوفیائے کرام جو شریعت کے علم اور اس کی ضرورتوں سے واقف ہوتے ہوئے روح کے طبیب ہوتے ہیں، ہمیشہ شریعت کے پابند رہے ہیں۔ رجال اللہ کی حجت وہ اکسیر ہے کہ زندگیوں میں انقلاب پیدا کر دیتی ہے۔ ساری زندگی کتابیں پڑھنے سے اکثر اللہ کی وہ محبت حاصل نہیں ہوتی جو ان محبت والوں کی محبت سے حاصل ہوتی ہے۔ تقویٰ کی عملی تعریف تو کتاب پڑھنے سے حاصل ہو جاتی ہے۔ مگر تقویٰ کی حلاوت اور مزا تو کسی صاحب تقویٰ کی محبت ہی سے حاصل ہو سکتا ہے۔ اسلام کی تاریخ میں صوفیائے کرام اور اہل اللہ کی خدماتِ جنید سے کوئی اندھا ہی انکار کر سکتا ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم، حضرت جنید و بایزید، حضرت جامی و رومی اور حضرت غزالی و شاذلی رحمہم اللہ کے کارناموں کو نظر انداز کر دینا ہٹ دھرمی کے سوا ممکن نہیں ہے۔

خصوصاً برصغیر ہندوپاک میں صوفیائے کرام نے اعلیٰ کلمۃ اللہ اور تبلیغ کے لئے جو خدمات انجام دیں وہ مسلمانوں کی تاریخ کا بہت ہی جگمگاتا باب ہے۔ ہندوستان کے مسلمانوں کے سر ان اللہ والوں کے احسان سے ہمیشہ جھکے رہیں گے۔

اس وقت میرے ہاتھوں میں صوفیائے مبارک کے تذکرے کا ایک ضخیم مسودہ ہے، جو جناب سید قیام الدین نظامی فروری کی محنت اور عرق ریزی کا جینا جاتا ثبوت ہے۔ سید قیام الدین صاحب نے اس تذکرے میں صوبہ بہار کی ان پچاس عظیم ہستیوں کا تذکرہ کیا ہے جنہوں نے ہندوستان کے مسلمانوں میں عموماً اور بہار کے مسلمانوں کے لئے خصوصاً علم و ہدایت کے چراغ روشن کئے۔ اس تذکرے کا نام انہوں نے ”شرفاء کی نگری“ تجویز کیا ہے۔ جس کی نسبت ساتویں صدی ہجری کے عظیم بزرگ حضرت مخدوم جلال الدین شرف الدین احمد بیگی میری بہاری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف ہے۔ جنہیں ان کے شیخ شفقت و محبت سے ”شرفا“ کہہ کر پکارتے تھے۔

میں یہ تذکرہ اپنی عزیز فرستی کی وجہ سے پورا تو نہیں پڑھ سکا۔ مگر جہت جہت مختلف مقامات سے دیکھا۔ ان حضرات کے تذکرے سے روح کو اتنی تازگی ملتی ہے۔ تو سوچئے ان حضرات کی مجلس میں بیٹھنے والوں کی کیا کیفیت ہوتی ہوگی۔ قیام الدین صاحب نے ہر تذکرے کے آخر میں نسب نامے بھی تحقیق کر کے جمع کئے ہیں۔ انداز بیان سلیس آسان اور اثر انگیز ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی اس کوشش کو قبول فرمائے اور مجھے، مصنف اور تمام قارئین کو اس محبت کا کوئی ذرہ عطا فرمائے جس سے ان حضرات کے سینے منور تھے۔ آخر میں ایک ضروری بات عرض کرنا چاہتا ہوں کہ صوفیائے کرام کے تذکروں میں عام طور پر ان کے کشف و کرامات کے حوالے سے معتقدین مبالغے سے کام لیتے ہیں اور بعض اوقات ایسے واقعات بھی بیان میں آجاتے ہیں جو اسلام کے مجموعی مزاج اور کتاب و سنت کی تربیبات کے مطابق نہیں ہوتے۔ ایسے واقعات میں اصولی طرز عمل یہ ہونا چاہئے کہ اگر وہ اصول دین سے مستفاد ہوں تو ان کے نقل کرنے سے پرہیز کریں۔

دوسری اہم بات یہ ہے کہ کسی شیخ طریقت کے درجے کو اس کے ہاتھ پر ظاہر ہونے والے کشف و کرامت کی بنیاد پر متعین کرنا بھی درست نہیں۔

میں آخر میں جناب سید قیام الدین نظامی صاحب کو اس مبارک تذکرے کی تالیف پر مبارک باد دیتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس محنت کو ان کے لئے سہا پہا آخرت بناوے۔ آمین

## شرفا کی نگری

میری کتاب ”شرفا کی نگری“ حصہ اول ناظرین کے مطالعہ کے لئے حاضر ہے۔ اس کتاب میں صوبہ بہار سے تعلق رکھنے والے پچاس سے زائد صوفیائے کرام کا تذکرہ موجود ہے۔ انشاء اللہ دوسری جلد میں بقیہ صوفیاء و مشائخ کا تذکرہ مکمل کیا جائے گا۔ جس کا مواد بالکل تیار ہے۔ تذکروں کے ساتھ ساتھ بزرگوں کے ورثاء کے نسب نامے بھی ہیں۔ میں اپنے کام میں کہاں تک کامیاب ہو سکا اس کا فیصلہ ناظرین کریں گے۔ ویسے میں نے حتی الامکان کوشش کی ہے کہ واقعات و حالات صحت کے ساتھ سپرد قلم ہوں۔

۱۹۳۶ء میں دو قومی نظریہ پر بہار میں مسلمانوں کا قتل عام، ۱۹۷۱ء میں مشرقی پاکستان کا سانحہ اور بہار کالونی مسان روڈ، لیاری، کراچی کے دو بڑے سیلاب کی تباہ کاریوں کے نتیجے میں اہل بہار کے قیمتی اور بیش بہا مطبوعات اور قلمی نسخوں کی تباہی ایک سانحہ عظیم سے کم نہیں۔ آج بہار میں لکھے جانے والے تذکرے، نسب نامے اور مختلف کتب نایاب ہیں۔ تمام تر کاوشوں کے باوجود مجھے صوفیاء، مشائخ اور علمائے کرام کے سلسلہ میں کوئی مکمل تذکرہ یا مجموعہ حاصل نہ ہو سکا۔ میں ہمیشہ ایک ایسی کتاب کی کمی محسوس کرتا رہا۔ جس میں تمام مشائخ اور علمائے بہار کو یک جا کیا گیا ہو اور جس کو صحیح معنوں میں تذکرہ صوفیاء، مشاہیرن یا تذکرہ علمائے بہار کہہ سکیں۔ اس کمی کے پیش نظر میرے دل میں یہ خواہش مچنے لگی کہ ایک ایسی کتاب مرتب ہو جس میں تمام مایہ ناز ہستیوں کا ذکر ہو۔ میں نے اس کام کی تکمیل کی کاوشیں شروع کر دیں۔ اس تک و دو میں عمر کا نصف حصہ صرف کر چکا ہوں جو چوتھائی صدی پر محیط ہے۔

سچی بات تو یہ ہے کہ زمانہ طالب علمی میں مجھے سادات بہار کے نسب نامے جمع کرنے کا شوق پیدا ہوا۔ میں نے ۱۹۵۷ء سے جب کہ میں آٹھویں جماعت کا طالب علم تھا، نسب نامے جمع کرنا شروع کیا۔ ابتداء میں مجھے ناکامیوں کا سامنا رہا۔ برادری کے بزرگوں نے میری اس خواہش کو میرے دماغ کا فتور تصور کرتے ہوئے کوئی تعاون نہیں کیا۔ میری کم عمری، کم مائیگی اور معمولی علمی صلاحیت کے پیش نظر میرے بزرگوں نے مجھے اس کام کے لائق نہ سمجھا۔ کہیں سے میری ہمت افزائی نہ ہو سکی۔ ان مشکلات اور رکاوٹوں کے باوجود میں اپنی دھن میں لگا رہا۔ دراصل مجھ میں یہ جذبہ والد بزرگوار حضرت سید نظام الدین احمد رحمۃ اللہ علیہ اور نانی جان محترمہ عزیز النساء مرحومہ بنت حافظ سید شاہ نذر الرحمن رضوی القادری متخلص بہ حفیظ عظیم آبادی کی پاک و متبرک صحبتوں سے پیدا ہوا، جنہیں اپنے بزرگوں اور عزیز و اقارب سے از حد السیت تھی اور اکثر ان کا تذکرہ مجھ سے کیا کرتے تھے۔ مشرقی پاکستان، ڈھاکہ کے قیام کے دوران مجھے پروفیسر محمد معین الدین دردانی مرحوم کی کتاب ”جدید شعرائے بہار“ ہاتھ لگی جس میں بحیثیت شاعر میرے دو اجداد مادری حضرت مولانا محمد سعید ہاشمی محدث متخلص بہ حسرت عظیم آبادی اور حضرت مولانا حافظ سید شاہ نذر الرحمن متخلص بہ حفیظ عظیم آبادی کا تذکرہ مختصر طور پر نظر سے گذرا اور دل میں دبی ہوئی چنگاری بھڑک اٹھی۔ ”تذکرہ صادق“ مرتبہ حکیم عبد الرحیم زبیری الہاشمی صادق پوری میرے برادر نسبتی سید جاوید وسیم کوپوی نے اور ”اعیان وطن“ مرتبہ حکیم سید شاہ محمد شعیب پھلواری میرے دوست سید مصطفیٰ حسن بیٹھوی نے

ہندوستان سے لا کر دیا۔ کراچی آنے کے بعد ۱۹۷۰ء کو میرے دوھیالی نسب نامہ کا کچھ حصہ برادر م سید منظور الحق ابدالی فردوسی ابو پوری سے اور ثانی جان محترمہ کا نسب نامہ (نسب نامہ کھریا) جناب سید صدر الحسن رضوی مدظلہ سے ملا اور پھر خدا کے فضل و کرم سے یہ سلسلہ چل نکلا اور نسب ناموں کا ایک بڑا ذخیرہ جمع ہو گیا۔ جو انشاء اللہ آئندہ مختلف جلدوں میں منظر عام پر آئے گا۔ نسب ناموں کے ساتھ بزرگان دین بہار کے تذکروں پر اردو فارسی میں اس قدر مواد راقم کے پاس موجود ہے کہ اس موضوع پر جلدوں کی جلدیں مرتب ہو سکتی ہیں۔ اس ذخیرہ میں اصل کتابیں بھی ہیں اور کتابوں کی فوٹو کاپیاں بھی۔ راقم الحروف سید قیام الدین نظامی قادری الفردوسی نہ ادیب ہے، نہ شاعر اور نہ ہی اس سے پہلے کچھ لکھنے یا شائع کرانے کا تجربہ ہے۔ میری کم مائیگی اور بے بضاعتی میری دامن گیر ہوئی اور زیر نظر کتاب کی طباعت کی ہمت نہ ہوئی۔ ۱۹۸۶ء میں جب استاد محترم سید محمد حسن رضا دائروی مدظلہ العالی بنگلہ دیش سے پاکستان پہنچے اور اپنے بچھڑے ہوئے کنبہ سے ملنے کے بعد میرے غریب خانہ پر تشریف لائے تو میں نے پہلی ہی بلاقات میں اپنی اس تخلیق کا ذکر کیا۔ آپ نے اپنی ضعیفی اور کمزور بصارت کے باوجود پوری عرق ریزی سے میری تحریری غلطیوں کی تصحیح فرمائی۔ غیر ضروری باتوں کو قلم زد کیا اور ضروری اضافہ فرما کر میری تخلیق کو قابل طباعت بنایا۔ بلاشبہ انسان نسیان اور غلطیوں کا پتلا ہے۔ اس لئے میری کتاب میں بہت کچھ خامیاں اب بھی ہوں گی۔ جس کی تمام ترمیم داری مجھ پر ہے۔ اور ناظرین سے اس کے لئے معافی کا خواستگار ہوں۔

حضرت محرم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری فردوسی قدس سرہ کی نسبت سے کتاب کا نام ”شرفا کی نگری“ رکھا گیا ہے۔ حضرت کا مزار اقدس صوبہ بہار کے قدیم شہر بہار شریف میں ہے۔ اس شہر کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ اس کے نام پر پورے صوبہ کا نام بہار ہے۔ دوسری طرف محرم جہاں کی ذات بابرکت کی اہمیت یہ ہے کہ آپ کے ذریعہ صوبہ کے چپے چپے، قریہ قریہ، شہر شہر میں اسلام کی روشنی پکھیلی۔ آپ نے اس کے ہر گوشہ کا سفر کیا، اس کے ہر علاقہ میں اپنے تربیت یافتہ نمائندوں کو مستکن کیا۔ صوبہ کے تمام دوسرے بزرگوں اور خانقاہوں تک آپ کا سلسلہ فردوسیہ پہنچا۔ صوبہ بہار میں قادریہ، چشتیہ، سروردیہ، شطاریہ، ابوالعلائیہ، نقشبندیہ اور قلندریہ سلسلے کی خانقاہیں ہیں۔ لیکن کوئی ایسی خانقاہ نہیں جہاں فردوسیہ سلسلہ نہ پہنچا ہو۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ بہار کا نام آتے ہی محرم جہاں شرفا بہاری کا تصور سامنے آتا ہے اور محرم جہاں قدس سرہ کا نام زبان پر آتے ہی صوبہ بہار کا خیال دل و دماغ پر ابھر آتا ہے اور یوں پورا صوبہ بہار شرفا کی نگری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ والبستگان سلسلہ فردوسیہ اور غلام غلامان شرف کو اپنے محرم اور ان کی نگری صوبہ بہار سے عشق و محبت ہے۔ جب کبھی مجلس محفل سماع میں قوال شرفا اور ان کی نگری کا قصیدہ لاپتے ہیں کہ

شرفا توری نگری سلامت توری ڈیوڑھی سلامت

شرفا توری بگیا سلامت توری نگری سلامت

تو فقراء عشق و محبت کے جذبے سے سرشار ہو کر جھوم اٹھتے ہیں اور پروانہ وار تواجہد فرماتے ہیں۔ ان کی زبان حرکت کرتی ہے اور وہ گنگنا رہے ہوتے ہیں۔

فخرم ہمیں بس است کہ خدام کوئے او

خواند از غلام غلام شرف مرا

کتاب ”شرفا کی نگری“ کی اشاعت میں جن افراد کا مجھے تعاون رہا۔ اس میں میری شریک حیات محترمہ نفیہ خاتون کا

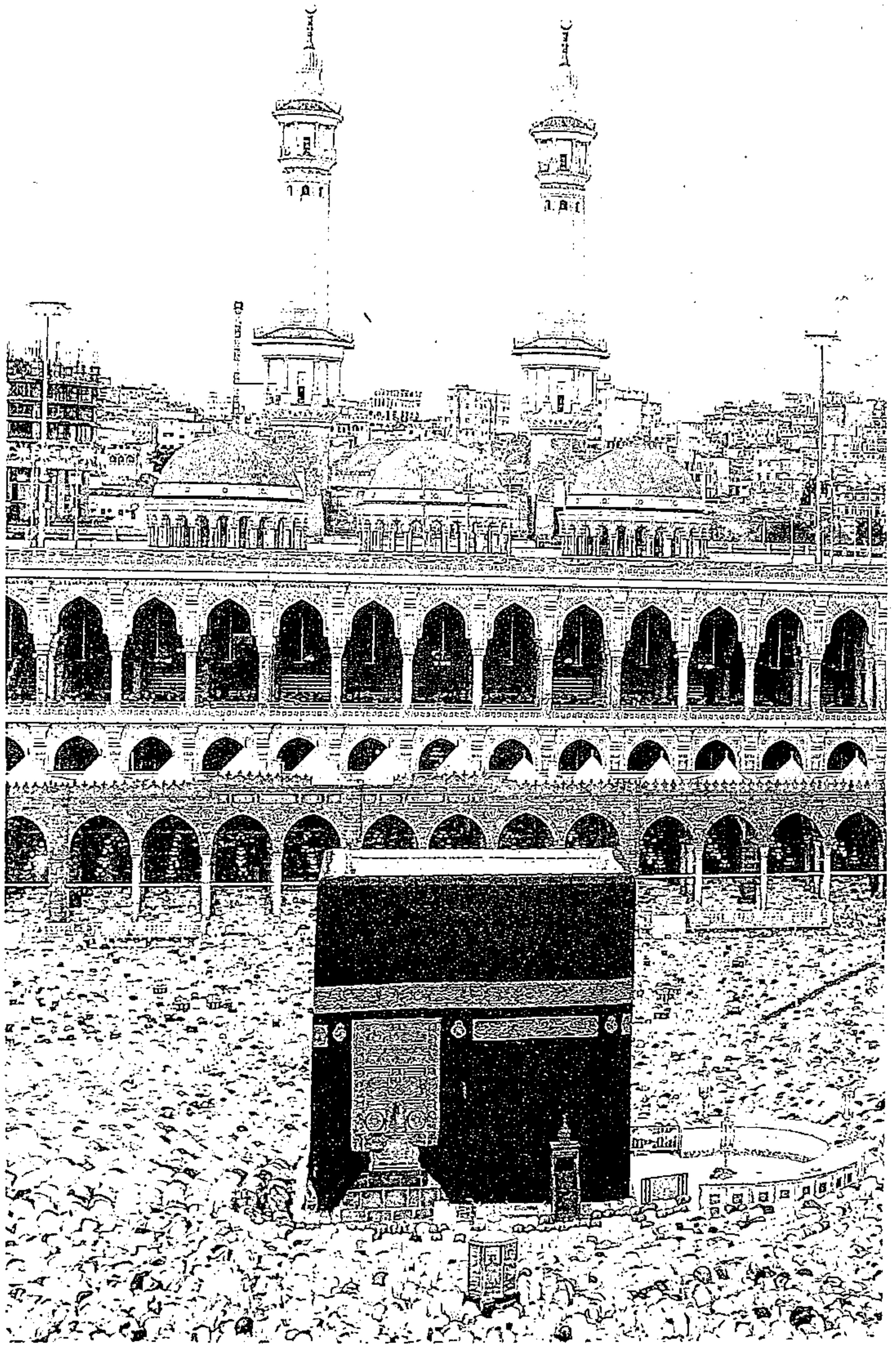


بہت بڑا حصہ ہے۔ جنہوں نے مجھے گھریلوں ذمہ داریوں سے ہمیشہ فارغ رکھا۔ مواد کے حصول اور مسودے کی تیاری کے دوران پیرو مرشد قبلہ حضرت سید شاہ محمد مصطفیٰ حسن فردوسی مدظلہ نے اپنی مسلسل علالت کے باوجود ہر مرحلہ پر میری رہبری فرمائی۔ حضرت سید شاہ ذکی الدین بلخی مرحوم، عزیزم سید فاروق حیدر سلمہ، سید جمیل الحق امٹھوی سلمہ، خواجہ سید مختار احمد چشتی سلمہ اور محترم سید شفیع الرحمن صاحب کے مسلسل اصرار نے مجھے اپنے کام میں متحرک رکھا۔ جناب سید بدر عالم جعفری اور برادر م سید محمد رضی ابدالی اسلام پوری نے کتاب کی پروف ریڈنگ کا کام انجام دیا۔ بھارت سے محترم جناب سید شاہ امین اللہ پھلواروی مدظلہ، محترم جناب سید شاہ افتخار الحق مدظلہ سجادہ نشین خانقاہ شطاریہ، بڑی بلیا، ضلع بیگو برائے، برادر م سید شاہ سیف الدین مدظلہ، خانقاہ معظم، بہار شریف اور محترم جناب پروفیسر ڈاکٹر قیام الدین احمد وغیرہم کا بھی تعاون حاصل رہا۔

میں اپنے منجھلے برادر سید امام الدین سلمہ کا بھی شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں جنہوں نے دامے درمے میری مالی مدد فرمائی اور اپنی جیب خاص سے میرے پورے مسودے کا فوٹو کاپی کرا کر میرے حوالے کیا۔ طباعت کے سلسلہ میں میرے منجھلے بھائی سید حسام الدین اشرف سلمہ کا تعاون شامل حال رہا۔ میرے چھوٹے بھائی سید احتشام الدین ارشد سلمہ اور چھوٹے بیٹے عزیز م مولانا حافظ سید عون احمد نظامی سلمہ بھی ہر مرحلہ پر میرے مددگار و معاون رہے۔

قیام الدین عفی عنہ

۱۹۸۸



معبدة اللہ کا ایک رُوح پرور منظر



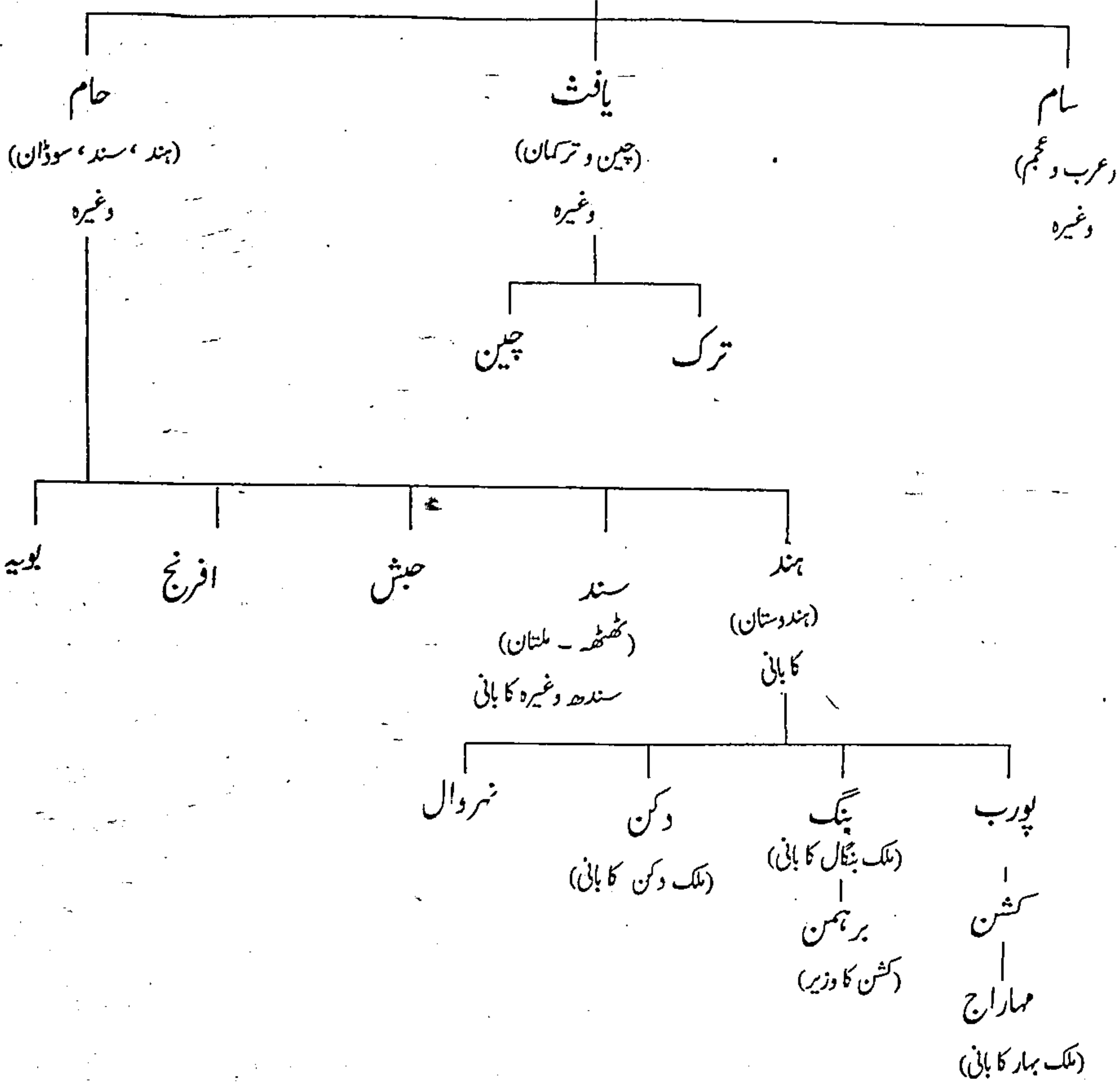
## انسانی زندگی کا سفر

اللہ جل شانہ اس دنیا کا مالک ہے۔ خالقِ دو جہاں اور مالکِ کون و مکاں نے سب سے پہلے زمین و آسمان کو وجود بخشا۔ چاند ستاروں سے، سربلک پہاڑوں اور لوق و وق صحراؤں سے، اقیانہ سمندروں اور دریاؤں سے، جھرنوں اور چشموں سے اس دنیا کے حسن میں اضافہ کیا۔ شجر و حجر پیدا کئے۔ انواع و اقسام کی نعمتوں سے اسے مالا مال کیا۔ جب دنیا سج دی گئی تو ان کائنات کی روح مخلوقات پیدا کی گئیں۔ دنیا کی تمام مخلوقات میں انسان کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے زمین پر اپنا نائب اور خلیفہ مقرر کیا۔ تمام دوسری مخلوق پر حکمرانی کا حق عطا کیا اور اپنی پیدا کی ہوئی نعمتوں سے بہرہ مند ہونے کا اختیار دیا۔ اللہ تعالیٰ جو بڑا رحمن و رحیم ہے، انسانوں کو اصول حکمرانی سکھانے کے لئے اور اس کی نعمتوں سے بہرہ مند ہونے کا طریقہ بتانے کے لئے انسانوں ہی میں سے انبیاء اور پیغمبروں کو مبعوث فرمایا، ہر دور، ہر زمانہ اور علاقے میں جب بھی انسانوں کو ضرورت پڑی اللہ کے نبی اور رسول آتے رہے۔ ان کی تعلیم و تربیت کرتے رہے۔ دنیا کے سب سے پہلے انسان اور نبی حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ ان کے بعد بے شمار انبیاء کرام پیدا ہوتے رہے۔ یہاں تک کہ سب سے آخری نبی اور اللہ کے پیارے حبیب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام دنیا کے لئے اور دنیا کی تمام مخلوق کے لئے خاتم النبیین اور رحمۃ اللغیبن بنا کر بھیجے گئے۔ آپ کی تعلیم اور آپ کا پیغام خداوندی رہتی دنیا تک انسانوں کی رہنمائی کے لئے ہر طرح مکمل ہے۔ زندگی کے ہر میدان میں اس سے رہنمائی حاصل کی جاسکتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی آخری کتاب قرآن مجید ہمارے درمیان چھوڑی ہے۔ جس میں انفرادی اور اجتماعی دونوں زندگی کے لئے رہنمائی موجود ہے۔

مسلمانوں کے عقیدے کے مطابق دنیا کے پہلے انسان حضرت آدم علیہ السلام تھے۔ آپ ہی کی نسل سے یہ دنیا آباد ہوئی۔ اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت کے لئے آپ کو نبوت عطا کی گئی اور اس طرح آپ سب سے پہلے نبی ہوئے۔ دنیا کی پٹی خاتون حضرت بی بی حوا ہیں۔ جو حضرت آدم کی زوجہ محترمہ تھیں۔ آج دنیا میں بے شمار انسان آباد ہیں۔ جو مختلف مذاہب کے پیروکار ہیں، مختلف زبان بولتے ہیں، مختلف رنگ اور روپ رکھتے ہیں، مختلف قبیلوں اور خاندانوں سے تعلق رکھتے ہیں، مختلف تہذیب و ثقافت کے مالک ہیں۔ انسانوں میں غریب بھی ہیں اور امیر بھی، حاکم بھی ہیں اور محکوم بھی، اس دنیا کے انسانوں میں بڑے بھی ہیں اور بچے بھی، یہی انسان شر بھی پھیلاتا ہے اور انہی میں خیر کے داعی بھی پیدا ہوتے ہیں۔ مختصر یہ کہ ہم اچھے ہیں یا بُرے، کالے ہیں یا گورے، حسین و جمیل ہیں یا بدنیت و بد شکل، غریب ہیں یا امیر، شریف ہیں یا رذیل سب آدم کی اولاد ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی آخری کتاب قرآن مجید میں اور اس کے پیارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانی تاریخ کو مختلف پیرائے میں بیان کیا ہے۔ تاریخ اور روایت کی رو سے حضرت آدم اور حضرت بی بی حوا نے ملک سراندیپ میں رہائش اختیار کی اور معاش کے لئے کاشتکاری میں مصروف ہو گئے۔ زراعت کے ساتھ شجر انسانی میں بھی پھل آنے لگے۔ ایک لڑکا اور ایک لڑکی کے صبح و شام پیدا ہونے کا سلسلہ جاری ہوا۔ قانون یہ بنایا گیا کہ پہلے دن کی اولاد کا دوسرے دن کی اولاد سے جوڑا لگا دیا جاتا۔ ابتدا ہی میں سب سے بڑے لڑکے قابیل نے اس قانون سے انحراف کیا۔ نہ اپنی بہن اقلیمیا کی شادی قابیل سے ہونے دی اور نہ قابیل کی بہن ابودا سے اپنی شادی کی حتیٰ کہ قابیل نے

ہابیل کو قتل کر ڈالا اور باپ کے ڈر سے اپنی بہن افسیسیا کو ساتھ لے کر یمن کی طرف چلا گیا۔ وہاں وہ شیطنت میں مبتلا ہوا اور اس کی اولاد نے فتنہ و فساد میں نام پیدا کیا۔ حضرت آدم کے تیسرے صاحبزادے حضرت شیث کو خلافت ملی اور انہوں نے اپنی دنیا بابل میں بسائی۔ حضرت شیث کی اولاد میں حضرت اوریس نے مصر و یونان کو اپنے لئے منتخب کیا۔ ان کے پر پوتے حضرت نوح تھے۔ حضرت نوح کے زمانہ میں طوفان عظیم (طوفان نوح) کے نتیجے میں ساری دنیا غرقاب ہو گئی اور پھر دوبارہ حضرت نوح کے تین بیٹوں حضرت سام، حضرت یافث اور حضرت حام کی نسل سے آباد ہوئی۔ ان تینوں کی اولادوں سے رنگ کی بنیاد پر تین قومیں۔ جنس سفید، جنس زرد اور جنس سیاہ وجود میں آئیں۔

## نقشہ اولاد حضرت نوح علیہ السلام

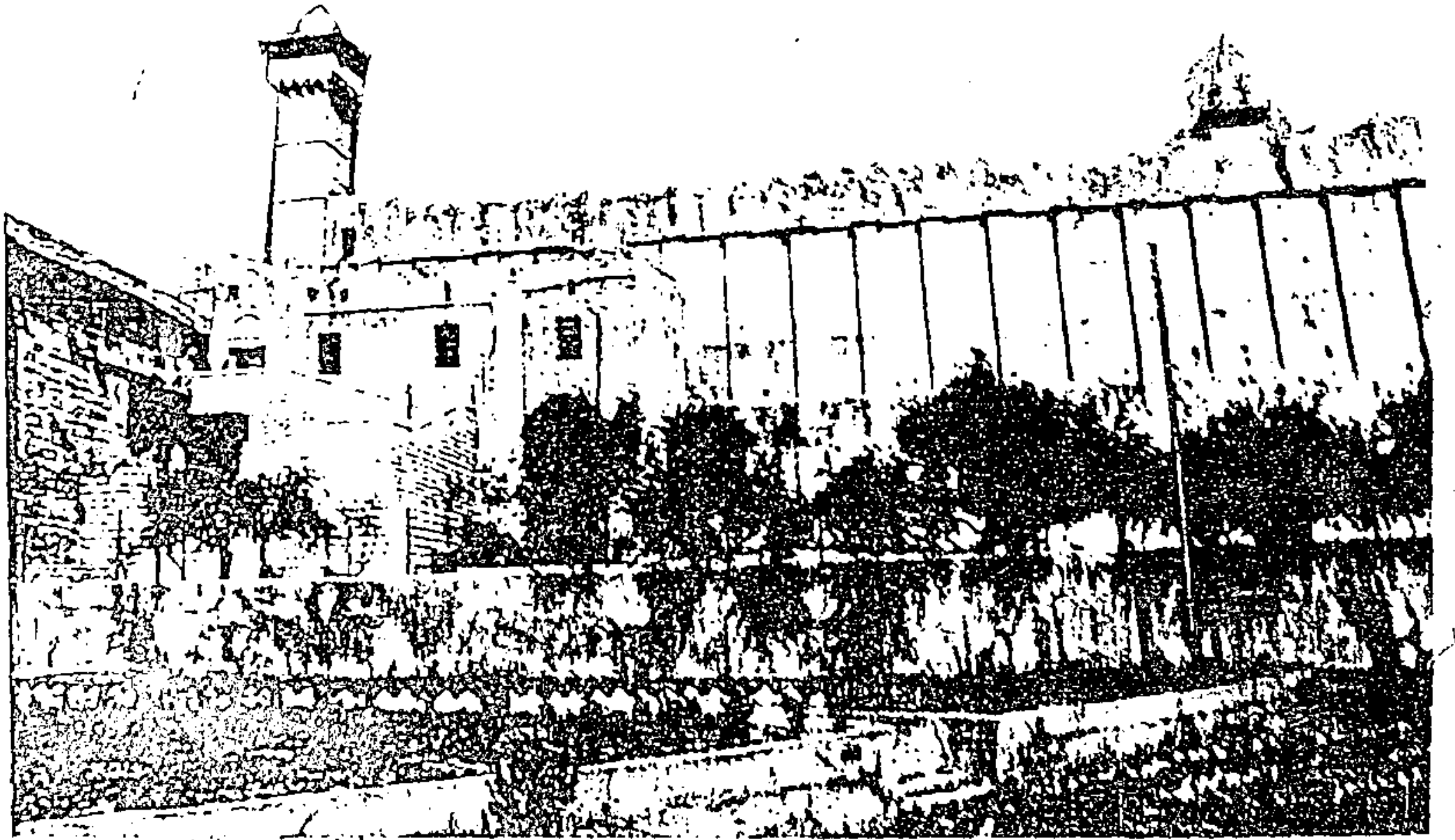


(تفصیل کے لئے دیکھئے "تاریخ فرشتہ" حصہ اول)

نسب نامہ حضرت سام تا حضرت آدمؑ: سام بن حضرت نوحؑ بن لامک بن منوشاخ بن حضرت ادریسؑ بن یارو بن مابل ایل بن قینان بن آنوش بن حضرت شیثؑ بن ابولبشر حضرت آدم علیہ السلام (بروایت بانئیل)

سام بن نوحؑ: حضرت نوحؑ کے بڑے بیٹے کا نام سام تھا جو آپ کے جانشین تھے۔ ان کی اولاد عرب و عجم میں آباد ہوئی۔ عرب کے تمام قبائل ان ہی کی اولاد سے ہیں۔ حضرت ہودؑ، حضرت صالحؑ اور حضرت ابراہیمؑ خلیل اللہؑ کا سلسلہ نسب سام کے بیٹے ارفخشذ سے جا کر ملتا ہے۔

نسب نامہ حضرت ابراہیمؑ تا حضرت نوحؑ: حضرت ابراہیمؑ خلیل اللہ علیہ السلام بن تارح (آذر) بن ناحور بن ساروخ بن ارغو بن فالغ بن عابر بن ارفخشذ بن سام بن آدم ثانی حضرت نوح علیہ السلام (بروایت بانئیل - عمد نامہ قدیم)



انکلیل میں مسجد ابراہیمی جہاں حضرت ابراہیمؑ حضرت ائحقؑ حضرت یعقوبؑ اور ان کی بیویاں دفن ہیں۔

## خاندان و اہل بیت رسول مقبول ﷺ

اللہ کے آخری نبی، ہادی، برحق، محبوب خدا، حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا سلسلہ نسب حضرت ابراہیم کے واسطے سے حضرت نوح کے بیٹے حضرت سام سے جا کر مل جاتا ہے۔ تفصیلی تعارف کے لئے جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ، آپ کے اوصاف کریمانہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شاندار، زندہ جاوید کارناموں سے واقفیت ضروری ہے۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آباؤ اجداد، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذریعہ طیبات، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عزیز و اقارب اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان سے واقفیت بھی ضروری ہے۔

نسب نامہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تا حضرت ابراہیم: خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بن حضرت عبد اللہ بن حضرت عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر (قریش) بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔ عدنان تک اپنا نسب خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور متواتر اور قطعی ہے۔ اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔

عدنان بن اود بن ہمیص بن سلمان بن عوص بن بوزر بن قموال بن ابی بن عوام بن ناشد بن حزا بن بلداس بن یدلاف بن طابخ بن جاحم بن ناش بن مطلق بن عینی بن عبقر بن عبید بن الدعا بن حمدان بن سنبر بن یثربی بن یحزن بن ارعوی بن بلحن بن عینی بن دیشان بن عیصر بن اقداد بن ایہام مقصر بن ناحت بن زراح بن کمی بن مزنی بن عوص بن عرام بن قیدار بن حضرت اسماعیل بن حضرت ابراہیم

ابن اسحاق، ابن جریر اور امام بخاری کے نزدیک عدنان سے حضرت ابراہیم تک کے حصہ کی روایت جائز ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: (۱) يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتَقْوَىٰ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ

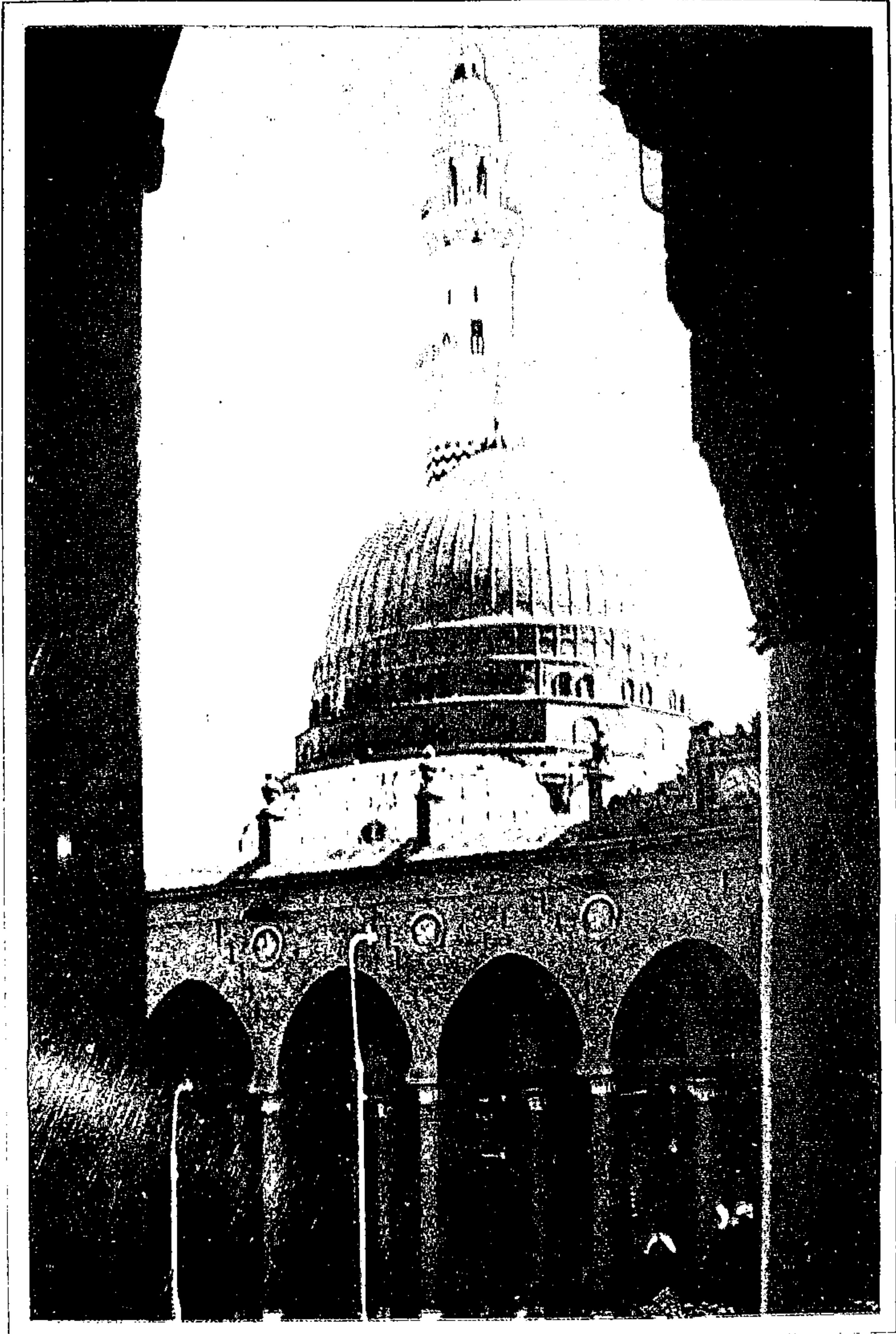
ترجمہ :- اے لوگوں! ہم نے تم کو پیدا کیا ایک مرد اور ایک عورت سے اور بنایا ہم نے تم کو مختلف قبیلے سے تاکہ تم پہچانے جاؤ۔ بیشک اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ عزت والا وہی ہے جو سب سے زیادہ تقویٰ دار ہے۔

(۲) إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا

ترجمہ :- بیشک اللہ ارادہ کر چکا ہے کہ ہر طرح کی ناانصافی کو تم لوگوں سے دور رکھے گا۔ اے اہل بیت! اور ہر طرح کی طہارت تم لوگوں کو عنایت کرے گا۔

حدیث نبوی ﷺ: (۱) حیث قال - عن ابی ہریرة، عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال تعلموا من انسابکم ما

تصلون بہ ارحامکم فان صلة الرحم محبة فی الہل مشرة فی المال منساة فی الاثر۔



مسجد نبویؐ اور روضہ رسولؐ





ترجمہ :- حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ انساب کی تعلیم کا اہتمام کرو تاکہ تم صلہ رحمی کر سکو۔ اس لئے کہ صلہ رحمی کنبہ کی محبت، مال میں برکت اور آل میں نشوونما کا سبب ہے۔

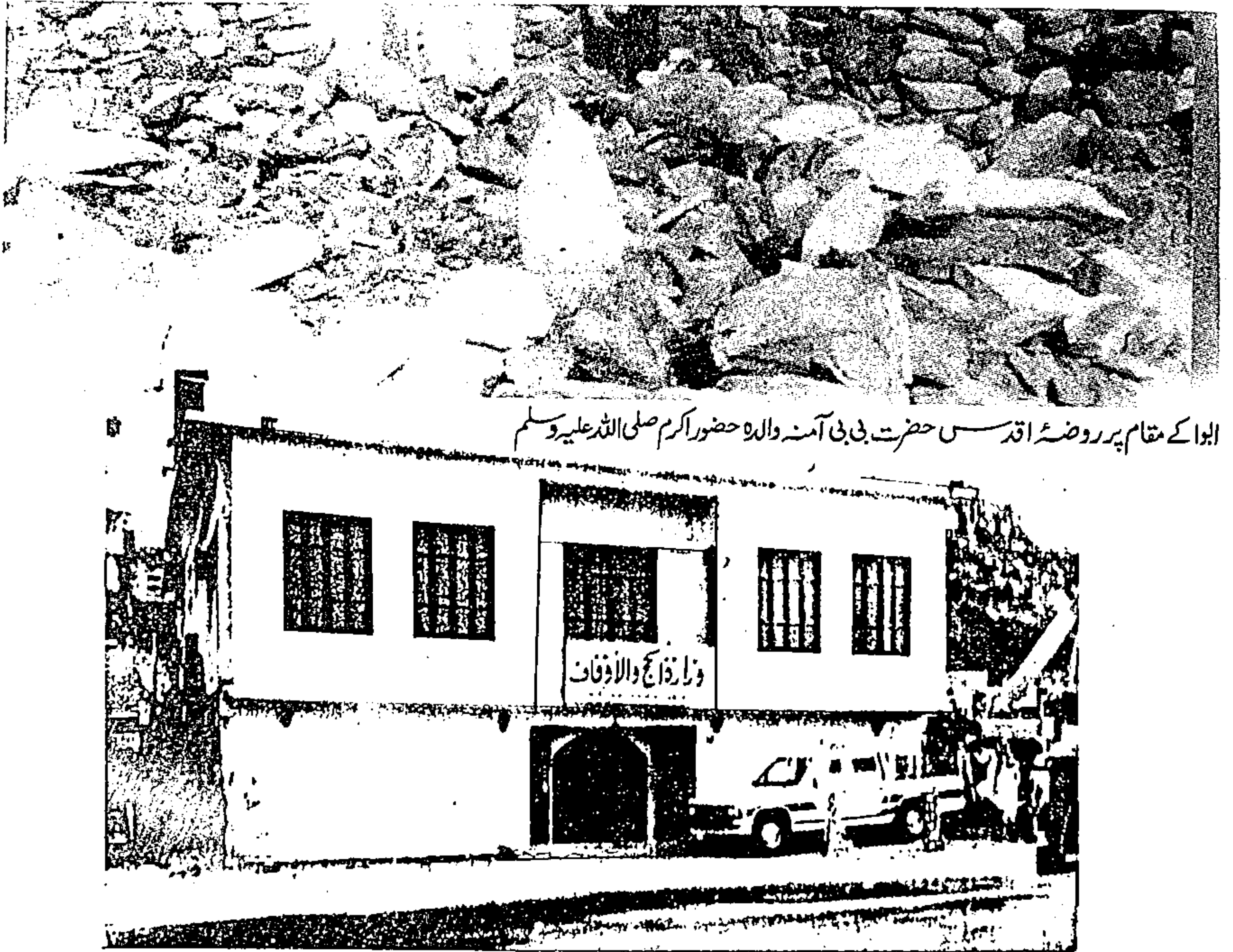
(۲) انا انفسکم نسبا و صہرا و حسبا۔ لیس فی ابائی من لدن آدم سفاح کلنا نکاح

ترجمہ :- میں خاندانی نسب، سرالی اور سماجی نسبت میں تم سب سے زیادہ ممتاز ہوں۔ مرے آبا میں آدم سے لے کر مجھ تک ایک فرد بھی زنا کی اولاد نہیں ہم سب نکاح سے ہیں۔

(۳) انا سید ولد آدم و لا فخر

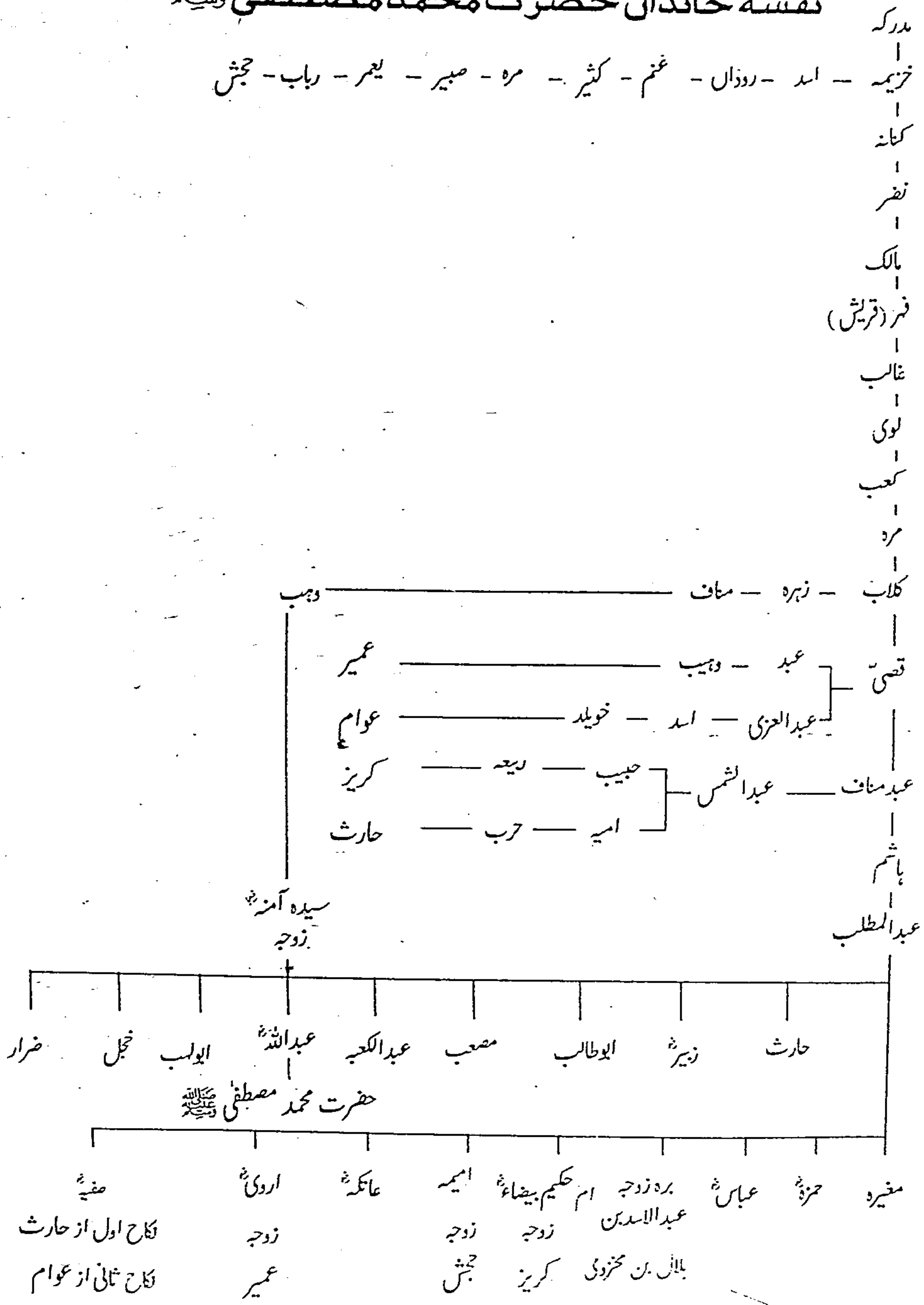
ترجمہ :- میں تمام ہی اولاد آدم کا سردار ہوں مگر مجھے اس پر فخر نہیں۔

(۴) صحیح مسلم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیمؑ کی اولاد میں اسماعیلؑ کو برگزیدہ کیا اور اسماعیلؑ کی اولاد میں نبی کنانہ کو اور نبی کنانہ میں سے قریش کو، قریش میں سے بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم میں سے مجھے برگزیدہ و منتخب کیا۔

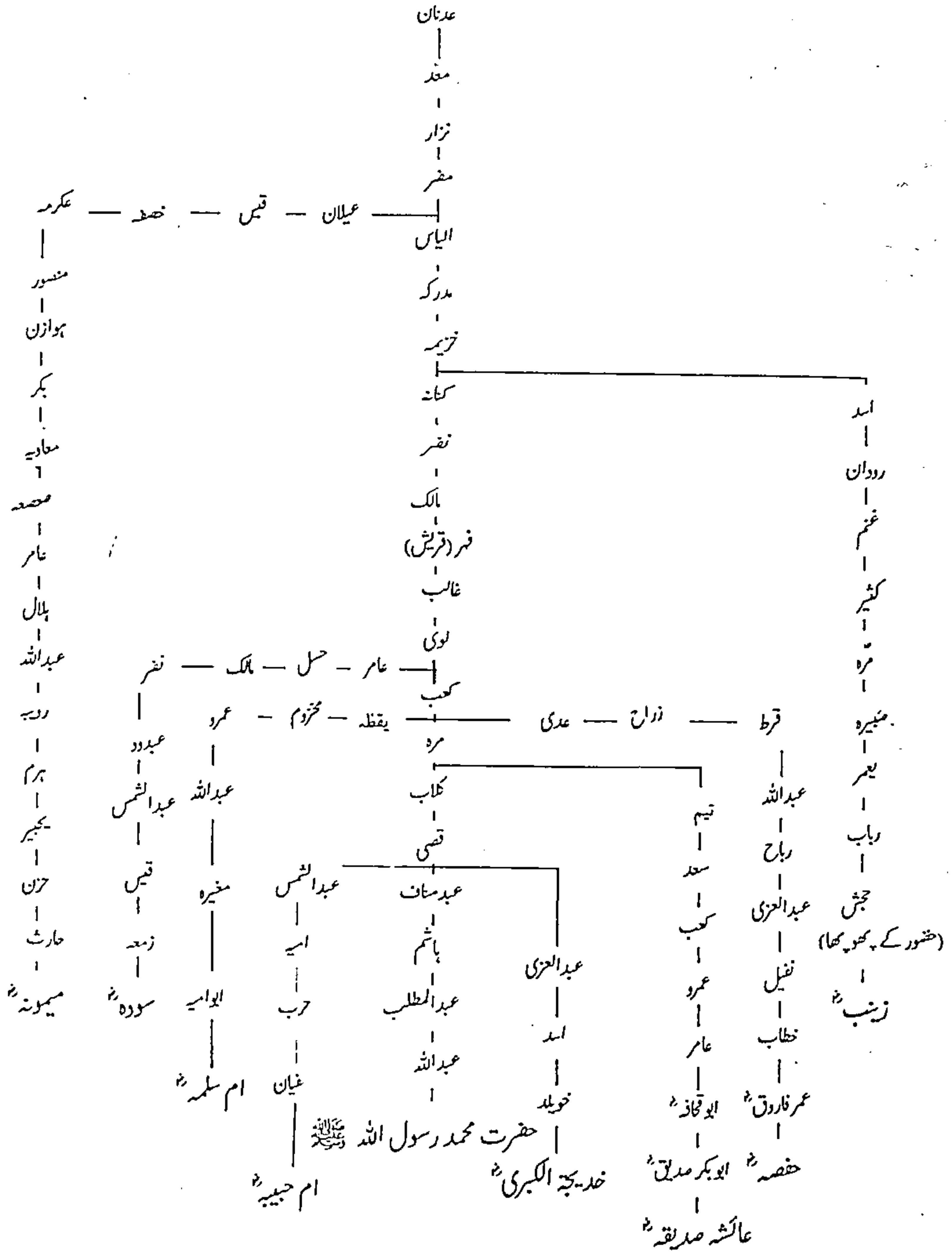


جائے پیدائش رسولؐ میں اب وزارت حج و اوقاف کا دفتر ہے

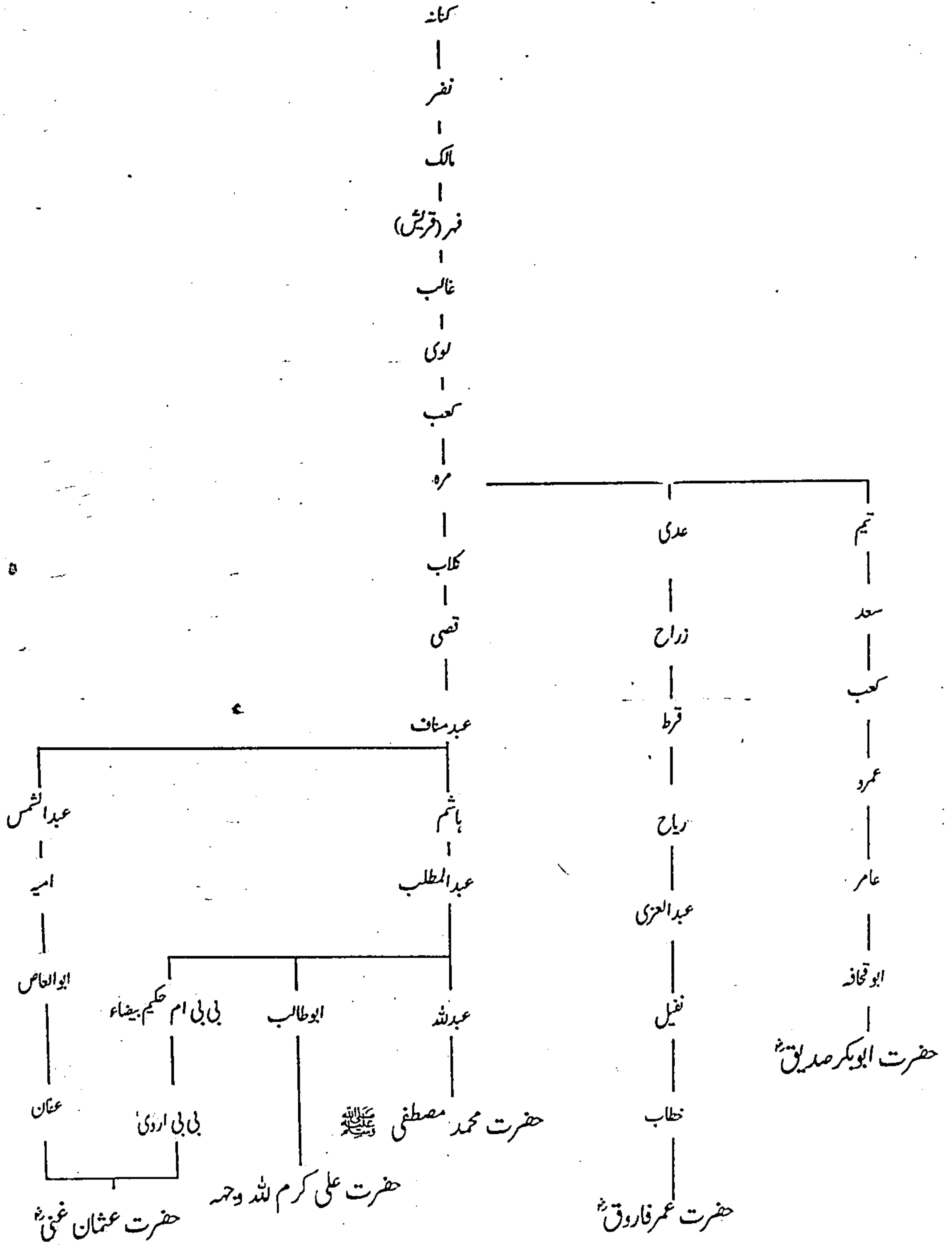
نقشه خاندان حضرت محمد مصطفی ﷺ



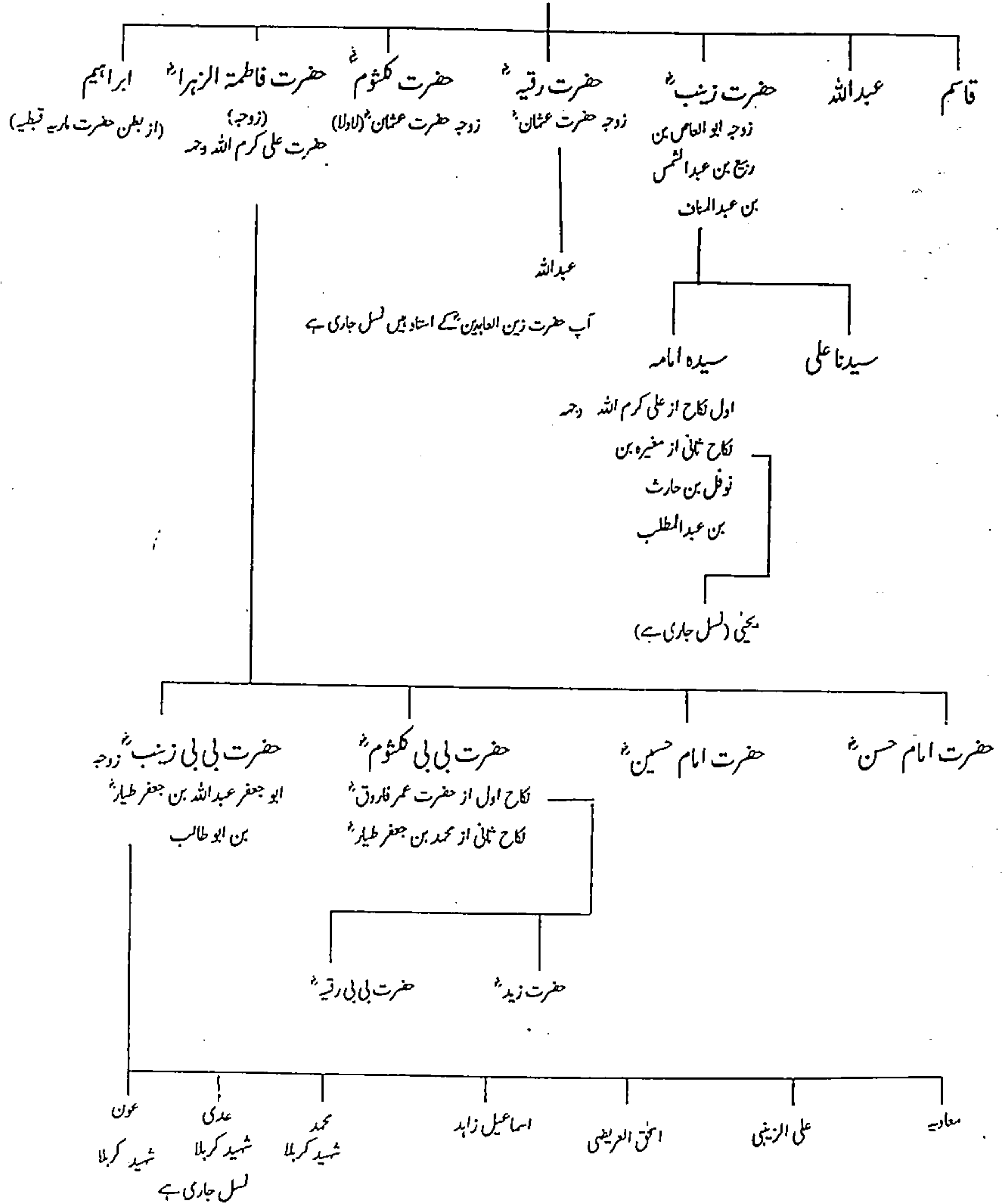
## نقشہ نسبی تعلق حضور اکرم ﷺ کا ازواج مطہرات کے ساتھ



# نقشہ نسبی تعلق حضور اکرم ﷺ کا خلفائے راشدین سے



## نقشہ اولاد حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ



## امیر المومنین حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ

آپ خاتم الانبیاء ، حبیب خدا ، حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی اور داماد ہیں۔ آپ سیدۃ النساء حضرت فاطمہ الزہراء بنت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے شوہر اور حضرات حسنین کے والد بزرگوار ہیں۔ آپ سردار قریش حضرت عبدالمطلب کے پوتے اور حضرت ابو طالب کے صاحبزادے ہیں۔ آپ کی والدہ فاطمہ بنت اسد بن ہاشم بن عبد مناف تھیں۔ اس طرح آپ والد اور والدہ دونوں طرف سے ہاشمی تھے۔ حضرت فاطمہ بنت اسد کا وصال مدینہ منورہ میں ہوا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قمیص کو آپ کے کفن میں شامل فرمایا آپ کی نماز جنازہ پڑھائی ، آپ کی قبر میں لیٹ کر اسے منبرک بنایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی شان میں فرمایا ” فاطمہ بنت اسد بھی میری ماں ہیں۔ ایک ماں وہ جن سے میں پیدا ہوا۔ اور دوسری شفقت و محبت میں بالکل ماں کی طرح۔“

حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کی تعلیم و تربیت اور پرورش و پرداخت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر سایہ ہوئی۔ آپ نے کبھی بتوں کو سجدہ نہیں کیا۔ اس لئے آپ کو کرم اللہ وجہہ کہا گیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو چالیس سال کی عمر میں نبوت کی خوشخبری دی گئی۔ ابتداء میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاموشی سے تبلیغ دین فرمائی۔ عورتوں میں ام المومنین حضرت خدیجہ الکبریٰ اور مردوں میں حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما ایمان لائے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کام میں معاون و مددگار ہوئے۔ جب پیغمبر آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلائیہ تبلیغ کا حکم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے اپنے اہل خاندان ، اعزہ اور اقارب کو اپنے گھر کھانے پر مدعو کیا۔ انبیع اسلام کی دعوت پیش کی اور فرمایا تم میں سے کون میرا ساتھ دینے کو تیار ہے۔ تمام افراد خاموش رہے۔ صرف حضرت علیؑ ابن ابی طالب جن کی عمر اس وقت دس سال کی تھی کھڑے ہوئے اور کہا میں ایک کم عمر اور کمزور بچہ ہوں مگر آپ کا ساتھ دوں گا۔ اس واقعہ کو نسائی نے کتاب النساء میں ربیعہ ابن تاجیہ سے روایت کی ہے۔ ” ایک شخص نے جناب علیؑ سے پوچھا آپؑ، چچا کے ہوتے ہوئے ابن عم کے وارث کیسے ہو گئے۔ فرمایا۔ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام بنی مطلب کو دعوت دی۔ کھانے کے بعد فرمایا۔ اے بنی مطلب میں عموماً سب کے لئے اور خصوصاً تم لوگوں کے لئے مبعوث کیا گیا ہوں۔ تم میں کون بیعت کرے گا کہ وہ میرا اسمانی ، انی اور وارث بنے؟ جناب علیؑ فرماتے ہیں۔ کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ میں سب میں کم سن تھا۔ میں بیعت کے لئے کھڑا ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بٹھا دیا اور تین مرتبہ سوال کیا۔ اسی طرح کوئی جواب نہ دیتا اور میں کھڑا ہو جاتا۔ تیسری مرتبہ سر بکرنے اپنا ہاتھ میرے ہاتھ پر بیعت کے لئے رکھا۔ اسی طرح میں ابن عم کا وارث عم کے رہتے ہوئے ہو گیا۔“ اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کو ہجرت سے قبل ہی وراثت نبوت کی نعمت بذریعہ بیعت عنایت ہو چکی تھی اور بیعت کا سلسلہ (جسے ان دنوں مرید ہونا کہتے ہیں) حضور اکرمؐ نے حضرت علیؑ سے شروع فرمایا اسی سنت کو مشائخ کرام آج تک زندہ رکھتے رہے ہیں۔ تصوف کے بیشتر سلسلے خصوصاً قادریہ ، چشتیہ ، سرور دیہ اور فردوسیہ وغیرہ حضرت سیدنا علیؑ پر جا کر ختم ہوتے ہیں۔

حضرت سیدنا علیؑ کو کسی ہی میں ان کے والد جناب ابوطالب نے وصیت فرمائی تھی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہو۔ جو وہ کہیں اسے انجام دو۔ آپ اپنی ساری زندگی اپنے والد کی طرح اور ان کی وصیت کے مطابق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی و غمی، آسائش و تنگی، آرام و تکلیف میں شریک رہے۔ نبوت کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تیرہ سالہ مکی زندگی کفار مکہ کے مظالم، سختیوں اور ایذا رسائیوں سے بھری ہے۔ حضرت علی اس ابتلاء کے زمانہ میں بھی ہر لمحہ ساتھ رہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کفار کی ایذا، رسائیوں کو خود بھی برداشت کرتے رہے۔ شعب ابی طالب کے قید و بند اور بھوک و پیاس کو بخوشی قبول کیا اور نبی برحق کا ساتھ نہ چھوڑا۔ آخرش ایک رات کفار قریش نے خدا کے پیارے حبیبؐ کو شہید کرنے کے ارادہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کا محاصرہ کیا۔ اللہ جل شانہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت کا حکم دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ کا قصد فرمایا۔ اس رات جناب علیؑ کو اپنے بستر پر آرام کرنے اور چند دنوں تکہ میں قیام فرمانے کا حکم دیا، تاکہ لوگوں کی امانتیں واپس کر کے مدینہ طیبہ چلے آئیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس خطرناک کام کو پوری استقامت سے انجام دیا اور تین دنوں تکہ میں قیام کے بعد قباء کے مقام پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملے۔

امیر المومنین حضرت سیدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے تمام غزوات اور جنگوں میں شرکت فرما کر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی سر بلندی کے لئے جہاد کیا۔ خصوصیت کے ساتھ غزوہ بدر، غزوہ احد، غزوہ خندق اور فتح خیبر میں کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ جنگ بدر میں مشہور سرداران قریش ولید اور عبیدہ کو غزوہ خندق میں عمرو بن عبدود کو قتل کیا۔ خیبر بھجھ میں فتح ہوا۔ اس موقع پر حبیب صحابہ کرام کے علاوہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ اور حضرت سیدنا عمر فاروقؓ ایک ایک روز گئے مگر قلعہ فتح نہ ہو سکا۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کل علم اس شخص کو دو لگا جس کے ہاتھ پر اللہ نے فتح لکھی ہے، اللہ اور رسول سے وہ محبت کرتا ہے اور اللہ و رسول اس کو محبوب رکھتے ہیں۔ دوسری صبح جناب علیؑ کو بلایا گیا اور علم عطا کیا گیا۔ ان کی آنکھیں جوش کر آئی تھیں اور آپ تکلیف سے بے چین تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعاب دہن لگا دیا اور فرمایا۔ جاؤ اس وقت تک جنگ کرتے رہو کہ اللہ فتح دے۔ چنانچہ حیدر کرار حضرت علیؑ کے ہاتھوں خیبر فتح ہوا۔ اس کے سب سے بڑے قلعہ کا دروازہ آپ نے اپنے ہاتھوں سے اکھاڑ پھینکا۔ جنگ تبوک کے لئے روانگی کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علیؑ کو اہل بیت میں جانشین بنا کر مدینہ طیبہ میں چھوڑ گئے اور فرمایا۔ ”علیؑ میری نیابت میں بمنزلہ ہارون کے ہیں۔ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر جاتے وقت حضرت ہارون علیہ السلام کو اپنا جانشین بنا گئے تھے۔ اے علیؑ! ایسے ہی میں تمہیں اپنا جانشین بنا کر جا رہا ہوں لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں۔“

ملت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سلطان اور جماعت اولیاء کے قبلہ حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب احاطتہ تحریر سے باہر ہیں۔ ایک مرتبہ آپ رضی اللہ عنہ نے نماز ہی کی حالت میں اپنی انگوٹھی فتیر کو دی تو آپ ہی کے شان میں ارشاد باری تعالیٰ ہوا یُؤْتُونَ الزَّكْوَةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ (نماز کے حال میں بھی زکوٰۃ دینے سے باز نہیں رہتے) اور وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّهِمْ مَسْكِيْنًا وَيَتِيْمًا وَاَسِيْرًا (وہ اپنی نذر پوری کرتے ہیں۔ وہ مسکینوں، یتیموں اور قیدیوں کو محض اللہ کی محبت میں کھلاتے ہیں۔) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو باب العلم فرمایا۔ ابوتراب کہہ کر مخاطب کیا اور ارشاد ہوا ”اقضاهم علی“ منصب قضاء میں سب سے بڑھ کر علیؑ ہیں۔ مشائخین کا قول ہے۔ شیخنا فی الاصول والبلاء علی مرتضیٰ (علی کرم اللہ وجہہ





طرف رہنمائی کر سکتا ہوں۔ جو آپ کو معلوم نہ ہو۔ میں کسی معاملہ میں آپ پر سبقت نہیں رکھتا۔ جس کی آپ کو خبر دوں نہ میں نے خلوت میں کوئی ایسی چیز حاصل کی جو آپ تک پہنچاؤں۔ آپ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا اسی طرح دیدار کیا جیسا کہ ہم نے کیا۔ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح سنا جس طرح ہم نے سنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شرف صحبت سے آپ بھی اسی طرح مشرف ہوئے جیسے ہم ہوئے اور ابوبکرؓ ابنی قحافہ اور عمرؓ بن الخطاب حق بات پر عمل کرنے میں آپ سے زیادہ حق دار نہیں تھے اور اے عثمانؓ! آپ نسبی قرابت میں ان دونوں سے رسول اللہ کے زیادہ قریب ہیں اور آپ کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دامادی کا شرف حاصل ہے۔ ان دونوں کو حاصل نہیں ہوا۔ ” حضرت علیؓ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ ” جو کوئی عثمان کے دین سے بیزار ہے وہ ایمان ہی سے بیزار ہے۔ “

حضرت سیدنا علیؓ کرم اللہ وجہہ کا دور خلافت بڑا پر آشوب تھا۔ آپ کو سکون و اطمینان کا ایک لمحہ بھی میسر نہ آکا۔ حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے اختلافات۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ، حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ کی غلط فہمیاں، جنگ جمل اور جنگ صفین کا دکھ، خارجیوں اور ابن سبا کا فتنہ ایسے حالات تھے جس نے آپ کی زندگی اجیرن کر رکھی تھی۔ حج کے موقع پر خارجیوں نے حضرت علیؓ، حضرت معاویہؓ اور حضرت عمرو بن العاص کو قتل کرنے کا پروگرام بنایا۔ ۱۷ رمضان ۴۰ھ جمعہ کا دن مقرر ہوا۔ طے شدہ تاریخ کو تین خارجی بارک بن عبد اللہ، عمر بن عاصی اور عبد الرحمن بن ملجم اپنے اپنے مقام پر پہنچے۔ تینوں لعینوں نے فجر کی نماز میں حملہ کیا۔ بارک بن عبد اللہ نے دمشق میں حضرت معاویہؓ پر حملہ کیا۔ وار اوچھا پڑا اور وہ زخمی ہوئے۔ عمر بن عاصی مصر آیا حضرت عمرو بن العاص بیمار تھے فجر کی نماز میں مسجد نہیں آئے تھے۔ ان کی جگہ امام قاریہؓ بجائے عمر بن عاصی کے ہاتھوں دھوکے میں قتل ہوئے۔ عبد الرحمن بن ملجم یہودی تھا۔ پہلے مسلمان ہوا پھر خارجیوں میں شامل ہو گیا۔ وہ کوفہ پہنچ کر فجر کے وقت مسجد میں چھپ کر بیٹھ گیا اور عین حالت نماز میں حضرت سیدنا علیؓ کرم اللہ وجہہ پر ایک زہر آلود تلوار سے سر پر وار کیا۔ سر مبارک کودے تک کھل گیا۔ لیکن خون کے دھار نہ بھے، وضو نہ ٹوٹا اور ایسا معلوم ہوا کہ آپ کو خبر بھی نہ ہوئی۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو خون جاری ہوا۔ گھر لائے گئے۔ وصیت فرمائی اس کے بعد اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہا پھر زبان مبارک پر کلمہ جاری ہو گیا اور وصال کے وقت تک زبان پر کلمہ ہی جاری تھا۔ قاتل ابن ملجم پکڑا اور مارا گیا۔

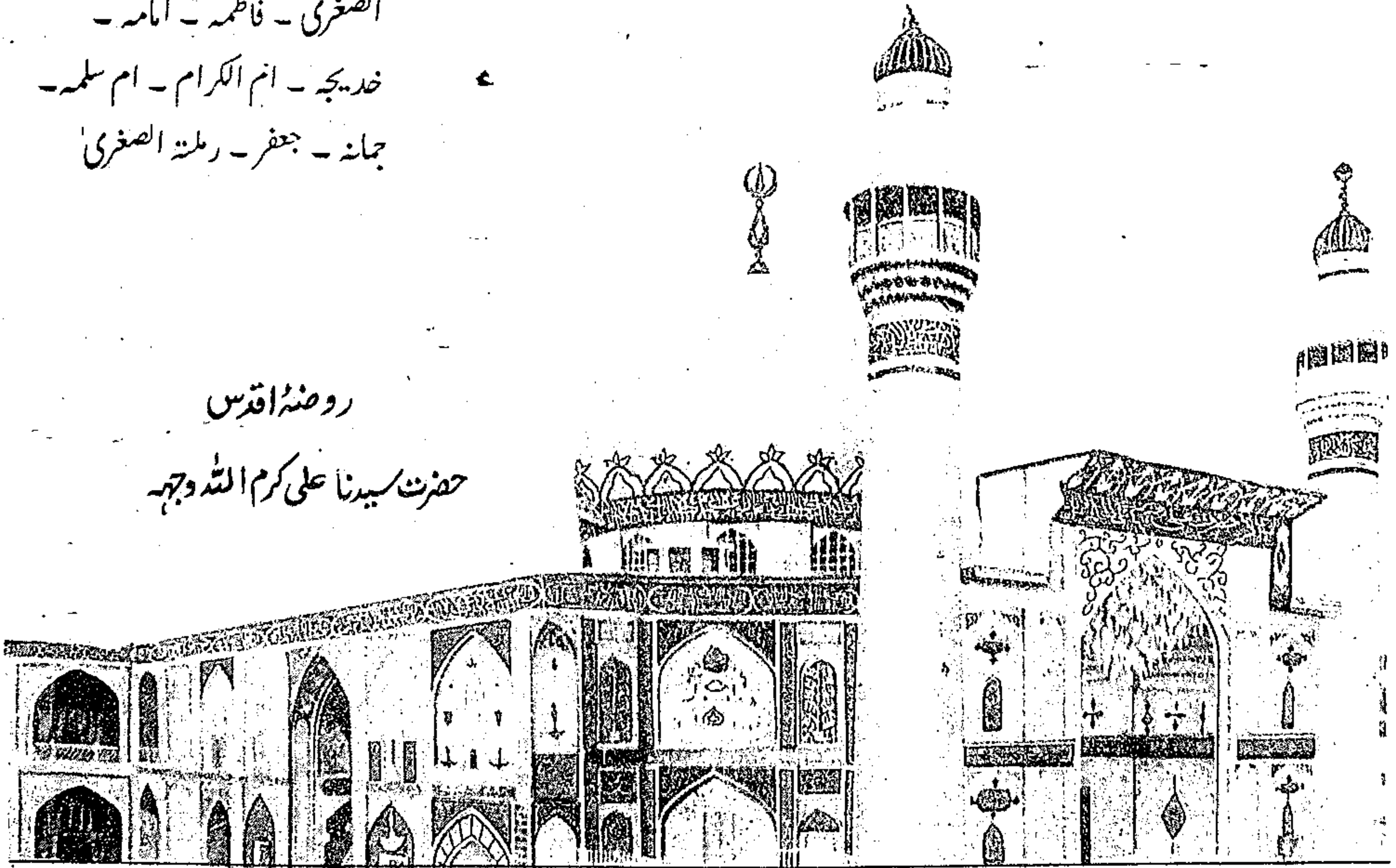
اللہ جل شانہ کے حکم کے مطابق امیر المومنین حضرت سیدنا علیؓ کرم اللہ وجہہ کا پہلا عقد حضرت سیدۃ النساء فاطمہ الزہراءؓ بنت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا۔ جن سے حضرت امام حسنؓ، حضرت امام حسینؓ اور دو صاحبزادیاں حضرت زینب الکبریٰ زوجہ حضرت عبد اللہ بن جعفر طیارؓ اور حضرت ام کلثوم زوجہ حضرت عمر فاروقؓ (حضرت عمرؓ کے وصال کے بعد حضرت کلثومؓ کا دوسرا نکاح حضرت محمد بن جعفر طیارؓ سے ہوا۔) حضرت سیدۃ النساء فاطمہ الزہراءؓ کے وصال کے بعد حضرت علیؓ نے متعدد شادیاں کیں اور ان سے اولادیں بھی ہوئیں۔ آپ کی کل اولادیں اٹھارہ بیٹے اور اٹھارہ بیٹیاں تھیں۔ جن میں حضرت امام حسنؓ، حضرت امام حسینؓ، حضرت محمد بن الحنفیہ (از بطن خولہ) حضرت عباس اور عمر اطرف (از بطن ام البنین) سے نسل چلی۔

## تفصیل اولاد و ازواج

از بطن	پسر	دختر
حضرت فاطمہؑ	سیدنا حسن - سیدنا حسین	زینب الکبریٰ - ام کلثوم
ام النبین بنت حرم از بنو ہوازن	عمر اطرف - عباس - جعفر - عبید اللہ - عثمان	-
لیلی بنت مسعود از بنو تمیم	ابوبکر - عبید اللہ	-
اسماء بنت عمیس بیوہ ابوبکر صدیقؓ	عون - یحییٰ	-
امامہ بنت زینب بنت رسول اللہ	محمد اوسط	-
خولہ بنت جعفر بن قیس از بنو حنیفہ	محمد ابن الحنفیہ	-
ام سعید بنت عروہ بن مسعود ثقفی	-	ام الحسن - رملتہ الکبریٰ
ام حبیبہ بنت ربیعہ از بنو ثعلب	عمر	رقیہ
ممیاء بنت امر القیس از بنو کلب	-	حارثہ
متعدد بانڈیوں کے بطن سے	-	ام ہانی - میمونہ - زینب
		الصغریٰ - فاطمہ - امامہ -
		خدیجہ - ام الکرام - ام سلمہ -
		جانہ - جعفر - رملتہ الصغریٰ

روضہ اقدس

حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ



## امیر المومنین حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ

شاہزادہ خاندان رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم، نواسہ رسول برحق، جگر گوشہ سیدۃ النساء فاطمہ الزہرا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سب سے بڑے صاحب زادے حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ ۱۵ رمضان المبارک ۲ھ مطابق ۶۲۵ء بوقت شب مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے حسن و جمال کا کیا کہنا۔ بقول حضرت علی مرتضیٰ آپ ناف سے اوپر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھے۔ پیدائش کے ساتویں دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا عقیدہ کیا۔ سینڈھے ذبح کئے اور سر کے بالوں کے برابر چاندی صدقہ کیا۔ حضرات حسنین کو اللہ کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی بشارت دیتے ہوئے فرمایا۔ **الْحُسَيْنُ وَالْحُسَيْنِ سَيِّدَا شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ** (حسن اور حسین نوجوانان بہشت کے سردار ہیں۔) حضرت بریدہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم منبر شریف پر خطبہ دے رہے تھے۔ اچانک حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما دہلیز سے برآمد ہوئے۔ چھوٹے تھے۔ سرخ پیراہن کچھ بڑا تھا، چلنے میں قدم رک رہے تھے اور گرنے کا احتمال تھا۔ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرف متوجہ ہوئے۔ منبر سے اترے، نواسوں کو گود میں اٹھا کر لائے اور قریب بٹھایا اور فرمایا۔ (صدق اللہ انما اموالکم واولادکم فتنہ۔) (بیشک اولاد اور مال سے تمہاری آزمائش ہے۔ کتنا چ فرمایا اللہ رب العزت نے) میں نے ان دونوں بچوں کو دیکھا کہ کانپ رہے ہیں کہیں گرنہ جائیں۔ اتنا صبر نہ کر سکا کہ گفتگو تمام کروں۔ گفتگو روک کر ان کو اٹھا لیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرات حسنین سے از حد محبت تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا۔ میں ان دونوں سے محبت رکھتا ہوں۔ اے اللہ! تو بھی ان سے محبت فرما اور جو شخص ان دونوں سے محبت کرے اس سے بھی محبت فرما۔

خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت حضرت امام حسن تقریباً آٹھ سال کے تھے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت عثمان غنیؓ آپ کی بڑی عزت کرتے اور عزیز رکھتے اور حضرت امام رضی اللہ عنہ کو بھی ان بزرگوں سے بڑی عقیدت اور محبت تھی۔ جب باغیوں نے حضرت عثمان غنیؓ کے مکان کا محاصرہ کیا تو آپ ان کی حفاظت کرتے ہوئے زخمی ہو گئے۔ ایک مرتبہ آپ نے کوفہ میں خطبہ کے دوران اپنا آیتِ خواب بیان کرتے ہوئے فرمایا۔ ”۔۔۔۔۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابو بکرؓ میری گوش کی طرح ہیں اور عمرؓ بمنزلہ میری چشم کے ہیں اور عثمانؓ میرے دل کے قائم مقام ہیں۔“

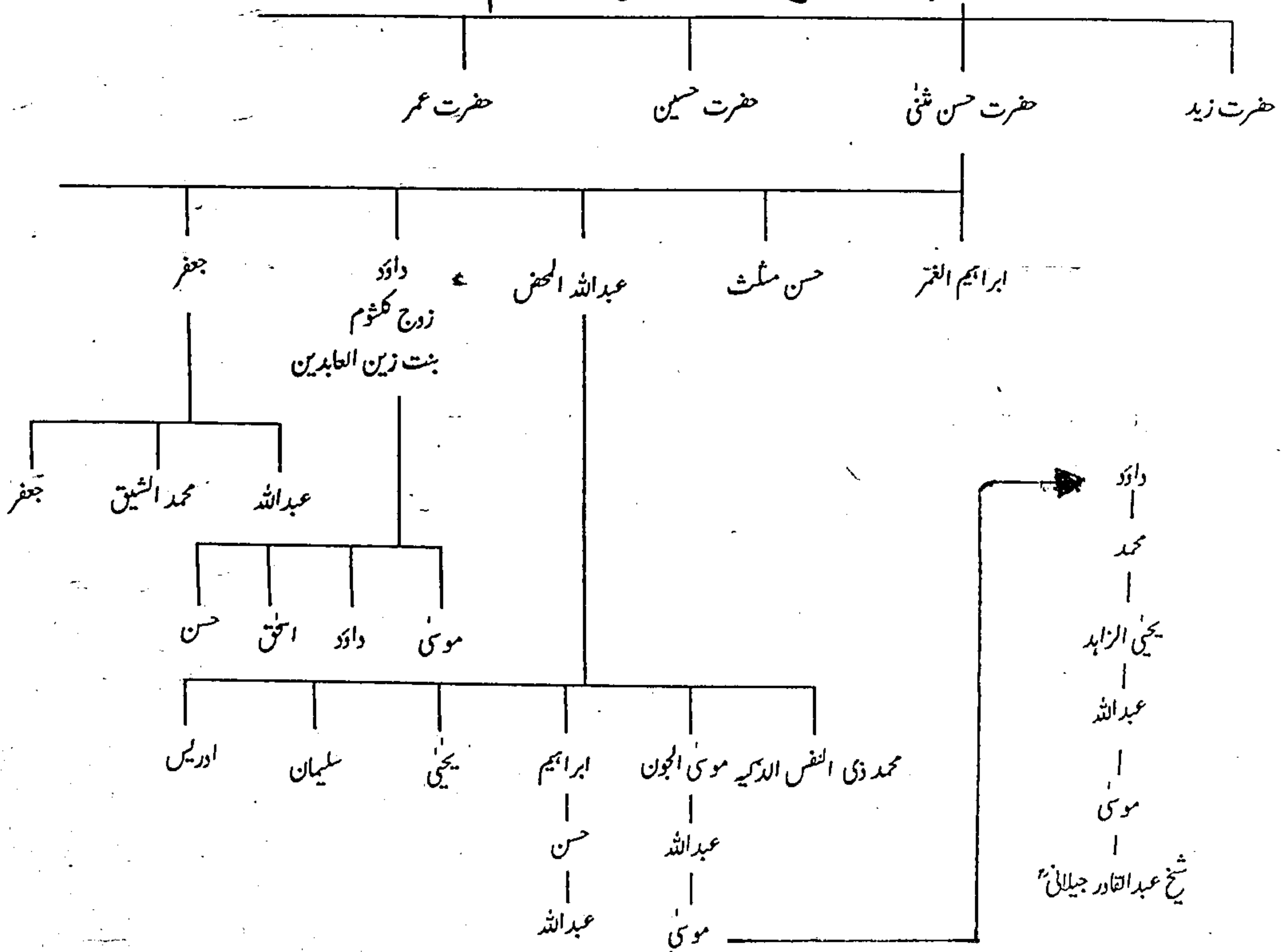
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش گوئی فرمائی تھی کہ میرا یہ بیٹا (یعنی حضرت امام حسنؓ) سید ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں صلح کرائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ حضرت سیدنا علی مرتضیٰ کی شہادت کے بعد اہل کوفہ اور چالیس ہزار فوج نے حضرت سیدنا امام حسنؓ کے ہاتھ پر بیعت کی اور چار ماہ تین دن عراق و عرب اور خراسان آپ کے زیرِ خلافت رہا۔ جب آپ کو خبر ملی کہ حضرت معاویہؓ ساٹھ ہزار کی ایک بڑی فوج کے ساتھ کوفہ کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ تو آپ نے بھی اپنے چالیس ہزار فوج کے ساتھ مقابلہ کی نیت سے کوفہ سے کوچ فرمایا۔ سابطہ کے مقام پر دونوں فوجوں کا سامنا ہوا۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نزم مزاج، رحمدل، امن پسند اور صلح جو واقع ہوئے تھے۔ آپ نے محسوس کیا کہ سبائی ٹولہ اور فتنہ پرداز فوج میں گھسے ہوئے ہیں۔ اور آپس کے اس جھگڑے میں ہزاروں مسلمان فنا کے گھاٹ اتر جائیں گے۔ اس لئے آپ نے حضرت معاویہؓ سے صلح کر لی

اور خلافت سے دست بردار ہو گئے۔ ترک خلافت کے بعد آپ نے مستقل رہائش مدینہ منورہ میں اختیار فرمائی۔ آپ کا معمول تھا کہ فجر کی نماز کے بعد اشراق تک مسجد نبوی میں مصلیٰ پر تشریف فرما ہوتے۔ پھر ٹیک لگا کر بیٹھ جاتے اور تبلیغ و ارشاد میں مشغول رہتے۔ نماز چاشت پڑھ کر امات المومنین کی خدمت اقدس میں حاضری دیتے۔ اس کے بعد گھر تشریف لے جاتے۔ کچھ دیر کے لئے وہاں قیام فرماتے پھر مسجد میں واپس آجاتے۔

امیر المومنین حضرت سیدنا امام حسنؓ کے اثر سے علیل ہوئے اور فرمایا۔ مجھے کئی بار زہر دیا گیا لیکن اس بار اس کا اثر بہت شدید ہے۔ سینہ کٹا جاتا ہے۔ آپ کا وصال ۲۸ صفر ۵۰ھ مطابق ۶۷۰ء کو ہوا۔ جنت البقیع میں اپنی والدہ محترمہ کے پہلو میں آرام فرما ہوئے۔

مروان بن حکم کو حضرت امام سے بڑی دشمنی تھی اور آپ کی شان میں گستاخیاں کیا کرتا تھا۔ لیکن آپ نے اس کا کبھی جواب نہیں دیا۔ جب آپ کا وصال ہوا تو مروان جنازہ میں شریک ہوا اور بہت رویا۔ حضرت امام حسینؓ نے فرمایا کہ اب روتا ہے حالانکہ زندگی میں عداوت رکھتا تھا۔ اور بدکلامی کرتا تھا۔ مروان نے کہا۔ میں جو کچھ کرتا تھا اس شخص کے ساتھ کرتا تھا جو اس پہاڑ سے بھی زیادہ باوقار، متمثل اور حلیم تھا۔ آپ نے بکثرت شادیاں کیں جن سے سترہ اولادیں ہوئیں۔ نسل صرف حضرت زید، حضرت حسنؓ، حضرت حسینؓ اور حضرت عمر سے جاری ہوئی۔

### نقشہ اولاد حضرت امام حسنؓ



## حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ

نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے گھرانے کے گوہر آب دار، سبط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، سیدۃ فاطمہ الزہرا کے لعل اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے منجھلے صاحبزادے حضرت سیدنا امام حسینؑ ۵ شعبان المعظم ۴ھ مطابق ۶۲۶ء کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ آپ نے سات سال کی عمر تک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر سایہ پرورش پائی۔ آپ کے جسم کا زیریں حصہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھا۔ جس طرح حضرت امام حسنؑ نے پاپیادہ بیس حج کیا تھا۔ اسی طرح آپ نے پچیس حج پاپیادہ کئے۔ آپ کو نماز، روزے، صدقات اور اعمال خیر میں مشغولیت زیادہ رہتی تھی۔ حضرات حسنین اپنے نانا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قدر قریب تھے کہ انہیں یا اَبَت (اے ابا، کہہ کر پکارتے اور اپنے والد حضرت علیؑ کا نام لیتے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اور وصال کے بعد بھی لوگ آپ حضرات کو یا ابن رسول اللہ کہہ کر مخاطب کیا کرتے تھے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہَذَا اَن اِبْنائِی (یہ دونوں میرے لاکے ہیں) حضرت مخدوم شاہ شعیب قدس سرہ حضرت اسامہؓ سے روایت کرتے ہیں۔ (ترجمہ) ”ایک شب میں (یعنی حضرت اسامہؓ) اپنی ایک ضرورت سے آستانہ رسالت پر حاضر ہوا۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے۔ مجھے ایسا محسوس ہوا کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دوش مبارک پر کچھ لئے ہوئے ہیں۔ جب میں اپنی گفتگو ختم کر چکا تو پوچھا۔ یا رسول اللہ! کیا چیز ہے؟ جسے دوش مبارک سے لگائے ہوئے ہیں۔ سرکار نے چادر ہٹائی۔ میں نے دیکھا پشت مبارک پر شاہزادگان حضرات حسن و حسین لپٹے ہوئے ہیں۔“ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں۔ حضرت عمر فاروقؓ کا بیان ہے۔ ”ایک روز میں خدمت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا۔ میں نے دیکھا حضرت حسینؑ شمرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوش مبارک پر سوار ہیں۔ ایک دھاگہ حضور اپنے دندان مبارک سے دبائے ہیں۔ ایک سرانٹھے پھول حضرت حسین کے ہاتھ میں دیا گیا ہے۔ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم ننھے سوار کی مطابقت میں زانوئے مبارک کے سہارے چل رہے ہیں۔ میں نے جب شفقت و پیار کا یہ سما دیکھا تو دلچسپی کے انداز میں کہا کتنے اچھے شتر (اونٹ) ہیں۔ اے ابا عبد اللہ! (حضرت حسینؑ کا لقب ابا عبد اللہ تھا) سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرط محبت میں فرمایا۔ بہت ہی اچھا سوار ہے۔ اے عمر!! حضرت مخدوم شاہ شعیب فردوسی قدس سرہ اپنی کتاب ”مناقب الاصفیاء“ میں تحریر فرماتے ہیں۔ (ترجمہ) ”جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت شاہزادگان والا شان سے جب اس قدر ظاہر ہوئی۔ اللہ رب العزت کا پیام آیا۔ جبرئیل علیہ السلام آئے اور فرمایا۔ اے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ کا ارشاد ہے۔ آپ ان دونوں سے اس قدر دل نہ لگائیں۔ یہ عشق الہی کے سوز و بلا میں مقبول ہو چکے ہیں۔ ان کے متعلق میں حکم دے چکا ہوں کہ ایک کو زہر ہلاہل دلو کر اپنی اتقا کے لئے بلاؤں گا اور دوسرے نیزہ کے زخموں اور ملعونوں کی تلواروں سے جگر پارہ ہو کر داد عشق میں گے۔“ آپ کو اس خبر سے انتہائی غم کا احساس ہوا کرتا تھا۔ لیکن فرماتے رَضِينَا بِقَضَائِكَ (اے اللہ! میں تیرے فیصلہ پر راضی ہوں۔)

آخر اللہ رب العزت کی مرضی کے مطابق ہوا۔ حضرت معاویہؓ کے انتقال کے بعد جب خلافت کی باک ڈور یزید کے ہاتھ میں آئی تو اسے چار افراد سے خطرہ محسوس ہوا۔ اس نے اپنی حکومت کی استقامت کے خیال سے امیر مدینہ ولید بن عتبہ کو حکم بھیجا کہ حسین

ابن علی، عبد اللہ ابن زبیر، عبد الرحمن بن ابی بکر اور عبد اللہ بن عمر نے فوراً بیعت لیا جائے۔ حضرت امام حسینؑ اور عبد اللہ ابن زبیر نے یزید کی مخالفت کی اور بیعت سے صاف انکار کیا۔ اور یہ دونوں حضرات مدینہ چھوڑ کر معہ اہل و عیال مکہ مکرمہ چلے گئے۔ اس کے بعد سے سرداران، امراء اور اہل کوفہ کا حضرت امامؑ سے مسلسل اصرار ہوتا رہا کہ ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ آپ فوراً کوفہ آکر ہماری بیعت لیں اور مسلمانوں کی رہنمائی فرمائیں۔ اس سلسلہ میں سینکڑوں خطوط سرداران و امراء کوفہ نے آپ کو بلاوے کے بھیجے۔ حضرت امام حسینؑ نے اپنے اعزہ و اقارب اور بھی خواہوں سے مشورہ کیا۔ حضرت عبد اللہ ابن زبیر، حضرت عبد اللہ بن عباس، حضرت عبد اللہ بن جعفر، حضرت عمرو بن عبد الرحمن اور حضرت عمرو بن سعید وغیر ہم نے آپ کو کوفہ جانے سے منع کیا اور انہیں روکنے کی شدید کوشش کی۔ لیکن حضرت سیدنا امام حسینؑ نے کافی غور و خوض اور استخارہ کے بعد کوفہ جانے کا فیصلہ کر لیا۔ اور معہ اہل و عیال مدینہ سے روانہ ہوئے۔ روانگی سے قبل اپنے نانا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس پر حاضری دی اور سلام پیش کیا۔

شہید کرب و بلا حضرت سیدنا امام حسینؑ کی روانگی کوفہ، واقعہ کربلا اور شہادت عظمیٰ پر بکثرت تذکرے اور تاریخیں لکھیں گئیں ہیں۔ اس سلسلہ میں طوح طرح سہنلط باتیں اور تبصرے کئے گئے۔ کسی نے لکھا کہ خلافت حضرت امامؑ کا پیدائشی حق تھا جبر کے لئے انہوں نے جنگ لڑی، کسی نے تبصرہ فرمایا کہ یہ حکومت اور طاقت کے حصول کی لڑائی تھی اور حضرت امام حسینؑ نے سیاسی سوجھ بوجھ سے کام نہیں لیا۔ کچھ بد بختوں نے اس واقعہ کو اسلامی حکومت اور نام نہاد خلیفہ (یزید) کے خلاف مین کا خروج ثابت کیا۔ حالانکہ یہ نہ تو کوئی سیاسی جنگ تھی اور نہ ہی اقتدار کی جنگ، کربلا کا واقعہ نہ حکومت اسلامی کے خلاف خروج تھا اور نہ ہی حضرت امام حسینؑ خلافت کو اپنا پیدائشی حق سمجھتے تھے کہ جس کے حصول کے لئے کوشاں تھے۔ کربلا کا واقعہ دراصل حق و باطل کا معرکہ تھا۔ جس میں حضرت امامؑ نے اپنی گردن کٹا کر حق کو سر بلند کیا۔ اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے لیا تھا۔ آپ نے اپنی اور اپنے خاندان کی قربانی دے کر اس وعدہ کو پایہ تکمیل تک پہنچایا۔

شہید کربلا حضرت سیدنا امام حسینؑ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک کام کرنے کا حکم دیا ہے۔ میں وہ کام ضرور انجام دوں گا۔ ایک دوسرے خواب میں جب امامؑ نے سرکار مدینہ کو دیکھا تو فرمایا۔ یا نبی اللہ! مجھ کو بھی اپنا ساتھ لیتے چلیں۔ میں آپ کی امت کے مظالم سے ٹھک گیا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہوا۔ یا قرۃ عینی ان لک فی الجنة درجۃ لاتنالها الا بالاشہادۃ (اے مری آنکھوں کی ٹھنڈک! جنت میں تمہارے لئے ایک مقام ہے جسے شہادت ہی کے ذریعہ حاصل کیا جاسکتا ہے۔) مزید ایک خواب میں گہرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے فرزند! میری بے درد امت نے تمہارے قتل کا ارادہ کیا ہے۔ جلدی ہی آکر ہم سے ملو۔ میں خود، علی، فاطمہ اور حسن تمہاری ملاقات کی آرزو میں ہیں۔ اسی طرح حضرت امامؑ کی جماعت کے دوسرے لوگوں نے بھی خواب دیکھا کہ فرمایا جا رہا ہے۔ عجلو عجلو الر حیل الینا قریب (جلدی کرو مجھ تک پہنچنے کا وقت قریب ہے۔)

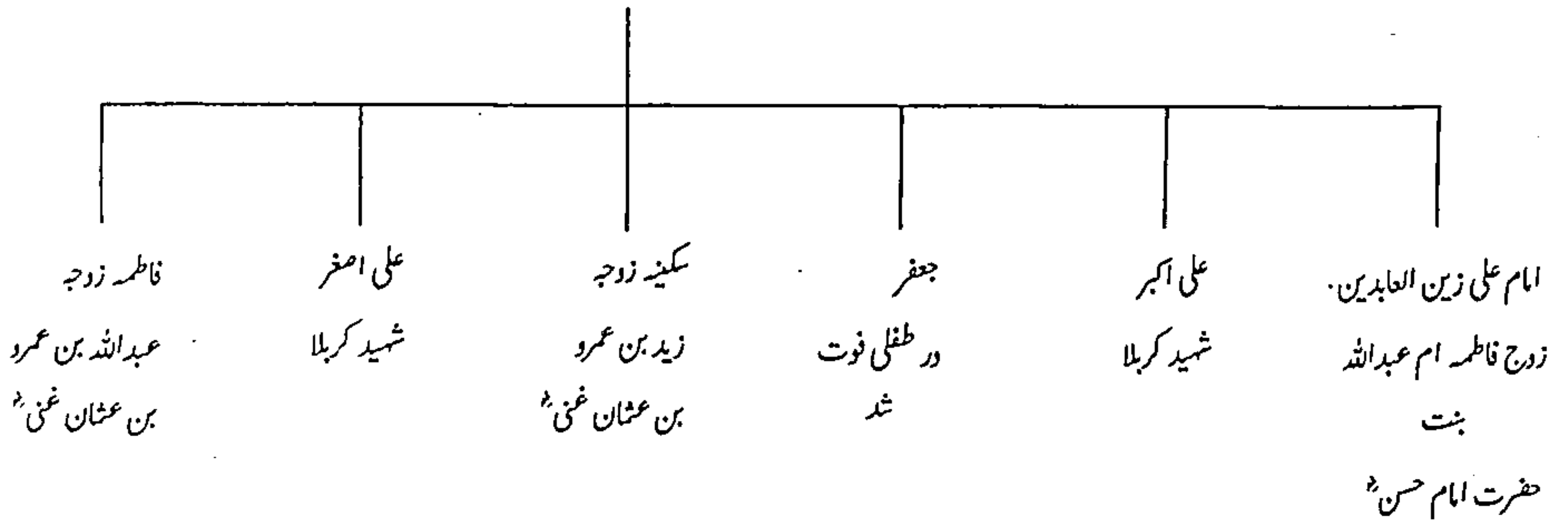
حضرت مخدوم شاہ شعیب فروسی قدس سرہ ”مناقب الاصفیاء“ میں لکھتے ہیں ”لیکن واقعات کربلا کے سلسلے میں یہ تعبیر فرائض عبودیت کی ادائیگی کی ہے اور ظاہری شریعت سے متعلق ہے۔ اصل حقیقت واقعات کی کچھ اور ہے۔ دراصل یہ حضرات عاشقان اللہ تھے اور عاشقوں کی محبت کا تقاضا ہے کہ محبوب کے حکم کے مقابلہ میں اپنا کوئی ارادہ اور خواہش نہ رکھے۔ شریعت ظاہری

کی عبودیت میں صرف معبود کی نوازشات و اکرام پر نگاہ رہتی ہے۔ لیکن عاشقوں کا شغل جگر سوزی، خواری اور نامرادی کے علاوہ کچھ نہیں۔ شریعت میں عبودیت تمام تر ناز ہے۔ عشق و محبت میں یکسر فنایت اور نیاز ہے۔ اسی لئے جب ان عاشقان اللہ نے محبت کا اظہار کیا۔ تو سلطانِ عشق نے بے پروائی کی تلوار اپنی غیرت کی نیام سے کھینچ لی اور عاشقوں کے درمیان تلوار گردش کرنے لگی۔ ادھر دوسری جانب جان باز عشاق نے جلوہ ناز دیکھتے ہی مسکراتے ہوئے گردنیں جھکا دیں۔ اپنی مراد و آرزو کا سپر کنارہ پھینکا اور سب کچھ رضائے محبوب پر قربان کر دیا۔ “ حضرت سیدنا امام حسینؑ نے عشق کی راہ میں چلتے ہوئے۔ ۱۰ محرم الحرام ۶۰ھ مطابق ۶۸۰ء کو اپنے بہتر ساتھیوں کے ساتھ جام شہادت نوش فرمایا۔ جن میں تینیس افراد خاندانِ اہل بیت سے تھے۔ خاندانِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں سے چند خواتین اور مردوں میں صرف بیمار علی زین العابدین زندہ بچے۔ اور یہ لٹا پٹا قافلہ مدینہ منورہ میں پناہ گزین ہوا۔ اہل سنت و الجماعت کے نزدیک واقعہ کربلا کے مجرمان شمر لعین، ابن زیاد، کوفہ کے نام نہاد شیطان اہل بیت اور یزید تھے۔

ایران کے بادشاہ یزدجرد کی تین بیٹیاں مہربانو، ماہ بانو اور شہربانو ایک جنگ میں قید ہو کر مدینہ آئی تھیں۔ یہ تینوں شہزادیاں مسلمان ہوئیں اور اس وقت کے شاہزادگانِ اسلام کی زوجیت میں آئیں۔ مہربانو زوجہ حضرت محمد بن ابوبکر صدیقؓ، ماہ بانو زوجہ حضرت عبد الرحمن بن عمر فاروقؓ اور شہربانو زوجہ حضرت سیدنا امام حسینؑ۔ حضرت علی زین العابدین بی بی شہربانو کے بطن سے تھے۔ حضرت امام حسینؑ کی واحد اولاد حضرت علی زین العابدین سے ہی نسل چلی۔



## نقشہ اولاد حضرت امام حسینؑ





## حضرت امام علی زین العابدینؑ

حضرت امام علی (زین العابدین) بن حضرت امام حسینؑ کی کنیت ابو الحسن اور سجاد و زین العابدین لقب ہے۔ آپ ۱۵ جمادی الاول ۳۸ھ مطابق ۶۵۸ء میں پیدا ہوئے۔ واقعہ کربلا کے بعد آپ نے مدینہ منورہ میں گوشہ نشین ہو کر ذکر الہی، عبادت و ریاضت اور علوم اسلامیہ کی اشاعت و تبلیغ میں زندگی گزاری۔ حضرت مخدوم شاہ شعیب فردوسی قدس سرہ ”مناقب الاصفیاء“ میں رقم طراز ہیں۔ (ترجمہ)

”جناب علی اصغر زین العابدینؑ تمام اصحاب طریقت میں مقدم، ارباب حقیقت میں معظم، صحابہ رضوان اللہ اجمعین کے بعد تمام اہل زمانہ میں عابد ترین، سب سے پہلے صوفیاء کے احوال و مقامات میں ان ہی نے گہر نشانی کی۔ مواجد و کرامات میں ان ہی نے خبرداری بخشی، مردانِ راہ کے کاروبار اور علوم کو اپنے قول و فعل سے ثابت و آشکار فرمایا۔ یہ اللہ کے محبوب اور پیارے طبقہ تابعین سے ہیں۔ آپ نے صحابہ کرام کی عظیم شخصیتوں کو پایا اور ان سے علم ظاہر و باطن حاصل فرمایا۔ مثلاً اپنے والد بزرگوار حضرت حسین بن علیؑ، ابن عباس، مسد، ابورافع، سعید ابن مسیب اور ازواج مطہرات میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ، ام سلمہ، صفیہ رضوان اللہ علیہم اجمعین وغیرہ کو۔“

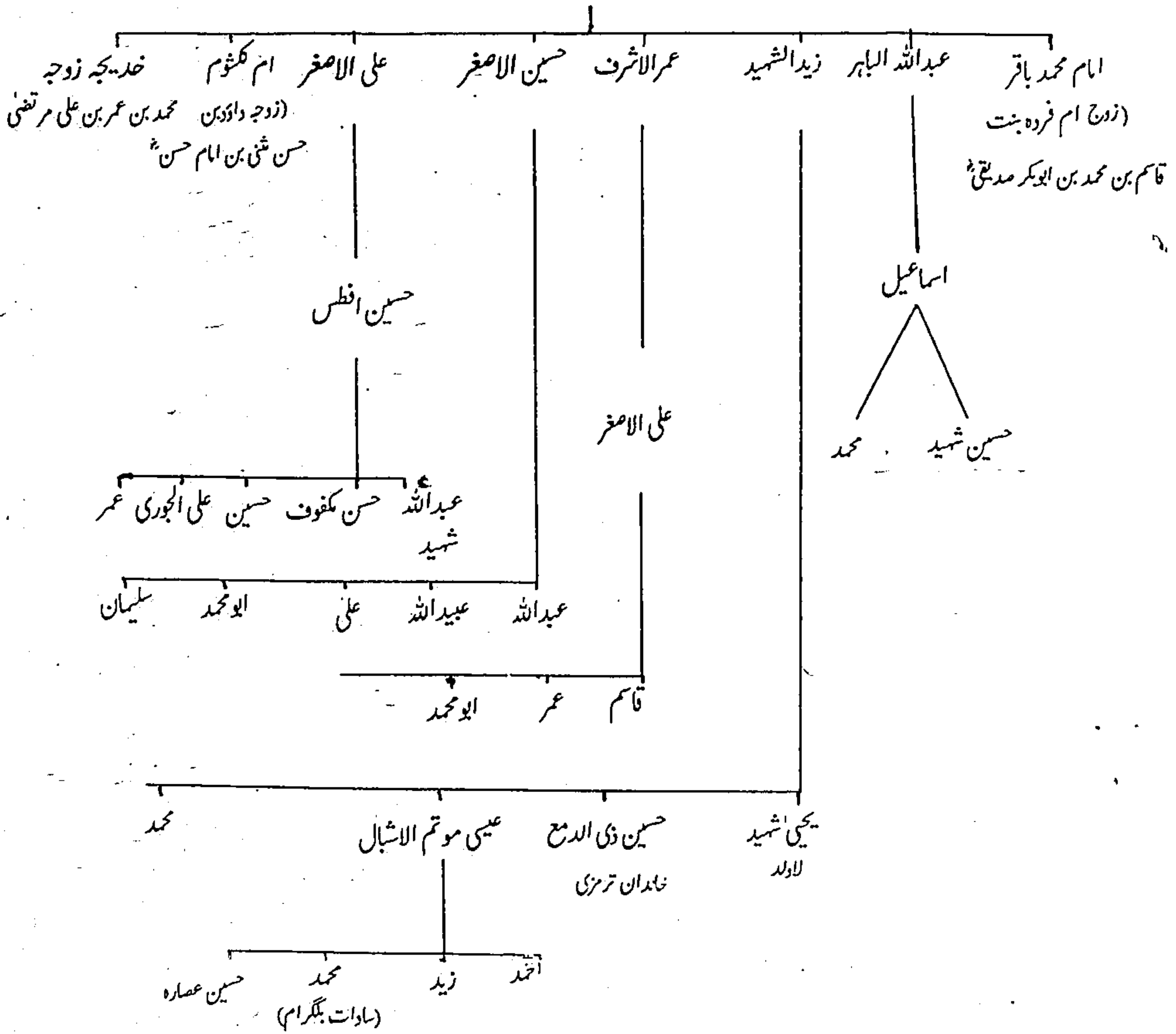
حضرت مخدوم شاہ شعیب فردوسیؒ حضرت اسمعیؑ سے روایت فرماتے ہیں۔ ”اسمعیؑ کہتے ہیں کہ ایک چاندنی رات تھی۔ میں طواف کعبہ میں مشغول تھا کہ مجھے سوگوار، رقت انگیز ایک آواز سنائی دی۔ میں دل میں قابو نہ رکھ سکا اور اسی سمت بڑھا جدھر سے آواز آرہی تھی۔ میں نے دیکھا ایک جوان خوبصورت، پسندیدہ سیرت، بہت ہی مکرم و محترم، بال بکھرے ہوئے باب کعبہ کو پکڑ کر کہہ رہا ہے۔ اے میرے آقا! اے میرے مولا! رات کے اس سناٹے میں انسانی آنکھیں خفتہ ہیں۔ اب تو ستارے بھی سو رہنے کے لئے غروب ہونا چاہتے ہیں۔ لیکن۔۔۔۔۔ خدایا۔۔۔۔۔ تو زندہ و پائندہ ہے۔ اے اللہ! بادشاہوں نے فریادیوں پر اپنا دروازہ بند کر دیا اور دربان مقرر کر دیئے۔ لیکن خدایا! محتاج، گناہگار، تباہ حال ایک سائل تیرے دروازہ پر آیا ہے۔ تیرا دروازہ در ماندوں کے لئے ہمیشہ کھلا رہتا ہے۔ اے اللہ! تیرا یہ غلام رحمت کی امید لے کر آیا ہے۔ یا رحیم! یا کریم! میری فریاد سن لے۔۔۔۔۔ اے میرے اللہ! اے میرے آقا! اے میرے مولا! اگر میں تیری توفیق سے تیرا اطاعت گزار بندہ ہوں تو تیرے انعام و احسان کی حاجت ہے اور اگر میں اپنی جمالت و نادانی سے گناہ گار اور عاصی ہوں تو تجھے اپنے غفور و رحیم ہونے کی دلیل ظاہر کرنے کا موقع ہے۔ اے اللہ! تو اپنی منت و عنایت اور شانِ غفاری سے مجھ پر رحم فرما اور میرے گناہوں کو معاف کر دے اور اے رحیم و کریم آقا! مجھے میرے جد مکرم کے دیدار سے اپنے مکرم گھر میں محروم نہ کر اور نہ آنکھوں کی روشنی سے محروم کر۔ کیونکہ وہ تیرے پیارے تھے۔ تو نے ان کو صفا بخشی تھی۔ وہ تیرے رسول ہیں۔ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔۔۔۔۔ پھر کہنے لگے۔ اے اللہ بندوں کی نیکی تجھ میں اضافہ نہیں کرتی۔ اور برائی تجھ کو کچھ نقصان نہیں پہنچاتی۔ اے رحیم و کریم آقا! اپنے اس حقیر بندے پر رحم فرما۔ یہاں تک کہ غشی طاری ہوئی اور (آپؑ) گر پڑے۔ میں (اسمعیؑ) قریب ہوا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ جناب زین العابدینؑ ہیں۔ سبحان اللہ میں نے سر مبارک آغوش میں لیا اور



عمر الاثرف ، حسین الاصغر ، علی الاصغر ، حسن ، عبد الرحمن ، سلیمان ، حسین ، محمد اصغر اور چار لڑکیاں ام کلثوم زوجہ داؤد بن حسن  
ثقی بن حضرت امام حسنؑ ، خدیجہ الصغریٰ زوجہ محمد بن عمر بن علی مرتضیٰ ، فاطمہ اور عالیہ۔ حضرت محمد باقر ، فاطمہ ام عبد اللہ  
بنت حضرت امام حسنؑ کے بطن سے تھے۔

سرت امام علی زین العابدینؑ نے ۵۷ سال کی عمر میں ۲۵ محرم الحرام ۹۵ھ مطابق ۷۱۴ء میں رحلت فرمائی اور حضرت امام حسنؑ  
کے پہلو میں آرام فرما ہیں۔

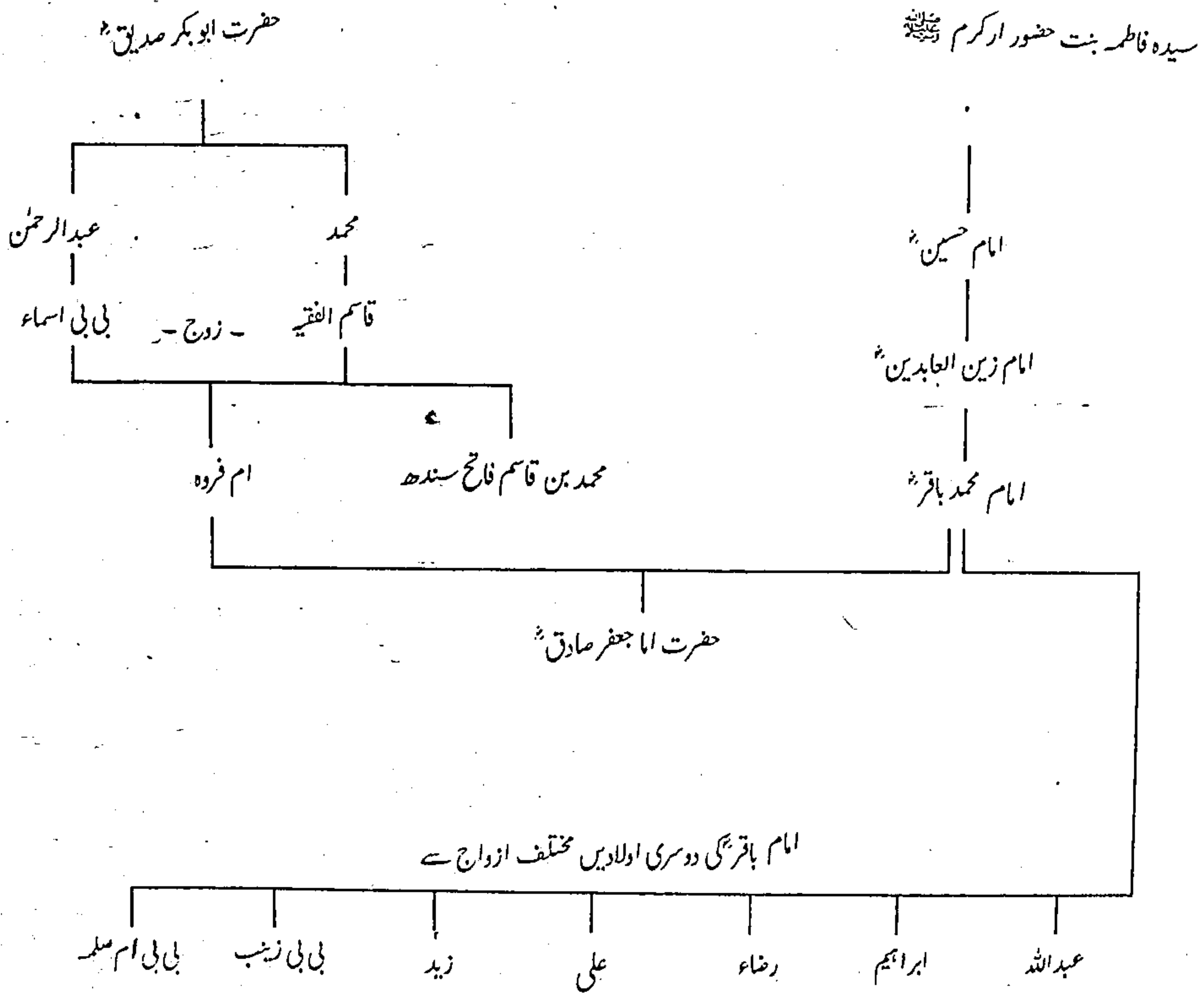
## نقشہ اولاد حضرت زین العابدینؑ





حضرت امام محمد باقرؑ کا حضرت امام حسینؑ اور امام زین العابدینؑ کی طرح ۵۷ سال کی عمر میں ۷ ذی الحجہ ۱۱۳ھ مطابق ۶۳۲ء کو وصال ہوا اور مدینہ منورہ کے جنت البقیع میں آرام فرمائے۔ آپ کی ازواج مطہرات میں ایک حضرت ام فروہ بنت قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیقؓ حضرت ابوبکر کی پرپوتی) تھیں جن کے بطن سے آپ کے صاحبزادے حضرت امام جعفر صادقؑ تھے۔ آپ کے بیٹوں میں جعفر، عبد اللہ، ابراہیم، رضاء، علی، زید ہیں اور بیٹیوں میں زینب و ام سلمہ ہیں۔

## نقشہ اولاد حضرت امام محمد باقرؑ



## حضرت امام جعفر صادقؑ

حضرت امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام زین العابدین بن حضرت امام حسینؑ بن ابی ام فروہ بنت قاسم فقیہ بن محمد بن ابوبکر صدیقؑ کے بطن سے امام محمد باقرؑ کے سب سے بڑے صاحبزادے تھے۔ اس طرح حضرت امام جعفر صادقؑ کے نانا قاسم، ابوبکر صدیقؑ کے پوتے اور آپ کی نانی اسماء بنت عبد الرحمن، ابوبکر صدیقؑ کی پوتی تھیں۔ آپ کا نام جعفر کنیت ابو عبد اللہ اور صادق لقب تھا۔ آپ فخریہ کہا کرتے تھے۔ ولدنی ابوبکر مریتن (مجھے ولادت میں حضرت ابوبکرؑ سے دوہرے واسطے ہیں)۔

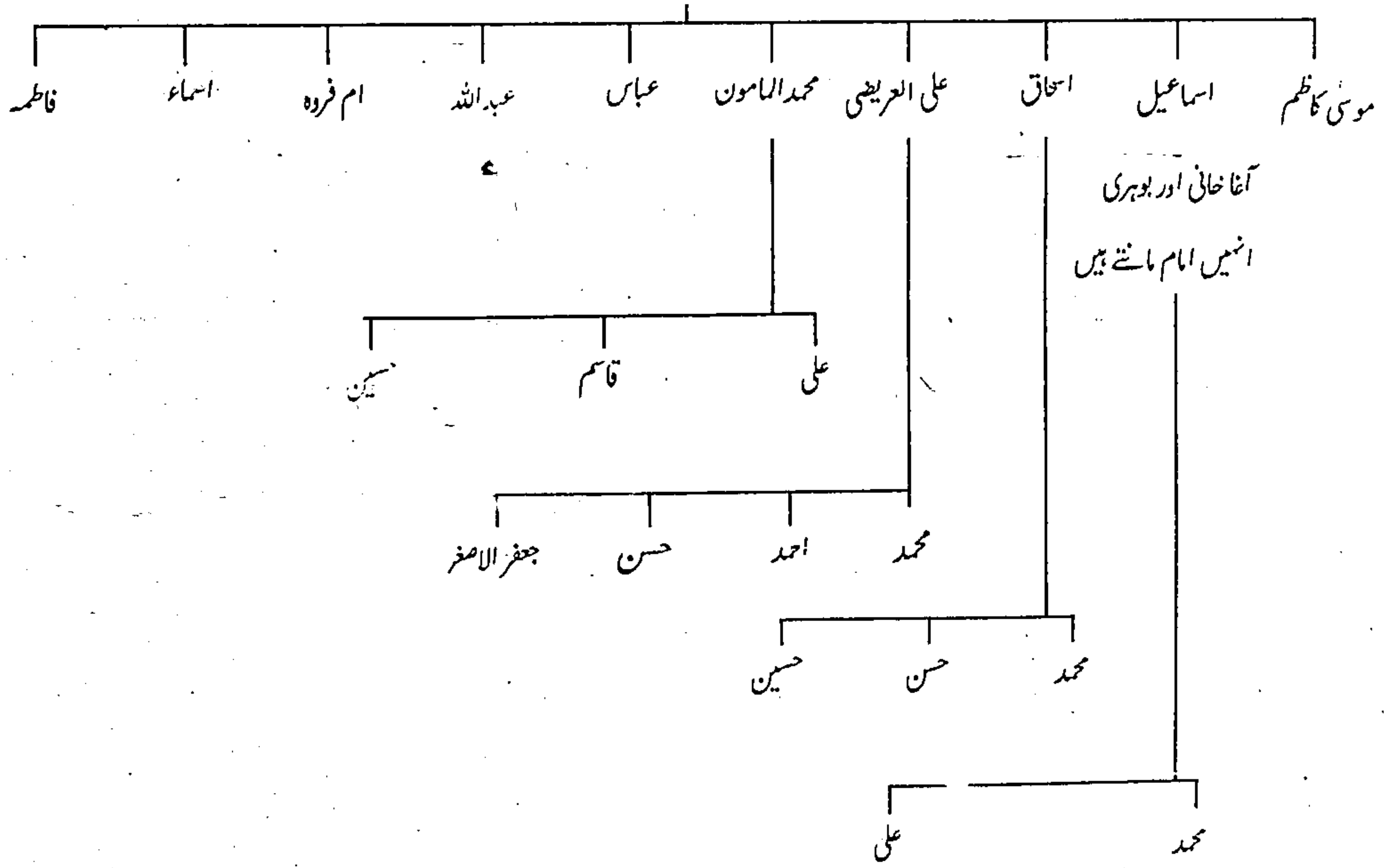
حضرت امام جعفر صادقؑ نے ربیع الاول ۸۳ھ مطابق ۶۰۲ء بروز جمعہ مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ اس وقت آپ کے دادا حضرت امام علی زین العابدینؑ نجات تھے۔ آپ اپنے وقت کے بہت بڑے عالم، مجتہد، فقیہ اور صاحب فیض بزرگ تھے۔ علم حدیث اور فقہ کی تعلیم اپنے والد حضرت امام محمد باقرؑ اور اپنے نانا حضرت قاسم الفقیہ کے علاوہ امام زہریؑ، نافعؑ، ابی رباحؑ اور عروہ بن زبیر سے حاصل کی۔ آپ کے شاگردوں اور مریدوں میں بھی بڑی بڑی شخصیتوں کے نام آتے ہیں۔ جیسے یحییٰ ابن سعد، ابن جریج، ابن انس، سفیان ثوریؑ، امام ابو حنیفہؑ، امام مالکؑ، ابو عاصمؑ، ابن عونؑ، جابر ابن حیان طرطوسیؑ اور بایزید بستانیؑ وغیرہ۔ آپ کے مرید حضرت جابر ابن حیان طرطوسیؑ ایک صوفی بزرگ تھے۔ انہوں نے ایک کتاب دو ہزار صفحات کی ترتیب دی ہے۔ جس میں حضرت امام کے پانچ سو خطوط یک جا کئے ہیں۔ حضرت بایزید بستانیؑ کا کہنا ہے کہ میں چار سو پیران طریقت کی خدمت میں رہا۔ اگر جعفر صادقؑ کی خدمت تک نہ پہنچتا تو مسلمان تک نہ ہوتا۔

ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادقؑ نے امام ابو حنیفہؑ سے سوال کیا کہ عاقل کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا وہ شخص جو خیر و شر میں تمیز کرے۔ حضرت امام صادقؑ نے فرمایا۔ اتنی تمیز تو چوپائے بھی رکھتے ہیں۔ وہ خوب پہچانتے ہیں اس کو جو ان کو چارہ دیتا ہے اور اس کو بھی جو ذنبا مارتا ہے۔ حضرت امام ابو حنیفہؑ نے کہا۔ آپ ہی ارشاد فرمائیے، عاقل کی تعریف کیا ہے۔ ارشاد ہوا۔ عاقل وہ ہے جو دو خیر میں امتیاز کرے اور دو شر میں تاکہ دو بھلا یوں میں بڑی بھلائی اور دو برائیوں میں مزور برائی کا انتخاب کر سکے۔ حضرت امام جعفر صادقؑ بظاہر ریشمی لباس اور درپردہ لباس صوف میں ہوتے تھے۔ حضرت سفیان ثوریؑ کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ حضرت جعفر صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ریشمی جبہ اور چادر میں ملبوس تھے۔ میں نے سوال کیا۔ اے ابن رسول اللہ! آپ کا یہ لباس آہنی نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ اب زمانہ بدل گیا ہے۔ پھر اوپر کا لباس الٹ دیا۔ اس کے نیچے کھل (ٹاٹ) کا جبہ تھا۔ پھر فرمایا۔ ثوری! یہ تو میں نے اللہ کے لئے پہنا ہے اور اوپر والا تم لوگوں کے لئے۔ ان میں جو اللہ کے لئے ہے اسے میں نے چھپا دیا اور جو لباس تم لوگوں کے لئے ہے اسے ظاہر رہنے دیا۔ امام مالکؑ کا بیان ہے کہ میں ایک مدت تک آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا رہا۔ مگر ہمیشہ نماز، روزہ اور تلاوت کلام پاک میں مصروف پایا۔ حضرت امام کے اخلاق کریمانہ کا کیا کہنا۔ سب کے ساتھ حسن اخلاق سے پیش آتے غریبوں، یتیموں اور مسکینوں کا خاص خیال رکھتے۔ بڑے نرم دل اور رقیق القلب واقع ہوئے تھے۔ ایک مرتبہ ایک حاجی مسجد نبوی میں سو رہا تھا۔ جب جاگا اور اپنے سامان میں دینار کی تھیلی کو غائب پایا تو اس وقت آپ مسجد کے ایک گوشے میں نماز پڑھ رہے تھے۔ وہ حاجی آپ کے قریب آیا۔ آپ کو پہچانتا نہ تھا کہا تم نے میری تھیلی لی ہے۔ آپ نے دریافت کیا اس میں کیا تھا۔ اس نے کہا ایک ہزار دینار تھے۔ آپ اس حاجی کو اپنے گھر لائے اور ایک ہزار دینار کی تھیلی اپنے پاس سے ادا کر دی۔ جب وہ مسجد نبوی سے جانے لگا اور اپنا سامان اٹھایا تو اس نے اندر سے اس کی اپنی دینار کی تھیلی دبی ہوئی پائی۔ بڑا شرمندہ ہوا۔ آپ کے پاس آیا اور آپ کی تھیلی واپس کرنا چاہا۔ آپ نے فرمایا ہم جو دے دیتے ہیں واپس نہیں لیتے۔ حضرت امام جعفر صادقؑ کا پیشہ تجارت تھا اور اپنی

زمینوں پر کھینتی باڑی بھی کرتے تھے۔ اکثر کھیتوں اور باغوں میں ہاتھ میں بیلچے لے کر پتی دھوپ میں کام کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ مدینہ منورہ میں قلت کی وجہ سے غلہ گراں ہو گیا۔ آپ نے اپنے نوکر سے دریافت کیا کہ گھر میں کتنا غلہ ہے۔ اس نے بتایا کہ کافی غلہ موجود ہے اور گرانی کا ہم پر کوئی اثر نہ ہو گا۔ آپ نے سارا غلہ فروخت کر دیا اور فرمایا ہم نہیں چاہتے کہ شہر والے تکلیف اٹھائیں اور ہم آرام سے بسر کریں۔ حضرت سالمؓ سے روایت ہے کہ سیدنا امام جعفر صادقؑ نے ایک موقع پر فرمایا کہ ابوبکر صدیقؓ نے جڈنا نہالی ہیں۔ کوئی شخص اپنے آباؤ اجداد کو دشنام دیتا ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجھے شفاعت نصیب نہ ہو اگر میں ابوبکرؓ و عمرؓ سے تعلق اور محبت نہ رکھوں اور ان کے دشمنوں سے بیزاری کا اظہار نہ کروں۔

حضرت امام جعفر صادقؑ نے تقریباً ۶۶ سال کی عمر میں ۱۲۸ھ مطابق ۷۱۵ء کو وصال فرمایا اور جنت البقیع میں آسودہ خاک ہیں۔ مختلف ازواج سے آپ کے سات صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں ہوئیں۔ اسماعیل، امام موسیٰ کاظم، اسحاق، علی العریضی، محمد الامون دیباج، عباس، عبد اللہ افضح، بی بی ام فروہ، بی بی اسماء اور بی بی فاطمہ مسکین۔ شیعوں کے ایک گروہ نے حضرت اسماعیل کو امام تصور کر کے ایک فرقہ کی بنیاد ڈالی۔ آج کل اسمعیلی خوجے (آغا خانی) اور بوہری ان ہی کے امامت کے قائل ہیں اور اپنے کو ان کی نسل سے بتاتے ہیں۔ شیعوں کا ایک اور گروہ حضرت عبد اللہ افضح کو امام مانتا ہے اور فرقہ فطیہ کہلاتا ہے۔ ایک تیسرا گروہ اور بھی ہے جو محمد الامون دیباج کی امامت کا قائل ہے۔ شیعہ اثنا عشری اور سنی حضرت امام موسیٰ کاظم کو امام وقت اور روحانی رہنما تصور کرتے ہیں۔

## نقشہ اولاد حضرت امام جعفر صادقؑ



## حضرت امام موسیٰ کاظمؑ

حضرت امام موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام علی زین العابدین بن حضرت امام حسینؑ نے صفر ۱۲۸ھ مطابق ۶۴۵ء کو پیدا ہوئے۔ آپ کی والدہ بی بی حمیدہ ایک برری خاتون تھیں۔ اپنے والد حضرت امام جعفر صادقؑ کے انتقال کے وقت آپ ۲۰ سال کے تھے۔ آپ اپنے زمانہ کے علماء، عرفاء اور مشائخ میں افضل ترین تھے۔ حضرت مخدوم شاہ شعیب فردوسیؒ لکھتے ہیں۔ ”آپ نے اپنے والد حضرت امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں رہ کر طریقت کی منزلیں طے کیں، حقیقت میں مراتب عبور کئے اور فیض صحبت و خدمت سے مقامات عالیہ حاصل فرمایا۔۔۔۔۔ حسین ابن عبد اللہؑ کا بیان ہے کہ انہوں نے ایک مرتبہ امام موسیٰ کاظمؑ سے سوال کیا۔ بتائیے اس وقت امام کون ہے؟ فرمایا مانو تو کہوں۔ انہوں نے کہا ضرور فرمائیے۔ موسیٰ کاظمؑ نے فرمایا۔ میں ہوں۔ حسین ابن عبد اللہؑ کہتے ہیں۔ میں نے پوچھا اس کی کوئی دلیل؟ امام نے سامنے ایک بول کے درخت کی جانب اشارہ کیا اور کہا۔ جاؤ! اس درخت سے کہو کہ موسیٰ کاظمؑ تم کو بلا تے ہیں۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ میری آنکھوں نے دیکھا کہ درخت بڑھنے لگا۔ زمین پھلتی گئی اور وہ درخت جناب موسیٰ کاظمؑ کے سامنے حاضر ہوا۔“

حضرت امام موسیٰ کاظمؑ خاموش طبع انسان تھے۔ اپنے اوقات عزیز عبادت و ریاضت اور درود و وظائف میں بسر فرماتے۔ مجلس میں بھی جب تک کوئی سوال نہ کرتا خاموش رہتے۔ زاد و دہش وراثت میں ملی تھی۔ غریبوں اور مسکینوں کی مدد فرماتے۔ صبر و تحمل، ضبط و برداشت اور غصہ پر قابو پانے کے اوصاف آپ میں نمایاں تھے۔ آپ اپنی ساری زندگی کبھی طیش اور غصہ میں نہ آئے۔ اسی لئے آپ کا لقب کاظم ہوا۔ جس کے معنی غصہ پینے والے کے ہیں۔

خلیفہ منصور عباسی کے زمانہ یعنی ۱۵۷ھ تک آپ نے پرسکون زندگی گزاری۔ منصور کے بیٹے مہدی نے دشمنوں کے بھڑکانے پر آپ کو ۱۶۴ھ میں قید کر دیا تھا اور آپ ایک سال تک اس کی قید میں رہے۔ اس کے بعد آپ کو رہا کر دیا گیا اور آپ ہادی کے دور خلافت ۱۷۵ھ تک مدینہ منورہ میں رہے۔ حکومت وقت نے آپ سے کوئی تعرض نہ کیا۔ ہارون رشید جب خلیفہ ہوا تو اسے آپ سے خطرہ محسوس ہوا اور اس خطرہ کے پیش نظر آپ کو ۱۷۶ھ میں بغداد کے قید خانہ میں ڈال دیا گیا۔ آخر آپ نے اسی عالم اسیری میں ۱۸۳ھ مطابق ۶۹۹ء میں وصال فرمایا اور شہر بغداد کے مقام کاظمین شریف میں مدفون ہوئے۔ مستند روایتوں کے مطابق آپ کی ۱۳ اولادیں تھیں۔ جن میں حضرت امام علی رضاؑ حضرت ام النہین کے بطن سے تھے۔

### بیٹیاں

- ۱۔ بی بی فاطمہ کبریٰ
- ۲۔ بی بی فاطمہ صغریٰ
- ۳۔ بی بی رقیہ
- ۴۔ بی بی حکیمہ
- ۵۔ بی بی رقیہ صغریٰ
- ۶۔ بی بی کلثوم
- ۷۔ بی بی لبابہ
- ۸۔ بی بی ام جعفر
- ۹۔ بی بی زینب
- ۱۰۔ بی بی خدیجہ
- ۱۱۔ بی بی عالیہ
- ۱۲۔ بی بی آمنہ
- ۱۳۔ بی بی حسنہ
- ۱۴۔ بی بی برتیبہ
- ۱۵۔ بی بی ام سلمہ
- ۱۶۔ بی بی میمونہ
- ۱۷۔ بی بی ام کلثوم
- ۱۸۔ بی بی ام ایہا

### بیٹے

- ۱۔ حضرت امام علی رضاؑ
- ۲۔ حضرت ابراہیم
- ۳۔ حضرت عباس
- ۴۔ حضرت قائم
- ۵۔ حضرت اسماعیل
- ۶۔ حضرت جعفر
- ۷۔ حضرت ہارون
- ۸۔ حضرت حسن
- ۹۔ حضرت احمد
- ۱۰۔ حضرت محمد
- ۱۱۔ حضرت حمزہ
- ۱۲۔ حضرت عبد اللہ
- ۱۳۔ حضرت اسحاق
- ۱۴۔ حضرت عبید اللہ
- ۱۵۔ حضرت زید
- ۱۶۔ حضرت حسن دوم
- ۱۷۔ حضرت افضل
- ۱۸۔ حضرت حسین
- ۱۹۔ حضرت سلیمان



## حضرت امام علی رضاؑ

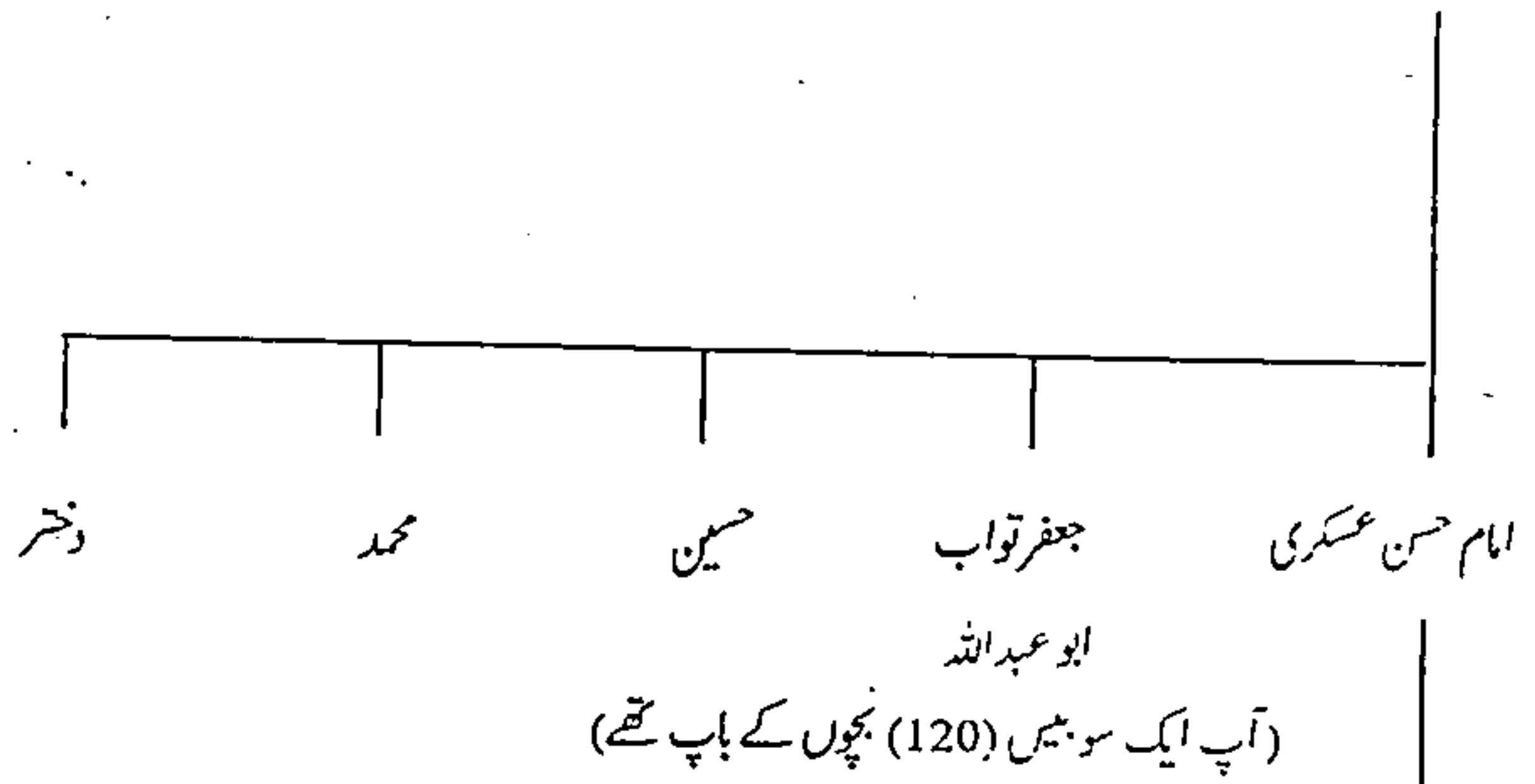
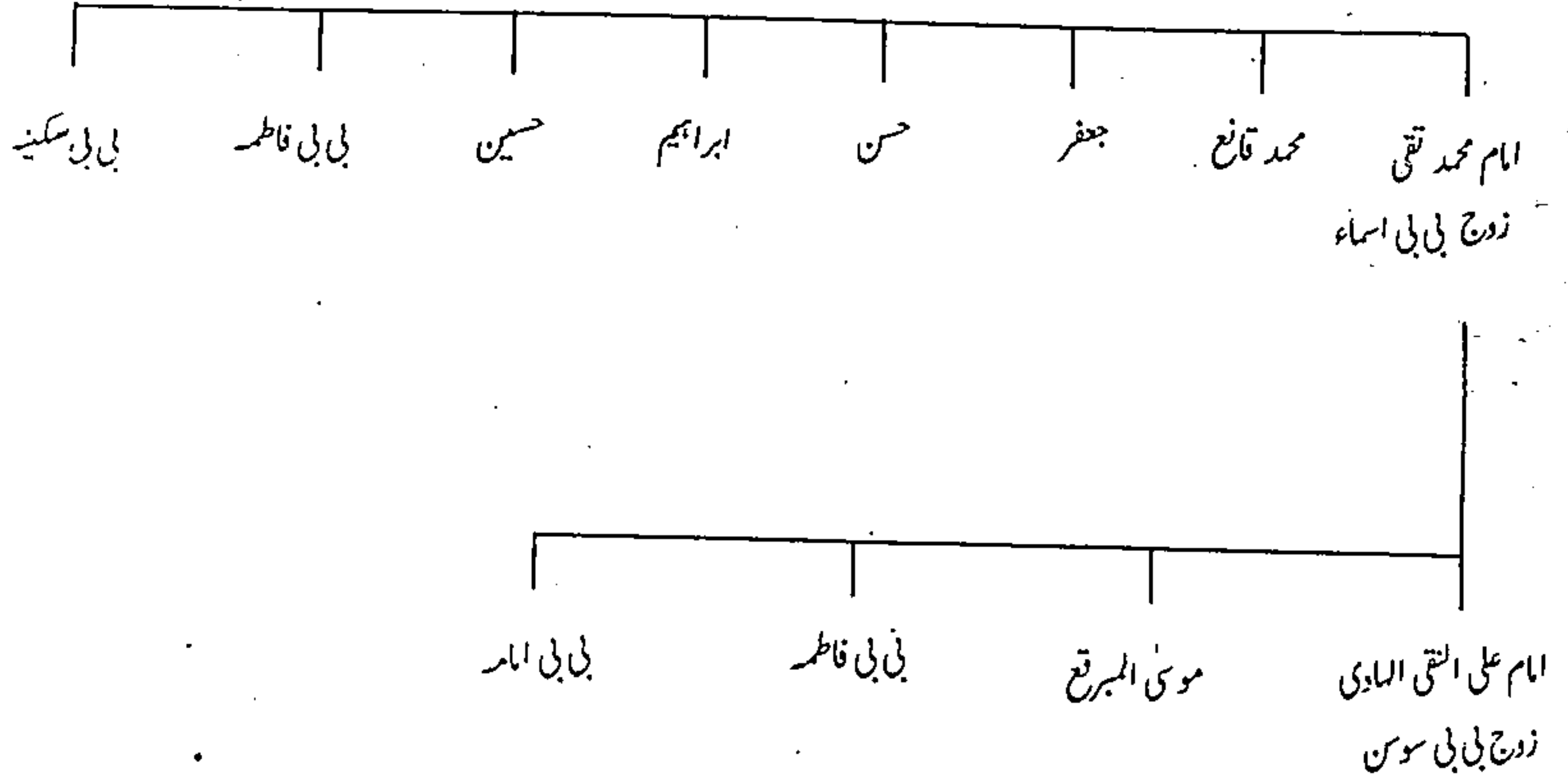
حضرت امام علی رضا بن امام موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام علی زین العابدین بن حضرت امام حسینؑ اذی القعدہ ۱۲۸ھ مطابق ۶۷۵ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کی والدہ بی بی ام البنین تھیں جن کا لقب طاہرہ تھا۔ نہایت عبادت گزار اور محترم خاتون تھیں۔ حضرت امام علی رضا اپنے والد امام موسیٰ کاظمؑ کے ساتھ مسلسل ۲۹ سال رہ کر علم ظاہر و باطن کی تکمیل کی۔ والد بزرگوار نے جب ہارون رشید کی قید میں وصال فرمایا اس وقت آپ کی عمر مبارک ۳۵ سال تھی۔

حضرت امام علی رضا نے اپنے والد کے وصال کے بعد دس سال ہارون رشید کے دور خلافت میں مدینہ منورہ میں بسر فرمایا۔ ہارون رشید کی موت کے بعد اس کے دو بیٹوں امین اور مامون میں خلافت کی کشمکش شروع ہوئی۔ آخر امین قتل ہوا اور مامون سلطنت عباسیہ کا خلیفہ ہوا۔ مامون کی ماں عجمی تھی اور اس کے دو عجمی وزیر خاندان برآمدہ سے تھے جو شیعہ مسلک سے تھے۔ اس لئے مامون پر بھی شیعیت کا رنگ غالب تھا۔ وہ اہل بیت کرام سے از حد عقیدت و محبت اور تعلق رکھتا تھا۔ مامون رشید نے اسی عقیدت اور جذبہ کے تحت اپنی بہن ام حبیبہ کی شادی حضرت امام علی رضا سے کر دی تھی۔ آپ کو اپنا ولیعہد مقرر کر کے سکوں پر آپ کا نام کندہ کرایا اور خطبہ میں آپ کا نام شامل کیا۔ حضرت امام علی رضا کی ولیعہدی کے اعلان سے عباسیوں میں کھلبلی مچ گئی جو ایک سوزش کی شکل اختیار کر گئی۔ سازشیں ہونے لگیں۔ ان حالات میں مامون رشید آپ کو ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتا۔ خلافت کے کاموں میں آپ کے مشورے کو بڑی اہمیت دیتا۔ لیکن قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ سفر کوفہ کے موقع پر حضرت امام، مامون رشید کے ساتھ تھے۔ جب قافلہ طوس کے مقام پر پہنچا تو اچانک حضرت امام علی رضا کی طبیعت خراب ہو گئی اور آپ ۵۵ سال کی عمر میں ۲۳ ذی القعدہ ۲۰۳ھ مطابق ۸۱۲ء کو انتقال فرما گئے۔ مامون رشید نے نماز جنازہ پڑھائی اور تین دن آپ کے مزار اقدس پر سو گوار بیٹھا رہا۔ آپ کا روضہ اقدس مشہد امام علی رضا کے نام سے مشہور ہے۔ جو اب ایک شہر ہے۔ مامون رشید کو آپ کی موت کا بے حد صدمہ تھا۔ آپ کے کسب صاحبزادے حضرت امام محمد تقیؑ سے ہمیشہ پیار و محبت کا برتاؤ کرتا۔ حضرت امام محمد تقیؑ جب جوان ہوئے تو مامون نے اپنی بیٹی ام الفضل کی شادی بڑی دھوم سے ان سے کر دی۔ حضرت امام تقیؑ غمگین اور بویا نشینی کو پسند فرماتے تھے۔ شاہانہ کرۂ فر آپ کو پسند نہ تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ام الفضل جو ایک شہزادی تھی آپ کے ساتھ گزرنہ کر سکی اور یہ شادی ناکام ہو گئی۔ مامون رشید نے اپنی زندگی تک بیٹی کی شکایتوں پر کوئی توجہ نہیں دی۔

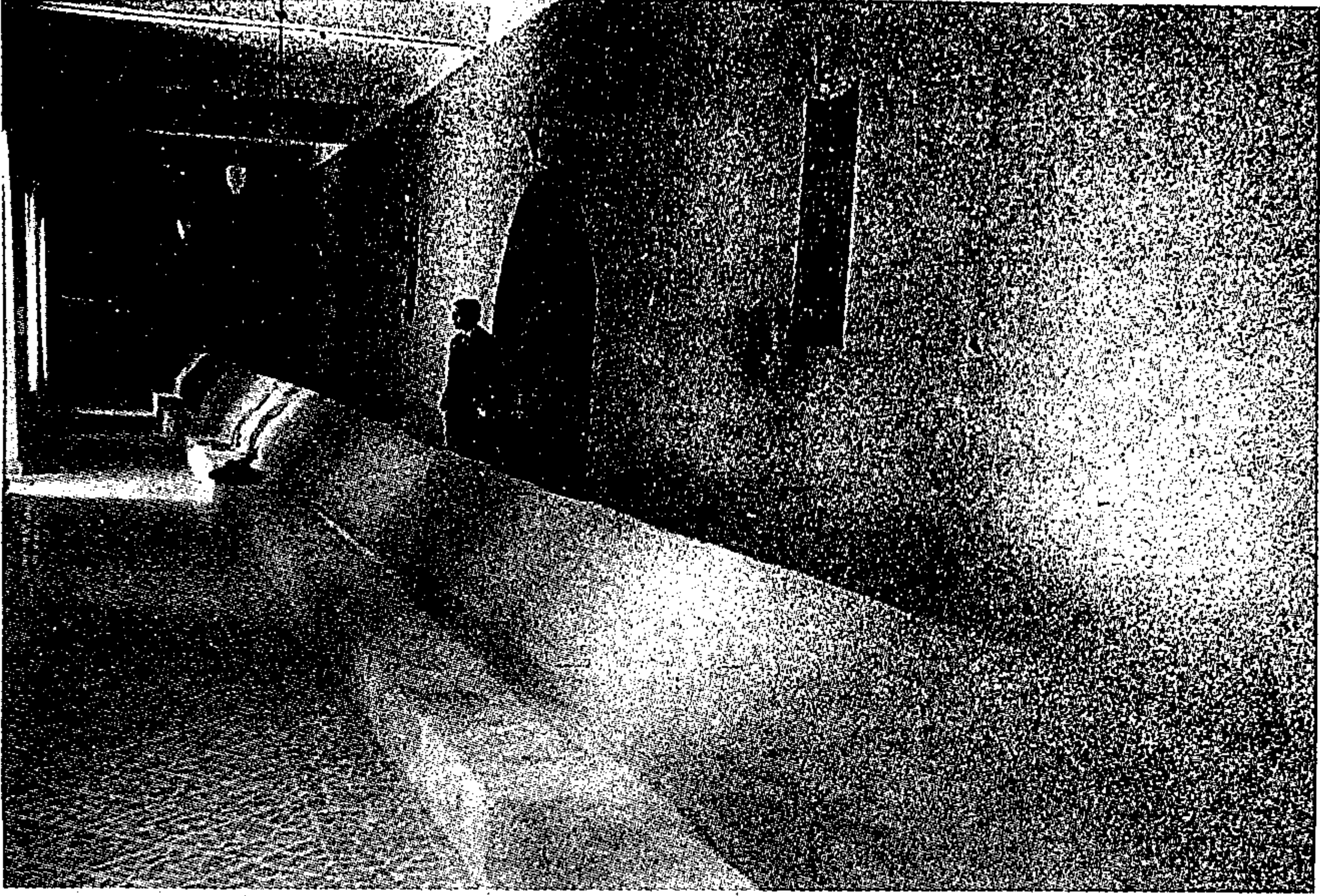
حضرت امام علی رضا ایک جید عالم باعمل تھے۔ آپ کے والد امام موسیٰ کاظمؑ نے آپ کو عالم ہونے کی سند عطا فرمائی اور اپنی زندگی ہی میں لوگوں کو مشکل مسائل میں آپ کی طرف رجوع کرنے کی تاکید فرمادی تھی۔ آپ سادہ زندگی پسند فرماتے تھے۔ اپنے ولیعہدی کے زمانہ میں بھی فقیرانہ زندگی بسر کی۔ آپ کی سات اولادیں ہوئیں۔ محمد جواد عرف امام محمد تقیؑ، محمد قانع، جعفر، حسن، ابراہیم، حسین، بی بی فاطمہ اور بی بی سکینہ۔



## نقشہ اولاد حضرت امام علی رضی اللہ عنہ



محمد  
(بچپن میں وصال ہوا اہل تشیع  
ان کو امام غائب مہدی کہتے ہیں)



مقامی آبادی کی روایت کے مطابق لبنان کی پہاڑی پر ۶۲ گز لمبی یہ قبر حضرت نوح علیہ السلام کی ہے۔

### یافت بن نوح علیہ السلام۔

حضرت نوح علیہ السلام کے دوسرے بیٹے یافت مشرقی اور شمالی خطے میں آباد ہوئے۔ یافت کے مشہور و معروف لڑکے ترک کی نسل میں ترکستان کے قبائل مغل، ازبک، ترکمانی اور ایرانی وغیرہ ہیں۔ یافت کے ایک اور مشہور بیٹے کا نام چین تھا۔ جن کے نام سے ملک چین آباد ہوا۔ چینی ان ہی کی اولاد سے ہیں۔

### حام بن نوح علیہ السلام۔

حضرت نوح علیہ السلام کے تیسرے بیٹے حام نے دنیا کے جنوبی حصے کو آباد کیا۔ ان کے چھ بیٹے تھے جن کے نام ہند، سند، حبش، افرنج، ہرمز اور بویہ ہیں۔ حضرت نوح کے پوتے سند بن حام نے ملک سندھ میں ٹھٹھ اور ملتان کے شہر آباد کئے۔ ہند۔ حضرت نوح کے پوتے ہند بن حام نے ملک ہندوستان کے علاقے میں بود و باش اختیار کی اور ان ہی کی نسل سے سرزمین ہندوستان آباد ہوئی۔ ہندوستان کی اکثر ریاستوں اور شہروں کے نام ان ہی کی اولاد کے نام پر ہیں۔ ہند بن حام بن نوح کے چار لڑکے پورب، بنگ، دکن اور نہروال پیدا ہوئے۔ ملک دکن میں مرہٹے، تلنگ اور کنٹرا قبائل کے لوگ دکن بن ہند بن حام بن نوح کی اولاد سے ہیں۔ ملک بنگال کو حضرت نوح کے پرپوتے بنگ بن ہند بن حام بن نوح نے آباد کیا۔

پورب۔ حضرت نوح کے پرپوتے پورب جو ہند بن حام کے سب سے بڑے بیٹے تھے ہندوستان میں اپنے باپ کے جانشین تھے۔ جن کے یہاں بیالیس اولادیں ہوئی۔ انہوں نے اپنی اولادوں میں کشن نامی ایک شخص کو اپنا جانشین، اپنے قبیلے کا سردار اور ملک کا فرمانروا بنایا۔

کشن۔ حضرت نوح کا پر پوتا اور پورب کا جانشین، کشن ایک عقلمند، سمجھدار، بہادر اور جواں ہمت شخص تھا۔ اس نے بنگال کے حاکم، بنگ کے بیٹے برہمن کو اپنا وزیر بنایا۔ برہمن ایک بڑا دانشمند، عاقل و عالم تھا۔ راجہ کشن کے عہد میں تقریباً دو ہزار گاؤں، قصبے اور شہر بسائے گئے۔ کشن کے سینتیس بیٹے تھے۔ جن میں راجہ مہاراج سب سے بڑا بیٹا تھا۔ جو باپ کے بعد ملک کا وارث ہوا۔

مہاراج۔ محمد قاسم فرشتہ نے اپنی کتاب ”تاریخ فرشتہ“ میں لکھا ہے کہ ”راجہ مہاراج نے شہر بہار آباد کیا اور دور دور سے اہل علم کو بلا کر اس شہر میں بسایا۔ شہر میں بے شمار مدرسے اور عبادت گاہیں بنوائیں نواجی محاصل کی آمدنی کو ان عبادت گاہوں کے مصارف کے لئے وقف کر دیا۔“ راجہ مہاراج کے پوتے منیر رائے بن کیشور راج کا تذکرہ کرتے ہوئے فرشتہ نے لکھا ہے کہ ”اس نے (راجہ منیر) اہل ضرورت اور فقراء وغیرہ میں بے شمار دولت تقسیم کی اور بہار جا کر بہت زیادہ خیرات کی۔ منیر نامی شہر اسی راجہ کے عہد میں آباد ہوا۔“

تاریخ فرشتہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ہندوستان کے صوبہ بہار کے دو شہر بہار شریف اور منیر بڑے قدیم شہر ہیں جہاں بڑے بڑے اہل علم آباد تھے۔ حضرت مولانا سید شاہ مراد اللہ صاحب منیری فردوسی مدظلہ کی کتاب ”آثار منیر“ سے بھی اس بات کی تصدیق ہوتی ہے۔ اپنی کتاب میں شاہ صاحب نے فرشتہ ہی کے حوالے سے لکھا ہے کہ ”اس شہر (منیر) کی بنیاد منیر رائے ولد کیشور راج ولد مہاراج ولد کشن ولد پورب ولد ہند بن حام بن حضرت نوح نے رکھی تھی۔“ حضرت حکیم سید شاہ محمد شعیب پھلواری لکی کتاب ”اعیان وطن“ کا مقدمہ لکھتے ہوئے حضرت مولانا مناظر احسن گیلانی نے فرشتہ کی اصل فارسی عبارت نقل کی ہے۔ ”بلکہ بہار بنا کر وہ اہل علم و فضل از اطراف و اکناف طلب داشتہ در اس شہر متوطن ساخت و معابد و مدارس بسیار ساختہ و پرداختہ آں حدود را وقف طلبہ علم نمود۔“

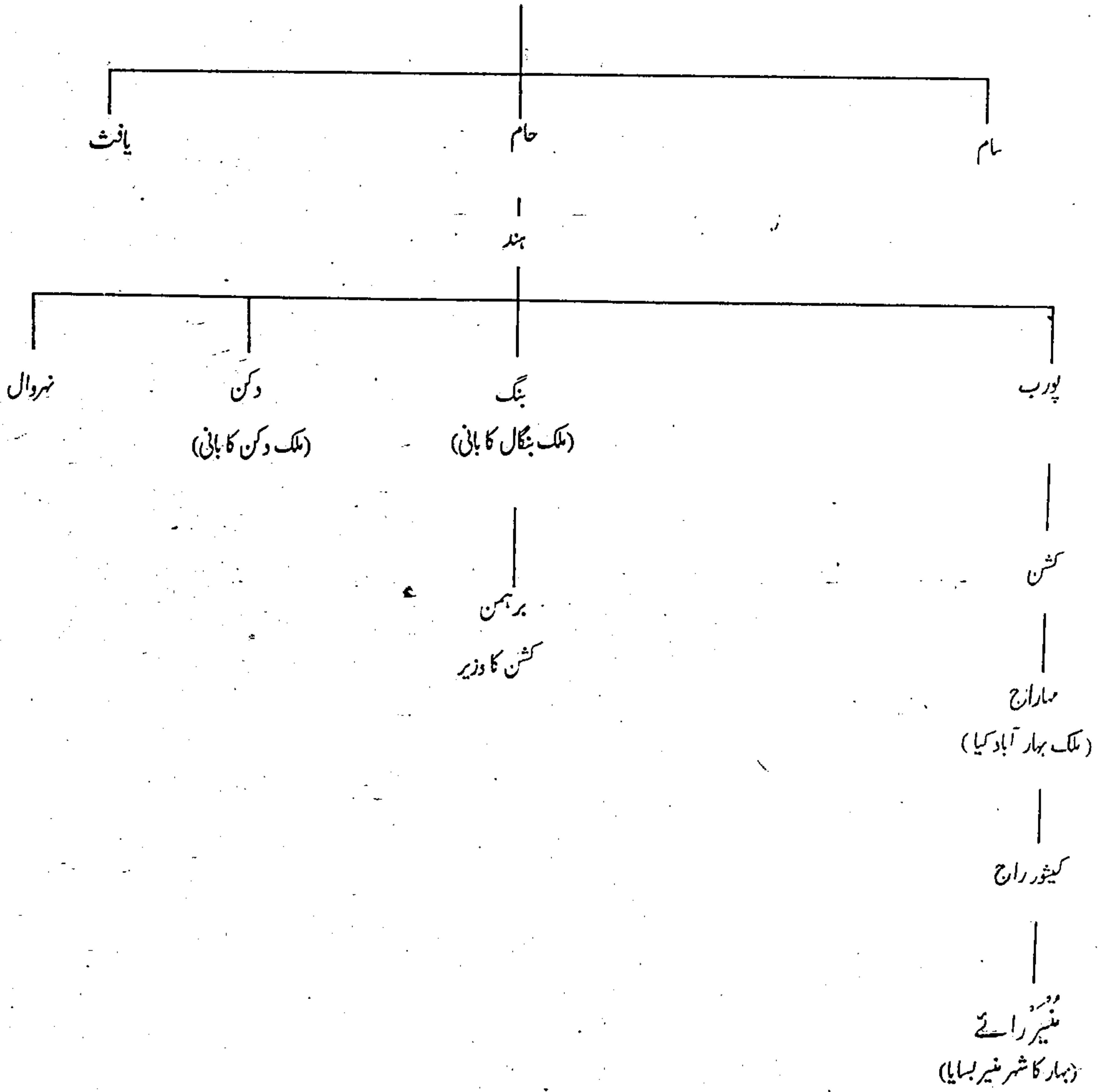
بہار اور اس کی وجہ تسمیہ۔ سب سے پہلے آریوں کی ایک مذہبی شاخ برہمنوں نے صوبہ بہار کے علاقے کو مگدھ دیشن کا نام دیا اور مل جل کر ایک بڑا مدرسہ (یونیورسٹی) اس سرزمین پر علم و دانش کے لئے جاری کیا۔ جب اس جگہ جہاں خاص شہر بہار شریف ہے دنیا کی سب سے بڑی یونیورسٹی، نالندہ یونیورسٹی قائم ہوئی اور طلباء کی ایک بڑی جماعت جمع ہو گئی تو لوگ اسے بہار بہار کہنے لگے۔ بہار دراصل سنسکرت کے لفظ بہار سے مشتق ہے۔ جس کے معنی دارالعلم، زاویہ تعلیم و تعلم کے ہیں۔ حضرت مولانا سید مناظر احسن گیلانی اس کو اس طرح بیان کرتے ہیں۔

”بہار جیسا کہ معلوم ہے لفظ بہار کی ایک مورجہ شکل ہے اور بہار ابھ مت کے علمی و عملی مرکزوں کی تعبیر تھی۔ اپنے انہی بہاروں کی وجہ سے جن کا جہاں اس صوبہ کے طول و عرض میں پھیلایا ہوا تھا، اس پورے علاقے کا نام بہار ہو گیا۔“

کہا جاتا ہے کہ نالندہ کی اس یونیورسٹی میں بارہ سو سواریاں صرف استادوں کی آیا کرتی تھیں۔ اس کے کتب خانہ میں تین لاکھ کتابیں جمع تھیں۔ شاہنامہ فردوسی کے مطابق علم بیدانت (علم طب) اور شطرنج کا موجد دتر حلیم اسی یونیورسٹی کا طالب علم تھا۔ صوبہ بہار ایک مردم خیز خطہ ہے۔ جو ہر زمانہ میں اعلیٰ تہذیب و تمدن اور مختلف علوم و فنون کا گہوارہ رہا ہے۔ قدیم مورخین نے اس کا موازنہ یونانی تہذیب سے کیا ہے۔ یہاں حضرت عیسیٰ سے پانچ سو سال قبل چندرگپت موریہ پیدا ہوا جس کی حکومت پاٹلی پترا (موجودہ پٹنہ) سے لے کر پاکستان کے علاقہ گلگت تک پھیلی ہوئی تھی۔ یہی وہ ریاست تھی جس کو دنیا کی پہلی آئینی ریاست ہونے کا فخر حاصل ہے۔ چندرگپت کی سلطنت کا وزیر اعظم کوٹلیا جسے ہندوستان کا ارسطو کہا جاتا ہے۔ بہار ہی کی خاک سے اٹھا۔ گوتم بدھ اور مہابیر کی جیسی عظمت و مرتبے کو یونانی فلسفی بھی نہیں پاسکے۔ بلاشبہ بہار کا نام آتے ہی ذہن میں علم و دانش، اعلیٰ تہذیب و تمدن اور ایک مہذب معاشرے کا تصور ابھر کر سامنے آتا ہے۔

## نقشہ اولاد حام بن حضرت نوح علیہ السلام

حضرت نوح علیہ السلام



## بہار میں ورودِ اسلام

جب اسلام کی روشن کرنیں برصغیر پاک و ہند میں پہنچنے لگیں تو ساتھ ہی اس کا شمالی مشرقی خطہ بہار بھی اس روشنی سے جگمگا اٹھا۔ اس سرزمین پر اسلام صوفیائے کرام اور مشائخ کرام کے ذریعہ پھیلایا۔ ان بزرگوں نے اس علاقے میں اس وقت قدم رکھا جب یہاں ہر جگہ ہندو راجوں اور مہاراجوں کی حکومتیں تھیں۔ اس علاقے کے لوگ ہندو مذہب اور بدھ مت کے پیروکار تھے۔ ہر طرف دیوی اور دیوتاؤں کی پوجا کی جاتی تھی۔ یہاں تک کہ چاند، سورج، جانوروں اور خوبصورت تراشیدہ پتھروں کے سامنے سجدے ہوتے تھے۔ ان حالات میں یہاں بکثرت صوفیاء و اولیاء شریف لائے اور تبلیغ دین محمدی سے اس کے چپے چپے کو منور کر گئے۔ ہندوستان میں اسلامی حکومت کے قیام سے بہت پہلے، شہاب الدین غوری کے فتح دہلی سے بہت قبل اور فاتح بنگال ۵۸۸ھ مطابق ۱۱۹۷ء کے ہیرو محمد بن بختیار خلجی کے فتوحات سے پیشتر صوبہ بہار کے شہر منیر شریف (۵۷۶ھ مطابق ۱۱۷۸ء) میں اسلام داخل ہو چکا تھا۔ لہٰذا اس شہر میں یورپائی نشینوں کی حکومت عوام کے دلوں پر قائم ہو چکی تھی۔ بہار میں تبلیغ اسلام کے سلسلہ میں سب سے پہلے مبلغ اسلام حضرت مخدوم عارف مومن کا نام لیا جاتا ہے۔

مبلغ اسلام حضرت مخدوم عارف مومن قدس سرہ: مبلغ اسلام حضرت مخدوم عارف مومن "تن تنہا صوبہ بہار بغرض تبلیغ شریف لائے۔ آپ یمن کے تاجر تھے اور کپڑے کی تجارت کرتے تھے۔ صوبہ بہار کے اولین اکابرین دین اسلام میں شمار کئے جاتے ہیں۔ آپ نے اپنے کام کا آغاز بہار کے قدیم شہر منیر سے کیا۔ آپ نے اس شہر میں اس وقت سکونت اختیار کی جب کہ وہاں اسلام کا کوئی نام لیوانہ تھا۔ ہر سمت کفر و شرک اور بت پرستی کا دور دورہ تھا۔ حضرت عارف مومن "اپنی ذات سے ایسی بھاری بھر کم شخصیت کے مالک تھے کہ شہر منیر کا راجہ آپ سے بے حد خوفزدہ تھا۔ اس نے شہر میں آپ کا داخلہ ممنوع قرار دیدیا۔ لیکن آپ اپنے کام سے باز نہ آئے۔ شہر سے باہر فصیل شہر سے کچھ فاصلے پر مستقل رہائش اختیار کی اور انفرادی طور پر مسافروں میں تبلیغ دین جاری رکھی۔

ظالم راجہ نے آپ پر طرح طرح کی ظلم و زیادتی شروع کر دی۔ جب آپ کے نماز پڑھنے میں رکاوٹ ڈالی جانے لگی اور اذان دینے پر پابندی لگا دی گئی تو آپ نے محسوس کیا کہ اب تبلیغ کا کام انفرادی طور پر ممکن نہیں رہا۔ بادل ناخواستہ رخت سفر باندھا اور مدینہ منورہ پہنچ کر روضہ رسالت پناہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر عرضی پیش کی اور بہار میں تبلیغ دین اسلام کے لئے مدد چاہی۔ چنانچہ بیت المقدس کے محلہ الخلیل کے ہاشمی گھرانے کے چشم و چراغ حضرت مخدوم تاج فقیرہ جو جوان دنوں مدینہ منورہ میں قیام پذیر تھے خواب میں حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم

! جناب پروفیسر سید حسن عسکری تو بہار میں اسلام کی ابتدا سید حسن خٹکوار سے بتاتے ہیں جو خواجہ معین الدین چشتی کے مرید تھے اور جنکا مزار بہار میں موضع نورہ میں ہے۔ مظفر اقبال صاحب اپنی کتاب "بہار میں اردو ادب کا ارتقا" میں بحوالہ جرنل بہار ڈائریس ریسرچ سوسائٹی جلد دوم ۱۹۱۶ء تحریر کرتے ہیں۔ "منیر کے رسنے والے ایک برہمن رتھان کیر نامی نے ایک دعوے کے ثبوت میں عدالت میں ایک تانبے کی تختی پیش کی جس کی رو سے قنوج کے راجہ گوہند چند نے پٹالہ (یعنی پرکنہ) منیر میں پٹلی نامی ایک موضع ایک برہمن کو عطا کیا۔ اس لوح پر جو سنہ درج ہے حساب کی رو سے ۱۱۲۶ء کے موافق ہوتا ہے اور اس میں یہ فرمان درج ہے کہ اس کے حکم کے مطابق تمام مطالبات مع مالکداری، تجارتی محصول اور ترکوں کا محصول (غالباً جزیہ مراد ہوگا) بوتا حال تم ادا کرتے ہو ادا کرنا۔"

اس لوح سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ۱۱۲۶ء کے قبل ترک لوگ علاقہ منیر میں مال گذاری یا محصول (یا جزیہ) وصول کرتے تھے اور صوبہ بہار پر مسلم حکمرانوں نے سیاسی اور مسلم صوفیوں نے روحانی فتح حاصل کر لی تھی۔

نے حکم دیا کہ منیر جا کر اسلام کی تبلیغ کریں۔ اس طرح حضرت تاج فقیہ اور حضرت عارف مومن بگی سرکردگی میں مسلمانوں کا ایک چھوٹا سا قافلہ مدینہ منورہ سے منیر کے لئے روانہ ہوا اور ۵۷۶ھ کو منیر مسلمانوں کے قبضے میں آگیا۔

حضرت مخدوم عارف مومن قدس سرہ کپڑے کے ایک کامیاب تاجر تھے۔ آپ کو کپڑے کی تجارت اور اس کی صنعت سے کافی دلچسپی تھی۔ آپ نے بہار میں کپڑے کی صنعت کے قیام کے لئے بڑی کاوشیں کیں اور اس کے طول و عرض میں اس صنعت کا جال پھیلادیا۔ حضرت عارف مومن کے مکمل حالات زندگی، آپ کا نسب نامہ اور وراثت کی تفصیل ہنوز راقم کو نہ مل سکی کہ ضبط تحریر میں لائے۔ مختلف کتابوں سے حاصل کردہ حالات کو یک جا کر کے یہ تذکرہ مرتب کر سکا۔ اب آئندہ آنے والی نسل اور محققین کا کام ہے کہ حضرت کے حالات پر تحقیق کریں اور تاریخ کے پوشیدہ اور گم شدہ اوراق کو تلاش کریں۔ ممکن ہے کہ بہار میں آباد مومن (جلالے) برادری جو پارچہ بانی کا کام انجام دیتا ہے، حضرت کی اولاد میں سے ہوں یا پھر ان کے وراثت اس برادری میں ضم ہو گئے ہوں۔ ہو سکتا ہے اس برادری کے افراد حضرت عارف مومن بگی نسبت سے ہی مومن کہے جاتے ہوں اور بعد میں جناب فخر الدین صاحب مرحوم الہ آبادی اور بہار کے ایک مشہور کانگریسی لیڈر جناب قیوم انصاری کی تحریک کے نتیجہ میں انصاری کہے جانے لگے۔ پاکستان میں اس برادری کے افراد اپنے کو سچ بھی لکھتے ہیں۔ حضرت مخدوم عارف مومن قدس سرہ کا مزار اقدس منیر شریف میں چھوٹی درگاہ سے متصل تالاب کے جنوب مغربی گوشہ میں واقع ہے۔

حضرت امام محمد تاج فقیہ قدس سرہ العزیز: حضرت امام محمد تاج فقیہ بیت المقدس کے ایک قصبہ الحلیل (HABROON) کے رہنے والے تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت زبیر بن عبد المطلب (عم رسول صلی اللہ علیہ وسلم) تک پہنچتا ہے۔ جس کی تفصیل آگے بیان کی جائے گی۔ آپ یوحنا تبصر علم فقہ، فقیہ کے لقب سے مشہور تھے۔ آپ کی بزرگی اور تبصر علمی کا شہرہ تمام سرزمین عرب میں تھا۔ آپ حضرت امام محمد غزالی کے پیر بھائی تھے۔ حضرت امام محمد تاج فقیہ اور حضرت امام محمد غزالی اپنے پیر کے حکم پر اپنے وطن سے اسلام کی تبلیغ کے لئے روانہ ہوئے۔

آپ حضرات ابھی مدینہ منورہ ہی میں مقیم تھے کہ حضرت مخدوم عارف مومن منیر سے مدینہ منورہ آکر روضہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر حبیبی دی اور بہار میں تبلیغ دین کے سلسلہ میں مدد چاہی۔ حضرت امام محمد تاج فقیہ ایک روز مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں سوئے ہوئے تھے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی اور آپ کو دربار رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے ظالم راجہ سے جنگ کرنے اور بہار میں تبلیغ دین کا حکم ملا۔ اس طرح مدینتہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کو اس کام کے لئے تین راتوں میں بشارت دی گئی۔ آخری خواب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو چند لوگوں کے نام بتائے کہ ان سے مل کر بہار روانگی کی تیاری کریں۔۔۔۔۔ آپ خواب سے بیدار ہوئے، حضرت مخدوم عارف مومن اور کچھ دوسرے افراد سے ملاقات کی، تمام لوگوں نے خواب سنتے ہی جماد کی تیاریاں شروع کر دیں۔ حضرت امام محمد تاج فقیہ معہ اہل و عیال اور دوسرے پیچیس تیس افراد کے ساتھ جن میں حضرت امام محمد غزالی بھی شامل تھے مدینہ منورہ سے کوچ فرمایا۔ درمیان راہ بلخ و بخارا اور کابل وغیرہ ہوتے ہوئے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن افراد کی نشاندہی کی تھی ان سے ملاقات کرتے ہوئے اور ہر جگہ سے جنگی اور افرادی طاقت حاصل کرتے ہوئے ملک ہند کی طرف روانہ ہوئے۔ دور ان سفر حضرت امام محمد غزالی نے طوس کا سفر اختیار فرمایا۔ حضرت امام محمد تاج فقیہ کے ہمراہ آپ کے اہل و عیال کے علاوہ تقریباً ساڑھے تین سو مجاہدین کا ایک مختصر قافلہ شمال مغربی راستہ سے ہندوستان میں داخل ہوا۔ آپ بڑی خاموشی سے ہندوستان کے ایک بڑے علاقے سے سفر کرتے ہوئے اور طویل راستہ طے کرتے ہوئے صوبہ بہار کے علاقہ کرمناسنگ ندی تک پہنچ گئے۔ یہ ندی بکسر کے قریب سے گذرتی ہے اور یہیں سے راجہ منیر کی حکومت کی سرحد شروع ہوتی تھی۔ حضرت کی جماعت نے جیسے ہی ندی عبور کیا راجہ کی فوج مزاحمت کے لئے

مد مقابل آگنی۔ شہر منیر پہنچتے پہنچتے کئی مقامات پر جنگیں ہوئیں۔ آخری معرکہ شہر منیر کے قریب ۲۷ رجب ۵۷۶ھ کو ہوا۔ راجہ کو ہزیمت اٹھانی پڑی۔ خود راجہ حضرت امام کے ہاتھوں قتل ہوا۔ راج دھانی مسلمانوں کے قبضے میں آگئی اور اس طرح بہار میں ایک اسلامی ریاست کی بنیاد پڑی اور یہیں سے بہار میں تبلیغ دین کی ابتدا ہوئی۔ حضرت امام محمد تاج فقیہ کے ساتھ اس جہاد میں شرکت کرنے والے مجاہدین اور شہداء میں سے کچھ افراد کا تذکرہ حضرت سید شاہ مراد اللہ میزی مدظلہ نے اپنی معرکہ الآرا کتاب ”آثار منیر“ میں بڑی تحقیق اور جستجو کے بعد کیا ہے۔ جس کا تحریر کرنا قارئین کرام کی معلومات میں اضافہ کا باعث ہوگا۔

(۱) حضرت مخدوم قطب الاقطاب علم بردار ربانی خواجہ بدر الدین سپہ سالار لشکر تھے جن کا مزار اقدس منیر شریف سے متصل موضع مدانواں میں ہے۔ (۲) حضرت سیدنا خطیر الدین ابدال خواہر زادہ حضرت پیران پیر سید عبد القادر جیلانی منیر شریف میں ڈھالی کنگرہ والی مسجد سے مغرب ایک بلند مقام پر آرام فرما رہے ہیں۔ (۳) حضرت تاج الدین کھانڈگاہ جن کا تعلق سلطان محمود غزنوی کے خاندان سے ہے۔ منیر شریف کی بڑی درگاہ کے احاطے میں آسودہ خاک ہیں۔ (۴) حضرت میر سید علی احمد لربک شہید آپ کسی مسلمان ریاست کے شاہزادے تھے۔ آپ کا روضہ خانقاہ منیر کی قدیم مسجد سے متصل ہے۔ (۵) حضرت علوی شہید۔ (۶) حضرت تاج شہید۔ (۷) حضرت معصوم شہید۔ (۸) حضرت چندن شہید مزار شہسرام میں ایک پہاڑی پر ہے۔ جو چندن شہید کی چوٹی کہلاتی ہے۔ (۹) حضرت اسحق شہید۔ (۱۰) حضرت جنید شہید۔ (۱۱) حضرت یعقوب شہید۔ (۱۲) حضرت یوسف شہید۔ (۱۳) حضرت صوفی شہید۔ (۱۴) حضرت شاہ عبد الغنی شہید۔ (۱۵) حضرت قبول شہید۔ (۱۶) حضرت شاہ عبد السمان شہید۔ (۱۷) حضرت دوست محمد شہید۔ (۱۸) حضرت علاء الدین شہید۔ (۱۹) حضرت سید جلال شہید۔ (۲۰) حضرت روشن علی شہید۔ (۲۱) حضرت شاہ برہان الدین شہید جن کا مزار پٹنہ سے جنوب موضع کھرار میں ہے۔ ان میں کچھ نام بعد کے شہداء کے بھی شامل ہو گئے ہیں۔

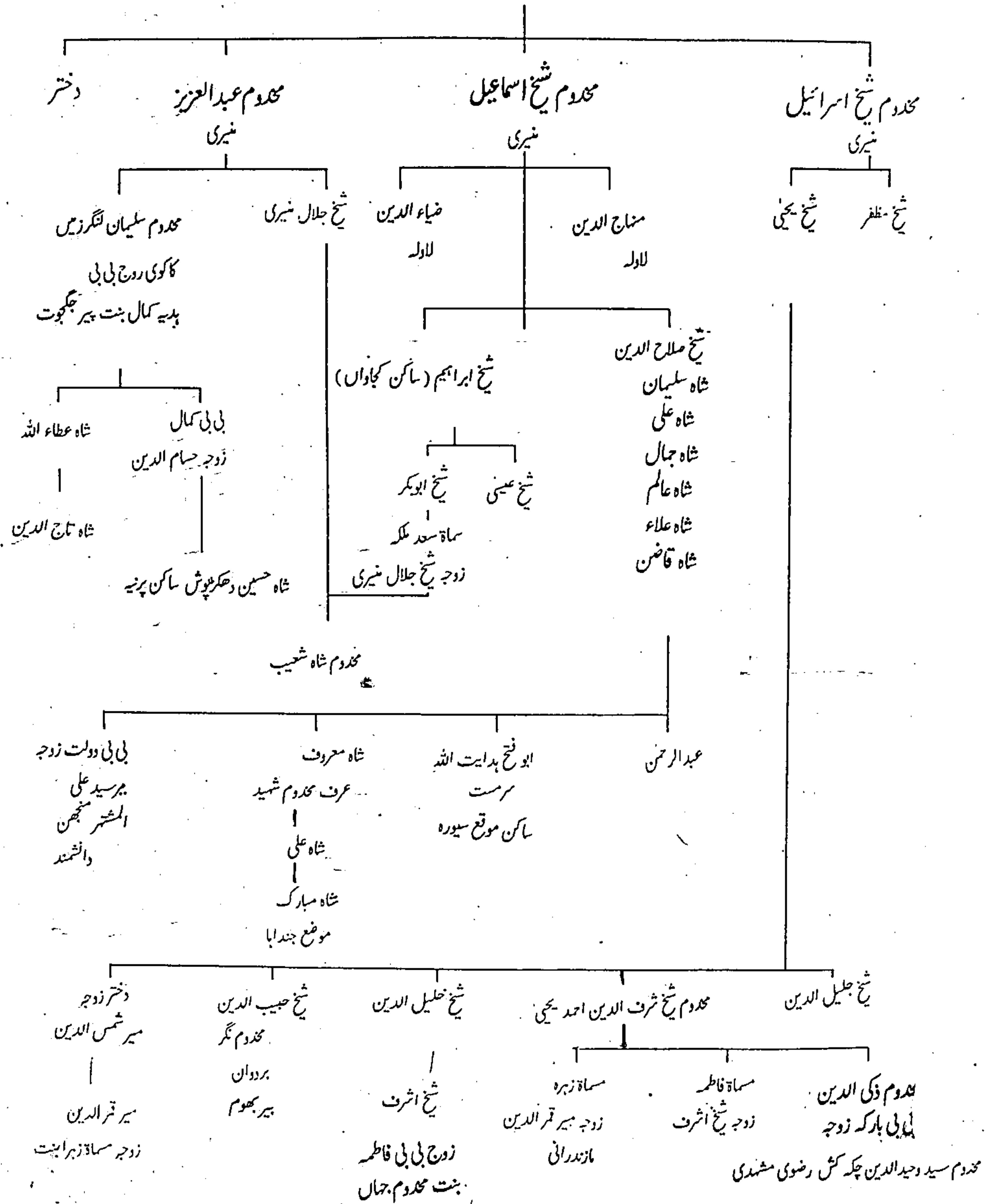
فاجح منیر حضرت امام محمد تاج فقیہ قدس سرہ العزیز نے کچھ دنوں منیر میں قیام فرمایا اور اس علاقے میں تبلیغ دین کا کام انجام دیا۔ آخر آپ نے اپنے دو صاحبزادوں حضرت مخدوم سیخ اسرائیل اور حضرت مخدوم سیخ اسماعیل، اپنی اہلیہ اور دوسرے اعزہ و اقارب کو منیر میں چھوڑا اور خود مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ کچھ دنوں کے بعد آپ کو مدینہ منورہ میں اہلیہ کے وصال کی خبر ملی۔ آپ نے اپنی اہلیہ کی ہمشیرہ سے لگا ہٹالی کیا اور تاحیات مدینہ منورہ میں مقیم رہے۔ آپ کی محل ثانی سے ایک صاحبزادے حضرت مخدوم سیخ عبد العزیز پیدا ہوئے۔ حضرت سیخ عبد العزیز جب سن شعور کو پہنچے اور اپنے والد کے جہاد کا حال اور علاقائی بھائیوں کے حالات معلوم ہوئے تو ان سے ملاقات کا اشتیاق ہوا۔ آپ مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے اور منیر اپنے بھائیوں کے پاس پہنچ کر تبلیغ دین میں ان کے معاون و مددگار ہوئے۔ حضرت مخدوم سیخ اسرائیل اور حضرت مخدوم سیخ عبد العزیز اور ان کے ورثانے جنوبی بہار میں رہائش اختیار کی حضرت مخدوم سیخ اسماعیل اور ان کے ورثانے شمالی بہار میں آباد ہوئے۔ آپ کی نسل حاجی پور اور شمالی بہار کے دوسرے علاقوں میں خوب پھیلی پھولی۔ حضرت امام محمد تاج فقیہ قدس سرہ کا سلسلہ نسب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت زبیر بن عتبہؓ سے پہنچتا ہے۔

نسب نامہ حضرت امام محمد تاج فقیہؒ نا حضرت عبد المطلب جد امجد حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم۔

حضرت امام محمد تاج فقیہ ابن امام ابو بکر ابن امام ابو فتح ابن امام ابو القاسم ابن امام ابو الصائم ابن امام ابو دہر ابن امام ابو اللیث ابن امام ابو سمہ ابن امام ابو دین ابن امام ابو مسعود ابن امام ابو ذر ابن حضرت زبیر بن عبد المطلب (بحوالہ تاریخ سلسلہ فردوسیہ از پروفیسر معین الدین دروایی مرحوم)۔



## نقشه اولاد حضرت امام محمد تاج فقیه



## حضرت مخدوم شیخ یحییٰ منیری قدس سرہ

حضرت مخدوم شیخ یحییٰ بن شیخ اسرائیل بن حضرت امام محمد تاج فقیرہ زبیری الهاشمی ۵۷۰ھ مطابق ۱۱۷۲ء کو بیت المقدس کے محلہ الخلیل میں پیدا ہوئے۔ آپ چار سال کی عمر میں اپنے دادا اور دوسرے اہل خاندان کے ساتھ ۵۷۶ھ میں بہار کے قدیم شہر منیر شریف لائے آپ کے زمانہ میں الحاکم بامر اللہ ۶۲۳ھ بلاد اسلامیہ کا خلیفہ تھا اور ہندوستان پر سلطان ناصر الدین محمود بن سلطان شمس الدین التمش کی حکمرانی تھی۔ جس کا سال جلوس ۶۲۳ھ ہے۔ حضرت مخدوم اپنے والد شیخ اسرائیل کی وفات کے بعد ان کے جانشین ہوئے۔ روحانی سلسلوں کی اشاعت و ترویج، تبلیغ دین اور ایک اسلامی فلاحی ریاست کے انتظام و انصرام کی ذمہ داری آپ کے کندھوں پر آن پڑی۔ آخر جب اپنے وقت کا عظیم مجاہد اسلام محمد بن بختیار خلجی فتح بہار و بنگال کے سلسلہ میں منیر کے قریب پہنچا تو آپ نے پورے اعزاز و اکرام کے ساتھ اس کا استقبال کیا۔ منیر اور اس کے قرب و جوار کے علاقے کو اس کے سپرد فرمایا۔ اس سلسلہ میں ممتاز المحدثین حضرت مولانا سید شاہ مراد اللہ صاحب منیری فردوسی مدظلہ ”آثار منیر“ میں تحریر فرماتے ہیں۔

”بختیار خلجی کا ورود جب بہار میں ہوا اس وقت منیر شریف کی عنان حکومت حضرت سلطان المحدث سیدنا شیخ یحییٰ منیری کے ہاتھ میں تھی۔ آپ نے بہ اصرار حکومت منیر کو بختیار خلجی کے سپرد کر دیا۔ انہوں نے (بختیار خلجی نے) کہا میں مسلمانوں کا مال نہیں لیتا۔ آپ نے فرمایا بادشاہی اور ملک وراثت اور ملک نہیں یہ داد الہی ہے۔ خدا جس کو چاہتا ہے دیتا ہے۔ مجھ سے یہ بار نہیں اٹھے گا، عبادت میں حرج ہوتا ہے۔ پھر عدل و انصاف کے لئے وصیت کی اور سلطنت منیر ان کے حوالہ کر دی اور خود گوشہ عزلت اختیار کیا اور یاد الہی میں مصروف ہو گئے۔“

آپ کی ابتدائی تعلیم حضرت مخدوم شیخ اسرائیل اور علم ظاہری کی تکمیل حضرت سیدنا شاہ رکن الدین مرغیلانی منیری نے سے ہوئی۔ علوم باطنی کی تعلیم اور بیعت و خلافت شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین سروردی سے حاصل کی۔ حضرت شیخ الشیوخ کے مرید خاص اور حلقاء حضرت بہاؤ الدین ذکریا ملتانی، حضرت مخدوم نظام الدین غزنوی، شیخ شہاب الدین پیر جگجوت عظیم آبادی، حضرت خواجہ دمشق، حضرت مصلح الدین سعدی شیرازی اور حضرت مخدوم شاہ تقی الدین عربی مسوی وغیر ہم آپ کے پیر بھائی تھے اور ان بزرگوں سے حد درجہ ارادت اور مراسم رکھتے تھے۔

حضرت مخدوم شیخ یحییٰ منیری قدس سرہ اپنے وقت کے ولی کامل، صوفی باصفا اور جید عالم دین تھے۔ آپ کی کوششوں سے بہار اور بہار سے باہر دین اسلام کا بڑا فروغ ہوا آپ کی بزرگی اور علم و دانش کا شہرہ پورے ہندوستان میں تھا۔ آپ کی شادی مسماۃ بی بی رضیہ عرف بڑی یو اہنت حضرت شیخ شہاب الدین پیر جگجوت عظیم آبادی سے ہوئی جن سے آپ کے چار صاحبزادے حضرت شیخ جلیل الدین احمد منیری، مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری البہاری، حضرت شیخ خلیل الدین احمد منیری البہاری، حضرت شیخ حبیب الدین احمد اور ایک صاحبزادی تھیں جن کی شادی مولانا میر شمس الدین مازندرانی سے ہوئی تھی۔ جن کے صاحبزادے میر قمر الدین مازندرانی تھے۔

حضرت مخدوم کے بڑے صاحبزادے حضرت شیخ جلیل الدین احمد منیری آپ کے وصال کے بعد آپ کے سجادہ اور جانشین ہوئے۔ عرصہ دراز تک آپ کا فیض اور سلسلہ رشد و ہدایت جاری رہا۔ آپ کا مزار اقدس حضرت مخدوم کی پاپتی منیر شریف میں ہے۔

آپ ایک بزرگ شیخ برہان الدین مرغیلانی کا تذکرہ شیخ عبدالحق محدث نے اخبار الانبیاء صفحہ ۱۰۶ میں کیا ہے۔

حضرت مخدوم شیخ یحییٰ منیری کے پسر سوئم شیخ خلیل الدین احمد منیری البہاری اپنے منجھلے بھائی مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری کے مرید و خلیفہ تھے۔ آپ اپنے بڑے بھائی اور پیر حضرت مخدوم جہاں کے زیر پائنتی بہار شریف میں آسودہ ہیں۔ حضرت مولانا شاہ مراد اللہ منیری مدظلہ کے بیان کے مطابق آپ کے صاحبزادے شیخ اشرف تھے جن کی شادی مسماۃ بی بی فاطمہ بنت مخدوم جہاں بہاری سے ہوئی تھی اور صاحبان منیر شریف کا سلسلہ نسب حضرت شیخ اشرف سے ملتا ہے۔

حضرت شیخ یحییٰ منیری قدس سرہ کے پسر چہارم شیخ صیب الدین احمد منیری بسلسلہ تبلیغ دین بہار سے باہر رہے۔ آپ نے خلق کی رشد و ہدایت کے لئے سر زمین بنگالہ کو پسند فرمایا۔ آپ کی عمر عزیز کا ایک بڑا حصہ مغربی بنگال کے علاقہ بردوان میں گزرا۔ آپ کے بھتیجے حضرت مخدوم ذکی الدین بن مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری کو آپ سے از حد انس و محبت تھی۔ اس لئے وہ ہمیشہ بنگال ہی میں آپ کے ساتھ رہے۔ دونوں بزرگوں کا مزار مبارک موضع مخدوم نگر سگڈہ ضلع بردوان میں ایک ہی جگہ پر مرجع خلائق ہے۔

حضرت مخدوم شیخ احمد یحییٰ منیری قدس سرہ کا وصال منیر شریف میں ایک سو سترہ سال کی عمر میں ۱۱ شعبان المعظم ۶۹۰ھ بروز پنجشنبہ وقت ظہر ہوا۔ منیر شریف میں آپ کا روضہ اقدس مرجع خلائق اور یکسوں کے لئے جائے پناہ ہے آپ کی خانقاہ آج بھی منبع رشد و ہدایت ہے۔ آپ کا عرس ہر سال ۱۰، ۱۱ اور ۱۲ شعبان کو بڑے تزک و احتشام سے منایا جاتا ہے۔ اپنے وقت کے سلاطین، حکمراں و امراء، اہل ذل و نظر اور بڑی بڑی ہستیوں نے آپ کے روضے کی زیارت کا شرف حاصل کیا اور فیض ظاہری و باطنی سے بہرہ ور ہوئے جس کا ذکر سیر و تاریخ کی کتابوں میں موجود ہے۔ سلطان ظہیر الدین بابر، سلطان محمد تغلق، شاہ عراق اور مشہور موسیقار تان سین نے آپ کے روضہ کی زیارت کا شرف حاصل کیا۔ محققین زبان و ادب، بہار میں اردو زبان کی تاریخ اور ابتداء حضرت مخدوم شیخ یحییٰ منیری کے زمانہ سے بیان کرتے ہیں۔ اس سلسلہ میں یہاں صرف حضرت مولانا سید شاہ مراد اللہ منیری مدظلہ کی تحریر پیش کی جاتی ہے۔ آپ تحریر فرماتے ہیں۔ ”مولوی حکیم سید احمد صاحب قصبہ زانیہ کے رہنے والے اور حضرت شمس الدین مرید خاص حضرت مخدوم جہاں کی اولاد سے ہیں۔ موصوف کے پاس ایک کتاب معراج نامہ میں نے دیکھی ہے جو حضرت سلطان المخدوم شاہ یحییٰ منیری کی طرف منسوب ہے اور اسی زلیخہ کی لکھی ہوئی ہے۔ اس کتاب میں معراج کے واقعات کو ہندی بھاشا میں نظم کیا گیا ہے۔ اس کی زبان وہی ہے جو عموماً ساتویں صدی کے بزرگوں کی تھی۔ لہذا بعید از قیاس نہیں کہ حضرت ہی کی تصنیف ہو۔ اس کے علاوہ جا بجا بیماریوں کے لئے شریں منتر اور نظم میں لکھے پائے جاتے ہیں۔ اگرچہ ان میں ہندی بھاشا بہت ہے۔ مگر جہاں اردو ہے اس کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ساتویں صدی بلکہ اس سے قبل صوبہ بہار میں اردو عام طور پر بولی جاتی تھی۔ چند امثال بھی آپ کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے آج تک زبان زد خاص و عام ہیں۔“ مثلاً

نمبر ۱ ”بلاؤ بڑی بوا کو کھیر میں نمک ملائین“ : آپ کی اہلیہ محترمہ کا نام رضیہ تھا۔ چونکہ آپ اپنی چار بہنوں میں سب سے بڑی تھیں اس لئے بڑی بوا کے لقب سے مشہور ہوئیں۔ اتفاق سے آپ نے کھیر میں شکر کے بجائے نمک ملا دیا تھا۔ جب حضرت مخدوم کی خدمت میں یہ کھیر لائی گئی تو زبان نے نمکین ذائقہ لیا اور کھیر زبان حال سے یہ شیریں جملہ بول اٹھی۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ جملہ سر تا پا اردو کا خوبصورت جامہ پہنے ہوئے ہے اور آج سے سات سو برس قبل صوبہ بہار میں اس خوشنما عمارت کی بنیاد پڑ چکی تھی۔

نمبر ۲ ”بی بی جیا ایک کا اٹھارہ کیا“ : یہ آپ کی اہلیہ محترمہ بی بی رضیہ سے چھوٹی (اور منجھلی) بہن ہیں۔ آپ کا نام حبیبہ اور عرف بی بی جیا تھا۔ جن کے متعلق زبان مبارک سے ایک فصیح جملہ نکل کر مشہور ہو گیا۔

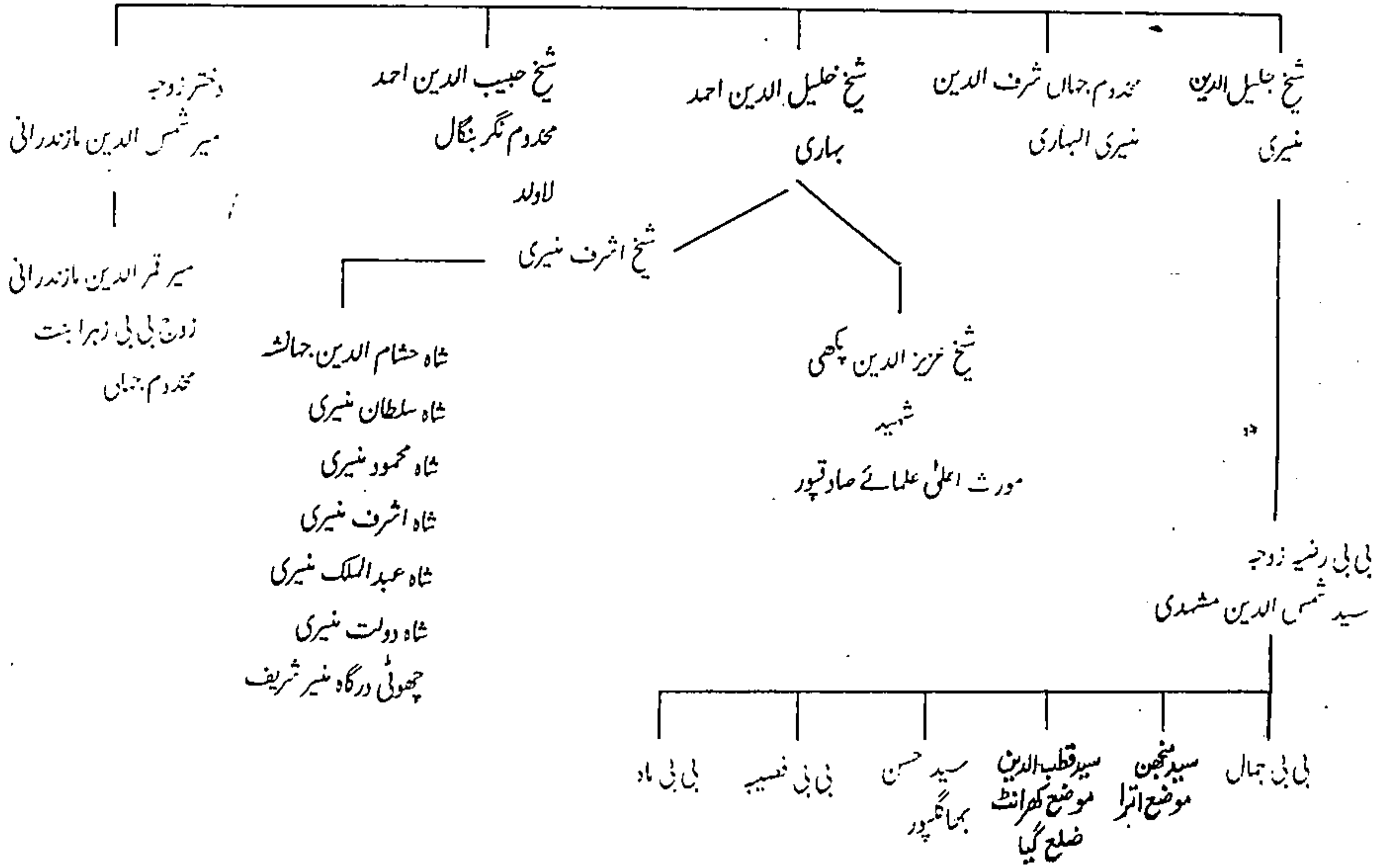
نمبر ۳ ”سارا کا کو جل گیا بی بی کمال سوئی رہیں“ : چونکہ آپ کی اہلیہ کی منجھلی بہن حضرت بی بی کمال قصبہ کا کو میں تھیں اور

آتشزدگی سے ساری بستی خاکستر ہو گئی۔ جب حضرت مخدوم کو معلوم ہوا تو بطور استعجاب فرمایا۔

نمبر ۴ ” بھس میں چنگی (چنگاری) چھوڑ جا لو الگ رہیں “ : یہ حضرت بی بی کمال کی چھوٹی بہن ہیں جن کے متعلق زبان دربار سے یہ جملہ نکلا اور ملک میں مشہور ہو گیا۔

ان جملوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اردو زبان کا چشمہ آپ کے زمانہ میں صوبہ بہار میں جاری ہو چکا تھا اور آپ کی ذات گرامی اس صوبہ میں چونکہ ممتاز ہے اس لئے اس صوبہ میں اردو کی بسم اللہ آپ ہی سے ہوئی۔

## نقشہ اولاد شیخ یحییٰ منیری



## مخدوم جہاں حضرت شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیریؒ

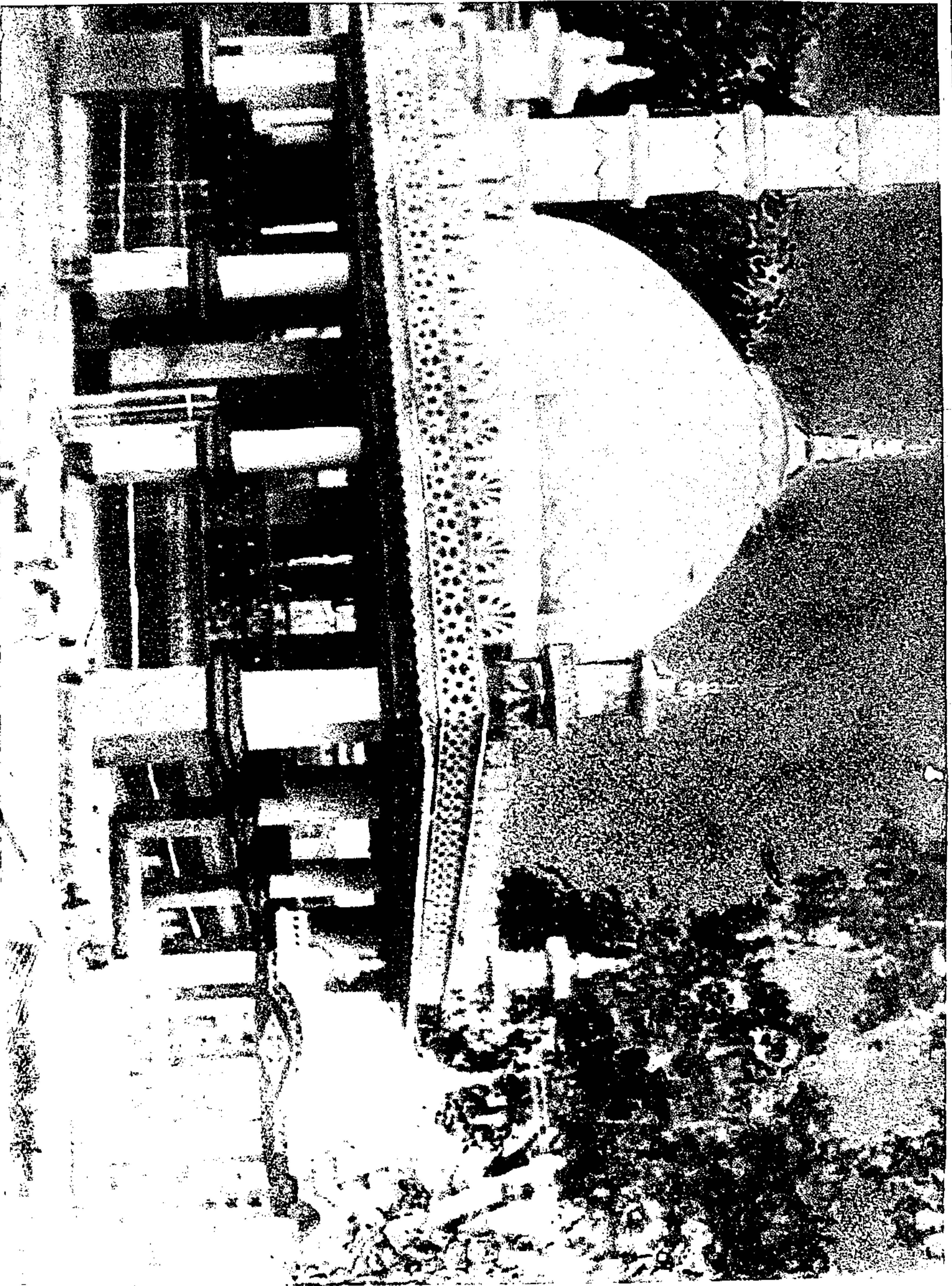
سلطان المحققین مخدوم جہاں حضرت شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری البہاری قدس سرہ العزیز بن شیخ یحییٰ بن شیخ اسرائیل بن امام محمد تاج فقیہہ ۲۹ شعبان المعظم ۶۶۱ھ کو منیر شریف کے تاریخی شہر میں پیدا ہوئے۔ ”شرف آگین“ سے تاریخ ولادت نکلتی ہے۔ آپ کے والد حضرت مخدوم شیخ یحییٰ چار سال کی عمر میں بیت المقدس سے اپنے دادا امام محمد تاج فقیہہ کے ساتھ منیر (بہار) تشریف لائے تھے۔ آپ کی والدہ محترمہ بی بی رضیہ عرف بڑی بوا اپنے وقت کی ولیہ کاملہ تھیں اور حضرت سید شہاب الدین پیر جگجوت کی صاحبزادی تھیں۔ آپ اپنے والدین اور دوسرے افراد خانہ کے ساتھ کاشغر سے بہار تشریف لائیں۔ مخدوم جہاں کے نانا حضرت شیخ شہاب الدین پیر جگجوت ریاست کاشغر کے شاہزادے اور حضرت امام جعفر صادقؑ کی اولاد میں تھے۔ اس طرح حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری قدس سرہ والد کی طرف سے زیری الهاشی شیخ تھے اور والدہ کی طرف سے جعفری سید۔

پدری سلسلہ نسب: شیخ شرف الدین احمد بن شیخ یحییٰ بن شیخ اسرائیل بن امام محمد تاج فقیہہ فالح منیر بن امام ابو بکر لہ بن امام ابو الفتح بن امام ابو القاسم بن امام ابو الصائم بن امام ابو دہر بن امام ابو اللیث بن امام ابو سمہ بن امام ابو دین بن امام ابو مسعود بن امام ابو ذر بن حضرت زبیرؓ (عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف۔

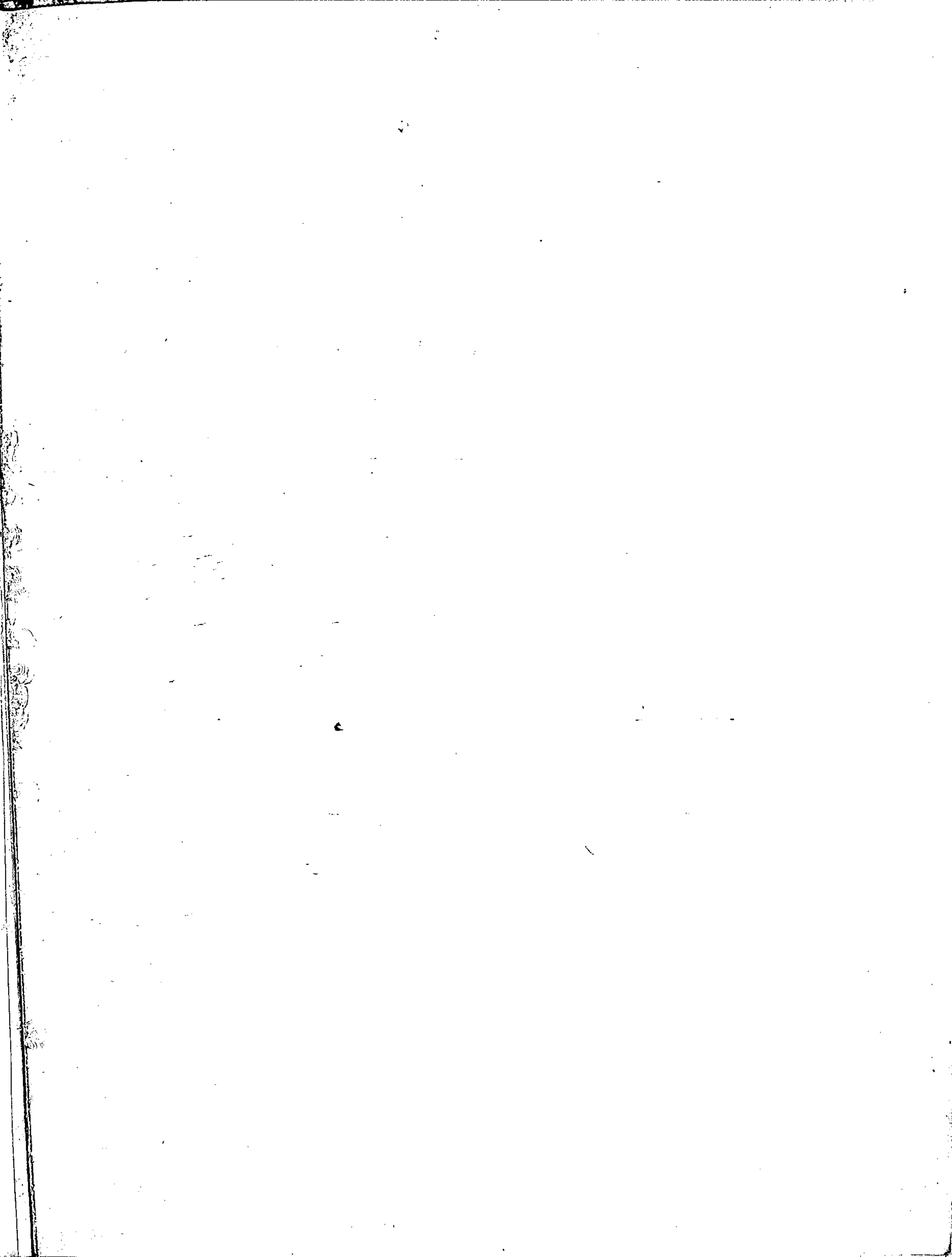
مادری سلسلہ نسب: شیخ شرف الدین احمد بن مسماۃ بی بی رضیہ عرف بڑی بوا بنت سید شہاب الدین پیر جگجوت بن سلطان سید شاہ محمد بن سید شاہ احمد بن سید ناصر الدین بن سید یوسف بن سید حسن بن سید قاسم بن سید موسیٰ بن سید حمزہ بن سید داؤد بن سید رکن الدین بن سید قطب الدین بن سید اسحاق بن سید اسماعیل بن امام جعفر صادقؑ بن امام محمد باقرؑ بن امام زین العابدین بن سید الشهداء حضرت امام حسین شہید کربلا بن حضرت علی کرم اللہ وجہہ بن ابوطالب۔

کتابوں میں لکھا ہے کہ جب آپ پیدا ہوئے تو دوراں شیر خوارگی آپ کی والدہ محترمہ نے کبھی بغیر وضو آپ کو دودھ نہیں پلایا۔ ایک دن آپ کی والدہ آپ کو کمرے میں تنہا چھوڑ کر کسی گھریلو کام میں مشغول ہو گئیں۔ کام سے فارغ ہو کر جب مخدوم جہاں کے پاس لوٹیں تو ایک اجنبی بزرگ کو آپ کے قریب بیٹھا پایا۔ آپ کے آتے ہی بزرگ غائب ہو گئے۔ اس واقعہ کو آپ کی والدہ نے حضرت شیخ شہاب الدین پیر جگجوت سے بیان کر کے تشویش کا اظہار کیا۔ حضرت نے تشفی دی اور کہا گھبرانے کی بات نہیں وہ اللہ کا فرشتہ تھا جو بچے کی حفاظت کے لئے تھا۔ حضرت نے ساتھ ہی تاکید فرمایا کہ شیر خوار بچے کو تنہا نہیں چھوڑنا چاہئے۔

تعلیم: مخدوم جہاں کی ابتدائی تعلیم گھر پر اور خانقاہ کے مدرسہ منیر شریف میں ہوئی۔ اس زمانہ کے نصاب کے مطابق آپ کو تعلیم دی گئی۔ آپ کے مکتوبات و ملفوظات سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ اس طریقہ تعلیم اور نصاب سے مطمئن نہ تھے۔ آپ کے نزدیک ابتدائی تعلیم میں قرآن حفظ کرنا



روضه اقدس و مقبره امیر جمہاں بہا اثر شریف



چاہئے تھا۔ ابتدائی تعلیم اور اساتذہ کی تفصیل کسی کتاب میں درج نہیں۔ صرف اتنا اندازہ ہوتا ہے کہ متوسطات تک تعلیم حاصل کر لی تھی اور اپنی استعداد پیدا ہو گئی تھی کہ وقت کے بڑے اساتذہ سے تعلیم حاصل کر سکیں۔ آپ کی عمر ابھی سات یا آٹھ سال کی تھی اور مدرسہ میں زیر تعلیم تھے کہ اپنے وقت کے ایک جید عالم دین، مختلف علوم کے ماہر، دانشور اور صوفی بزرگ حضرت علامہ اشرف الدین ابو توامہ دہلی سے بنگال جاتے ہوئے منیر شریف وارد ہوئے۔ حضرت شیخ یحییٰ نے علامہ موصوف کو کچھ دنوں اپنے پاس مہمان رکھا۔ اس دوران میں محدوم جہاں، حضرت ابو توامہ سے کافی مانوس ہو گئے۔ یہاں تک کہ جب حضرت ابو توامہ بنگال جانے لگے تو محدوم شیخ یحییٰ نے اپنے ہونہار بیٹے کو تعلیم کی غرض سے حضرت علامہ اشرف الدین ابو توامہ کے سپرد فرمایا۔ اس طرح قدرت سے محدوم جہاں کو حضرت علامہ ابو توامہ جیسا کامل استاد میسر آگیا۔ حضرت محدوم شیخ شرف الدین احمد منیری قدس سرہ اپنے استاد کے ساتھ ۲۲ سال رہے اور تمام علوم ظاہری و باطنی کا علم حاصل کیا۔

محدوم جہاں کے استاد: محدوم جہاں کے استاد حضرت علامہ اشرف الدین ابو توامہ بخارا کے رہنے والے تھے۔ وہاں سے عراق گئے اور شاہ عراق کے حکم پر سلطان غیاث الدین بلبن کے دور حکومت (۶۱۲۲۸ تا ۶۱۲۸۱) میں ہندوستان تشریف لائے اور دہلی میں رہائش پذیر ہو کر لوگوں کے درس و تدریس اور تربیت باطنی میں مشغول ہوئے۔ آپ کی تبحر علمی اور دینی و دنیوی علوم سے واقفیت کا شہرہ پورے ملک میں ہوا۔ طالبان علم اور ارادتمندوں کا سیلاب امنڈ آیا۔ آپ کے مکان پر ہر وقت ہزاروں کا مجمع ہونے لگا۔ رجوع عام، درباری علماء کی ریشہ دوانیوں اور حاسدوں کے اتالی سازشوں کے نتیجے میں سلطان دہلی کو خطرہ محسوس ہوا۔ درباری سیاسی مصلحت کی بنا پر بنگالہ چلے جانے کا حکم ہوا اور آپ شاہی حکم کے مطابق معہ اہل و عیال دہلی سے بنگال کے لئے روانہ ہوئے۔ منیر پینچے تو شیخ یحییٰ نے بڑی عقیدت اور احترام کے ساتھ استقبال کیا۔ چند دنوں منیر میں قیام فرمایا۔ پھر حضرت محدوم جہاں کو ساتھ لیا اور بنگال کے سفر پر روانہ ہوئے۔

حضرت علامہ ابو توامہ قدس سرہ ۶۲۸ھ مطابق ۱۲۴۰ء میں بنگال کے شہر سار گاؤں میں رونق افروز ہوئے۔ ایک خانقاہ اور مدرسے کی بنیاد ڈالی اور تاحیات (۷۰۰ھ) درس و تدریس اور رشد و ہدایت خلق پر مامور رہے۔ سار گاؤں مغلیہ دور حکومت سے قبل ایک بڑا اور تاریخی شہر تھا۔ بنگال کے حکمرانوں کا اکثر یہ پایہ تخت رہا ہے۔ آج بھی حضرت علامہ اور ان کے ورثا کے مزارات، مسجدوں، خانقاہوں اور پختہ عمارتوں کے کھنڈرات اس شہر کی عظمت رفتہ، مانسی کے شان و شکوہ اور تاریخی اہمیت کا پتہ دیتے ہیں۔ جناب ڈاکٹر محمد صغیر حسن معصومی شعبہ اسلامیات ڈھاکہ یونیورسٹی کے مقالہ بعنوان ”سار گاؤں“ کے مطابق یہ جگہ مشرقی پاکستان (موجودہ بنگلہ دیش) میں زائنج کے قریب واقع ہے۔ جس کو آج کل سرناگرام کہا جاتا ہے۔ سار گاؤں ۶۱۰ھ میں بنگال و بہار کے ساتھ محمد بن بختیار خلجی کے قبضے میں آیا۔ اس کی علمی اور ثقافتی عظمت اس وقت ختم ہوئی جب بنگال کے آخری خود مختار حکمراں موسیٰ خان کو شہنشاہ جہانگیر کے حکم سے اسلام خان نے شکست دی۔ جب تک موجودہ بنگلہ دیش مشرق پاکستان کی حیثیت سے قائم رہا قبلہ و کعبہ پیر و مرشد حضرت مولانا سید شاہ مصطفیٰ حسن فردوسی قادری شطاری مدظلہ العالی (سابق مالک و ایڈیٹر روزنامہ ”پاسبان“ ڈھاکہ) ہر سال سار گاؤں تشریف لے جاتے اور حضرت علامہ اشرف الدین ابو توامہ قدس سرہ کا عرس بڑے تزک و احتشام سے انجام دیتے رہے۔

حضرت علامہ اشرف الدین ابو توامہ کی کئی تصانیف کا پتہ چلتا ہے۔ جس میں ایک فقہی شئوی بنام ”حق“ ہے۔ جو ۱۵ جمادی الاول ۶۹۳ھ کو مکمل ہوئی تھی۔ یہ شئوی ایشیا ٹک سوسائٹی لائبریری کلکتہ میں موجود ہے اور فہرست کتب میں اس کتاب کا نمبر ۵۲۸ ہے اس شئوی میں ایک سو اسی اشعار اور دس باب ہیں۔ حضرت محدوم جہاں اپنے استاد کے اوصاف اور تبحر علمی کا ذکر کچھ اس



طرح فرماتے ہیں۔ ”مولانا اشرف الدین توامہ ہندوستان کے علماء میں اس قدر مشہور تھے کہ ان کے تبحر علمی میں کسی کو شبہ نہ تھا۔ آپ ریشمی سر بند اور ازار بند استعمال کرتے تھے۔ آپ نے ایسی چیزیں لکھیں کہ دوسرے علماء کو بھی اس کی تقلید کرنی چاہئے۔ اگر سبق پڑھانے میں مشکل پیش آتی تو غور کرتے اور غور کرتے وقت سر بند کاندھے پر لٹکا لیتے اور اس کو ہاتھ میں لے کر مشغول رہتے۔ یہاں تک کہ مشکل حل ہو جاتی۔ اس کے بعد سر بند کو چھوڑ کر مشکل کو بیان فرماتے۔“ حضرت علامہ اشرف الدین ابو توامہ کو اپنے لائق اور ہونہار شاگرد سے حد درجہ محبت تھی۔ آپ نے محرم جہاں کی تعلیم و تربیت میں کوئی کثر نہ چھوڑی بلکہ تعلیم کے سلسلہ میں ہر قسم کی سہولتیں بہم پہنچائیں۔

شادی اور اولاد: محرم جہاں حضرت شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری پوری لکن اور محنت سے حصول تعلیم میں لگے رہے۔ یہاں تک کہ جو خطوط منیر شریف سے آپ کے نام آتے اس خطرے کے پیش نظر کہ کہیں وطن اور والدین کی محبت تعلیم میں حائل نہ ہو اُسے مٹی کے ایک خطیرے میں بغیر پڑھے ڈال دیتے۔ آپ استاد کی ہر نصیحت پر عمل کرتے۔ علامہ سے آپ کو عشق کی حد تک محبت تھی۔ ان کے کسی حکم کو ٹالنا آپ کے بس کی بات نہ تھی۔ آپ نے سنار گاؤں کے قیام کے دوران علامہ ابو توامہ کی خواہش کے مطابق ان کی دختر حضرت بی بی بوبادام سے نکاح کیا۔ کثیر روایت کے مطابق حضرت بی بی بوبادام کے بطن سے صرف ایک صاحبزادے حضرت محرم شیخ ذکی الدین پیدا ہوئے لیکن ”آثار نیر“ کے مصنف حضرت سید شاہ مراد اللہ منیری فردوسی مدظلہ اور چند دوسری روایتوں سے محرم جہاں کے دو صاحبزادوں اور دو صاحبزادیوں کی خبر ملتی ہے۔ آپ کے ایک صاحبزادے نے شیر خوارگی کے عالم میں سنار گاؤں میں انتقال فرمایا جن کا مزار حضرت علامہ توامہ کے احاطہ مقبرہ کے قریب ہے۔

مختصر یہ کہ حضرت محرم جہاں بائیس سال سنار گاؤں میں اپنے استاد اور خسر حضرت علامہ اشرف الدین ابو توامہ کے ساتھ قیام پذیر رہے۔ کسب علم کیا، اپنے استاد کی صاحبزادی سے نکاح کیا اور صاحب اولاد ہوئے۔ جب آپ کو اپنے والد حضرت محرم شیخ یحییٰ کے وصال کا علم ہوا تو محبت فرزندگی سے بچپن ہوئے اور والدہ کا خیال ستانے لگا۔ آخر استاد سے اجازت چاہی اور معہ اہل و عیال منیر شریف تشریف لائے۔

سنار گاؤں سے واپسی کے بعد حضرت محرم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری قدس سرہ العزیز نے کچھ دنوں منیر شریف میں قیام فرمایا۔ حصول تعلیم کی خواہش ابھی تشنه تھی اور قلبی سکون حاصل نہ تھا۔ ایک دن والدہ محترمہ کے پاس تشریف لائے۔ اپنے صاحبزادے حضرت شیخ ذکی الدین گوان کی گود میں ڈال دیا اور فرمایا ”ذکی الدین کو میری جگہ قبول فرمائیے، مجھے طلب الہی کے لئے باہر جانے کی اجازت دیجئے، سمجھئے میں مرجھا“ پھر اپنی اہلیہ کی رضامندی سے پیر کی تلاش میں گھر سے روانہ ہوئے اور دہلی کی راہ لی۔ بڑے بھائی حضرت شیخ جلیل الدین بھی آپ کے ساتھ ہو گئے۔ دہلی میں تمام صوفیاء و مشائخ کرام کے یہاں حاضری دی لیکن کہیں دل مائل نہ ہوا۔ یہاں تک کہ پانی پت میں بو علی قلندر پانی پتی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ طبیعت وہاں بھی مائل نہ ہوئی فرمایا ”شیخ ہیں لیکن مغلوب الحال دوسروں کی تربیت نہیں کر سکتے۔“ واپس پھر دہلی تشریف لائے اور حضرت خواجہ نظام الدین اولیا کی خدمت میں پہنچے۔ شیخ المشائخ نے آپ کو بڑی شفقت سے اپنے قریب بٹھایا، اعزاز و

اکرام فرمایا اور چند بیڑے پان کے عنایت فرما کر رخصت کیا۔ حضرت خواجہ نے بڑی حسرت سے فرمایا ”سیر عنیت ولے نصیب دام ماہیت“ خواجہ نے ایک شاہین بلند پرواز ہے لیکن ہمارے جال کی قسمت میں نہیں ہے) یہاں کی ناکامی اور نامرادی سے دل کی بیچنی بڑھ گئی۔ بڑے بھائی حضرت شیخ جلیل الدین نے تشفی دی اور حضرت شیخ کبیر خواجہ نجیب الدین فردوسی سے ملاقات کا مشورہ دیا۔ آپ نے فرمایا دہلی کے قطب نے تو پان دے کر واپس کر دیا، اب کہیں اور جانے سے کیا فائدہ۔ آخر بڑے بھائی کی خواہش اور اصرار کے پیش نظر شیخ کبیر حضرت خواجہ نجیب الدین فردوسی

قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جب خواجہ فردوسی کے مکان پر پہنچے تو آپ پر دہشت سی طاری ہوئی اور جسم پسینہ پسینہ ہو گیا۔ حضرت نے آپ کو دیکھتے ہی فرمایا۔ ”درویش آؤ! برسوسے تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔ تاکہ تمہاری امانت تمہارے سپرد کر دوں“ اور اسی وقت آپ کی بیعت لی۔ پھر اندر تشریف لے گئے بارہ سال پہلے سے لکھا ہوا ایک نصیحت نامہ، تحریری اجازت و خلافت اور کچھ تبرکات لا کر آپ کے حوالے کیا اور فرمایا۔ ”یہ نصیحت نامہ اور اجازت و خلافت بارہ سال قبل لکھ کر تمہارا انتظار کر رہا تھا۔ جاؤ اب خلیق خدا کی خدمت و رہنمائی کرو۔ مخدوم جہاں نے کہا ابھی تو میری تربیت بھی نہیں ہوئی میں اس بار کو کس طرح اٹھاؤں گا اور کچھ دنوں خدمت اقدس میں رہنے کی خواہش ظاہر کی۔ حضرت خواجہ نجیب الدین فردوسی قدس سرہ نے جواب دیا۔ میں نے جو کچھ کیا ہے وہ اشارہ غیبی تھا۔ میرے پاس وقت نہیں ہے۔ تمہاری تربیت حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست ہوگی فکر نہ کرو۔“

مخدوم جہاں کے لئے خواجہ فردوسی کا نصیحت نامہ : ”اے عزیز! یہ بات بڑے غور و فکر کے بعد ظاہر ہوتی ہے کہ ترک خودی میں مشغولیت کے علاوہ دنیا کی کسی چیز میں مشغول رہنا غلطی ہے۔ انسانی حرکات و سکنات اقوال و افعال ہی سے انسانی خواہشیں پیدا ہوتی ہیں۔ کھانا، سونا، یولنا، میل جول پیدا کرنا، سنا، دیکھنا وغیرہ انسانی طبیعت کا اقتضا ہے۔ لیکن یہ تمام ضرورت بھر ہونی چاہئیں۔ اگر ضرورت سے زیادہ ہو تو حق سے دوری ہو جاتی ہے۔ اس لئے دن رات اس خیال میں رہنا چاہئے کہ خودی میں سے کیا چیز باقی رہ گئی ہے۔ یہاں تک کہ اللہ کے فضل سے خودی سے بالکل چھٹکارا ہو جائے۔ اگر بال برابر بھی خودی باقی رہ گئی ہے تو حجاب باقی ہے۔ جب تک اس سے فراغت حاصل نہ ہو جائے دوسرے کام میں مشغول ہونا شیطنت ہے۔ اس لئے کسی حال میں دوسرے کام کی طرف مشغول نہیں ہونا چاہئے۔ مجاہدہ اور ریاضت نفس اس طرح ہونا چاہئے کہ خودی فنا ہو جائے اور انتہائی درجہ کا تقویٰ حاصل ہو اور بشریت کی پوری صفائی ہو جائے کسی وقت بے وضو رہنا درست نہیں۔ اگرچہ آدھی رات جاڑے کا موسم اور ٹھنڈا پانی ہی کیوں نہ ہو۔ وضو کے بعد دو رکعت نماز کسی حال میں فوت نہیں ہونا چاہئے۔ کھانا کھانے اور پانی پینے سے صرف تین چیزوں کی بقا ہوتی ہے۔ حیات، عقل اور قوت۔ کھانا اس وقت تک ترک کرتے رہنا چاہئے جب تک حیات اور عقل میں خلل پیدا ہو جانے کا اندیشہ نہ ہو۔ خشک روٹی، خشک چاول یا خشک کچھری جو کچھ بھی مل جائے انداز سے کھالیا جائے۔ سالن ترکاری وغیرہ کے پھیر میں نہ رہے۔ اسی طرح پانی پینا بھی تاکہ۔ یہاں تک کہ اس کو جب معلوم ہو کہ زندگی یا عقل میں خلل پڑے گا اس وقت تھوڑا سا پانی جو صرف حلق تر کرنے کو ہو پی لے تاکہ پیاس بجھ جائے۔ لیکن قوت کے کم ہونے کی وجہ سے ہرگز نہ کھائے نہ پیے اور قوت کے زائل ہونے کی طرف ہرگز توجہ نہ کرے اور یہ بات تجربہ سے معلوم ہو سکے گی کہ کھانے کی وجہ سے کتنے دنوں میں زندگی اور عقل میں خلل پڑنے کا خوف پیدا ہوگا اور جب یہ تجربہ سے معلوم ہو تو اس کا لحاظ رکھے۔ رات اور دن میں کسی وقت نہ سوئے اور نماز قرآن کی تلاوت اور کتاب کے مطالعہ سے نیند کو دور کرے۔ اس کام کا تمام تدارک مدار اس پر ہے کہ رات اور دن میں کسی وقت نہ لیٹے۔ بلکہ بیٹھ کر یا کھڑے ہو کر رات دن گزارے۔ کسی شخص سے بات چیت نہ کرے البتہ سائل کا جواب دے سکتا ہے۔ لیکن سائل اگر عالم ہو تو اس کا جواب نہ دے بلکہ کبھی علمی جواب میں مشغول نہ ہو۔ کیونکہ اس میں بہت سی آفتیں ہیں۔ لیکن اگر جواب علمی نہ ہو تو اس کے متعلق مختصر گفتگو کرے اور صرف ضروری بات کہے اور وہ بھی اس وقت جب بجز بولنے کے کوئی اور چارہ نہ ہو تو جو کچھ ہو سکے گفتگو کرے لیکن خود کوئی بات نہ کہے۔ کسی کے ساتھ بالکل ملاقات اور میل جول نہ کرے اور ایک خالی گوشے میں بیٹھا رہے اور جو چیز موجود ہو اس کو باقی رہنے دے۔ اپنے کام کے لئے اپنے گوشے سے باہر نہ نکلے اور کسی کو اپنے پہلو میں آنے کی اجازت نہ دے۔ ہمیشہ نظر

نچی زمین کی طرف رکھے بے ضرورت دائیں بائیں نہ دیکھے۔ کسی کی بات نہ سنے اور نہ اس کی کوشش کرے کہ دوسرا کیا کہتا ہے۔ دل کو عداً اور قصداً کسی چیز میں نہ لگائے۔ کوئی بات کان میں پڑے اور سمجھ میں نہ آئے تو اس کی فکر بھی نہ کرے۔ ضرورت کے وقت سوکھی روٹی کھالے اور پانی پی لے۔ کوئی چیز اس لئے نہ کھائے کہ وہ موجود ہے۔ کیونکہ اس طرح محض خودی کا پابند ہونا ہے۔ دوپہر کے وقت روزانہ قضائے حاجت کے لئے جائے اور اگر کم کھانے کی وجہ سے اس کی ضرورت نہ ہو تو بہتر ہے۔ لیکن اس سے زیادہ نہ جائے اور وقت ضائع نہ کرے اگرچہ اس کی ضرورت محسوس ہو اور وضو مشکوک ہو یہاں تک کہ اس کی عادت ہو جائے اور تمام وقت ایک کسبل کے سوا اور کچھ نہ اوڑھے۔ لیکن جاڑے کے دن میں آستین والا لبادہ خرقة کے اوپر پہنے اور اس پر دن ہو یا رات کسی چیز کا اضافہ نہ کرے، کسی کے آنے جانے بولنے اور کام کرنے پر ناخوش نہ ہو اور نہ کوئی اعتراض کرے۔ یہ معلوم نہ ہونے دے کہ اس کو ظاہراً و باطناً کسی چیز سے انکار ہے۔ خواہ سر پر آگ ہی کیوں نہ برے، لیکن چون و چرا نہ کرے اور نہ اپنے میں کمیت اور کیفیت ظاہر ہونے دے۔ یہاں تک کہ اس کو مقام وحدت اور حال و ذوق حاصل ہو جائے۔ سماع کے وقت جہاں تک ممکن ہو آبدیدہ نہ ہو اور جسم کو حرکت نہ دے۔ یہاں تک کہ مغلوب ہو جائے اور اپنی حفاظت آپ نہ کر سکے۔ لیکن سماع میں احوال کے ظاہر ہونے سے بڑی آفتیں ہیں ان کا چھپانا بہت اہم باتوں میں سے ہے۔ قلب اور دل پر جتنی بھی آگ برے اس کی خبر نہ ہو اور یہی وہ مقام عظیم ہے جو بڑی مشقت بڑے مجاہدے اور بے انتہا ریاضت کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ تم اپنی طرف سے کوشش کرو خدا عطا کرے گا۔ برسوں کے بعد مشقت اٹھانے والے کو راستہ ملتا ہے اور اگر یہ سعادت حاصل نہیں ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا اجر دیتا ہے۔“

کار نازک بتان رعنائیت  
سنگ زیریں آسیا بودن

حضرت خواجہ نجیب الدین فردوسی قدس سرہ العزیز نے مخدوم جہاں کو رخصت کرتے وقت تاکید فرمائی کہ اگر راستہ میں کوئی خبر ملے تو واپس نہ لوٹنا سفر جاری رکھنا۔ مخدوم جہاں دہلی سے روانہ ہوئے اور ابھی دہلی کے حدود سے باہر ہی نکلے تھے کہ پیر و مرشد کے وصال کی خبر ملی۔ لیکن آپ واپس نہ ہوئے بلکہ بہار کی طرف سفر جاری رکھا۔ حضرت خواجہ فردوسی کی ملاقات کے بعد حضرت مخدوم جہاں کے دل میں ایک حزن اور درد بیٹھ گیا تھا جو دن بدن بڑھتا ہی رہا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب آپ دہلی سے بہار وارد ہوئے اور دوران سفر شاہ آباد (آرہ) کے بہیا جنگل کے قریب ایک مور کی چنگھاڑ سنی تو دل درد سے تڑپ اٹھا اور بیخود ہو کر گریبان چاک جنگل کی راہ لی اور اس میں روپوش ہو گئے۔ بڑے بھائی شیخ جلیل الدین اور دوسرے ہمراہیوں نے بہت تلاش کیا لیکن آپ کا کہیں پتہ نہ چلا۔ مخدوم جلیل الدین ”تتا گھر واپس لوٹے والدہ صاحبہ کو تمام واقعات سے آگاہ کر کے خواجہ نجیب الدین فردوسی دہلوی کا عطاء کردہ نصیحت نامہ، خلافت نامہ اور دوسرے تبرکات ان کے حوالے کیا۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری قدس سرہ بارہ سال سے زیادہ عرصہ بہیا کے جنگل میں چلہ کش رہے۔ اس دوران نہ کسی انسان سے واسطہ رہا اور نہ ہی انسانی غذا میسر آئی۔ بلکہ درختوں کے پتوں پر گذر کیا۔ دوران قیام بہیا آخری چار پانچ سال تک آپ درخت کے سہارے کھڑے ہو کر ذکر الہی میں مشغول ہو گئے۔ یہاں تک کہ آپ کے پورے بدن پر مٹی کی تہیں جم گئیں اور مٹی کا ایک تودہ سا بن گیا۔ صرف ناک اور دہن مبارک کا حصہ غور کرنے پر نظر آتا تھا۔ منہ اور حلق سے چونٹیاں آتی جاتی تھیں۔ ایک دن ضلع شاہ آباد (آرہ) کے علاقہ ڈمراؤں کا ہندو راجہ شکار کے لئے بہیا کے جنگل میں آیا۔ دوران شکار اسی درخت کے سائے میں آرام کے خیال سے فروکش ہوا۔ یکایک اس

کی نظر مٹی کے تودے کے درمیان آپ کی آنکھوں اور دہن مبارک پر پڑی اور اسے شک گذرا کہ ہونہ ہو اس مٹی کے اندر کوئی انسانی جسم پوشیدہ ہے۔ راجہ نے فوراً اپنے خادموں کو طلب کیا اور احتیاط سے مٹی کی تہیں ہٹوائیں۔ جب آپ کا جسم مٹی سے اچھی طرح صاف ہو گیا تو ایک چار پائی پر آپ کو ڈال کر اپنے محل میں لے گیا۔ شاہی طبیب سے آپ کا علاج کروایا اور خود بھی آپ کی خدمت میں لگا رہا۔ جب آپ کے جسم میں طاقت آگئی اور پورے طور پر صحت یاب ہو گئے تو راجہ آپ کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوا۔ آپ کی دعاؤں کی برکت سے راجہ کو بڑا عروج حاصل ہوا۔ آج بھی راجہ کی نسل دھراؤں میں آباد ہے۔ یہاں کی مسجدوں سے اللہ اکبر کی صدا گونجتی ہے اور دینی مدرسے آباد ہیں۔ حضرت مخدوم جہاں چند دنوں بعد موضع دھراؤں سے راجگیر کے جنگل پہنچے اور اس جنگل کے درمیان پہاڑوں پر ایک مدت تک یاد الہی میں مشغول رہے۔

ایک سرد طوفانی رات میں جب کہ موسلا دھار بارش ہو رہی تھی، ہوا تیز تھی اور سردی اپنے شباب پر تھی۔ حضرت کی والدہ بیٹے کی یاد میں مغموم بیٹھی سوچ رہی تھیں کہ پتہ نہیں میرا شرفا اس وقت کہاں اور کس حال میں ہوگا۔ یکایک انہیں حضرت مخدوم جہاں کی آواز سنائی دی "اماں میں آ گیا ہوں" آپ بارش میں صحن میں کھڑے تھے۔ والدہ محترمہ ممتا سے بیچیں ہو کر صحن میں پہنچیں اور اپنے لخت جگر کو گلے سے لگایا۔ لیکن انہیں یہ دیکھ کر انتہائی حیرت ہوئی کہ کھلے آسمان کے نیچے بارش کا کوئی اثر آپ کے جسم پر نہ تھا۔ آپ کے کپڑے خشک تھے۔ مخدوم جہاں نے فرمایا دیکھئے اللہ تعالیٰ ہماری کس طرح مدد فرما رہا ہے۔ آپ ہمارے لئے فکر مند نہ ہوا کریں اور پھر آپ غائب ہو گئے۔ حضرت مخدوم جہاں نے سالہا سال بہیا اور راجگیر کے جنگل میں عبادت و ریاضت میں گزارے اور تہذیب نفس کیا۔ جس کے صلے میں اللہ جلہ شانہ نے آپ کو کمالات بے پایاں سے سرفراز کیا۔ آپ کے ہم عصر علماء و مشائخ، معتقدین اور مریدوں کی روایتوں سے آپ کی ریاضت، مجاہدہ، عبادت کی شدت اور تہذیب نفس پر تفصیلی روشنی پڑتی ہے۔

حضرت سلطان الحقیقین، مخدوم العارفین، مخدوم جہاں حضرت مخدوم شیخ شرف الدین احمد بیچنی نییری فردوسی البہاری قدس سرہ العزیز کے مخلص و معتقد مرید خاص اور خلیفہ حضرت قاضی زاہد دانشمند تھے۔ جنہوں نے تذکرہ کیا ہے کہ آپ نے حضرت مخدوم جہاں کے ہمراہ تیس سال گزارے لیکن حضرت کو کوئی چیز خور دو نوش کرتے نہیں دیکھا اور نہ کبھی بول و براز کی حاجت ہوئی۔ حضرت مخدوم جہاں نے ایک بار فرمایا کہ اسے زاہد جو ریاضات و مجاہدات شاقہ شرف الدین نے کی ہے اگر پہاڑ بھی کرتا تو پانی پانی ہو جاتا لیکن ہائے در ماندگی بشریت کہ شرف الدین کو کچھ نہیں حاصل ہوا۔ وہ ویسا کا ویسا ہی رہا۔

"مناقب الاصفیا" کے مطابق آپ کے سامنے کسی عقیدت مند نے بہت لذیذ فالودہ پیش کیا۔ آپ نے اس کو سونگھا اور پھر زمین پر رکھ دیا۔ اور قاضی زاہد کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ زاہد! میرے نفس نے ابھی بے کو ڈٹو ہی دیا تھا۔ لیکن شکر ہے اللہ نے بچالیا۔ راجگیر کے جنگل میں قیام کے دوران ایک بار آپ نے دیکھا کہ ایک دولت مند آدمی اپنے جاہ و حشم کے ساتھ ایک جگہ بیٹھا کھانا کھا رہا ہے اور اس کے ملازمین اس پر مور چھل ہلا رہے ہیں۔ اس دولت مند نے مخدوم جہاں کو دیکھا اور اپنے ساتھ کھانے پر بٹھالیا۔ اس کے ملازمین کو ایک آشفٹہ حال فقیر کا اپنے مالک کے ساتھ کھانا پسند نہ آیا۔ زبان سے تو کچھ کہہ نہیں سکتے تھے لیکن بار بار نفرت و حقارت کی نظروں سے آپ کو دیکھتے تھے۔ مخدوم جہاں ایک جگہ لکھتے ہیں کہ اس ملامت، حقارت اور نفرت کی نظر میں مجھے وہ لذت ملی کہ تین دن تک مجھ پر وجدانی کیفیت طاری رہی۔

منقول ہے کہ آپ ایک مدت دراز تک بہیا کے جنگل میں جو نیر سے تقریباً بیس میل مغرب ضلع شاہ آباد (آرہ) میں واقع ہے۔ اور اس وقت ای آئی ریلوے کا اسٹیشن ہے، پوشیدہ رہے۔ جہاں سخت سے سخت مجاہدے اور کڑی سے کڑی ریاضتیں کیں اور اسی جنگل میں آپ کی بارگاہ نبوی سے تعلیم و تربیت کی تکمیل بھی ہوئی۔ پھر آپ راجگیر کے جنگل میں وارد ہوئے۔ ڈاکٹر ہنٹر گزیٹر میں لکھتا ہے کہ راجگیر کے پہاڑ

دو قلم متوازی الخط کی صورت میں جنوبی و مغربی سمت کو چلے گئے ہیں۔ جن کے درمیان ایک تنگ وادی ہے جس کو جگہ جگہ نالے اور درے قطع کرتے ہیں۔ یہ پہاڑ جو کسی جگہ ہزار فٹ سے زیادہ بلند نہیں ہے عظیم الشان چٹانوں اور گھنی جھاڑیوں سے مزین ہیں اور ایک خاص قدیمی دلچسپی رکھتے ہیں۔ کیونکہ ان پر اکثر بدھ مت کے آثار قدیمہ ملتے ہیں۔ جنرل کننگھم کے بیان کے مطابق چینی سیاح ہیون سیانگ نے جو کپوٹیکا پہاڑی کا ذکر کیا ہے وہ یہی (راجگیر کی پہاڑی) ہے۔ گرم جھرنے یہاں بہت ہیں۔ ڈاکٹر بچن ہملٹن کہتا ہے کہ یہ راجگیر وہی راج گریہا ہے جو بودھ گوتم کا مسکن تھا اور قدیمی مگدھ کا پایہ تخت تھا۔ نیاراجگیر دو تلتھ مربع میل پر پڑنے شہر سے واقع ہے۔ حضرت محمود جہاں نے بارہ سال راجگیر کے جنگل میں بسر فرمایا۔

جناب پروفیسر محمد معین الدین دردانی مرحوم اپنی کتاب ”تاریخ سلسلہ فردوسیہ“ میں مناقب الاصفیاء کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں۔ ”رفتہ رفتہ جب محمود جہاں کے راجگیر میں قیام کی خبر مشہور ہوئی تو بہت سے طالبان صادق کی آمد و رفت شروع ہو گئی۔ مولانا نظام الدین مدنی جو سلطان الاولیاء دہلوی کے خلیفہ بھی تھے اور ایک خدا رسیدہ بزرگ تھے۔ آپ کی بزرگی اور عظمت کے بہت زیادہ گرویدہ ہو گئے تھے اور آپ سے ان کو رفتہ رفتہ عشق ہو گیا۔ محمود جہاں کی ملاقات کی غرض سے اکثر راجگیر کے جنگل چلے جاتے اور ان کی تلاش میں مارے مارے پھرتے۔ ان کے ساتھ اور بھی بہت سے شیدائی محمود جہاں ہوتے۔ آخر محمود جہاں نے ان لوگوں کی محبت دیکھ کر ایک روز فرمایا کہ اس خوفناک جنگل میں آپ لوگ تشریف نہ لائیں۔ میں خود ہی ہر جمعہ کو بہار شہر میں آکر آپ لوگوں سے ملاقات کروں گا۔ مولانا نظام الدین اور ان کے دوسرے ساتھی اس پر راضی ہو گئے۔ اس کے بعد سے محمود جہاں ہر جمعہ کو جامع مسجد بہار میں آتے۔ نماز جمعہ پڑھ کر اپنے محبوبوں سے ملتے اور پھر جنگل کی راہ لیتے“ اس واقعہ کو حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ نے بھی اپنی کتاب ”تاریخ دعوت و عزیمت“ میں تحریر کیا ہے۔

کچھ دنوں کے بعد حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء دہلوی کے مرید خاص حضرت مولانا نظام الدین مدنی (جو نظام مولیٰ کے نام سے مشہور تھے اور جن کی خاطر سے حضرت محمود جہاں ہر جمعہ شہر بہار شریف تشریف لاتے تھے۔) نے اپنے مال حلال سے محمود جہاں کے لئے ایک مکان خام تعمیر کرایا۔ پھر حضرت نظام مولیٰ نے حاکم بہار مجد الملک کو متوجہ کیا۔ چنانچہ حاکم موصوف کی مدد سے عمارت خام، پختہ تعمیر کر دی گئی اور محمود جہاں کی خدمت میں التجا اور اصرار کر کے وہاں مستقل قیام پر راضی کر لیا۔ حضرت مولانا نظام مولیٰ نے تمام فدائیان، شیدائیان اور معتقدین کی موجودگی میں آپ کو مسند سخی پر بٹھلایا۔ محمود جہاں نے سجادہ سخی پر بیٹھ کر مولانا نظام مولیٰ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ دوستو! تم لوگوں کی محبت اور محبت نے بالآخر مجھ ناچیز کو اس بٹ خانہ میں بٹھلا ہی دیا۔ آپ کی مقبولیت اور شہرت سن کر سلطان محمد تغلق نے دہلی سے اپنے گورنر مجد الملک کو فرمان بھیجا کہ شیخ شرف الدین کے لئے خانقاہ بنوادیں اور ان کے خرچ کے لئے پرگنہ راجگیر نذر کیا جائے۔ ساتھ ہی ایک مصلیٰ بلغاری بطور تحفہ محمود جہاں کے لئے بھیجا اور تاکید فرمائی کہ میرے کسی تحفے کو لینے میں سیخ تامل کریں تو انہیں بہ جبر دیا جائے۔ سلطان محمد تغلق کے انتقال کے بعد فیروز شاہ تغلق تخت نشین آرائے سلطنت ہوا اور اس نے خرچ خانقاہ محمود جہاں کے لئے ایک لاکھ بیگہ زمین موضع اترا، کھرانٹ اور سونیرہ وغیرہ میں عطا کیا۔ کچھ دنوں بعد محمود جہاں سلطان فیروز شاہ تغلق کی خدمت میں دہلی حاضر ہوئے۔ جائیداداری کے فرمان اور دستاویزات کو بڑی لجاجت سے واپس کر دیا۔ بہار شریف میں مستقل قیام پذیر ہونے کے بعد حضرت محمود جہاں فردوسی منیری البہاری قدس سرہ کی پوری زندگی فقر و فاقہ، درس و تدریس اور رشد و ہدایت میں بسر ہوئی۔ خانقاہ میں مشائخ، علماء، فقہا، محدثین اور متکلمین کی مجلسیں برابر منعقد ہوا کرتیں۔ سر زمین بہار کے قریہ قریہ شہر شہر کا آپ نے سفر فرمایا۔ اور اس کے گوشے گوشے میں پیغام

دین محمدی کو پہنچایا۔ آج بھی صوبہ بہار کی بکثرت بستیوں، قریوں اور قصبوں میں وہ مقامات جہاں آپ نے بسلسلہ تبلیغ دین قیام فرمایا مخدوم جہاں کے چلہ گاہ کی حیثیت سے مشہور ہیں۔ ایک دفعہ آپ تبلیغی سفر پر تھے۔ سردی کا موسم تھا۔ دوران سفر رات گزارنے کے لئے کھیتوں کے درمیان آپ کو ایک کسان کا کھلیان موزوں معلوم ہوا۔ آپ نے کھلیان میں رکھے ہوئے پوال (دھان کے خشک ریٹے) میں اپنے آپ کو ڈھانپ لیا تاکہ سردی سے محفوظ رہ سکیں۔ پیرا، پکورہ، مخدوم پور، سرودہ، شرف الدین پور، سائیں ہرلا اور سدیسوپور جیسی قدیم بستیوں میں مخدوم جہاں کی تبلیغی قیام گاہ، چلہ گاہ مخدوم صاحب کے نام سے مشہور ہیں۔

جناب محمد اسحاق صاحب پروفیسر عربک اینڈ اسلامک اسٹڈیز ڈھاکہ یونیورسٹی اپنی کتاب "Indian's Contribution to Hadith Literature" میں لکھتے ہیں۔

He (مخدوم جہاں) is credited to have introduced Teaching of Sahihan in Bihar, nay in India.

مخدوم جہاں کے پیر اور سلسلہ فردوسیہ۔

تاریخ سلسلہ فردوسیہ۔ تاریخ کے مطالعہ سے تصوف کے بکثرت سلاسل کا پتہ چلتا ہے۔ ابوالفضل نے "آئین اکبری" میں ہندوستان کے اندر چودہ سلاسل کا ذکر کیا ہے۔ جناب پروفیسر خلیق نظامی نے صرف چھ ایسے سلاسل کا ذکر کیا ہے جس نے ہندوستان میں تبلیغی کام انجام دیا اور شجرہائے تصوف کی آبیاری کی۔ وہ سلاسل درج ذیل ہیں۔

(۱۔ چشتیہ، ۲۔ قادریہ، ۳۔ شطاریہ، ۴۔ نقشبندیہ، ۵۔ سروردیہ، ۶۔ فردوسیہ)

حضرت خواجہ بدر الدین سمرقندی فردوسی قدس سرہ سلسلہ فردوسیہ کے سب سے پہلے بزرگ ہیں جو ہندوستان تشریف لائے۔ فردوسیہ دراصل سروردیہ کی شاخ ہے۔ حضرت نجم الدین کبریٰ "جنہیں ولی تراش اور سر تراش کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے حضرت ضیاء الدین ابو نجیب سروردی کے مرید اور خلیفہ تھے۔ حضرت ابو نجیب سروردی نے آپ کو خلافت دیتے وقت فرمایا تھا۔ "شما مشائخ فردوس ہستید" اس وقت سے سلسلہ فردوسیہ کی ابتداء ہوئی۔ جناب حضور حضرت سید شاہ امین احمد فردوسی قدس سرہ نے اپنی مشہور تصنیف "گل فردوس" میں لکھا ہے کہ حضرت بدر الدین سمرقندی فردوسی نے اپنے مرید اور خلیفہ حضرت سیخ رکن الدین فردوسی کو بھی فردوسی کا لقب بخشا تھا۔ مختصر یہ کہ حضرت ضیاء الدین ابو نجیب سروردی کے خلیفہ حضرت نجم الدین کبریٰ سے سلسلہ فردوسیہ کی ابتداء ہوئی۔ حضرت بدر الدین سمرقندی فردوسی پہلی بار اس سلسلہ کو ہندوستان لائے۔ حضرت رکن الدین فردوسی نے دہلی میں اس سلسلہ کی خانقاہ کی بنیاد ڈالی، اپنے پیران طریقت کے شجرہ کا سلسلہ جاری کیا اور مشائخ فردوسی کے نام سے مشہور ہوئے۔ حضرت مخدوم جہاں سیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری فردوسی اور ان کے خلفاء حضرت مولانا مظفر شمس بلخی فردوسی اور سیخ ذکی الدین فردوسی وغیرہ ہم نے اس سلسلہ کو معراج کمال تک پہنچایا۔ سلسلہ فردوسیہ سے بہار و بنگال کی خاک پاک ہوئی اور سندھ و پنجاب میں بھی اس کی شاخیں پھیلیں۔

حضرت خواجہ نجیب الدین فردوسی: سیخ بیبر حضرت خواجہ نجیب الدین فردوسی قدس سرہ العزیز حضرت رکن الدین فردوسی کے برادر علانی اور آپ ہی کے تربیت یافتہ اور خلیفہ تھے۔ اپنے سیخ اور برادر محترم کی وفات کے بعد ان کے مسند کو آباد رکھا۔ آپ کے والد حضرت سیخ عماد الدین فردوسی نے آپ کو اپنے منجھلے لڑکے حضرت رکن الدین فردوسی کے حوالے کر دیا تھا۔ تاکہ آپ کی تربیت صحیح منہج پر ہو سکے۔ حضرت سیخ عماد الدین فردوسی کی محل اولیٰ سے حضرت رکن الدین فردوسی اور محل ثانی سے خواجہ نجیب الدین فردوسی تھے۔ حضرت خواجہ فردوسی



تھے اور بقول مصنف ” مناقب الاصفیاء “ اس پر گامزن ہونا بڑی شیر مردی کا کام ہے۔ کیونکہ طالبان مراد درجات و کرامات کے برخلاف طالبان کریم و اہل برخواست اور نامہ دوں میں شامل ہو جانا آسان کام نہیں ہے۔“

حضرت شیخ رکن الدین فردوسی نے بھی اپنے پیر شیخ سمرقندی فردوسی کی روش طریق شطارِ محبانِ خدا کو اختیار کیا۔ آپ اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں۔ ” اس کی (خدا کی) یاد میں اس کے سوا سب کو بھول جانا چاہئے۔ جیسا کہ آیا ہے کہ اپنے پروردگار کو یاد کر اس کے ماسوا سب کو دل سے مٹا کر۔“

حضرت خواجہ نجیب الدین فردوسی ” نصیحت نامہ فردوسیہ میں محدود جہاں کو نصیحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ” انسانی حرکات و سکنات، اقوال اور افعال ہی سے انسانی خواہشیں پیدا ہوتی ہیں۔ کھانا، سونا، بولنا، میل جول پیدا کرنا، سنا اور دیکھنا وغیرہ انسانی طبیعت کا اقتضا ہے۔ لیکن یہ تمام ضرورت بھر ہونی چاہئیں۔ اگر ضرورت سے زیادہ ہو تو حق سے دوری ہو جاتی ہے۔۔۔۔۔ خودی سے چھٹکارا پانے سے پہلے کسی کام میں مشغولی شیطننت ہے اس لئے کسی حال میں دوسرے کام کی طرف مشغول نہیں ہونا چاہئے۔ مجاہدہ اور ریاضت نفس اس طرح ہونا چاہئے کہ خودی فنا ہو جائے اور انتہائی درجہ کا تقویٰ حاصل ہو اور بشریت کی پوری صفائی ہو جائے۔ کسی وقت ب۔ صور بہنا درست نہیں اگرچہ آدھی رات، جاڑے کا موسم اور ٹھنڈا پانی ہی کیوں نہ ہو۔ وضو کے بعد دو رکعت نماز کسی حال میں فوت نہیں ہونی چاہئے۔“

مناقب الاصفیاء کے حوالے سے حضرت مولانا ابو الحسن علی ندوی صاحب اپنی کتاب تاریخ دعوت و عزیمت میں تحریر فرماتے ہیں۔ ” ایک موقع پر مشائخ عصر جمع تھے۔ ہر ایک نے اپنی اپنی تمنا کا اظہار کیا جب آپ کی (محدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ میری) باری آئی تو فرمایا۔ ” میری آرزو یہ ہے کہ نہ اس دنیا میں میرا نام و نشان رہے اور نہ اُس دنیا میں “

حضرت محدود جہاں کے مکتوبات و ملفوظات، تعلیمات فردوسیہ، نظریہ سلسلہ فردوسیہ اور روش مشائخ فردوسیہ کے آئینہ دار ہیں۔ آپ اپنی ساری زندگی اپنے پیر و مرشد اور پیرانِ عظام فردوسیہ کی تعلیمات پر عمل پیرا رہے۔ مریدوں اور ردمندوں کو بھی اسی کی تعلیم دیتے رہے۔ آپ اپنے مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں۔

”۔۔۔۔۔ خداوند تعالیٰ کو اپنے آپ پر رونے سے زیادہ کوئی آواز پیاری نہیں ہے۔ پس چاہئے کہ آج اس راہ کے صدیق اور دین کے پیشوا ماتم خوانی خواجہ اولیس قرنی سے سیکھیں۔ اے بھائی! جو کوئی ہر لحظہ اپنے آپ پر ماتم اور آہ و فغاں نہیں کرتا وہ ایک مدعی ہے جو قیامت سے غافل ہے۔۔۔۔۔ ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ دنیاوی جاہ و جلال ہونا چاہئے اور ہمارے احکام امر و نہی کا نفاذ ہونا چاہئے اور دنیا کی ناز و نعمت ہونی چاہئے۔ عزت اور اس کا اظہار ہونا چاہئے اور پھر ان سب کے ساتھ خداوند تعالیٰ کے ساتھ آشنائی بھی ہونی چاہئے۔ خدا کی قسم یہ ناممکن ہے۔“ ایک اور مکتوب میں ہے۔

” میرے بھائی! آدمی کا نفس مکار دھوکا دینے والا ہے۔۔۔۔۔ اگر غصہ کا غلام ہے تو وہ ایک کتا ہے آدمی کی شکل میں، اگر پیٹ کا غلام ہے تو ایک جانور ہے، اور اگر وہ فاسد خواہشاتِ نفس کا اسیر ہے تو وہ ایک سوز خنزر ہے۔ اور اگر وہ لباس و زینت کا غلام ہے تو وہ عورت ہے مرد کی صورت میں۔“ حضرت کا ایک مکتوب اور پڑھے اور غور فرمائے۔

” برادر!۔۔۔۔۔ صاحب تجرید و تفرید کی نظر میں موت و حیات برابر ہوتی ہے۔ بہشت و دوزخ کی جگہ اس کے دل میں نہیں ہوتی۔ کھانے پینے کے لئے وہ کسی مخلوق کی خوشامد نہیں کرتا اور دست سوال اس کے سامنے نہیں پھیلاتا۔ ظاہر ہے کہ جو تیرا اک سمندر میں غوطے لگا کر گوہر شب چراغ نکالتا ہے وہ کسی برہمیا کے ٹمٹاتے ہوئے چراغ کی طرف کیا توجہ کرے گا۔ مقصود دلی اس کا اللہ کی درگاہ کے سوا کچھ نہیں، ہاتھ اس کا ماسوا اللہ کی طرف نہیں برھتا، پائے طلب کو اس کی عالی ہمتی کچھ ایسا تیز رو بنا دیتی ہے کہ مرکب جادو کرامات عاجز ہو کر رہ جاتا ہے۔“





سلسلہ فردوسیہ اور محفل سماع: مشائخ فردوسیہ اور سلسلہ فردوسیہ کے منبع اور سرخیل حضرت خواجہ نجم الدین کبریٰ اپنے وقت کے جید عالم دین اور سلسلہ سہروردیہ کبریہ فردوسیہ کے معروف مشائخ کرام و صوفیائے کبار میں سے تھے۔ آپ کی شادی حضرت شیخ بہان ساکن مصر کی صاحبزادی سے ہوئی تھی۔ آپ کو اپنے وقت کے تین مشائخ کرام حضرت شیخ اسمعیل قصری، حضرت شیخ عمار بن یاسر اور حضرت شیخ ضیاء الدین ابو نجیب سہروردی سے بیعت و ارادت حاصل تھی۔ اسی لئے آپ کو ”سہ سر تراش“ کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ سماع کا تحفہ آپ کو حضرت شیخ اسمعیل قصری سے ملا۔ جس کی تفصیل صاحب نفحات الانس نے اس طرح نقل کیا ہے۔

حضرت خواجہ نجم الدین کبریٰ سفر کرتے ہوئے ایک بار ملک خوزستان پہنچے جہاں وہ ایک ملوک مرض میں مبتلا ہو گئے۔ ان دنوں آپ کا قیام حضرت شیخ اسمعیل قصری کی خانقاہ کے ایک چبوترے پر تھا اور اپنی بیماری کی شدت سے بڑی تکلیف میں تھے۔ حضرت شیخ قصری کے یہاں ہر رات محفل سماع سجتی تھی۔ حضرت خواجہ اس وقت تک سماع کے قائل نہ تھے۔ ایک رات آپ مرض کے باعث شدید تکلیف میں تھے۔ دوسرے مشائخ کی مجلس سماع کے شور و شغب سے آپ کو اور زیادہ تکلیف پہنچ رہی تھی۔ دوران سماع حضرت اسمعیل قصری حضرت خواجہ کے سرہانے پہنچے اور خیریت دریافت کرنے کے بعد ان کا ہاتھ پکڑا، اٹھا کر کھڑا کیا، معانقہ فرمایا اور ساتھ لے کر مجلس سماع میں چلے گئے۔ پوری توجہ عنایت فرمائی اور دیوار کے سہارے کھڑا کر دیا۔ حضرت خواجہ پر کیفیت طاری ہو گئی اور جب ہوش آیا تو ان کی دنیا ہی بدل چکی تھی۔ مرض میں آفاقہ محسوس ہوا اور سماع سے نفرت کا جذبہ بھی جاتا رہا۔ آپ اسی وقت حضرت شیخ اسمعیل قصری کے حلقہ ارادت میں داخل ہو گئے۔ اور اس طرح فردوسیوں میں سماع حضرت خواجہ نجم الدین کبریٰ سے شروع ہوا۔

ہندوستان میں سلسلہ چشتیہ کے معروف شیخ حضرت نظام الدین اولیاء سے بھی حضرت مخدوم جہاں فردوسی کو سماع کا تحفہ ملا تھا۔ سید صباح الدین عبدالرحمن مرحوم نے اپنی کتاب ”برم صوفیاء“ میں لکھا ہے کہ جب مخدوم جہاں حضرت نظام الدین اولیاء سے ملنے کے بعد واپس ہونے لگے تو حضرت سلطان اولیاء نے رخصت کرتے وقت پان کے چند بیڑے بڑھاتے ہوئے فرمایا تھا ”فقیروں کے یہاں سے خالی نہ جاؤ سماع لیتے جاؤ“ اس جملہ سے یہ مطلب نہیں لینا چاہئے کہ فردوسیوں نے سماع چشتیوں سے لیا ہے۔ بلکہ نفحات الانس سے یہ بات ثابت ہے کہ سلسلہ فردوسیہ میں سماع حضرت خواجہ نجم الدین کبریٰ کے وقت سے رائج تھا اور مشائخ فردوسیہ اس وقت سے سماع سنتے آئے تھے۔

محفل سماع کی حقیقت اور اس کے آداب: نصیحت نامہ فردوسیہ میں حضرت خواجہ نجیب الدین فردوسی قدس سرہ سماع کے سلسلہ میں اپنے مرید خاص اور خلیفہ حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری فردوسی کو نصیحت فرماتے ہیں۔

”سماع کے وقت جہاں تک ممکن ہو آبدیدہ نہ ہو اور جسم کو حرکت نہ دے، یہاں تک کہ مغلوب ہو جائے اور اپنی حفاظت آپ نہ کر سکے۔ لیکن سماع میں احوال کے ظاہر ہونے سے بڑی آفتیں ہیں ان کا چھپانا بہت اہم باتوں میں سے ہے۔ قلب اور دل پر جتنی بھی آگ برے اس کی خبر نہ ہو۔“

حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری فردوسی قدس سرہ کا ایک مفصل مکتوب سماع سے متعلق ہے جو آپ نے اپنے مرید حاکم چوسہ، حضرت شمس الدین کے نام تحریر فرمایا ہے۔ حضرت کے اس مکتوب سے اقتباس پیش کرنا ضروری سمجھتا ہوں تاکہ سماع کے متعلق عوام کے دلوں میں جو شکوک و شبہات ہیں وہ دور ہو جائیں۔

”عزیز بھائی شمس الدین اللہ تعالیٰ تمہیں بزرگی عطاء فرمائے۔ معلوم کرو کہ دل و دماغ اسرار خداوندی کے خزانے اور جواہر معانی کی کانیں ہیں اور ان اسرار و معانی کا دل میں پوشیدہ ہونا اس طرح ہے، جیسے پتھر اور لوہے میں آگ پوشیدہ ہوتی ہے۔ اور سماع

اس آگ کا پیدا کرنے والا ہے۔ جو اس لوہے اور پتھر میں پوشیدہ ہے۔ پس سماع سے وہی چیز ظاہر ہوتی ہے جو اس دل میں چھپی ہوئی ہے۔ جس طرح گھڑے اور صراحی سے وہی چیز نکلتی ہے جو اس میں موجود ہوتی ہے۔ پس یہاں سمجھنا چاہئے کہ جس دل میں خداوند عزوجل کی محبت زیادہ ہوگی اور وہ اس کے دیدار کا مشتاق ہوگا اس کے حق میں ”سماع“ شوق کا بھڑکانے والا اور عشق و محبت کو ابھارنے والا ہے۔ اور آگ کو ظاہر کرتا ہے جو سینے کے نماخانے میں دبی ہوئی ہے۔ اور مکاشفات و ملاطقات کے ذریعہ وہ احوال شریفہ ظاہر ہو جائیں گے جن کا کوئی اندازہ نہیں کیا جاسکتا۔ پس جاؤ کہ جس کو یہ دولت نصیب ہے اور اس نعمت کا لطف حاصل کرنے والا ہے تو اس کے احوال شریفہ کو صوفیوں کی زبان میں وجد کہا جاتا ہے۔ اس صورت میں سماع سنا حلال ہی نہیں بلکہ مستحب ہے اور واجب ہو جاتا ہے۔۔۔۔۔ اب رہا رقص کرنا تو سنو حضرت امام غزالیؒ نے اس کے تین وجوہ بتائے ہیں اور کہا ہے کہ رقص کا حکم اس کے محرک پر محمول کیا جاتا ہے۔ اگر محرک محمود ہے اور رقص اس کو بھڑکاتا اور ابھارتا ہے تو رقص بھی محمود ہے اور اگر رقص کا محرک مذموم ہے اور رقص اس کی برائی کو ابھارتا ہے تو رقص بھی مذموم ہوگا اور اگر محرک مباح ہے تو رقص بھی مباح ہوگا۔۔۔۔۔

۔۔۔ چنانچہ اشعار کا سنا اور حالت کا طاری ہونا احادیث سے مروی ہے۔ ان میں سے ایک صحیح حدیث یہاں بیان کی جاتی ہے۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ہم حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے حضرت جبریلؑ آئے اور کہا ”یا رسول اللہ! آپ کو بشارت ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے درویش و فقیر امیروں کے اعتبار سے پانچ سو سال پیشتر بہشت میں داخل ہوں گے۔“ یہ خوشخبری سن کر حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہو گئے اور فرمایا۔ ”یہاں کوئی ہے جو شعر سنائے؟“ ایک بدوی نے کہاں ہاں ہے یا رسول اللہ!۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ”ہاتھات“ (آؤ آؤ) اس نے یہ شعر پڑھے۔

ترجمہ: (میرے کھجے پر محبت کے سانپ نے ڈس لیا ہے۔ اس کے لئے نہ کوئی طبیب ہے اور نہ جھاڑ پھونک والا۔ مگر ہاں وہ محبوب جو مہربانی فرمائے، اسی کے پاس اس کا متر اور تریاق ہے۔) یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تواجہ فرمایا اور جتنے اصحاب وہاں تھے سب وجد کرنے لگے یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روائع مبارک دوش مبارک سے گر پڑی۔ جب اس حال سے فارغ ہوئے معاویہؓ بن ابی سفیان نے کہا ”کتنی اچھی ہے آپ کی یہ بازی یا رسول اللہ“ آپ نے فرمایا۔ ترجمہ (۔۔۔۔۔ اے معاویہ وہ شخص کریم (یعنی سخی و بامروت) نہیں ہے جو دوست کا ذکر سنے اور جھوم نہ اٹھے) پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روائع مبارک کے چار سو ٹکڑے کر کے حاضرین میں تقسیم کر دیئے گئے۔۔۔۔۔ مگر سماع کے لئے تین شرطیں ہیں۔ ان کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔ مکان، زمان، اخوان۔ مکان چاہئے کہ مشائخ کی خانقاہ ہو یا کوئی پاک و صاف ہوا دار کشادہ اور روشن مقام ہو۔ اخوان، چاہئے کہ فقرا، درویش اور یاران باتمیز صحبت یافتہ اور ریاضت کشیدہ ہوں اور زمان یہ کہ دل تمام اشغال سے فارغ اور خالی ہو۔ مگر سماع کا ادب یہ ہے کہ جب تک ضروری نہ ہو سماع نہ کرے اور اس کو عادت نہ بنائے اور ہر وقت سماع میں مشغول نہ رہے۔ تاکہ اس کی تعظیم و احترام دل سے نہ نکل جائے اور چاہئے کہ حرکت کی حالت میں کسی سے موافقت کی امید نہ رکھے اور اگر کوئی موافقت کرے تو منع نہ کرے۔ اگر کوئی تواجہ میں ہے تو اس کے حال پر تصرف (چھیڑ چھاڑ) نہ کرے اور اس کو اس شعر کے لطف و ذوق سے نہ ہٹائے جس سے وہ تواجہ کر رہا ہے۔ کیونکہ بڑی پریشانی اور بے برکتی کا باعث ہوتا ہے۔۔۔۔۔ دوسرا ادب یہ ہے کہ تمام حاضرین محفل میں سر جھکائے رہیں اور ایک دوسرے کو نہ دیکھیں اور دوران سماع بات چیت نہ کریں نہ پانی پیئیں نہ دائیں بائیں دیکھیں نہ ہاتھ پاؤں اور سر ہلائیں۔ بلکہ نماز میں تشہد کی طرح با ادب بیٹھے رہیں۔ دل کو خداوند تعالیٰ کی طرف کھینچ کر متوجہ رکھیں اور منتظر رہیں کہ سماع کے سبب غیب سے ان کے دل پر سرائی منکشف کیا جائے اور اگر کوئی وجد و حال کے غلبہ سے کھڑا ہو تو اس کی موافقت میں یہ لوگ بھی کھڑے ہو جائیں اور اگر اس کی دستار یا ٹوپی گر جائے اٹھا کر رکھ لیں۔

یہ سب باتیں اگرچہ بدعت ہیں لیکن بدعت ممنوع نہیں ہے۔ بہت سی بدعتیں اچھی ہوتی ہیں۔ جیسا کہ امام شافعی فرماتے ہیں کہ جماعت کے ساتھ تراویح امیر المؤمنین عمرؓ نے مقرر کی ہے اور یہ اچھی بدعت ہے۔ بدعت مذمومہ تو وہ ہوتی ہے جو سنت کی مخالف ہو۔“

تصانیف: حضرت مخدوم جہاں بہاری قدس سرہ کی تصانیف یوں تو ان گنت ہیں۔ لیکن کتابوں میں آپ کی تصانیف کی تعداد تقریباً سترہ سو لکھی گئی ہیں۔ آپ کی بے شمار تصانیف امتداد زمانہ اور لوگوں کی غفلت سے ضائع ہو گئیں۔ آپ کی جن مطبوعہ اور غیر مطبوعہ تصانیف کے ناموں کا پتہ چلتا ہے وہ درج ذیل ہیں۔

مکتوبات: مکتوبات صدی، مکتوبات دو صدی، مکتوبات بیست و ہشت اور فوائد رکنی۔

ملفوظات: معدن المعانی، مخ المعانی، راحت القلوب، خوان پر نعمت، کنز المعانی، مغز المعانی، گنج لایفی، مونس المریدین، تحفہ غیبی، ملفوظ الصفر، برأت المحققین۔

تصانیف: ارشاد الطالبین، ارشاد السالکین، شرح اداب المریدین، فوائد المریدین، اجوبہ کا کوہ، مکلیہ و ذکر فردوسیہ، لطائف المعانی، عقائد شرفی، اوراد کلاں، اوراد اوسط، اوراد خورد وغیرہ۔

مندرجہ بالا تمام کتابوں پر تبصرہ طوالت کا باعث ہوگا۔ اس لئے یہاں صرف ان کتابوں پر تبصرہ پیش خدمت ہے جو بہت زیادہ اہمیت کی حامل ہیں یا جو طبع ہو چکی ہیں، جن کا اردو ترجمہ شائع ہو چکا ہے اور با آسانی دستیاب ہیں۔

حضرت مخدوم جہاں شرف الدین احمد یحییٰ میری البہاریؒ کے بیشتر مکتوبات و ملفوظات کے جامع آپ کے مرید خاص اور خلیفہ حضرت مولانا زین بدر عربیؒ ہیں۔ حضرت مولانا، مخدوم جہاں کی ہر مجلس میں حاضر رہتے اور آپ کے ملفوظات کو لکھتے جاتے تھے۔

مکتوبات صدی: یہ کتاب مخدوم جہاں بہاریؒ کے سو خطوط کا مجموعہ ہے۔ یہ تمام خطوط آپ نے اپنے ایک مرید حاکم چوسہ قاضی شمس الدینؒ کے نام لکھے ہیں۔ اس کتاب میں تصوف کے تمام اہم مسائل پر اجمالاً مگر محققانہ بحث کی گئی ہے۔ یہ مطبوعہ ہے اور اس کا اردو ترجمہ بھی چھپ چکا ہے۔ جس کو ہندوستان کے علاوہ پاکستان میں ایچ ایم سعید کمپنی، ادب منزل، پاکستان چوک، کراچی نے بھی چھپا ہے۔ اور اس وقت یہ با آسانی دستیاب ہے۔

مکتوبات دو صدی: مکتوبات کے جامع حضرت مولانا زین بدر عربیؒ نے مکتوبات صدی کی ترتیب کے بائیس سال بعد ۷۶۹ھ میں مکتوبات دو صدی کو ترتیب دیا۔ مکتوبات صدی اور مکتوبات دو صدی کو یک جا کر کے کتب خانہ اسلامی پنجاب لاہور نے سہ صدی مکتوبات کے نام سے چھاپا ہے۔ مکتوبات دو صدی کا اردو ترجمہ جناب سید محمد نعیم ندوی مرحوم نے کیا ہے جس کو مدینہ پبلشنگ کمپنی ایم اے جناح روڈ کراچی نے شائع کیا ہے۔ اور با آسانی دستیاب ہے۔

مکتوبات بیست و ہشت: مخدوم جہاں کے یہ ۲۸ خطوط وہ ہیں جو آپ نے اپنے مرید، خلیفہ خاص اور سجادہ حضرت مولانا مظفر شمس بلخی کے نام تحریر کئے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت مخدوم جہاں کے تقریباً دو سو خطوط مولانا کے نام تھے جو مولانا کی وصیت کے مطابق ان کے ساتھ قبر میں دفن کر دیئے گئے۔ یہ خطوط کسی طرح دفن ہونے سے رہ گئے۔ اس کا اردو ترجمہ محترم جناب ڈاکٹر سید محمد علی ارشد مدظلہ نے کیا ہے اور مکتبہ شرف، خانقاہ معظم بہار شریف، ناندہ سے اس کے اردو ترجمہ کا دوسرا ایڈیشن ۱۹۸۸ء میں چھپا ہے۔ ۱۹۸۸ء والے ایڈیشن کی ایک کاپی برادر عزیز جناب سید شاہ سیف الدین صاحب مدظلہ نے اس حقیر کو اپنے دستخط خاص کے ساتھ عنایت فرمایا ہے۔ جو میرے لئے ایک تحفہ بیش بہا ہے۔

فوائد رکنی: یہ کتاب مخدوم جہاں کے مکتوبات کا خلاصہ اور مکتوبات کی شکل میں ہے۔ جس کا اردو ترجمہ حضرت حافظ سید شاہ محمد

شفیع فردوسی نے کیا ہے۔ اس کتاب کی تالیف کے سلسلہ میں حضرت مولانا زین بدر عربی تحریر فرماتے ہیں۔ ” حاجی رکن الدین زائر الحرمین نے حضرت قطب المشائخ اوجد العصر غریب الدہریخ شرف الحق والدین احمد یحییٰ منیری متع اللہ المسلمین بطول بقایہ و ادام علیہا نعمتہ قانیہ کے حضور عرض کی کہ اس درویش ناچیز کے لئے چند فوائد مکتوبات سے لکھ دئے جائیں تاکہ سفر و حضر مونس و مددگار ہوں۔ “ چنانچہ لطف عمیم و شفقت قدیم کے باعث اس غریب کی التماس قبول ہوئی۔ بعدہ ان بہترین فوائد کو مرغوب عبارتوں میں بقلم خود حضرت محرم جہاں نے ارقام فرمایا۔

حضرت شیخ نصیر الدین اودھی نے محرم جہاں کے مکتوبات کا مطالعہ کرنے کے بعد فرمایا تھا۔

” سمان اللہ شیخ شرف الدین نے اپنے ان مکتوبات کے ذریعہ ہم لوگوں کے کفر صد سالہ کو روز روشن کی طرح آنکھوں کے سامنے کر دیا۔ “

حضرت سید جلال الدین بخاری سے کسی نے پوچھا کہ آج کل اپنے آخری عمر میں آپ کا کیا مشغلہ ہے؟ فرمایا مکتوبات شیخ شرف الدین کا مطالعہ کرتا رہتا ہوں۔ پھر کسی نے پوچھا۔ آپ نے ان مکتوبات کو کیسا پایا۔ جواب دیا ابھی تک میں ان مکتوبات کے بعض مقام کو سمجھ بھی نہیں سکا ہوں۔ حضرت محرم جہاں کے دو معتقدین حضرت عزالدین کا کوی اور شیخ احمد بہاری دہلی تشریف لے گئے۔ یہ زمانہ فیروز شاہ کی حکمرانی کا تھا۔ دہلی میں دوران قیام ان بزرگوں کی زبان مبارک سے بحالت جذب ایسی باتیں ظاہر ہوئیں جو علماء ظاہری کو ناگوار گذرا اور انہوں نے بات فیروز شاہ تک پہنچائی اور فتویٰ صادر کر کے دونوں بزرگوں کو قتل کروا دیا۔ جب محرم جہاں کو اس واقعہ کی خبر ہوئی تو آپ نے فرمایا۔ جس شہر میں موحدین کا خون بے وہ شاید ہی آباد و سلامت رہے۔ بدخواہوں نے حضرت کی اس پیش گوئی کو فیروز شاہ تک پہنچایا اور آپ کے خلاف خوب بھڑکایا۔ بادشاہ نے آپ کی طلبی کا فرمان جاری کیا۔ اسی زمانہ میں حضرت سید جلال الدین بخاری کا قیام دہلی میں تھا۔ اور وہ معتکف ہو کر مکتوبات محرم جہاں کے مطالعہ میں مصروف تھے۔ فیروز شاہ تعلق سید جلال بخاری کا بڑا معتقد تھا۔ جب بادشاہ نے بخاری کی محویت، مصروفیت اور انہماک مکتوبات کا حال سنا تو بہت شرمندہ ہوا۔ فوراً محرم جہاں کی طلبی کے فرمان کو منسوخ کیا۔

مکتوبات کے سلسلہ میں مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ نے اپنی کتاب ” تاریخ دعوت و عزیمت “ میں نہایت تفصیلی اور سیر حاصل تبصرہ پیش کیا ہے۔ لکھتے ہیں۔ ” حضرت محرم کی زندہ یادگار اور ان کے علوم و کمالات کا آئینہ ان کے مکتوبات کا وہ نادر مجموعہ ہے جو نہ صرف اس عصر کی تصنیفات میں، بلکہ معارف و حقائق کے پورے اسلامی ذخیرہ میں خاص امتیاز رکھتا ہے۔ علم کی گہرائی، تحقیقات کی ندرت، مشکلات کی عقدہ کشائی، ذاتی تجربات، اذواق صحیحہ، مجتہدانہ علم و نظر، کتاب و سنت کی صحیح و عمیق فہم، مقام نبوت کی حرمت و عظمت کے بیان، شریعت کی حمایت اور وجد انگیز نکات اور شرعی لطائف کے اعتبار سے پورے اسلامی کتب خانہ میں حضرت محرم کے مکاتیب..... کی نظیر نظر نہیں آتی۔ “

معدن المعانی: یہ کتاب محرم جہاں کے ملفوظات کا ایک اہم اور مفید مجموعہ ہے۔ جو پانچ سو صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کو حضرت مولانا زین بدر عربی نے مرتب کیا ہے اور اردو ترجمہ اس کا جناب سید شاہ قسیم الدین احمد صاحب شرفی اللہ علیہ فرمودی علیہ رحمۃ نے کیا ہے۔ اردو ترجمہ مکتبہ شرف، خانقاہ معظم، بہار شریف سے ۱۹۸۵ء میں چھپ کر شائع ہو چکا ہے۔ اس کتاب کی ایک جلد برادر م سید شاہ سیف الدین فردوسی نے اس حقیر کو عنایت فرمائی ہے۔ بقول حضرت مولانا زین بدر عربی اس کتاب میں مسائل کے سوال کے جواب میں حضرت محرم جہاں نے جو کچھ فرمایا ہے من و عن درج کر دیا گیا ہے۔ اس میں حدیث، تفسیر، فقہ، عقائد اور علم کلام پر مباحث کے علاوہ تصوف کے اسرار و رموز تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں۔

خوان پر نعمت: یہ بھی حضرت محرم جہاں کے ملفوظات کا مجموعہ ہے جس کو حضرت زین بدر عربی نے مرتب کیا ہے۔ دراصل

یہ معدن المعانی کی دوسری جلد ہے۔ اس میں ۱۵ شعبان ۱۴۲۹ھ سے ماہ شوال ۱۴۵۱ھ تک کے ملفوظات جمع کئے گئے ہیں۔ ڈاکٹر سید محمد علی ارشد

صاحب کا اردو ترجمہ خانقاہ بہار شریف سے ۱۹۸۹ء میں چھپا ہے۔ جس کی ایک جلد حضرت سید شاہ سیف الدین صاحب فردوسی کا عطاء کردہ راقم کی ذاتی لائبریری میں موجود ہے۔

راحت القلوب: اس کتاب میں رضاء حق، تعظیم تلاوت کلام پاک اور روز عاشورہ وغیرہ کے علاوہ ادائیگی نماز جمعہ، تعداد رکعت اور اس کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ اس کتاب میں کل دس مجلسوں کے ملفوظات ہیں۔ جس میں ایک مجلس بہت اہمیت کی حامل ہے اور جو وفات نامہ محدود جہاں کے نام سے مشہور ہے۔ اس مجلس میں ان دعاؤں کا بھی ذکر تفصیل سے کیا گیا ہے جو عالم نزع میں حضرت کی زبان مبارک پر جاری تھیں۔ یہ کتاب بھی مطبوعہ ہے۔

گنج لایفنی: یہ کتاب ۱۰۴ صفحے کی ہے ہر ملفوظ میں دن، مہینے اور سال لکھے گئے ہیں۔ یعنی تاریخ وار مرتب کئے گئے ہیں۔ اس میں حضرت امام محمد اور امام یوسف کا مکالمہ درج ہے۔ حضرت امام اعظم کا ذکر بھی ہے۔ شب قدر کی علامتیں اس کے مخفی رکھنے کی حکمت، سکرات و موت اور تلقین میت وغیرہ کا ذکر موجود ہے۔ امام شافعی کا مذہب اور حضرت ابو بکر صدیق کی تمام امتوں پر فضیلت ثابت کی گئی ہے۔ ایک جگہ وہ واقعہ درج ہے کہ جب فیروز شاہ تغلق بہار شریف آیا تو اس نے حضرت محدود جہاں سے سوال کیا کہ بعض صوفیاء کا دعویٰ ہے کہ باری تعالیٰ کی تجلی سالک کو دنیا میں بھی حاصل ہوتی ہے۔ جب تجلی دنیا ہی میں حاصل ہو جاتی ہے تو دنیا و آخرت کا فرق کیا رہا۔ اس کے جواب میں حضرت نے فرمایا کہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کی رویت ظاہر آنکھوں سے ہوگی اور یہاں دیکھنے والے اس کو دل کی آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ اس طرح کے دیکھنے کو تجلی اور مشاہدہ کہا جاتا ہے اور اس کا تعلق صفائے باطن سے ہے۔

ارشاد الطالبین و ارشاد السالکین: یہ دونوں دو مختصر رسالے ہیں۔ جن کا اردو ترجمہ خانقاہ معظم بہار شریف سے ایک ساتھ چھپ کر شائع ہو چکا ہے اور جس کا نوٹو کا پی راقم کے پاس موجود ہے۔ ارشاد الطالبین میں محدود جہاں نے طالب حق کو مختلف قسم کی ہدایتیں دی ہیں۔ اور ارشاد السالکین میں یہ بتایا گیا ہے کہ کائنات کی ساری چیزیں ایک ہی نور کی مختلف صورتیں ہیں۔ نور عالم لاہوت سے جبروت میں آیا تو روح ہوا اور جبروت سے ملکوت میں منتقل ہوا تو قالب کملایا۔ اور ملکوت سے ناسوت میں پہنچا تو جسم کے نام سے موسوم ہوا۔ وغیرہ وغیرہ شرح اداب المریدین: اداب المریدین ایک مشہور و معروف اور اہم کتاب ہے۔ جو حضرت شیخ ضیاء الدین ابو نجیب سروردی کی عربی تصنیف ہے۔ اس کے بارے میں حضرت شیخ نے بشارت دی تھی کہ اس کی شرح میرے ہی فرزند ان معنوی میں سے ایک شخص کرے گا۔ آخر حضرت محدود جہاں نے اس کتاب کی شرح لکھ کر حضرت شیخ کی بشارت کو سچ کر کے دکھایا۔

مولانا عبد الباری ندوی اپنی کتاب ”نظام تعلیم و تربیت“ میں محدود جہاں کی تصانیف پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔  
 ”حیرت ہوتی ہے کہ اس شخص (محدوم جہاں) کے کلام میں سطر دو سطر نہیں صفحے کے صفحے ایسے نظر آتے ہیں کہ گویا موجودہ زمانہ کے مغربی مفکرین کی کتابوں کا لفظی ترجمہ ہے۔ کانٹ، ہیگل، برکلے اور ہیوم ازمین قبیل فلاسفہ جدید کے نظریات جن پر موجودہ فلسفہ کوناز ہے۔ شاہ صاحب (محدوم جہاں) کی کتابوں میں بھرے پڑے ہیں۔“

مولانا باری کی مندرجہ بالا تحریر سے یہ غلط فہمی پیدا ہوتی ہے کہ محدود جہاں کی تصانیف موجودہ زمانہ کے مغربی مفکرین کی کتابوں کے بعد کی تصنیف ہے۔ حالانکہ کانٹ، ہیگل اور برکلے وغیرہ محدود جہاں کے زمانہ کے صدیوں بعد کے لوگ ہیں اور محدود جہاں کی تصانیف فلاسفہ جدید کے نظریات سے صدیوں قبل تصنیف کی گئی ہیں۔ اس لئے یہ کہنا درست نہیں کہ محدود جہاں کے کلام مغربی مفکرین کی کتابوں کا لفظی ترجمہ ہے۔ بلکہ اس کو اس طرح لکھنا چاہئے کہ مغربی مفکرین کانٹ، ہیگل اور برکلے وغیرہ فلاسفہ جدید کے نظریات پیش کرتے وقت محدود

جہاں کی کتابوں سے استفادہ کیا۔ صفحوں کے صفحے محد، مہماں کے کلام سے نقل کر کے اپنی کتابوں میں پیش کیا ہے۔  
حضرت مخدوم جہاں کے خلفاء، مریدین اور ارادتمندوں کا تذکرہ۔

حضرت کے خلفاء، مریدوں اور ارادتمندوں کی ایک طویل فہرست ہے۔ آپ کے خلفاء اور مریدوں نے سر زمین بہار کے چپہ چپہ پر  
آپ کے مشن کو پہنچایا پھر بہار سے باہر پورے برصغیر اور پھر دنیا کے دوسرے ممالک تک دین کی تبلیغ کے لئے پہنچے۔  
ممتاز مریدین و خلفاء: حضرت حسین نوشہ توحید پلخی فردوسی کے مطابق مخدوم جہاں کے مریدوں کی تعداد لاکھ سے زیادہ تھی۔ جن میں آپ  
کے تلامذہ اور مسترشیدین و معتقدین کے نام بھی شامل ہوں گے۔ بہر حال آپ کے مشہور و معروف خلفاء و مریدین کے نام یہ ہیں۔

مولانا مظفر شمس پلخی، مولانا زین بدر عربی، قاضی شمس الدین حاکم چوسہ، ملک زادہ فضل اللہ، مولانا نصیر الدین جونپوری، مولانا نظام الدین  
درو نحصاری، قطب الدین، فخر الدین، شیخ عمر، شیخ سلیمان، خواجہ احمد، امام تاج الدین، حسین نوشہ توحید پلخی، مولانا قمر الدین، مولانا تقی  
الدین اودھی، ابوالقاسم، مولانا ابوالحسن، قاضی شرف الدین، قاضی منہاج الدین درونحصاری، مولانا شہاب الدین ناگوری، شیخ خلیل الدین،  
مولانا رفیع الدین، مولانا آدم حافظ، قاضی صدر الدین، شمس الدین خوارزمی، شیخ معز الدین، مولانا کریم الدین، خواجہ حافظ جلال الدین،  
خواجہ حمید الدین سوداگر، شیخ مبارک، زکریا غریب، قاضی خان، نجم الدین شاعر، قاضی بدر الدین ظفر آبادی، مولانا لطف الدین، احمد سفید  
باف، شیخ ذکی الدین، مولانا نظام الدین خال زادہ مخدوم، مولانا احمد آمون، مولانا زین الدین، شیخ شعیب، سید شہاب الدین، عماد حالفی،  
حاجی رکن الدین، مولانا سید اوحید الدین پاپا (وحید الدین)، سید جلال الدین، خواجہ زادگان حضرت شیخ نجیب الدین فردوسی، شیخ رستم، شیخ  
وجہ الدین، شیخ وحید الدین (ہر سہ یاران شیخ نظام الدین اولیاء)، مولانا حسام الدین، امام بیبیت خانی اور حضرت مخدوم سید منہاج الدین  
راستی گیلانی وغیر ہم۔

حضرت مخدوم جہاں کے چند معتقدین کے نام درج ذیل ہیں: حضرت مخدوم شمس الدین سمن ارولی، حضرت مخدوم بدر الدین  
بدر عالم زاہدی، عطاء اللہ شاہ بغدادی البہاری، حضرت عز الدین کاکوی اور حضرت احمد بہاری وغیر ہم۔

حضرت مخدوم جہاں کے ہم عصر علماء و مشائخ درج ذیل ہیں: حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء، حضرت نصیر الدین محمود چراغ  
دہلوی اودھی، حضرت آخی سراج پنڈوہ شریف (بنگل)، حضرت سید جلال الدین بخاری سیوستان، سید علی ہمدانی کشمیر، شاہ راجو قتال اوچھ،  
سلمان ساؤجی، علاؤ الدولہ سمنانی، شیخ اوحید الدین اصفہانی، امام یافعی مکہ، سید امیر کلان شام، خواجہ بہاؤ الدین نقشبند بخارا، سید احمد چرم پوش

بہار، مخدوم تیم اللہ سفید باز، مخدوم عطاء اللہ کاکوی، مخدوم شاہ حسین دھکڑ پوش (بنگل)، مسوں، دیناج پور میں آسودہ ہیں۔  
وفات: مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری قدس سرہ کی وفات کے سلسلہ میں مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ العالی اپنی کتاب  
"تاریخ دعوت و عزیمت" حصہ سوم میں تحریر کرتے ہیں۔

"حضرت مخدوم شیخ شرف الدین منیری کے حالات زندگی اور ان کے کمالات و مقامات کے متعلق جو کچھ ان کے معاصر تذکرہ نویسوں  
نے آنے والی نسلوں کے لئے قلمبند کیا وہ اگرچہ خود بہت ناکافی، تشنہ، اور تفصیل طلب ہے۔ ان متفرق و منتشر حالات سے ان کی عظمت کا  
صحیح تصور نہیں ہو سکتا۔ لیکن یہ حالات بھی اگر خدا نخواستہ مفقود ہو جاتے اور صرف ان کی وفات کا حال جو کہ ان کے خلیفہ خاص اور واقعہ کے  
شاہد عینی شیخ زین بدر عربی نے تفصیل کے ساتھ قلمبند کیا ہے محفوظ رہ جاتا تو ان کی عظمت و مرتبہ کا اندازہ کرنے کے لئے کافی تھا۔۔۔۔۔  
حضرت مخدوم منیری کی وفات کے جو حالات یہاں نقل کئے جاتے ہیں۔ ان سے ان کی بے نظیر استقامت، جذبہ اتباع شریعت، امت محمدیہ کی  
فکر، اس کے لئے دلسوزی، اہل اسلام سے محبت اور ان کی خیر خواہی اور زندگی کی نازک ترین ساعت میں بھی ان کا خیال اور ان کے لئے دعا، اللہ

تعالیٰ کی رحمت کی امید اور یقین و اعتماد کے ساتھ ہی اس کی بے نیازی اور لہہ یابی کا ڈر، سلامتی ایمان و حسن سابقت کا فکر اور اہتمام بھی ظاہر ہوتا ہے۔ “مولانا نے آگے چل کر اپنی کتاب میں حضرت شیخ زین بدر عربی کے تحریر کردہ وفات نامہ کا مکمل متن نقل کر دیا ہے جو قابل مطالعہ ہے۔

مخدوم جہاں کا وصال ۶ شوال ۷۸۲ھ بروز پنجشنبہ بوقت نماز عشاء ہوا اور تدفین ۷ شوال بروز جمعہ بوقت نماز چاشت عمل میں آئی۔ نماز جنازہ حضرت سید اشرف جہانگیر سمنانی نے پڑھائی۔ مزار اقدس بہار شریف میں خام مٹی کا بنا۔ آپ کے قریب ترین مزار بجانب مغرب والدہ محترمہ اور بجانب مشرق آپ کے چھوٹے بھائی شیخ خلیل الدین کا ہے۔ سوریوں کے عہد سلطنت میں آپ کے مزار اقدس کے ارد گرد پختہ اور نئے مکانات، مسجد، حوض اور فوارے وغیرہ تعمیر کئے گئے۔ لیکن مزار اقدس خام مٹی کا ہی رہنے دیا گیا۔ تیرہویں صدی ہجری کے آخری عشرے میں مزار اقدس پر سابقان تعمیر کر دی گئی۔ ۱۹۷۹ء میں عرس کے موقع پر راقم الحروف کو مزار اقدس پر حاضری کی سعادت حاصل ہوئی تو مزار اقدس پر کوئی گنبد نہیں لہ بلکہ صرف ایک پختہ سابقان تھا۔ لیکن ۱۹۸۷ء میں حاضری کے موقع پر دو عالی شان محراب نما دروازے اور مخدوم جہاں، آپ کی والدہ محترمہ اور شیخ خلیل الدین کے مزارات کے اوپر ایک بلند و عالیشان گنبد نیا تعمیر شدہ دیکھا۔ ان دنوں ایک نامعلوم مجذوب نے مخدوم جہاں کے مزار شریف سے احاطہ کے باہر بود و باش اختیار کر رکھا ہے۔ مجذوب موصوف گذشتہ دس گیارہ سال سے بہار شریف میں مقیم ہیں اور ماہر انجینیروں اور معماروں کی نگرانی میں نئے تعمیرات کا کام انجام دے رہے ہیں۔ اعراس مخدوم جہاں کے موقع پر خانقاہ مخدوم جہاں پر حاضر ہوتے ہیں۔ صاحب سجادہ سے عقیدت کا اظہار کرتے ہوئے محفل سماع میں بھی شرکت فرماتے ہیں۔ جب مخدوم جہاں کے روضہ پر گنبد بن کر تیار ہو گیا تو اس کے سینارے پر سنہرے رنگ کا کچھ نصب کرنے کے لئے موجودہ صاحب سجادہ خانقاہ مخدوم جہاں حضرت مولانا سید شاہ محمد امجد فردوسی مدظلہ اور حضرت مولانا سید شاہ محمد مصطفیٰ حسن فردوسی شطاری القادری مدظلہ کو مجذوب موصوف خود آکر لے گئے اور ان دونوں بزرگوں نے اپنے دست مبارک سے اسے نصب فرمایا۔

عرس مخدوم جہاں بہاری: بہار شریف میں مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ نیری البہاری قدس سرہ العزیز کا عرس مبارک بڑے تزک و احتشام سے منایا جاتا ہے۔ جس میں صاحب سجادہ مخدوم جہاں، اعراس الناس اور حکومت وقت کے اہلکاروں اور خدام مزار مخدوم جہاں کی کوششوں سے عرس شریف کا حسن و وبال ہوتا ہے۔

شہر میں عرس کی تیاریاں رجب کے مہینہ سے ہی شروع ہو جاتی ہیں۔ صاحب سجادہ اور خدام کی زیر نگرانی خانقاہ معظم کی مرمت اور چونا گردانی، بھنڈا رخانہ کا انتظام، چاول، گھی، تیل اور شکر وغیرہ کے حصول کے انتظامات شروع ہو جاتے ہیں۔ شہر کے رہنے والے اپنے اپنے گھروں کی مرمت اور چونا گردانی شروع کر دیتے ہیں اور آخر رمضان المبارک تک خانقاہ شریف اور سارے شہر کا حسن نکھر آتا ہے۔ شہر کی سڑکیں اور گلیاں صاف ستھری ہو کر چمک اٹھتی ہیں۔

شرفانگری کا گوشہ گوشہ یہاں تک کہ پتہ پتہ بوٹا بوٹا اپنے عقیدتمندوں کے استقبال کے لئے منظر نظر آتا ہے۔ یکم شوال سے عقیدتمندوں، ارادتمندوں، حاجتمندوں اور زائرین کی آمد کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اور پانچویں شوال تک پورا شہر مہمانوں سے بھر جاتا ہے۔ ہندوستان، پاکستان اور بنگلہ دیش کے گوشہ گوشہ سے لوگ قافلوں کی شکل میں حاضر ہوتے ہیں اور فیوض و برکات سے اپنے دامن بھرتے ہیں۔ صبح سے ہی باجوں، زمزموں اور نوبت کی دلکش آوازیں گونج اٹھتی ہیں۔ نماز عصر سے قبل معززین شہر خانقاہ کے مہمان خانے میں جمع ہو جاتے ہیں۔ فقراء،

۱۔ استاد محرم سید محمد حسن رضاء دائروی مدظلہ کا کہنا ہے کہ تقسیم سے قبل سابقان بچھنہ تھا۔ کپڑے کا شامیانہ ہوتا تھا۔ مزار کا احاطہ آہنی سلاخوں سے گھرا ہوا تھا جس میں داخل ہونے کے لئے دروازے تھے۔



رفاعی قلندر، سدا سہاگ اور ملنگ نعرہ لگاتے ہوئے پہنچتے ہیں۔ پھر صاحب سجادہ محموم جہاں تشریف لاتے ہیں اور مجمع سے خطاب فرماتے ہیں۔ وعظ و نصیحت کے ساتھ اپنی دعاؤں اور خصوصی توجہ سے سرفراز فرماتے ہیں۔ شام ہوتے ہی پورا شہر چراغوں سے بقیعہ نور بن جاتا ہے اور خلقت مزار اقدس کا رخ کرتی ہے۔ فاتحہ خوانی اور چادر و پھول چڑھانے کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ شام سے ہی سرکاری محکموں جیسے بجلی، پانی، بلدیہ، آبکاری، کچھری، اور پولیس وغیرہ کے ادارے کے سربراہان ہاتھیوں گھوڑوں اور اونٹوں کے شاندار جلوسوں کے ساتھ چادریں لے کر حاضر ہوتے اور مزار اقدس پر چادر چڑھاتے ہیں بگیارہ بجے رات کے بعد سب سے آخر میں صاحب سجادہ محموم جہاں پاکی پر سوار ہو کر ایک مشعل بردار جلوس کے ساتھ خانقاہ سے روانہ ہو کر مزار شریف پر حاضری دیتے ہیں۔ چادر چڑھاتے ہیں۔ اور قل و فاتحہ پڑھ کر واپس خانقاہ تشریف لاتے ہیں۔ جہاں محفل سماع سحقی ہے جو ۶ شوال کی نماز فجر سے قبل تک جاری رہتی ہے۔ بعد نماز فجر قل ہوتا ہے اور تبرک تقسیم ہوتی ہے۔ قل کے فوراً بعد حاضرین میں گاگر تقسیم ہوتا ہے۔ صاحب سجادہ اور دوسرے تمام حاضرین گاگر لئے چاہر اہٹ تشریف لے جاتے ہیں اور گاگر بھر کر واپس ہوتے ہیں۔ اس کے دوران قوال ہمراہ ہوتے ہیں اور ایک مخصوص ٹھمری گارہے ہوتے ہیں۔ صاحب سجادہ اور تمام حاضرین اپنے گاگر کا پانی دیوان خانہ کی دیگ میں انڈیل دیتے ہیں جس سے نیاز کا کھانا پکتا ہے۔ بعد نماز ظہر قل اور فاتحہ ہوتا ہے۔ تمام حاضرین اور شہر میں گھر گھر فاتحہ کا کھانا تقسیم کیا جاتا ہے۔ ۶ شوال کی شب کو پھر محفل سماع ہوتی ہے۔ ۷ شوال کو فقراء اور قلندر خانقاہ میں حاضری دیتے ہیں اور شہر میں گشت کرتے ہیں۔

۶ شوال ہی کو خاندان بلخنیہ کے افراد ہمراہ صاحب سجادہ بلخنیہ، فردوسیہ شرفیہ، فتوحہ شریف انتہائے ادب و احترام کے ساتھ خانقاہ معظم بہار شریف میں سجادہ محموم جہاں سے ملاقات کرتے ہیں اور پھر روضہ اقدس محموم جہاں پر حاضر ہو کر چادر چڑھاتے، قل و فاتحہ پڑھتے اور وہیں بیٹھ کر محفل سماع سنتے ہیں۔ گذشتہ کئی صدیوں سے بلاناغہ یہ رسم بزرگان سلسلہ فردوسیہ بلخنیہ ادا کرتے آرہے ہیں۔ یہ اپنے آپ کو غلامان خانوادہ محموم جہاں کہلانے پر فخر محسوس کرتے ہیں۔ واقع یوں ہے کہ محموم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری قدس سرہ نے اپنی زندگی ہی میں تحریری طور پر خلافت و سجادگی اپنے مرید خاص حضرت مولانا مظفر شمس بلخنی کو تفویض فرمادی تھی۔ مولانا مظفر شمس بلخنی کے بعد ایک سو تیس سال تک خلافت و سجادگی اور تولیت خانقاہ محموم جہاں بلخنیوں کے ہاتھ میں رہی۔ یہاں تک کہ حضرت شیخ حافظ درویش بلخنی فردوسی نے خدام کی مرضی کے مطابق اور ازراہ محبت و احترام محموم جہاں کے خاندان کے ایک بزرگ حضرت محموم شاہ محمد بھیکھ گو مسند سجادگی پر بیٹھا کر خود علیحدہ ہو گئے اور پھر آپ کے پوتے شیخ فرید بلخنی بہار شریف کی سکونت ترک کر کے پھلواری شریف کے قریب موضع بیور، جالبے وہیں ایک خانقاہ فردوسیہ بلخنیہ کی بنیاد ڈالی۔ پھر حضرت شاہ فرید بلخنی کے چوتھے سجادہ حضرت شاہ بہان الدین بلخنی نے فتوحہ کو اپنا مسکن بنایا۔

سندھ کے دارالحکومت اور روشنیوں کے شہر کراچی میں بھی کئی مقامات پر محموم جہاں بہاری قدس سرہ کا عرس ہوتا ہے۔ ۵ شوال کو پیرو مرشد حضرت مولانا سید شاہ مصطفیٰ حسن فردوسی قادری الشطاری مظلمہ العالی کے مکان نمبر A-504 بلاک ایل، نارٹھ ناظم آباد پر محموم جہاں کا عرس ہر سال بڑے سادہ اور پروقار انداز میں منعقد ہوتا ہے۔ بعد نماز عصر قرآن خوانی اور بعد نماز مغرب قل و فاتحہ ہوتا ہے اور حاضرین میں تبرک تقسیم کی جاتی ہے۔ بعد فاتحہ حضرت اپنے تمام مریدوں، عقیدتمندوں اور ارادتمندوں کے ساتھ جناب ڈاکٹر جعفر صاحب کے یہاں محفل سماع میں شرکت کے لئے تشریف لے جاتے ہیں۔ ۲۵ شوال کو حضرت سید شاہ مصطفیٰ حسن فردوسی مدظلہ العالی اپنے پیرو مرشد حضرت شاہ محمد سجاد فردوسی رحمۃ اللہ علیہ سجادہ محموم جہاں کا عرس کرتے ہیں۔ حضرت شاہ سجاد علیہ رحمۃ کے عرس کی ابتداء بھی بعد نماز عصر قرآن خوانی سے کی جاتی ہے۔ بعد نماز مغرب روٹی، قرما اور فرنی سے حاضرین کی تواضع کی جاتی ہے۔ بعد نماز عشاء قل اور فاتحہ ہوتا ہے۔ پھر محفل سماع شروع ہوتی ہے جو بارہ سے دو بجے شب کے درمیان ختم کر دی جاتی ہے۔ دونوں اعراس میں حضرت پیرو مرشد کے تمام مریدان شریک ہوتے ہیں۔ جن

میں راقم الحروف سید قیام الدین نظامی الفردوسی اور نگپوری، جناب سید منظر عالم صاحب فردوسی راجگیری، جناب محمد شفیع صاحب فردوسی دانا پوری، جناب ممتاز حسن صاحب فردوسی عسکری، جناب سید محمد شمشاد حسن صاحب فردوسی دسوی، جناب سید مصباح الہدیٰ صاحب دسوی، جناب نسیم احمد فردوسی صاحب، جناب نجیب احمد صاحب فردوسی (مرحوم)، حافظ سید عون احمد نظامی سلمہ (خلف راقم)، خصوصاً ضرور شریک ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ محموم جہاں، خانقاہ معظم کے عقیدت مند بھی خاصی تعداد میں حاضری دیتے ہیں۔ جناب سید شاہ ذکی الدین بلخی و صاحبزادگان، جناب سید شاہ محموم شرف الدین، جناب پروفیسر حسن شطاری، جناب سید شاہ کلیم الحق (مرحوم)، جناب سید شاہ ابو الحسنات، نکیہ پٹہ، جناب صوفی نسیم، جناب سید مظفر حسین اکبر، جناب سید محمد حسن رضاء داروی، جناب حسنین رضاء داروی، جناب پروفیسر عابد شیر رضوی، جناب سید محمد مبین الدین، اور قبلہ ڈاکٹر سید جعفر صاحب خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔

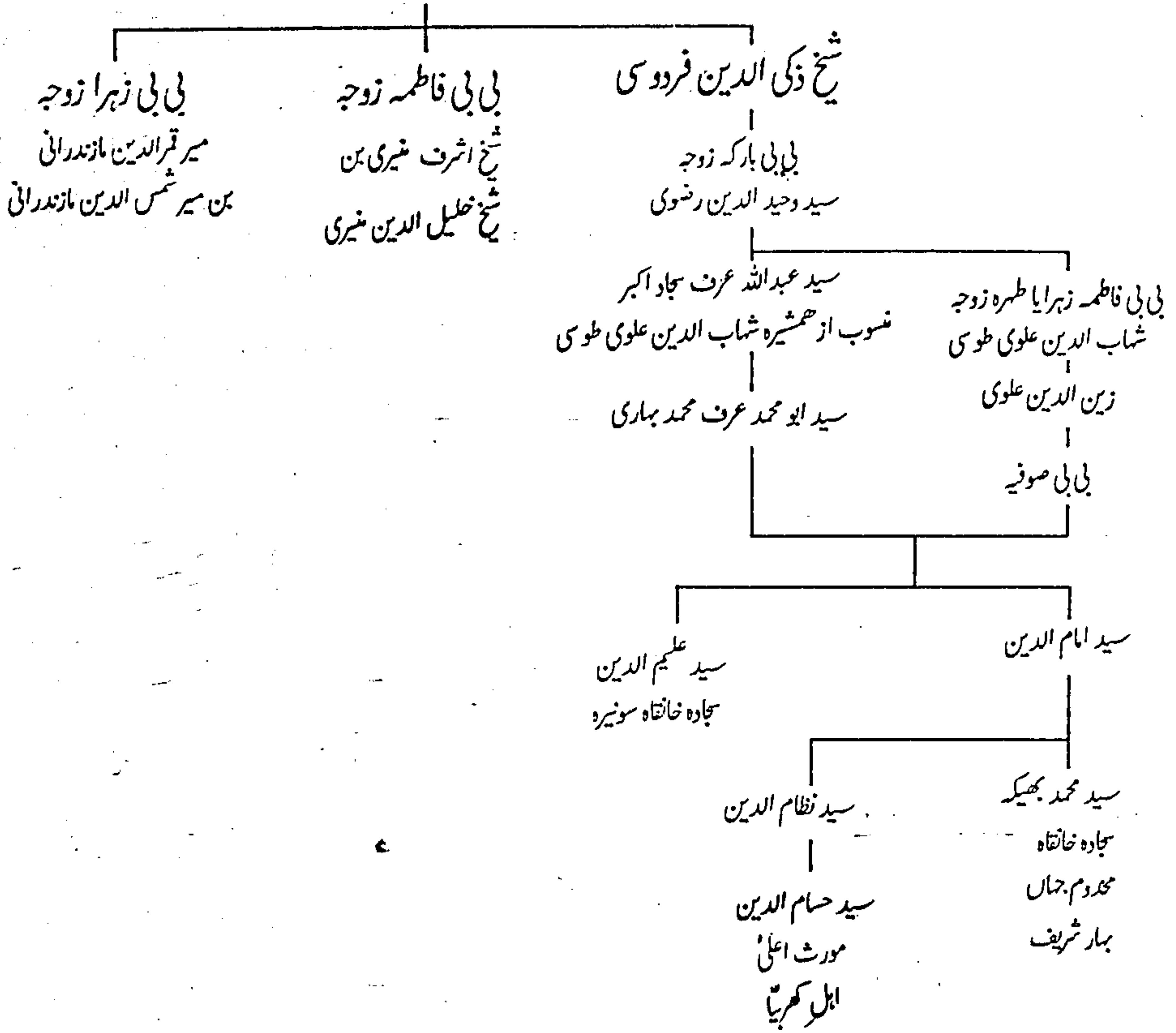
۵ سوال کو ہی جناب ڈاکٹر جعفر صاحب اپنے مکان نمبر 24-D بلاک ایل، نار تھ ناظم آباد میں محموم جہاں کا عرس بڑے اہتمام سے کرتے ہیں، حاضرین کاروٹی، قرما اور میٹھے وہی سے ضیافت فرماتے ہیں۔ شہیر رضا، ظفر رضاء اور ساتھی، جعفر نظامی اور ساتھی اور دوسرے قوال محفل سماع کے لئے بلانے جاتے ہیں۔ جناب ڈاکٹر جعفر صاحب، پیرو مرشد حضرت مولانا سید شاہ مصطفیٰ حسن صاحب فردوسی مدظلہ کو مسند پر بٹھا کر عرس کے تقریب کی ابتداء کرتے ہیں۔ حضرت اپنے تمام مریدوں کے ساتھ اس محفل میں خانقاہ معظم بہار شریف کی نمائندگی فرماتے ہیں۔ محترمی و مکرمی جناب سید شاہ ذکی الدین بلخی صاحب اپنے صاحبزادگان کے ساتھ شرکت فرماتے ہیں اور خانقاہ شرفیہ، فردوسیہ، بلخیہ، فتوحہ شریف کی نمائندگی کرتے ہیں۔ جناب محمد خیر فاروقی اپنے صاحبزادوں کے ساتھ خانقاہ مجیدیہ پھلواری شریف کی نمائندگی کرتے ہیں۔ جناب سید شاہ سراج الدین خانقاہ عمادیہ منگل تالاب کی نمائندگی فرماتے ہیں۔ جناب سید شاہ عطاء اللہ دانا پوری، جناب سید شاہ محموم شرف الدین، جناب سید شاہ کلیم الحق امٹھوموی، جناب سید شاہ ابو الحسنات ابو العالی نکیہ پٹہ اور جناب سید شاہ ابو عمر بہاری وغیرہ شرکت فرماتے ہیں۔

۶ سوال کو محموم جہاں فردوسی قدس سرہ کا عرس جناب سید شاہ ذکی الدین بلخی لہ بڑے عقیدت و احترام سے اپنے مکان، ناظم آباد، پاپوش نگر میں ہر سال منعقد کرتے ہیں۔ ماشاء اللہ بڑی پر رونق محفل ہوتی ہے۔ اس محفل میں بھی وہ تمام افراد جن کا ذکر اوپر آچکا ہے شرکت فرماتے ہیں علاوہ ازیں جناب سید عظیم الدین حیدر اور ان کے صاحبزادے سید فاروق حیدر، جناب سید محمد جعفری صاحب اور حافظ سید عون احمد سلمہ وغیرہ بھی اکثر شرکت فرماتے ہیں۔ محموم جہاں کا عرس لاہور، پشاور، اور حیدر آباد، سندھ میں بھی منعقد ہوتا ہے۔ کراچی کے علاقہ اورنگی لہ میں بھی کئی مقامات پر عرس منعقد ہوتا ہے۔

جناب سید شاہ ذکی الدین بلخی مرحوم، برادر سید شاہ محموم شرف الدین، جناب سید عبد اللہ قادری، برادر سید جمیل الحق، برادر سید محمد رضی ابدالی، برادر سید مختار احمد چشتی، برادر سید شفیع الرحمن، برادر ممتاز عالم اور برادر سید محمد صلاح الدین وغیرہم نے اکثر راقم الحروف سے اپنی اس خواہش کا اظہار فرمایا ہے کہ ہر تین سال کے بعد ایک بڑی تقریب کانفرنس کے طور پر منعقد کرنے کی ضرورت ہے۔ جس میں محموم جہاں کے سلسلہ میں سمندر کا اہتمام بھی ہو۔ بلاشبہ یہ بڑا ہی نیک، مستحسن اور مبارک خیال ہے معتقدین محموم اور اہل بہار کو اس سلسلہ میں اجتماعی کوشش کرنی چاہئے۔

بہر کار کہ ہمت بستہ گردد  
اگر جاری بود گلدستہ گردد

## حضرت مخدوم جہاں



## حضرت شیخ ذکی الدین فردوسیؒ

حضرت محدوم ذکی الدین فردوسیؒ بن محدوم جہاں فردوسی منیری البہاری اپنے نانا علامہ اشرف الدین ابو توامہ کے گھر شہر ستار گاؤں، بنگال میں پیدا ہوئے۔ جب منیر شریف بہار میں آپ کے جد بزرگوار کا وصال ہوا اور اس کی خبر آپ کے والد محدوم جہاں کو ستار گاؤں میں ملی تو انہوں نے وطن واپس لوٹنے کا قصد فرمایا اور اپنی اہلیہ حضرت بی بی ہوبادام، صاحبزادے شیخ ذکی الدین اور دو صاحبزادیوں بی بی فاطمہ اور بی بی زہرا کے ساتھ منیر تشریف لائے۔ محدوم جہاں کے وطن مراجعت کی کوئی حتمی تاریخ کا پتہ نہیں چلتا ہے۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے ۶۹۰ھ قیاس کیا ہے۔ چونکہ منیر تشریف آوری کے وقت شیخ ذکی الدین تین چار سال سے زیادہ عمر کے نہ تھے۔ اس لئے آپ کا سال پیدائش ۶۸۶ھ اور ۶۸۷ھ کے درمیان ہی قیاس کیا جاسکتا ہے۔

مختصر یہ کہ شیخ ذکی الدینؒ بچپن میں اپنے والدین کے ساتھ اپنی نانیہال ستار گاؤں سے منیر تشریف لائے۔ آپ کی پرورش اور تعلیم و تربیت شفیق و مہربان دادی محترمہ بی بی رضیہ عرف بڑی لہو کی نگرانی میں منیر شریف ہی میں ہوئی۔ جوان ہو کر آپ بھی ذوق طلب حق میں نکل کھڑے ہوئے۔ دوران سفر والد بزرگوار کی پیشین گوئی کے مطابق ایک دریا کے کنارے ایک بزرگ شکل نورانی و صاحب کرامات سے ملاقات ہوئی اور آپ نے ان سے بیعت حاصل کی۔ بزرگ موصوف نے بعد تلقین و ہدایات پانچ بیڑے پان عطا کرتے ہوئے فرمایا ایک خود نوش کریں، دو پان والد کو دیں اور دو اپنی جد ماجدہ کو اس کے بعد رخصت فرمایا۔ اثنائے راہ ایک پان آپ نے نوش فرمایا جس کے اثر سے آنکھیں روشن ہو گئیں۔ آتش شوق میں جنگل کی راہ لی اور حالت جذب میں والد اور جد ماجدہ کا پان بھی خود ہی نوش فرمایا۔ جنگل اور بیابانوں میں گریباں چاک چھانٹے آتش شوق محبت الہی میں ایک مدت گزار دی۔ آخر والد اور پیر کی نصیحت کے بموجب بنگال کے شہر کوڑہ کلان (کور کہ) پہنچے اور پھر محدوم نگر ضلع بردوان (بیر بھوم) کو اپنا مرکز دائمی بنا کر مقیم ہو گئے۔ ایک روز سلطان وقت کوڑہ کلاں میں علماء کی ایک مجلس میں جس میں آپ بھی موجود تھے، پہنچا اور آپ کے جمال و عظمت کو دیکھ کر ششدر رہ گیا۔ آپ کی شادی حضرت سید حسن شاہ بادشاہ کوڑہ کلاں کی صاحب زادی سے ہوئی تھی جن کے بطن سے آپ کی ایک ہی صاحبزادی حضرت بی بی بارکہ تھیں۔

حضرت شیخ ذکی الدین فردوسیؒ کی علوم ظاہری اور باطنی کی تکمیل بنگال ہی میں ہوئی اور آپ وہیں موضع شکر ڈیمہ من مضافات سیوڑھی، ضلع بیر بھوم (جواب محدوم نگر سکڈھ کہلاتا ہے اور ضلع کا نام بردوان ہے) مستقل رہائش اختیار فرمائی۔ یہی محدوم نگر حضرت بی بی بارکہ کی جائے پیدائش ہے۔

محدوم جہاں منیری البہاریؒ کے سب سے چھوٹے بھائی شیخ حبیب الدین بن محدومؒ بھی منیری لاولد تھے۔ اور اپنے برادر زادہ شیخ ذکی الدین کے حسن و جمال و باطنی کمال پر فریفتہ تھے یہی وجہ ہے کہ سفر و حضر میں برابر ساتھ رہا کرتے تھے۔ بیعت بھی ساتھ ہی کیا تھا۔ دونوں نے وصال بھی وہیں محدوم نگر میں پائی اور مزار بھی محدوم نگر سکڈھ، ضلع بردوان میں ایک ہی جگہ پر ہے۔ شیخ ذکی الدینؒ کی اہلیہ بھی محدوم نگر میں آسودہ خاک ہیں۔

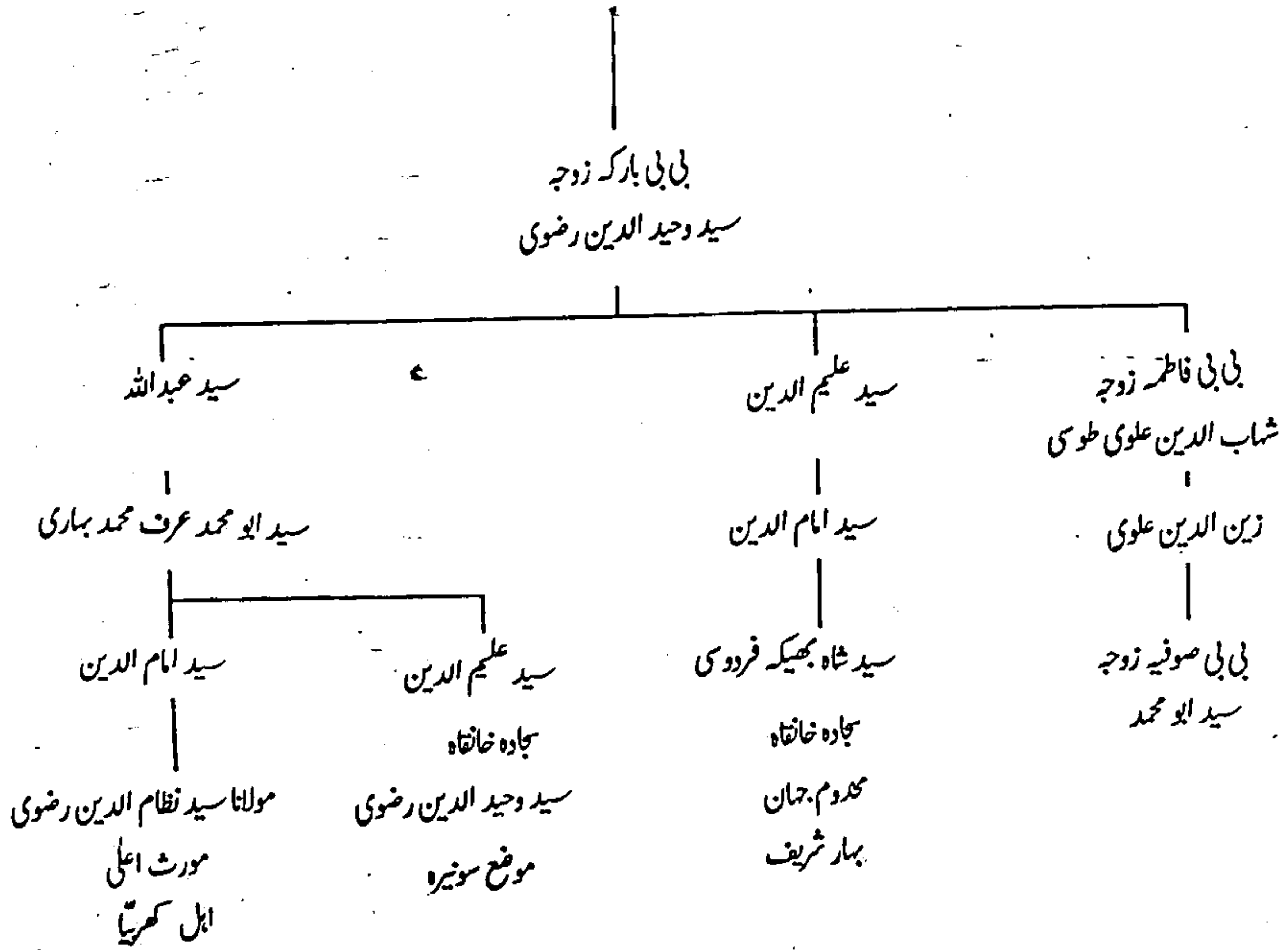
حضرت بی بی بارکہ شیر خوارگی ہی میں والدین کے سایہ سے محروم ہو گئیں۔ خادم نے آپ کو محدوم نگر سے بہار شریف لا کر

آپ کے دادا حضرت مخدوم جہاں کی خدمت میں پیش کیا۔ حضرت نے بی بی بارکہ کو گود میں لیا اور ازراہ ترحم مہ سے جو آپ کے دوش پر تھا ان کے منہ کے قریب فرمایا۔ حضرت بی بی بارکہ نے حسب عادت بیساختہ چوستا شروع کر دیا اور مہ سے شیر جاری ہو گیا۔ روایت بیان کی جاتی ہے کہ مخدوم جہاں کے سینہ اور دوش پر مہ تھے جس میں ایک مہ سے بی بی بارکہ اور دوسرے سے بی بی رقیہ دختر سخ جلیل الدین نے پرورش پائی۔

جب بی بی بارکہ سن بلوغ کو پہنچیں تو مخدوم جہاں نے آپ کی شادی اپنے پیر کے بھانجے حضرت سید وحید الدین چلمہ کش مشہدی رضوی بن حضرت سید علاء الدین جیوڑوی دہلوی سے کر دی جن سے بزرگان و سجادگان خانقاہ مخدوم جہاں بہار شریف کی لسٹ جاری ہے۔

چند دوسری روایتوں کے مطابق حضرت مخدوم ذکی الدین فردوسی کے ورثاء کی تفصیل کچھ اس طرح بنتی ہے۔

## شیخ ذکی الدین



## حضرت سید وحید الدین چلہ کش مشہدی رضویؒ

حضرت سید وحید الدین چلہ کش مشہدی رضوی فردوسی، حضرت علاء الدین جیوڑی دہلوی کے صاحبزادے اور حضرت شیخ نجیب الدین فردوسی قدس سرہ، کے بھانجے تھے۔ آپ کی ابتدائی تعلیم والد سید علاء الدین اور ماموں شیخ نجیب الدین فردوسی سے ہوئی۔ علم ظاہری و باطنی کی تکمیل بہار شریف میں حضرت محموم جہاں شیخ شرف الدین میری فردوسی سے ہوئی۔ حضرت محموم سے آپ کو بیعت و خلافت بھی عطا ہوئی۔ آپ اکثر موضع بدر آباد، علاقہ ارول میں جو اس زمانہ میں ایک غیر آباد جگہ تھی چلہ کش رہا کرتے تھے۔ آپ نے معہ اہل و عیال موضع سونیرہ میں مستقل رہائش اختیار فرمائی۔ سلطان فیروز شاہ تغلق کو جب پتہ چلا تو اس نے وہاں ایک خانقاہ تعمیر کرا دی اور موضع سونیرہ نذر کیا۔ محموم جہاں اکثر اپنی پوتی بی بی بارکہ سے ملنے موضع سونیرہ جایا کرتے تھے۔

حضرت سید وحید الدین چلہ کش کا نام اکثر تذکرہ نگاروں نے اوحید الدین بھی لکھا ہے۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت امام علی رضا کے واسطے سے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا کر مل جاتا ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

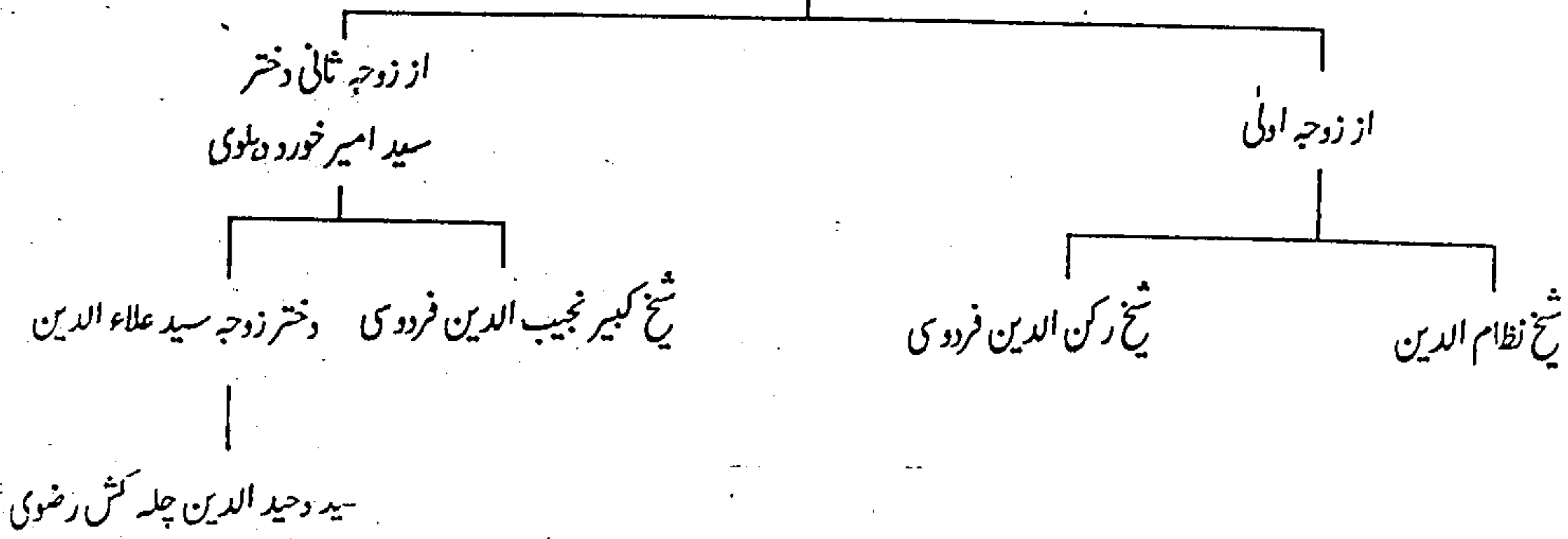
سید وحید الدین بن سید علاء الدین جیوڑی بن سید سلیمان بن سید سلطان سعید بن سید حسن بن سید عباس بن سید موسیٰ بن امام عسکری بن امام تقی بن امام تقی بن امام علی رضا بن امام موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق بن امام باقر بن امام زین العابدین بن حضرت امام حسین بن حضرت بی بی فاطمہ بنت رسالت پناہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔

حضرت سید وحید الدین کے والد حضرت سید علاء الدین کا ذکر ”خوان پر نعمت“ میں تفصیل ہے۔ کچھ اس طرح درج ہے۔

”محموم جہاں کی ایک مجلس میں سید وحید الدین کا تذکرہ آگیا۔ مولانا کریم الدین نے عرض کیا۔ اے حضرت! یہ سید جو دستور والا میں تشریف لاتے ہیں کون بزرگ ہیں۔ حضرت محموم جہاں نے فرمایا۔ ہمارے پیرو خرد کے بھانجے اور شیخ علاء الدین کے لڑکے ہیں۔ سید علاء الدین ایک ایسے بزرگ تھے جو تمام علوم پر حاوی، صاحب سجادہ اور لب میں عالی رتبہ تھے۔ ہمارے شیخ نے تفسیر و حدیث دونوں علم ان ہی سے حاصل کیا ہے۔ آپ نے پورے ہفتہ کو تقسیم کر لیا تھا۔ ایک دن فقہ، ایک دن نحو و منطق، ایک دن اصول و کلام، ایک دن حدیث و تفسیر غرض اسی طرح ایک علم میں روزانہ درس دیا کرتے تھے۔ دہلی کے علماء اور مشائخ بادشاہ کے یہاں جایا کرتے تھے۔ مگر سید علاء الدین کبھی نہ گئے۔ بعض وقت بادشاہ وقت نے منادی کرا دی کہ جتنے بزرگان اس شہر میں ہیں ہمارے دربار میں آئیں۔ مگر سید علاء الدین نے ادھر نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھا۔ حضرت زین بدر عربی نے عرض کیا کہ سید وحید الدین کی زبان مبارک سے سنا ہے کہ میری والدہ اور شیخ کبیر خواجہ نجیب الدین فردوسی ایک ماں سے اور شیخ رکن الدین اور نظام الدین ایک ماں سے۔ حضرت محموم جہاں نے فرمایا کہ بہت سچ ہے۔“

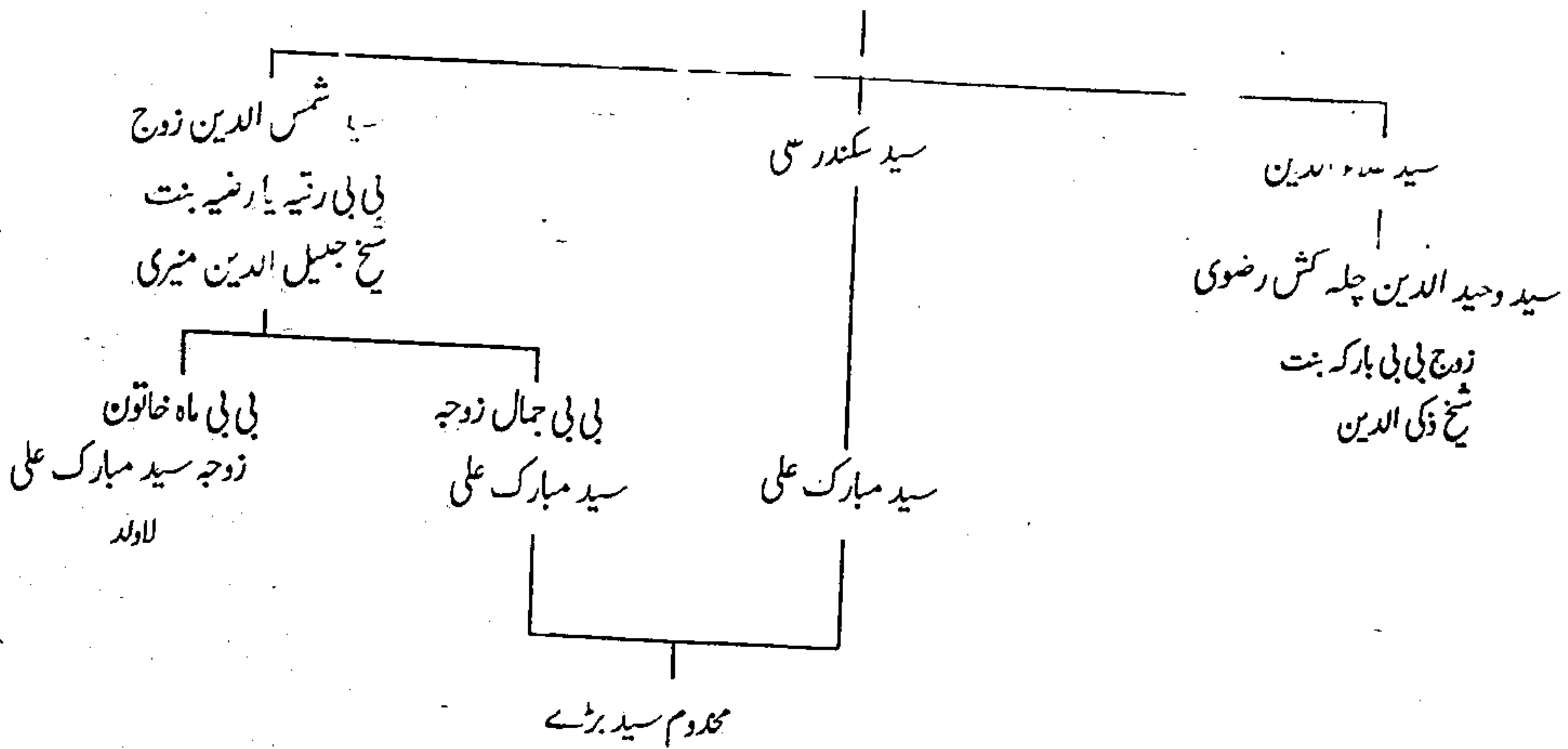
## شیخ عماد الدین فردوسی

از "کنز الاسباب" مصنفہ سید شاہ عطاء حسین دانا پوری



حضرت سید علاء الدین جیوڑوی "تین بھائی تھے۔ ایک خود سید علاء الدین، دوسرے سید سکندر علی اور تیسرے سید شمس الدین۔ سید شمس الدین کی شادی محوم جہاں کی بی بی رقیہ بنت شیخ جمیل الدین سے ہوئی۔ بی بی رقیہ سے سید شمس الدین کی دو لڑکیاں بی بی ماہ خاتون اور بی بی جمال تھیں اور دونوں کی شادی یکے بعد دیگرے سید مبارک علی بن سید سکندر علی یعنی سید وحید الدین چلہ کش کے چچا زاد بھائی سے ہوئی۔ بی بی ماہ نے لاولد وصال فرمایا۔ اور بی بی جمال سے نسل جاری ہے جو کھرانٹ اور اوترا لاری میں آباد ہیں۔

## سید سلیمان

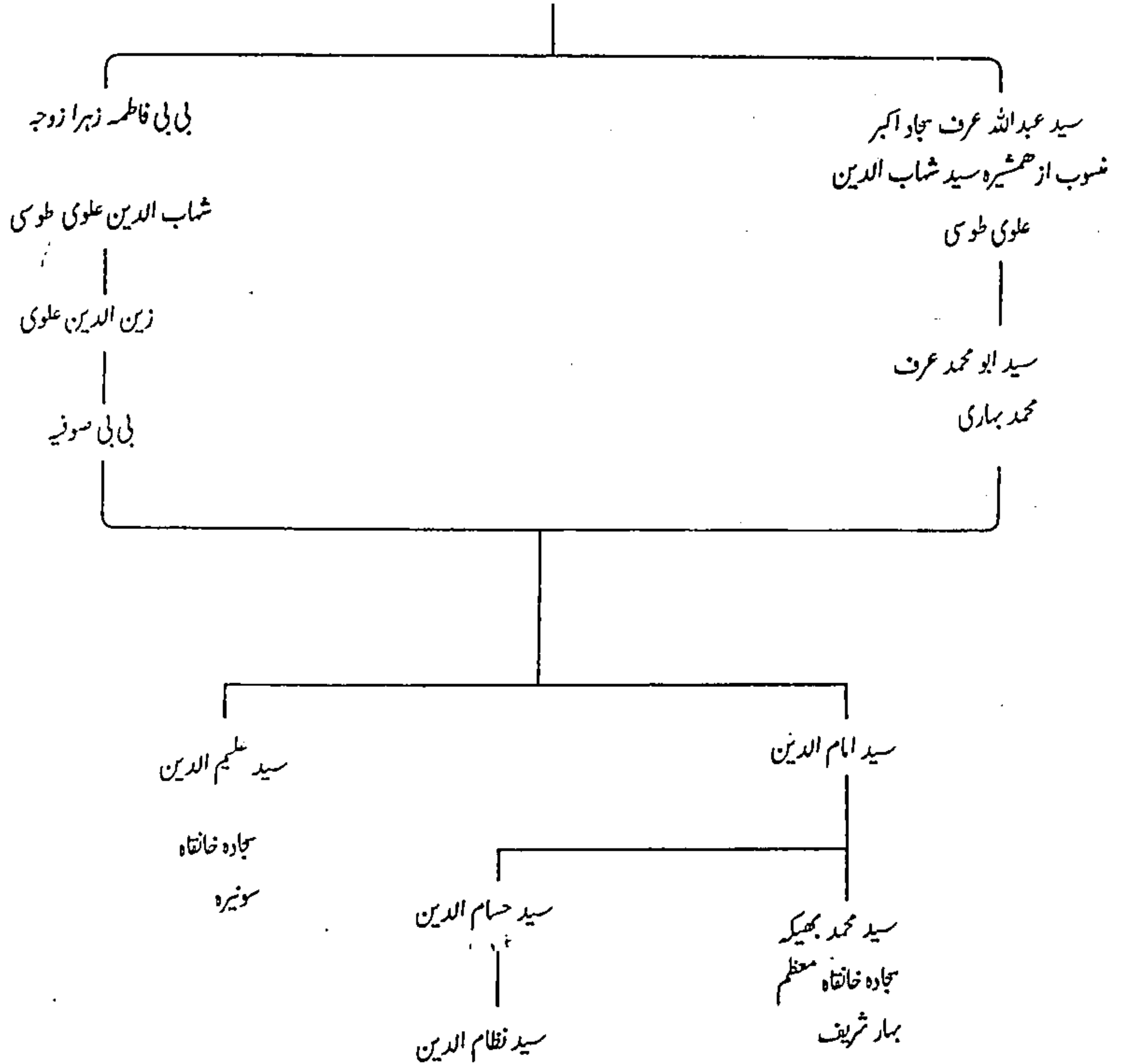


حضرت سید وحید الدین چلہ کش کے ایک صاحبزادے سید عبداللہ عرف سجاد اکبر اور ایک دختر بی بی فاطمہ زہرا، حضرت بی بی بارکہ کے بطن سے تھے۔ دونوں کی شادی گولٹ پالٹ ہوئی یعنی سید عبداللہ، حضرت شہاب الدین علوی طوسی کی ہمشیرہ سے منسوب تھے اور شہاب الدین علوی طوسی کی شادی بی بی فاطمہ زہرا بنت سید وحید الدین چلہ کش سے ہوئی تھی۔

حضرت سید وحید الدین چلہ کش مشہدی رضوی کا مزار اقدس خانقاہ سونیرہ سے تقریباً پانچ میل دور بدر آباد میں ہے۔ جہاں اکثر آپ اپنی زندگی میں چلہ کش ہوا کرتے تھے۔ ہر سال ۱۱ ذی الحجہ کو آپ کا عرس ہوا کرتا ہے۔ آپ کی اہلیہ بی بی بارکہ بنت شیخ ذکی الدین منیری فردوسی یعنی محدوم جہاں کی پوتی سونیرہ میں آسودہ خاک ہیں۔

## نقشہ اولاد سید وحید الدین

از بطن بی بی بارکہ





## جناب حضور سید شاہ امین احمد فردوسی قدس سرہ،

جناب حضور حضرت سید شاہ امین احمد فردوسی قدس سرہ، اپنے وقت کے ولی کامل اور پابند شریعت بزرگ تھے۔ اتباع شریعت اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر لمحہ آپ کو خیال رہتا۔ آپ ۲۳ رجب المرجب ۱۲۳۸ھ کو پیدا ہوئے۔ آپ کا نام امین احمد تھا۔ لیکن آپ کے والد بزرگوار حضرت مخدوم سید شاہ امیر الدین "آپ کو "جی میاں" اور آپ کے مریدان، خلقاء، عقیدتمند اور تمام اہل بہار "جناب حضور" کے نام سے یاد فرماتے تھے۔ آج بھی آپ "جناب حضور" کے لقب سے ہی یاد کئے جاتے ہیں۔ آپ کا پدری نسب حضرت مخدوم سید وحید الدین چلہ کش مشہدی رضوی کے واسطے سے حضرت امام علی موسیٰ رضا علیہ السلام سے اور مادری نسب حضرت مخدوم جہاں سے ہوتا ہوا حضرت زبیر رضی اللہ عنہ "عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا کر مل جاتا ہے۔ آپ کی ابتدائی تعلیم مولوی ملک عنایت حسین بھنڈروی، بہاری سے ہوئی، فقہ اصول وغیر کی بیشتر کتابیں حضرت مولانا حاجی سید وزیر الدین ساکن موضع سیدی۔ ضلع پٹنہ، جیسے جید عالم دین اور صاحب کمال بزرگ سے پڑھیں۔ حضرت مولانا محمد موسیٰ ملتانی ساکن شمسرام سے فن منطق اور فقہ میں مہارت حاصل کیا۔ آپ نے اکیس سال کی عمر میں تمام علوم دینیہ اور علم طب کی تعلیم مکمل کر لی۔ قدرتی طور پر آپ بڑے ذہین و فطین واقع ہوئے تھے۔ آپ کے اساتذہ کرام اور ہم سبق آپ کی غیر معمولی ذہانت کے قائل تھے۔ اکثر نے اس کا اظہار بھی کیا ہے۔ حضرت مولانا محمد موسیٰ ملتانی کا کہنا تھا کہ وہ درس و تدریس کا کام ایک مدت سے انجام دے رہے ہیں لیکن زندگی میں اب تک انہیں صرف ڈھائی آدمی ذہین ملے۔ اول حضرت جناب حضور امین احمد فردوسی قدس سرہ، دوسرے احمد حسین اور نصف امیر حسن مخدوم پوری۔

علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد جب آپ نے علم باطنی اور سلوک کے میدان میں قدم رکھا تو آپ کے والد حضرت مخدوم سید شاہ امیر الدین فردوسی نے آپ کی پوری توجہ کے ساتھ رہنمائی فرمائی۔ پھر والد کے حکم کے مطابق حضرت سید شاہ جمال علی بلخی فردوسی شعیبی کے دست حق پرست پر سلسلہ فردوسیہ شطاریہ میں بیعت حاصل کیا۔ آپ کی بیعت کے واقعہ کو جناب پروفیسر معین الدین دردائی مرحوم "حیات ثبات" کے مصنف کے حوالے سے یوں بیان کرتے ہیں۔

"ایک شب آپ نے (جناب حضور سید شاہ امین احمد فردوسی قدس سرہ) خواب دیکھا کہ وہ حضرت ملک العشاق مولانا امام مظفر شمس بلخی فردوسی قدس سرہ، کے مزار اقدس پر حاضر ہیں اور خاک مزار کو ہاتھوں سے لیتے اور سینہ پر ملتے ہیں۔ خواب سے بیدار ہوئے، تودل کو ہمہ تن حضرت سید شاہ جمال علی بلخی فردوسی سجادہ نشین حضرت شاہ شعیب قدس سرہ، شیخپوری کی طرف متوجہ پایا۔ والد ماجد کے حکم اور عقیدت میں یک رنگی پیدا ہو گئی۔ وقت اور موقع نے مساعت کی یعنی اسی سال حضرت مخدوم جہاں کے عرس شریف میں حضرت ممدوح شیخپورہ سے بہار شریف تشریف لائے اور جناب میر سعادت علی مرحوم کے مکان میں حسب معمول مقیم ہوئے۔ آپ نے شاہ الہی بخش مرحوم کو اپنے والد ماجد کے حضور میں بھیجا کہ شیخپورہ سے حضرت تشریف لائے ہیں اب کیا حکم ہوتا ہے۔ حضور عالی نے سنے ہی شاہ موصوف سے فرمایا کہ شیرینی (مٹھائی) منگاؤ اور حضرت سے کہو کہ شب کی دعوت قبول فرمائیں اور "جی میاں" کو شرف بیعت سے سرفراز فرمائیں۔ چنانچہ حضرت نے دعوت قبول فرمائی اور کمرہ پر تشریف لا کر ۷ شوال ۱۲۷۱ھ کو سلسلہ عالیہ فردوسیہ شعیبیہ میں بیعت طریقت لی۔ حضرت پیرو مرشد نے تعلیم فرمائی اور تازمانہ

حیات بدرجہ غایت شفقت و عنایت مبذول فرماتے رہے۔“

جناب حضور حضرت سید شاہ امین احمد فردوسی قدس سرہ، العزیز اور بھی کئی بزرگوں سے راہ سلوک میں فیضیاب ہوئے۔ جن میں خصوصیت کے ساتھ حضرت سید شاہ ولایت علی قادری ابوالعلانی حلیہ اجل حضرت محدوم سید شاہ یحییٰ علی قدس سرہ، خسروپوری کا نام نامی بہت مشہور ہے۔ حضرت شاہ ولایت علی سے جناب حضور کو مختلف سلاسل کی خلافت و اجازت بھی عطاء ہوئی۔ آپ اپنی ساری زندگی اپنے سلسلہ کے پیران عظام کے طریقہ پر گامزن رہے۔ آپ اعلیٰ اخلاق کے بہترین نمونہ تھے۔ طبیعت میں خشیت الہی اور حب رسول بہت زیادہ تھا۔ زندگی عزیز کو رشد و ہدایتِ حلق اور عبادت و مجاہدہ میں بسر فرمائی۔ لوگوں کے ساتھ خوش خلقی، نرمی اور محبت سے پیش آنا، سلام میں پہل کرنا، فحش کلمات، دورغ گوئی اور غیبت سے نفرت، جو دوسخا، کم کھانا، کم سونا اور خود بینی و خود پرستی سے دور رہنا آپ کی زندگی کا شیوا تھا۔ جناب پروفیسر معین الدین دردائی مرحوم اپنی کتاب ”تاریخ سلسلہ فردوسیہ“ میں تحریر فرماتے ہیں۔

”مولوی ہادی حسن (مولانا حافظ سید شاہ نذر الرحمن حفیظ عظیم آبادی کے برادر عم) کہتے ہیں کہ ایک روز میں جناب حضور کی خدمت میں حاضر تھا۔ چلم جل چکی تھی۔ گھسیٹا موجود نہ تھا۔ میں نے اپنی سعادت سمجھ کر چلم تیار کرنے کو اٹھائی، تو گھبرا کر روک دیا۔ ہاں ہاں، تمہارا کام چلم بھرنے کا نہیں ہے۔“ پروفیسر صاحب مزید لکھتے ہیں۔

”ایک مرتبہ خواجہ سید حسن صاحب (پٹنہ) آپ کو مدعو کر کے لے گئے۔ اور ایک کمرے میں جگہ دی۔ اس زمانہ میں حضرت جناب حضور کافی ضعیف القوی ہو گئے تھے۔ اس لئے کمرے کے بظلم میں ہی حوائج ضروری کے لئے چوکی رکھ دی گئی۔ لوگوں نے غنمی سے اس چوکی کو خلاف سمت رکھ دیا۔ اجنبی جگہ، شب کا وقت ان کو سمت کا پتہ نہ چلا۔ استنجے سے فارغ ہوئے تو آپ کو کھٹک ہوئی کہ غلط رخ بیٹھے تھے۔ اب اس کے بعد خشیت الہی کا ایسا غلبہ ہوا کہ بستر پر کسی کروٹ چین ہی نہیں ملتا۔ جناب شاہ ولی احمد صاحب کا بیان ہے کہ میری آنکھ یکایک کھلی تو حضرت کو اتنا بے چین دیکھ کر اور کراہ کی آواز سن کر گھبرا گیا کہ کہیں کوئی تکلیف تو پیدا نہیں ہوئی۔ فوراً قریب آیا۔ مجھے دیکھتے ہی فرمایا۔ کون ولی احمد۔ جواب دیا جی میں ہی ہوں۔ فرمایا۔ ولی احمد! ہم سے آج بڑا قصور ہو گیا، اللہ معاف کرے۔ خدا جانے میرا کیا انجام ہوگا اور یہ کہتے ہوئے بے بسی کے عالم میں مجھ سے لپٹ گئے۔ اور زار زار رونے لگے۔ سارا جسم کانپ رہا تھا۔“

جناب حضور سید شاہ امین احمد فردوسی قدس سرہ، نے پوری زندگی ایک معین اصول پر گزار دی۔ آخری چالیس سالہ زندگی میں ذرہ برابر اپنے اصول میں فرق نہ آنے دیا۔ عصر تا مغرب مسلسل اور او و طائف میں مشغول رہا کرتے۔ اس دوران نہ کچھ کھاتے نہ پیتے اور نہ گنگو فرماتے۔ شب کو استراحت نہ فرماتے۔ دن رات میں صرف ایک دفعہ کم مقدار میں کھانا کھاتے۔ رمضان شریف کے علاوہ محرم اور رجب اور دوسرے نقل کے روزے کبھی ترک نہ کرتے۔

جناب حضور مریدین، معتقدین، طلباء اور عام مسلمانوں کی رشد و ہدایت کے لئے مجلسیں منعقد فرماتے جس میں درس و تدریس کے علاوہ ضروری دینی معلومات سے سرفراز فرماتے۔ سوالوں کا جواب دیتے۔ آپ کے ملفوظات و مکتوبات کا ایک بڑا ذخیرہ خانقاہ معظم بہار شریف میں موجود ہے۔ آپ فارسی کے قادر الکلام شاعر تھے۔ آپ کے فارسی کلام میں نظم کا ایک بڑا سرمایہ طبع شدہ موجود ہے جس میں آپ کی دس شئوایاں درج ذیل ہیں۔

- ۱- شجرات طیبات ۲- سلسلۃ اللالی ۳- گل فردوس ۴- گل بہشتی ۵- روضۃ العظیم  
۶- عبرت افزا ۷- شہدوشیر ۸- رسالہ علم نجوم ۹- رسالہ علم رمل ۱۰- مجموعہ رباعیات

دیوان فائز مرتبہ ڈاکٹر خواجہ افضل امام صاحب میں تحریر ہے کہ ”شاعری میں آپ کا مرتبہ بہت بلند ہے۔ غزلیات اور قصائد کا مجموعہ بہت مختصر ہے۔ کئی ثنویاں یادگار ہیں۔ جن میں گل بہشتی (تصنیف ۱۲۹۶ھ طبع ۱۲۹۷ھ) میر نجات کی ثنوی گل کشتی کے وزن میں ہے۔ گل بہشتی سیدنا ابو العلاء اور خواجگان چشت کی مدح میں ہے..... آپ کا فارسی کلام بمقابلہ اردو زیادہ پر زور ہے۔“  
جناب حضور سید شاہ امین احمد فردوسی قدس سرہ، کی پانچ شادیاں ہوئیں۔ محل اولیٰ دختر راجہ بہادر علی خان مرحوم موضع آنتی ضلع گیا سے آپ کے ایک صاحبزادے حضرت سید شاہ برہان الدین احمد اور ایک صاحبزادی تھیں۔ سید شاہ برہان الدین احمد نے آپ کی زندگی میں وصال فرمایا اور تین صاحبزادگان حضرت سید شاہ محمد حیات فردوسی، حضرت سید شاہ نجم الدین نجم فردوسی اور سید شاہ مسیح الدین فردوسی کو یادگار چھوڑا۔ جناب حضور کی دوسری اہلیہ سید شاہ ہدایت حسین ساکن شیخپورہ، موگیہ کی صاحبزادی تھیں جن کے بطن سے سید شاہ وصی احمد عرف شاہ براتی صاحب تھے۔ جناب حضور کی تیسری شادی محلہ بارہ دری بہار شریف میں میر محمدی حسین صاحب کی دختر سے ہوئی تھی۔ آپ کی اہلیہ دختر خواجہ شاہ لطیف علی عرف شاہ میاں سجادہ نشین تکیہ حضرت عشق قدس سرہ، پٹنہ کے بطن سے حضرت حافظ سید شاہ محمد شفیع فردوسی، حضرت سید شاہ محمد وجیہ فردوسی، حضرت حکیم سید شاہ عبدالحمید، حضرت سید شاہ محمد الیاس فردوسی متخلص بہ یاس بہاری اور حضرت حکیم سید شاہ محمد خضر وغیرہم تھے۔ جناب حضور کی پانچویں اہل خانہ سے سید شاہ رشید الدین اور سید شاہ سلیمان تھے۔

جناب حضور کا وصال ۱۲ مئی ۱۹۰۳ء بمطابق ۵ جمادی الثانی ۱۳۲۱ھ کو شب میں ہوا۔ آپ نے اپنی زندگی ہی میں اپنے صاحبزادے حضرت سید شاہ برہان الدین فردوسی کو اپنی سجادگی پر بٹھادیا تھا لیکن انہوں نے آپ کی زندگی ہی میں وصال فرمایا۔ جناب حضور کو آپ کے وصال کا بے حد صدمہ ہوا اور آپ نے اپنے پوتے حضرت سید شاہ محمد حیات فردوسی قدس سرہ، بن سید شاہ برہان الدین کو سجادہ نشین مخدوم جہاں کیا۔

آپ کی رحلت پر حضرت سید شاہ عطاء الحق شائع فریدی ساکن چھوٹا تکیہ بہار شریف نے حسب ذیل قلعہ تاریخ کہا تھا۔

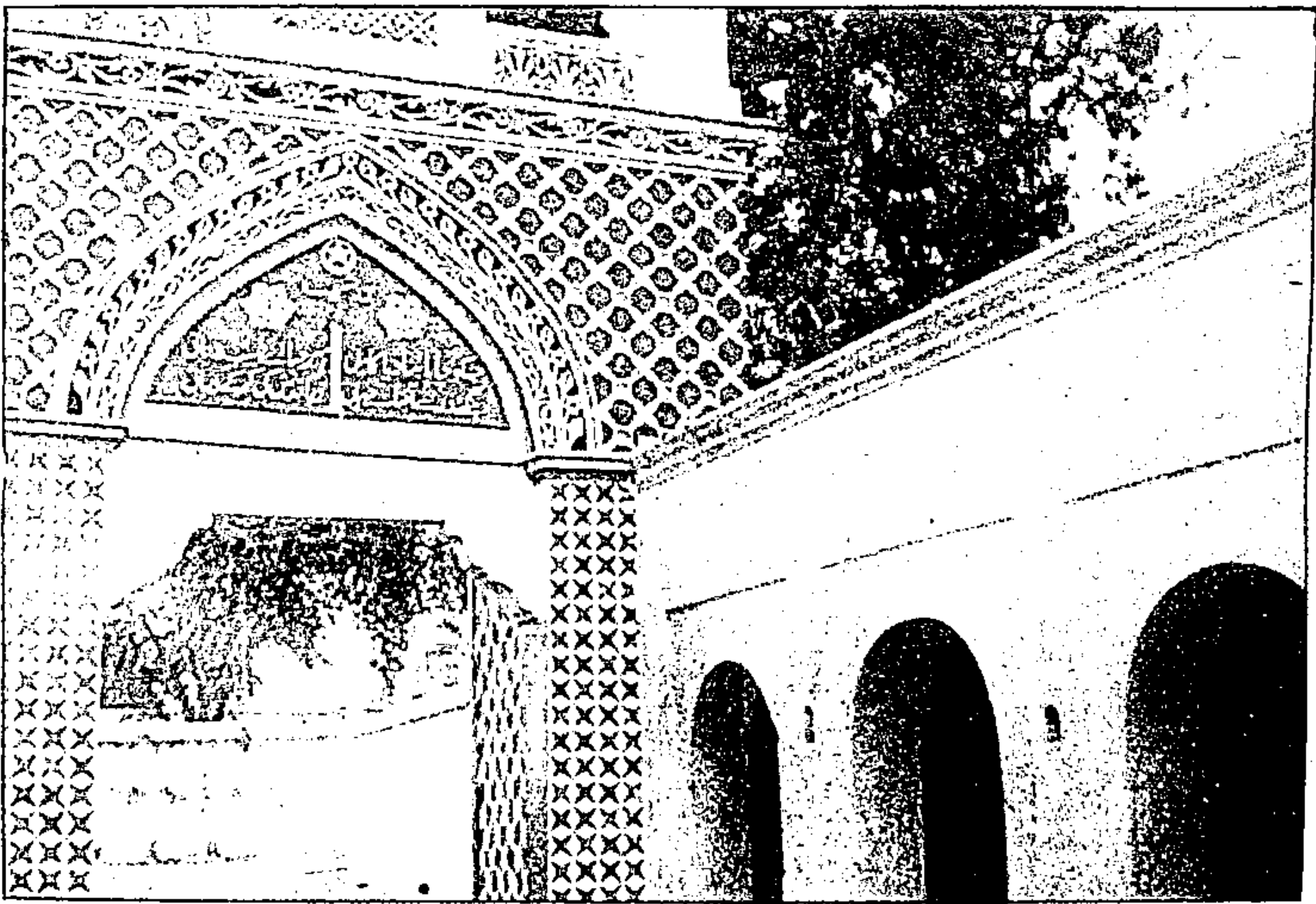
امین	احمد	بزرگ	شیخ	کامل	فقیر	و	عارف	اسرار	پنہاں
غریق	بحر	دخار	طریقت	خبردار	رموز اہل	عرفان	عرفان	عرفان	عرفان
بہار	گلشن	یچی	منیری	گل	باغ	شرف	الدین	ڈیشاں	ڈیشاں
دریغا حسرتا	ورد اکہ	چوں	او	برفت	ازایں	جہاں	درباغ	رضواں	رضواں
جہاں	شدر	نظر	شاعل	مپرس	ازمن	دراں	حال	پریشاں	پریشاں
چتاں	سال	و	حاش	بحسرت	درسن	عسی	عمران	عمران	عمران
بیفزا	ہیچدہ	اعداد	و	فناشد	چوں	شرف	دراہ	عرفاں	عرفاں

حضرت سید شاہ محمد حیات فردوسیؒ کا نام سید ضیاء الدین تھا لیکن شاہ محمد حیات مشہور ہوئے۔ آپ نے اپنے دادا جناب حضور سے بیعت اور اجازت و خلافت حاصل کی۔ اور اپنے والد حضرت سید شاہ برہان الدین کی جگہ سجادگی پر رونق افروز ہوئے۔ آپ کی دو شادیاں ہوئی۔ محل اولیٰ نے لاولد وصال فرمایا۔ محل ثانی بشریٰ خاتون بنت حافظ عبدالستار صاحب کے بطن سے تین صاحبزادے ہوئے پسر اول حضرت سید شاہ محمد سجاد فردوسی قدس سرہ، سجادہ نشین خانقاہ مخدوم جہاں، پسر دوم سید شاہ محمد عزیز الدین اور پسر سوئم سید شاہ محمد نسیم الدین۔ حضرت سید شاہ محمد حیات فردوسی علیہ رحمۃ کے وصال کے بعد آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت سید شاہ محمد سجاد فردوسیؒ قدس سرہ، مسند سجادگی پر بٹھائے گئے۔

حضرت سید شاہ محمد سجاد فردوسی قدس سرہ، ۱۹۱۰ء میں پیدا ہوئے۔ بیعت و خلافت آپ کو اپنے والد ماجد حضرت سید شاہ محمد حیات علیہ رحمۃ سے تھی۔ آپ کا شمار بہار کے جید علماء اور مشائخ کرام میں بڑا محترم و مکرم ہے۔ آپ کی ذکر و ازکار، ورد و وظائف اور ریاضت و مجاہدہ میں مشغولیت زیادہ تھی۔ گفتگو کم فرماتے۔ مریدوں کی تعلیم و تربیت پر توجہ زیادہ فرماتے۔ اور سخت سے سخت ریاضتیں کرواتے۔ اس وقت آپ کے صاحبزادے حضرت سید شاہ محمد امجد مدظلہ العالی آپ کے خلیفہ اور سجادہ نشین خانقاہ معظم، بہار شریف پر رونق افروز ہیں۔ حضرت محمد سجاد قدس سرہ، کا عرس ہر سال ۲۵ شوال کو آپ کے مرید خاص اور خلیفہ حضرت سید شاہ محمد مصطفیٰ حسن فردوسی مدظلہ کراچی میں انجام دیتے ہیں۔

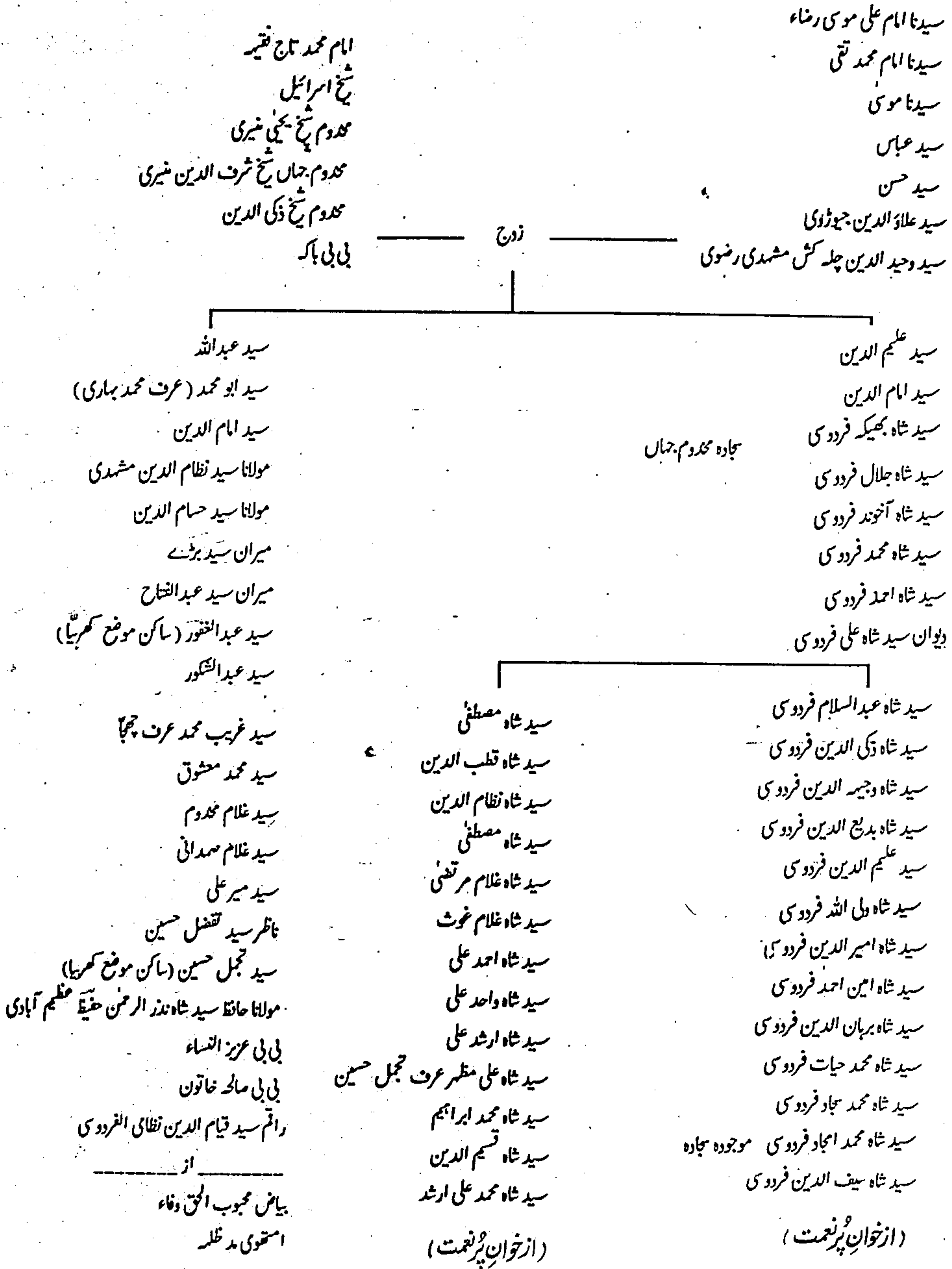
آپ کا وصال ۲۰ اکتوبر ۱۹۷۶ء مطابق ۲۵ شوال ۱۳۹۶ھ کو ہوا۔ تاریخ رحلت درج ذیل ہے۔

وَادْخَلْنَاهُ فِي رَحْمَتِنَا۔ إِنَّهُ مِنَ الصَّالِحِينَ ۝



مخدوم جہاں کے روضہ اقدس کا صدر دروازہ

## نقشہ شجرہ نسب جناب حضور قدس سرہ



## حضرت مولانا الحاج سید شاہ محمد مصطفیٰ حسن قادری شطاری الفردوسی مدظلہ

پیرو مرشد قبلہ و کعبہ ، تاج الفقراء ، کامل الطریقت ، عامل الشریعت ، شہنشاہ صحافت حضرت مولانا الحاج سید شاہ محمد مصطفیٰ حسن قادری شطاری الفردوسی مدظلہ العالی کا مولد و مسکن محلہ شیرپور (سالونج) بہار شریف ہے۔ آپ ۴ جنوری ۱۹۳۱ء کو بہار شریف میں پیدا ہوئے۔ آپ کا خاندان اصل رہنے والا موضع بیٹار نزا استھاواں علاقہ بہار شریف کا تھا۔ آپ کے والد حضرت سید علی حسن رحمۃ اللہ علیہ کی شادی مسماہ بی بی سارہ خاتون بنت سید امیر حسن علیہ رحمۃ ساکن محلہ شیرپور سے ہوئی اور آپ اپنی سسرال میں مستقل طور پر مقیم ہو گئے۔ اس طرح پیرو مرشد مدظلہ اپنے بڑے بھائی حضرت سید بی حسن اور دو بہنوں کے ساتھ اپنی نانہال میں پروان چڑھے۔ ابتدائی تعلیم نانا جان اور والد بزرگوار سے ہوئی۔ حضرت کے نانا حاجی سید امیر حسن علیہ رحمۃ نے ایک مسجد اپنے مکان سے ملحق ۱۳۱۸ھ میں تعمیر کرائی تھی اور اس مسجد میں طلباء کے دینی تعلیم کے لئے ایک مدرسہ قائم کیا تھا۔ آپ عربی ، فارسی اور ابتدائی دینی تعلیم کے لئے اس مدرسہ میں بٹھائے گئے۔ اپنے آبائی مسجد سے قرآن و حدیث اور فقہ کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد کچھ دنوں مدرسہ عربیہ عزیزہ ، بہار شریف میں بھی زیر تعلیم رہے اور حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب مرحوم مدرس اعلیٰ کے درس میں شریک ہوئے۔ پھر آپ کو انگریزی تعلیم کا شوق پیدا ہوا اور والدین کی اجازت سے اس طرف متوجہ ہوئے۔ حضرت مولانا سید شاہ محمد مصطفیٰ حسن مدظلہ نے ٹاؤن اسکول ، بہار شریف سے میٹرک پاس کرنے کے بعد بی۔ این۔ کالج پٹنہ سے انٹراور بی۔ اے کا امتحان نمایاں طور پر پاس کیا۔ آپ نے پٹنہ یونیورسٹی سے تاریخ اسلام میں اول درجہ سے ایم۔ اے کیا۔ راقم الحروف سید قیام الدین نظامی الفردوسی کو بہار شریف دوسری بار ۱۹۸۷ء کو محرم جہاں کے عرس مبارک پر حاضری کا شرف حاصل ہوا۔ پیرو مرشد کے آبائی مکان میں قیام کرنے اور آپ کے نانا جان کے تعمیر کردہ مسجد میں نماز پڑھنے کا اعزاز حاصل ہوا۔ مسجد بڑی کشادہ ، پختہ اور بارونق ہے۔ مسجد کے اندرونی حصہ میں داخل ہونے کے لئے تین کشادہ دروازے ہیں۔ ان دروازوں کے ساتھ کشادہ صحن ہے۔ صحن کے آخر میں سیدھے ہاتھ کو پختہ کنواں ہے۔ مسجد کے درمیانی دروازے کے اوپر سفید سنگ مرمر کے پتھر پر آپ کے نانا جان کا تحریر کردہ قطع تاریخ تعمیر مسجد نصب ہے۔ جو درج ذیل ہے۔

گفت خوش مسجد احسن بندہ خدا

۱۳۱۸ھ

حاجی سید امیر حسن اُمّتِ مصطفیٰ

پیرو مرشد الحاج مولانا سید شاہ محمد مصطفیٰ حسن قادری الفردوسی مدظلہ العالی جس زمانہ میں کالج میں زیر تعلیم تھے اس وقت

برصغیر میں افراتفری کا دور دورہ تھا۔ منقسم بھارت میں مسلمانوں کے خون سے ہولی کھلی جا چکی تھی اور اب ان کا اقتصادی قتل عام شروع کر دیا گیا تھا۔ مسلمانوں کا مستقبل وہاں تاریک تھا۔ پاکستان ایک نوزائیدہ ملک تھا۔ اس نئے اسلامی ملک کو اپنے پیروں پر کھڑا ہونے کے لئے ابھی وقت درکار تھا۔ ان حالات میں آپ مشرقی پاکستان کے شہر ڈھاکہ تشریف لائے اور اپنے لئے صحافت کے میدان کو منتخب فرمایا۔ مشرقی پاکستان کے سب سے پہلے اردو روزنامہ ”پاسبان“ کی بنیاد ڈالی اور اپنا ذاتی پریس لگایا۔

اردو روزنامہ ”پاسبان“ ڈھاکہ مشرقی پاکستان کا پہلا اور واحد اردو اخبار ہوتے ہوئے کسمپرسی کا شکار رہا۔ ان حالات کے باوجود ”پاسبان“ اپنی بساط بھراہی صحافتی ذمہ داری سقوط ڈھاکہ تک نبھاتا رہا۔ سرزمین بنگال پر اردو کی ترقی و ترویج کے لئے کوشاں رہا۔ حضرت کی ادارت میں چلنے والا یہ اخبار سیاسی، معاشرتی اور اقتصادی جنگ لڑنے کے ساتھ ساتھ مذہبی میدان میں شریعت، طریقت، حقیقت اور تصوف کے تبلیغ و اشاعت کا کام بھی انجام دیتا رہا۔ آپ کے اس نیک کام میں حضرت سید شاہ شمس الدین، محترم جناب فروغ احمد فروغ، محترم جناب محمد سید حسن رضا داروی، جناب رفیع احمد فدائی مرحوم، محترم جناب سید شمیم احمد اور محترم جناب الحاج بشیر الدین وغیرہم آپ کے معاون و مددگار رہے۔ روزنامہ ”پاسبان“ جس طرح مشرقی پاکستان کا پہلا اردو روزنامہ تھا اسی طرح یہاں سے سب سے پہلا اردو ماہنامہ ”شاہین“ ڈھاکہ کے سب سے پہلے اردو اسکول ”رحمت اللہ ماڈل ہائی اسکول“ سے یہاں کے اساتذہ کرام جناب قاضی سید ظہور الحسن رمز کسمری مرحوم، جناب فروغ احمد فروغ، جناب سید مصباح الہدی، جناب محمد کلیم اور ہیڈ ماسٹر جناب سید حفیظ الرحمن مرحوم کی ادارت میں کئی سال تک جاری رہا۔

میاں ظفر احمد صاحب جو روزنامہ ”پاسبان“ ڈھاکہ سے ایک مدت تک منسلک رہے ہیں۔ روزنامہ ”نوائے وقت“ مورخہ ۲۴ نومبر ۱۹۹۲ء میں اپنے ایک مضمون ”مشرقی پاکستان کی اردو صحافت سے وابستہ ہم سفر کی یاد میں۔“ تحریر فرماتے ہیں۔

”۱۹۶۰ء کے پاکستان جمہوریت کے سفر میں شاعر اسلام حضرت ابو الاثر حفیظ جالندھری مرحوم نے راقم (یعنی میاں صاحب) سے فرمایا تھا۔ بڑے بہادر ہو، دل گردے اور جگرے کا کام کر رہے ہو کہ بنگال میں اردو اخبار چلا رہے ہو۔ کتابت اور طباعت کمزور ہے۔ پیسہ کی کمی ہے تو ڈھاکہ والہی پر گلستان سینما بک کراؤ اور اعلان کر دو کہ حفیظ اپنا پورا شاہنامہ بہ زبان خود ستائیں گے۔ ٹکٹ لگا دو جو آمدن ہو بس لیکر اخبار میں دیدو۔ میں (میاں صاحب) نے جواب میں کہا تھا۔ ایسی بات نہیں ہے۔ اخبار کے مالک اور چیف ایڈیٹر (سید محمد مصطفیٰ حسن) مالی طور پر کمزور نہیں ہیں۔ بلکہ یہاں کی زمین اردو صحافت کے لئے بڑی سنگدلخ ہے۔ بڑی مشکلات ہیں۔ یہاں یہ بات نوٹ کرنے کے قابل ہے کہ مشرقی پاکستان میں چھوٹے چھوٹے کئی ”بریف کیس“ یا ڈبی اخبارات لکھتے رہے اور سب کے سب بچپن کی موت مرتے گئے۔ صرف ایک روزنامہ ”پاسبان“ نکلا۔ واحد اردو اخبار تھا جو اپنی تاریخ اجراء سے لیکر بائیس سال تک مسلسل پابندی سے شائع ہوتا رہا۔ یہ اخبار کالا تو عبدالعزیز صاحب نے تھا۔ جس کو سید مصطفیٰ حسن نے خرید لیا اور الحمد للہ کے بھاشانی کے جلاؤ گھراؤ تحریک تک، جب تک حالات اس نہج پر نہیں پہنچ گئے کہ اخبار بند کر دیا جائے۔ ۲۲ سال کے بعد بند کر دیا گیا۔ مشرقی پاکستان میں جہاں بنگالی عصبیت اور لسانی عفریت قیام پاکستان کے ساتھ ہی سراٹھا چکا تھا۔ اگر اس کا ادراک ارباب حل و عقد نہ کر سکے تو یہ ان کی کور چشمی تھی۔ ایسی سرزمین میں اتنے عرصہ تک اردو روزنامہ کا جاری رہنا کوئی آسان کام نہ تھا..... واضح رہے کہ سید مصطفیٰ حسن..... پڑھے لکھے بہت ہی شریف اور نجیب الطرفین سید ہیں۔ اللہ نے وسائل دے دیئے۔ مسلم لیگ، تحریک پاکستان، نظریہ پاکستان اور پاکستان سے محبت تھی۔ اس لئے پاکستان کی خدمت کرنے کے لئے اس میدان میں آگئے تھے۔ اور جب تک حالات نے مجبور نہیں کر دیا میدان میں ڈٹے رہے۔ پاکستان میں یہ بات بہت کم لوگوں کے علم میں ہے کہ مشرقی پاکستان میں ۲۲ سال کے عرصہ تک اردو صحافت کی شمع جلانے رکھنے والا یہ شخص پاکستان ہی میں ہے اور گذشتہ ۹ سال سے بستر پر مفلوج پڑا ہے۔ میں جب ان کی

عیادت کو جاتا ہوں تو ان کے پاس بیٹھا تک تک خاموش ان کا چہرہ دیکھتا رہتا ہوں۔ اتنی طویل علالت اور ایسا نورانی چہرہ میں ورطہ حیرت میں پڑ جاتا ہوں۔ ایک نیک شریف انسان کو ایسی جسمانی مجبوری، اللہ کے بھید اللہ ہی جانتا ہے.....“

پیرو مرشد حضرت الحاج مولانا سید شاہ مصطفیٰ حسن فردوسی مدظلہ کی تعلیم و تربیت جس دینی ماحول اور انداز سے ہوئی اس کا نتیجہ تھا کہ آپ بچپن سے نیکی اور شرافت کے پیکر اور والدین و اساتذہ کے فرمانبردار تھے۔ بچپن اور جوانی مشائخ کرام اور اللہ کے برگزیدہ بندوں کی صحبت میں گزاری۔ نماز، روزہ، تلاوت کلام پاک اور ورد و وظائف کے پابند رہے۔ پابندی شریعت اور صوم و صلوة نے آپ کو تصوف کی طرف مائل کر دیا تھا۔ کسبی ہی سے فقراء اور درویشوں کی خدمت میں لذت محسوس کرتے۔ بہار شریف میں صاحب سلسلہ بزرگوں کی صحبت سے استفادہ کرنے کے شوق میں ان کی خانقاہوں اور نکیوں پر حاضری دیتے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت مخدوم جہاں بخش شرف الدین احمد یحییٰ منیری قدس سرہ، کے عرس کے موقع پر صاحب سجادہ حضرت مولانا محمد سجاد پالکی میں ایک بڑے جلوس کے ساتھ آستانہ مخدوم جہاں کی طرف تشریف لے جا رہے تھے۔ اس وقت حضرت سید شاہ مصطفیٰ حسن فردوسی مدظلہ کی عمر نو دس سال کی تھی۔ آپ صاحب سجادہ علیہ رحمۃ کی پابوسی کے شوق میں پالکی کے ساتھ دوڑے جا رہے تھے۔ کسبی اور مجمع کی کثرت کی بنا پر آپ پالکی کے قریب نہیں پہنچ پارہے تھے۔ ٹھوکریں کھاتے اور گرتے پڑتے پالکی کے قریب پہنچنے کے لئے سرگرداں تھے کہ جناب حضور سید شاہ محمد سجاد علیہ رحمۃ کی نظر آپ پر پڑی۔ حضرت کے شوق و جذبہ کو دیکھ کر اپنی پالکی آہستہ کروائی، آپ کو قریب بلایا اور اپنی زیارت و قدمبوسی سے مشرف فرمایا۔ جناب حضور کے اس خصوصی عنایت اور نوازش سے آپ کو بے پایاں مسرت و شادمانی حاصل ہوئی۔ حضرت سید شاہ محمد سجاد قدس سرہ، سے آپ کی عقیدت و محبت دن بدن بڑھتی گئی۔ آخر عین عالم شباب میں ۱۹۵۶ء کو آپ مخدوم جہاں بخش شرف الدین احمد یحییٰ منیری فردوسی قدس سرہ، کے سجادہ جناب حضور سید محمد سجاد علیہ رحمۃ کے دست حق پرست پر مشرف بہ بیعت ہوئے۔ بیعت ہونے کے بعد پیرو مرشد کی خدمت کا کوئی لمحہ ضائع نہ جانے دیا اور پیر کی صحبت و خدمت سے خوب خوب مستفیض ہوئے۔ آپ جناب حضور کے سب سے ہجیتے مرید تھے۔ آپ کو بھی اپنے مرشد سے عشق کی حد تک محبت تھی۔ آخر جناب حضور سید شاہ محمد سجاد قدس سرہ، نے آپ کو اپنے روحانی فیوض و برکات سے سرفراز کیا اور ۱۹۶۸ء میں خلافت و کمر تمام سلاسل کی اجازت عطاء فرمائی۔ جس دن خلافت و اجازت دینے کی تقریب منعقد ہوئی اسی دن حضرت سید شاہ محمد سجاد قدس سرہ، نے آپ کو ساتھ لیکر مخدوم جہاں کے روضہ اقدس پر حاضری دی۔ فاتحہ خوانی کے بعد چادر چڑھائی گئی۔ اس کے بعد جناب حضور نے شاہ صاحب کا ہاتھ پکڑ کر مخدوم جہاں کے روضہ اقدس کے قریب کرتے ہوئے فرمایا۔ حضرت! میں نے اپنی بساط بھر اپنا کام انجام دے دیا ہے۔ اب مصطفیٰ حسن کو آپ کے سپرد کرتا ہوں۔ ان کی رہنمائی فرمائیں۔ حضرت سید شاہ محمد مصطفیٰ حسن فردوسی مدظلہ کا معمول تھا کہ ڈھاکہ سے سال میں کئی بار بہار شریف تشریف لے جاتے۔ مخدوم جہاں کے روضہ اقدس، حجرہ شریف اور چلہ گاہ واقع راجگیر پر حاضر ہو کر عبادت و ریاضت اور ذکر و اذکار میں وقت گزارتے۔ ڈھاکہ میں قیام کے دوران مخدوم جہاں کے استاد اور خسر حضرت علامہ اشرف الدین ابوتوامہ قدس سرہ، کے مزار اقدس ستار گاؤں تشریف لے جاتے اور چلہ کش رستے۔ اس طرح آپ نے اپنے اوقات عزیز کو گوشہ تنہائی میں صرف کر کے باطنی فیوض و برکات حاصل کئے۔ اللہ جل شانہ نے آپ کو دینی اور دنیوی دونوں نعمتوں سے نوازا صحافت کے ساتھ ساتھ دوسرے ذرائع تجارت کو اختیار کیا۔ لیکن جلد ہی آپ کی طبیعت دنیا اور لوازمات دنیا سے اچاٹ ہو گئی اور گوشہ نشینی اور شب خیزی کی طرف مائل ہوئے۔ پریس، موتی جھیل کمرشیل ایریا کی لٹ و دق عمارت اور تیج گاؤں کے گودام آپ نے مکمل طور پر اپنے پیچھے کے سپرد کر دیا اور خود گوشہ تنہائی اختیار فرمایا۔ کراچی میں ۱۹۸۳ء میں آپ پر فالج کا حملہ ہوا۔ آپ کی علالت کی خبر



سن کر آپ کے منیجر صاحب آپ کی عیادت کے لئے ڈھاکہ سے کراچی تشریف لائے۔ راقم الحروف سے گفتگو کے دوران انہوں نے بتایا کہ ” میں حضرت کے ساتھ بارہ چودہ سال کی عمر سے ملازمت کر رہا ہوں۔ میں نے آپ کو سخت ریاضت کرتے دیکھا ہے۔ ۱۹۷۰ء میں جب حضرت کے بچے مستقل طور پر کراچی منتقل ہو گئے۔ اس وقت سے کاروباری ذمہ داری کے علاوہ آپ کے کھانے پینے اور آرام کے تمام انتظامات میں ہی انجام دیتا ہوں۔ جب سے ساتھ رہ رہا ہوں میں نے رات میں کبھی آپ کو سوتا نہیں پایا۔ بلکہ جب کبھی میری آنکھ کھلی آپ کو جائے نماز پر یا وضو کرتے پایا۔ “

حضرت پیرو مرشد مولانا الحاج سید شاہ مصطفیٰ حسن قادری شطاری الفردوسی مدظلہ نے مسلسل سات حج کئے ہیں پہلا حج آپ نے ۱۹۶۵ء میں اور آخری حج ۱۹۷۱ء میں کیا۔ برصغیر پاک و ہند اور بنگلہ دیش کے تمام بزرگان دین اور مشائخ کرام کے آستانوں کے علاوہ دوسرے ممالک میں اسلامی زیارت گاہوں کی زیارت سے مشرف ہو چکے ہیں۔ بہار و بنگال اور کراچی میں اس وقت آپ کے بکثرت عقیدت مند اور مریدان موجود ہیں۔ مریدوں میں راقم الحروف سید قیام الدین نظامی الفردوسی اور نگپوری، جناب سید احمد عرف منظر عالم صاحب فردوسی راجگیری، جناب محمد شفیع صاحب فردوسی دانا پوری، جناب ممتاز حسن صاحب فردوسی عسکری، جناب سید شمشاد حسن صاحب فردوسی دستوی، جناب سید منظور الحق صاحب ابدالی فردوسی الہ پوری، جناب محمد سمیم صاحب فردوسی، جناب محمد عبدالرشید صاحب فردوسی بہاری، جناب مبین احمد حسنی فردوسی حیدرآباد دکن، جناب سید محمد عرف منظر عالم فردوسی راجگیری مرحوم، جناب نجیب احمد فردوسی مرحوم، جناب عبدالرشید صاحب فردوسی مرحوم سلطان گنج پٹنہ اور حضرت کے بھانجی داماد جناب سید نجم الدین حیدر فردوسی بہاری وغیرہ ساکنان کراچی۔

راقم الحروف سید قیام الدین نظامی، الفردوسی کی پہلی ملاقات پیرو مرشد سے ۱۹۶۳ء کو ڈھاکہ میں ہوئی۔ صورت یوں پیدا ہوئی کہ جناب ایس۔ جی۔ ایم۔ بدر الدین صاحب، سابق ایڈیٹر، انگریزی روزنامہ مارنگ نیوز، جو راقم کے رشتہ میں تانا ہوتے ہیں۔ مجھے ملازمت کے سلسلہ میں حضرت کے پاس بھیجا۔ میں جناب بدر الدین صاحب کا رقعہ لیکر روزنامہ پاسان کے دفتر محلہ سکھاری پٹی نزد نواب پور روڈ حاضر خدمت ہوا۔ میں ایک حسین و جمیل، سرخ و سفید، بارعب اور جاذب نظر شخصیت کے سامنے کھڑا تھا۔ آپ کی شخصیت بارعب ہونے کے علاوہ پرکشش بھی ہے۔ میں نے کچھ کہنے کے بجائے رقعہ بڑھا دیا۔ آپ نے مجھے دیکھا، مسکرائے اور اپنے سامنے پرہی ہوئی کرسی پر بیٹھنے کو کہا۔ رقعہ پڑھ کر فرمایا۔ بھئی! میرے دفتر میں کوئی جگہ خالی تو نہیں ہے۔ لیکن آپ ایک ایسے شخص کا خط لیکر آئے ہیں جنہیں میں اپنا بڑا بھائی سمجھتا ہوں اور آپ کو ناامید نہیں کر سکتا۔ آپ کو پروف ریڈر کا کام انجام دینا ہوگا اور مبلغ ساٹھ روپے ماہانہ تنخواہ ہوگی۔ آپ کی گفتگو میں اپنائیت، خلوص اور بے تکلفی تھی۔ میں نے آپ کے بتائے ہوئے شرائط پر ملازمت کی حامی بھری اور تقریباً چھ ماہ روزنامہ ” پاسان “ کی ملازمت سے منسلک رہا۔ میں نے حضرت کو کم گو، نرم دل، رقیق القلب، ہنس مکھ اور بے تکلف انسان پایا۔ نماز روزے کا پابند دیکھا۔ آپ کا پریس، اخبار کا دفتر اور رہائش ایک بڑی سی عمارت میں نواب پور روڈ سے ملحق محلہ سکھاری پٹی میں تھا۔ رمضان کے مہینہ میں شام کے تمام اسٹاف کے افطار کا انتظام آپ اپنے ساتھ کرتے اور جو لوگ دیر تک رات میں ڈیوٹی پر ہوتے انہیں رات کا کھانا بھی اپنے ساتھ کھلاتے۔ آپ کا دسترخوان کبھی مہمانوں سے خالی نہیں دیکھا گیا۔ مہمان نوازی اور داد و دہش آپ کی اہم خصوصیت ہے۔ بچے، یوڑھے، جوان اور ہر مسلک و طبقہ فکر کے افراد آپ کے اعلیٰ اخلاق سے بے حد متاثر ہیں۔ آپ اپنے عقیدتمندوں اور مریدوں کو فرض نماز کے علاوہ ہر وقت با وضو رہنے اور وضو کے بعد دو رکعت نماز تحیۃ الوضوء کی بڑی شدت سے تاکید فرماتے ہیں۔ آپ کا قول ہے کہ ہمیں اللہ کا بندہ ہونے کا دعویٰ ہے اور اس دعوے کے بعد

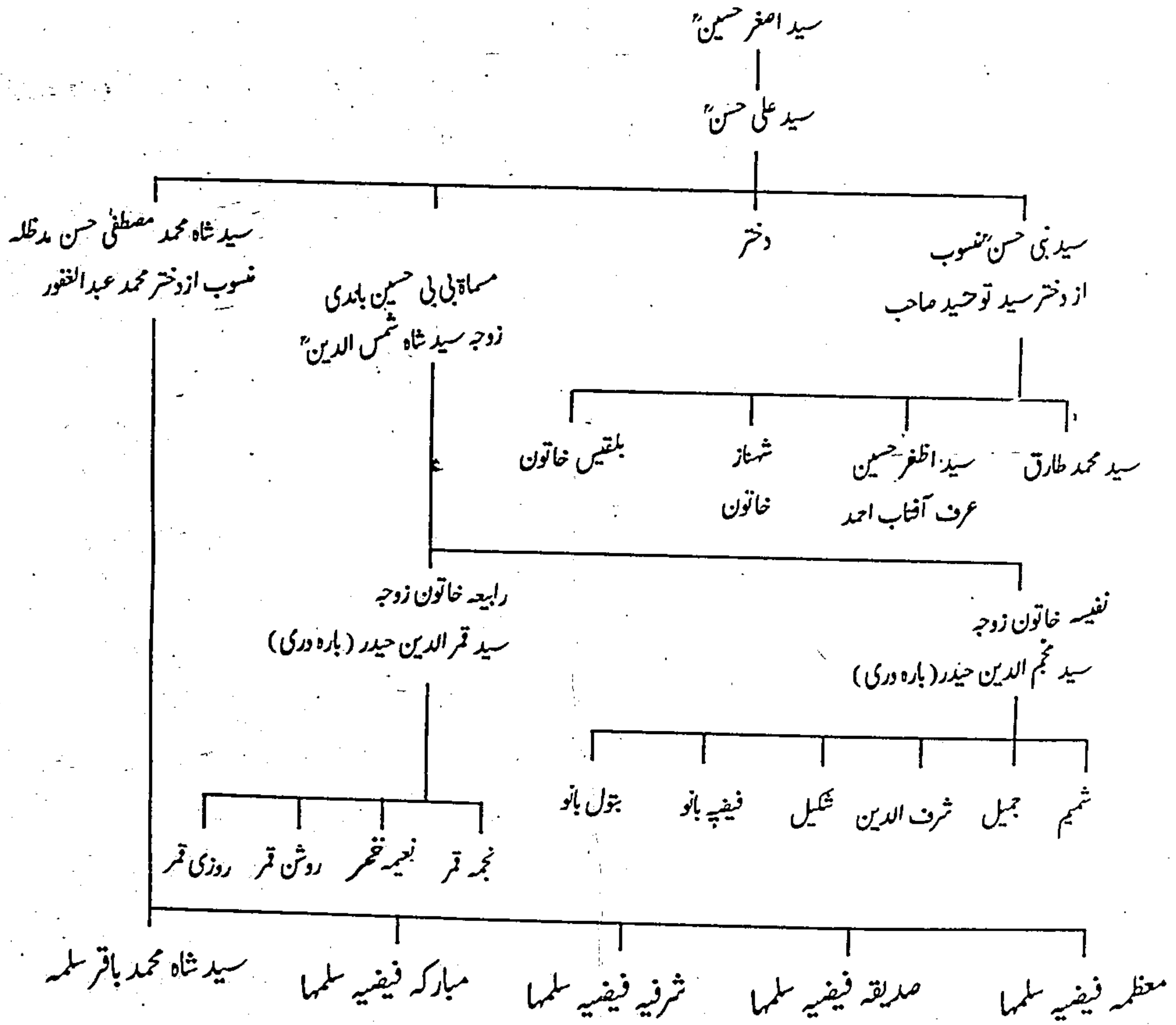
صرف فرائض کی ادائیگی کافی نہیں۔ خدا سے محبت اور اس کی بندگی کے دعوے کے لئے ضروری ہے کہ فرائض کے علاوہ نقل عبادتوں میں کثرت سے مشغول رہا جائے۔ آپ نے ایک بار فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جو روزی ہمیں عطا کرتا ہے اس میں سے زکوٰۃ و خیرات ادا کرنے کے بعد اپنے اعزہ و اقارب و دوست احباب کا حق بھی ادا کرنا چاہیے۔ زکوٰۃ اور خیرات تو غربا و مساکین کا حق ہے۔ لیکن ہمارے صاحب نصاب اعزہ و احباب کا حق اس مال میں ہے جو ہم اپنے اور اپنے بال بچوں پر خرچ کرتے ہیں۔ جو لوگ اپنے مال خاص سے اپنے والدین اور اپنے بھائی بہنوں کا حق ادا کرتے ہیں اللہ ان کے مال اور روزی میں برکت دیتا ہے۔ اعزہ و اقارب اور دوست احباب کا حق یہ ہے کہ انہیں دعوت دیکر مدعو کیا جائے اور ان کی مہمان نوازی کی جائے۔ مہمانوں کی خاطر و مدارات سے سرمایہ کم نہیں ہوتا بلکہ اللہ میزان کی روزی میں کشادگی پیدا کرتا ہے۔

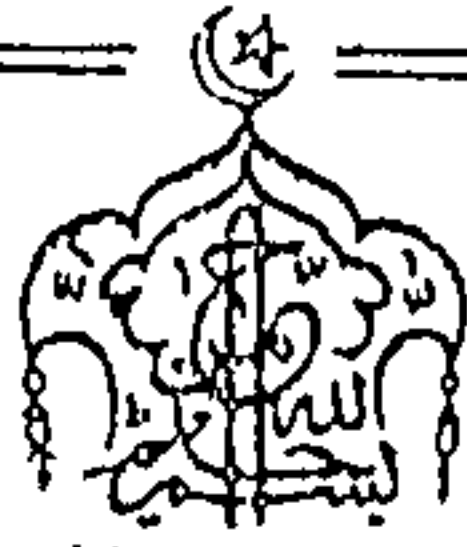
حضرت مولانا سید شاہ مصطفیٰ حسن مدظلہ العالی کی شادی بہار شریف کے ایک خدا ترس تاجر برادری میں دختر مولوی الحاج محمد عبدالغفور مرحوم سے ہوئی۔ حضرت مولوی صاحب اور ان کا گھرانہ قصبہ بہار شریف میں نیکی، شرافت، خدا ترسی اور داد و ہوش میں بہت مشہور رہا ہے۔ صوبہ بہار میں یہ خاندان بڑے تاجروں میں شمار کیا جاتا ہے۔ جن کے تجارتی دفاتر بہار و بنگال کے علاوہ پاکستان کے شہر کراچی، راولپنڈی اور پشاور میں بھی ہیں۔ ان مقامات پر قائم تجارتی مراکز اور دفاتر سے اس خاندان کے افراد حضرت مولانا محمد سہیل مدظلہ، جناب الحاج محمد بشیر الدین مدظلہ، جناب الحاج محمد عزیز الدین مدظلہ اور جناب الحاج محمد جمیل الدین مدظلہ پسران مولوی محمد عبدالغفور مرحوم غرباء و مساکین کے امداد کا کام بڑے اہتمام سے انجام دیتے ہیں۔ عموماً تمام سادات کرام اور خصوصاً سادات بہار سے اس خاندان کی محبت و عقیدت اپنی مثال آپ ہے۔ جناب پروفیسر ڈاکٹر مجیب الرحمن صاحب اپنی کتاب ” تاریخ بارہ گانوں “ میں مولانا سید عبدالغفور صاحب کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں ”..... آخر میں مدرسہ اسلامیہ جین بہار شریف سے منسلک ہو گئے۔ تنخواہ صرف پچاس روپے تھے۔ مگر سپرنٹنڈنٹ اسلامک اسٹڈیز مولانا مبارک کریم اور حکیم یوسف خان صاحب کے اصرار پر خدمت قبول کر لی۔ راقم کی ایما پر آپ کے شاگرد رشید مولانا محمد سہیل خلیفہ الحاج عبدالغفور تاجر بیڑی، بہار شریف پچاس روپیہ ماہانہ پوشیدہ طور پر مولانا (سید عبدالغفور صاحب) کو دیا کرتے۔ خدمت کا یہ سلسلہ تادم تحریر معرض ختم میں رہا۔ اس خاندان (یعنی خاندان الحاج عبدالغفور مرحوم) کی یہ ہمیشہ عادت خیر جاری ہے۔ جناب الحاج محمد جمیل صاحب، آپ کے چھوٹے صاحبزادے بھی حاتم دوراں ہیں اور اپنے پدر بزرگوار کے نقش قدم پر چلتے ہیں۔“ پیرو مرشد مدظلہ کو اللہ جل شانہ نے ایک پسر اور چار دختر عطاء کیا ہے۔ صاحبزادہ صاحب برادر م سید شاہ محمد باقر سلمہ کلج میں زیر تعلیم ہیں۔ ماشاء اللہ ہونہار اور حضرت کے نقش قدم پر گامزن ہیں۔ صاحبزادیوں میں دختر اول معظمہ فیضیہ سلمہا زوجہ چودھری سید محمد علی آروی، دختر دوم شرفیہ فیضیہ سلمہا، دختر سوم صدیقہ فیضیہ سلمہا اور دختر چہارم مبارکہ فیضیہ سلمہا زوجہ جاوید اقبال۔ اللہ تعالیٰ کے حضور دعا گو ہوں کہ اپنے حبیب حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے اور محرم جہاں شرفاء بہاری قدس سرہ، کے ذریعہ اور وسیلہ سے ان تمام عزیزوں کو دین و دنیا میں سرخروئی عطاء کرے، ترقی کی اعلیٰ منزلیں طے کرائے، ہمیشہ شاد و آباد رکھے اور تمام بلاؤں، تمام مصیبتوں اور شر و فساد سے محفوظ رکھے۔ آمین

پیرو مرشد حضرت سید شاہ محمد مصطفیٰ حسن مدظلہ کو بچپن سے شاعری کا شوق تھا۔ اردو اور فارسی دونوں زبانوں میں طبع آزمائی کی ہے۔ آپ کے کلام میں صوفیانہ رنگ غالب ہے۔ تصوف سے فطری لگاؤ کی بنا پر آپ نے حمد و نعت زیادہ کہے ہیں۔ نعت شریف بڑے خوبصورت اور دلکش انداز میں پڑھتے ہیں۔ نمونہ کلام صفحہ ۸۵ پر ہے۔

پیر و مرشد حضرت مولانا سید شاہ محمد مصطفیٰ حسن فردوسی مدظلہ العالی گذشتہ آٹھ نو سال سے صاحب فراش ہیں اور صبر الیوبی کی سنت پوری کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے برگزیدہ بندے حضرت مخدوم جہاں کے صدقے اور وسیلے سے آپ کو صحت کھی عطا کرے اور ہم بھٹکے ہوں کے لئے ذریعہ ہدایت بنائے۔ آمین ثمہ آمین

## شجرہ و نقشہ اولاد سید شاہ محمد مصطفیٰ حسن فردوسی مدظلہ





# دُرُودِ شَرِيفِ فَرْدِوسِيهِ عَلِيَّهِ

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ كَانَ عَلِيًّا فِي دَرَجَاتِهِ حُسَيْنًا فِي صِفَاتِهِ زَيْنَ الْعَابِدِينَ فِي  
 عِبَادَتِهِ بَاقِرًا فِي مَهَامِدِهِ جَعْفَرًا فِي كَلَامِهِ كَاطِبًا فِي حِلْمِهِ عَلِيًّا فِي رِضَائِهِ  
 مَعْرُوفًا فِي عِرْفَانِهِ سِرِّيًّا فِي أَسْرَارِهِ جَنِيْدًا فِي جَنْدِهِ مَشَادًا فِي مَحَارِبِهِ أَحْمَدًا  
 فِي تَجَلِيَّاتِهِ مُحَمَّدًا فِي جَمَالِهِ وَجْهَ الدِّينِ فِي أَصْحَابِهِ ذِيَاءَ الدِّينِ فِي أَنْوَارِهِ نَجْمَ الدِّينِ  
 فِي عَظَمَتِهِ سَيْفَ الدِّينِ فِي أَصْحَابِهِ بَدْرَ الدِّينِ فِي أَنْصَابِهِ رُكْنَ الدِّينِ حَسَنًا فِي مَجْدِ الدِّينِ  
 فِي دَرَجَاتِهِ شَرَفَ الدِّينِ فِي شَرِيْعَتِهِ مُظْفَرَ فِي جَلَالِهِ حُسَيْنًا فِي وِلَايَتِهِ  
 حَسَنًا فِي نَسَبِهِ بَهْرَامًا فِي سَخَاوَتِهِ أَيُّوبًا فِي أَحْوَالِهِ قَاضِيًا فِي مَعْرِفَتِهِ  
 أَبُو الْفَتْحِ فِي إِرْشَادِهِ عَلِيًّا فِي تَسْلِيمِهِ عَلَاءً فِي تَعْظِيمِهِ قُطْبًا فِي أَضَائَتِهِ  
 مِحْيَى الدِّينِ فِي أَحْيَاءِ الْقُلُوبِ رُكْنَ الدِّينِ فِي تَفَضُّلَاتِهِ مُحَمَّدٌ بِمِثْلِهِ  
 فِي عَلَيْهِ حَسَنٌ عَلِيٌّ فِي حُبِّهِ حُسَيْنًا فِي حُسْنِهِ أَمِيرًا فِي مُمْلَكَتِهِ  
 أَمِينًا فِي خُلُقِهِ حَيَاتًا فِي أَحْكَامِهِ سَيِّدًا فِي سَجْدِهِ وَعَلَى إِلَهِي  
 الطَّاهِرِينَ وَأَصْحَابِهِ الْمُقَرَّبِينَ وَعَلَى الَّذِينَ يَطْلُبُونَ شَفَاعَتَهُ  
 الْكُبْرَى وَسَلِّمْ

## تیری شان جل جلالہ

ترا نام کتنا ہے دلربا تیری شان جل جلالہ

ترا اسم باعثِ مدد شفا تیری شان جل جلالہ

نہ وہ دل ہے جس کو فدا کروں نہ وہ عقل ہے کہ میں وا کروں

ترے فضل کا ہے بس آسرا تیری شان جل جلالہ

تو حکیم ہے تو علیم ہے تو رحیم ہے تو کریم ہے

ترا فضل و بخشش بر ملا تیری شان جل جلالہ

میرا فسق گرچہ کبیر ہے تیرا عفو اس سے کبیر ہے

تیری ذات عفو و کرم عطا تیری شان جل جلالہ

میں تو تیرے درکا فقیر ہوں میں حقیر ہوں میں حقیر ہوں

مجھے اپنے فضل سے دے خدا تیری شان جل جلالہ

تو عظیم سے بھی عظیم تر ترا فضل سب سے قدیم تر

بطفیلِ ایں ہمہ اهدنا تیری شان جل جلالہ

تیرا حق تو ہے کہ ادا کروں یہ ادا کروں تو وہ کیا کروں

تیرے فضل کی نہیں انتہا تیری شان جل جلالہ

میں گناہگار سی مگر حسن جائے چھوڑ کے کس کے در

تیرے بابِ رحم پہ ہوں کھڑا تیری شان جل جلالہ

## لا الہ الا اللہ

صدائے مرغِ چمن لا الہ الا اللہ	بہارِ کوہ و دمن لا الہ الا اللہ
نکھر کے پردہ گل سے کسی نے دی صدا	بساطِ حسن چمن لا الہ الا اللہ
اسیرِ حسنِ ازل کی زبان پہ لیل و نہار	فغانِ صبحِ قرن لا الہ الا اللہ
ترا مزاقِ تلفت یہ ترا رنگِ شباب	فسونِ سروِ علن لا الہ الا اللہ
رفیقِ اہلِ سعادت فغانِ نیمِ شبی	سرودِ بزمِ کھن لا الہ الا اللہ
اگرچہ حبنِ ازل کو نیازِ عشق نہیں	صدائے شوقِ دمن لا الہ الا اللہ

نہ صبح وصل کی جوشش نہ شام غم کا قلق  
 کشاکش دل عاشق سرور ذوق جمال  
 کبھی وہ چشم بتان کے شرار تمکین میں  
 جو شوق دل میں تھا ان کے پذیر حسن ہوا  
 گئے یہ شوخی آہو گئے حسن خرام  
 شباب لالہ و گل بافغان مرغ اسیر  
 اسیر حسن ذقن لالہ الا اللہ  
 یہ باب دارو رسن لا الہ الا اللہ  
 کہیں یہ زلف شکن لا الہ الا اللہ  
 نگار و باغ و سمن لالہ الا اللہ  
 یہ سوزو ساز و لحن لا الہ الا اللہ  
 سرور رنج و محن لا الہ الا اللہ  
 سمجھ سکا نہ کوئی راز حسن معنی کا  
 عجب ہے رمز حسن لا الہ الا اللہ

## عرضی بحضور

### رب العلاء

یا راحم العطایا یا غافر الخطایا  
 عرق گنہ میں ڈوبے حاضر ہیں تیرے بندے  
 احوال سے تو واقف یا سائر العیوب  
 گرچہ کہ ہم نہیں ہیں لائق کے پیش ہوتے  
 لیکن کہاں پہ جائیں دکھ کس کو ہم سائیں  
 اے لا شریک مالک یکتا ہے ذات تیری  
 مرضی پہ تیرے ہوتا ہے کام اس جہاں کا  
 ”اے بے نیاز مالک مالک ہے نام تیرا  
 تیرے غریب بندے امت تیرے بنی کے  
 بے کس و بے سہارے پھرتے ہیں مارے مارے  
 بہرکرم نگا ہے برحال زارما کن  
 یہ سب ہمارے اپنے اعمال کی مزا ہے  
 اللہ اپنے عاصی بندوں کی اب خبر لے  
 ذالوجود تو الکریم تو غفار نام تیرا  
 بندوں پہ اپنے کیجئے رحم و کرم خدایا  
 در پر ترے کرم کے دست طلب اٹھائے  
 یا عالم الغیوب یا غافر الذنوب  
 اس روسیہ کو لے کر درپہ تمہارے آتے  
 کوئی نہیں ہے ایسا جس کی پناہ چاہیں  
 تیرے سوا کسی کی ہستی نہیں ہے باقی  
 تیرے حکم کے تابع ہر ذرہ دو جہاں کا  
 عصیاں ہے فعل میرا بخشش ہے کام تیرا“  
 ظلم و ستم کے مارے بوسیدہ حال زارے  
 محروم آشنائے زاریدہ دلفگارے  
 ہم عاصیوں پر اپنے چشم فضل کو واکن  
 جو کچھ ہوا ہے سب کچھ اپنا ہی آئینہ ہے  
 بہرکرم ہمارے زخم جگر کو بھر دے  
 عصیاں ہے فعل میرا بخشش ہے کام تیرا

## سبحانک لا اله انت یا حنان یا منان

الله حنیفٌ الله کریمٌ الله حکیمٌ الله عظیمٌ  
 الله حفیظٌ الله جلیلٌ الله عزیزٌ الله رحیمٌ  
 الله رقیبٌ الله ودودٌ الله وکیلٌ الله کفیلٌ  
 الله معیزٌ الله علیٌ الله رشیدٌ الله علیمٌ  
 الله سمیعٌ الله بصیرٌ الله لطیفٌ الله خبیرٌ  
 الله ملکٌ الله برٌ الله روفٌ الله رحیمٌ  
 الله احدٌ الله حمدٌ الله ربٌ الله مصیرٌ  
 الله مجیبٌ الله حسیبٌ الله وبابٌ الله کریمٌ  
 الله متینٌ الله ولیٌ الله حمیدٌ الله مصیرٌ  
 الله حقٌ الله شهیدٌ الله مجیدٌ الله نعیمٌ  
 الله جمالٌ الله جمیلٌ الله معیدٌ الله قدیرٌ  
 الله فردٌ الله وترٌ الله مقیتٌ الله قدیرٌ  
 الله غنیٌ الله علیٌ الله قویٌ الله کبیرٌ  
 الله شکورٌ الله غفورٌ الله عفوٌ الله کریمٌ

### نعت

محمد	یا	زارم	برحال	کرم	یا	محمد
محمد	یا	دارم	لطف	امید	یا	محمد
محمد	یا	خواهم	الطاف	نظر	یا	محمد
محمد	یا	تویارم	جز	نه دارم	یا	محمد
محمد	یا	عالم	سلطان	تویی	یا	محمد
محمد	یا	یا بم	یار	جمال	یا	محمد
		تو	در	است		
		محمد	یا	گذارم		
				شب		
				عمرم		
				حسن		
				تمنائے		
				چو خوارم		
				تحت خسرو		
				چوں به خلوت		
				درد حاجت		
				روائے ماہمه		
				است		
				زمانه		
				بر سر پیکار		
				بینم		
				به صدقے وقت		
				پاک بیعت رضواں		
				از جمانے		
				ام		
				بریده		
				آده		
				دلفگارم		
				یا		
				محمد		

## شجرہ عالیہ فردوسیہ

فضل کر یارب محمد مصطفیٰ کے واسطے  
 شاہ شاہانِ رسل خیر الوریٰ کے واسطے  
 با علی مولائے کل بابِ رسل سرِ خدا  
 با امام العابدین یعنی علی ابن حسین  
 باقر و جعفر و کاظم اور علی موسیٰ رضا  
 خواجہ معروف کرخی اور سری سقطی جنید  
 پیشوائے شرع مصطفوی و شمع عارفان  
 از طفیل وجہ الدین و یونجیب و نجم دین  
 از طفیل سیف الدین و بدر الدین و رکن دین  
 جان شرف الدین مظفر تن شود در عشق تو  
 نوشہ توحید و حسن دائم جشن بہرام من  
 از طفیل قاضی و یو الفتح علی باصفا  
 شاہ قطب الدین محی الدین و رکن الدین و بھیکہ  
 یا الہ العالمین صدقہ علی و میر الدین  
 با حیاتِ واقف اسرار حق حُسن ازل  
 میرے آقا میرے مولا احمد سجاد حق  
 از طفیل واقف اسرار حق حُسن ازل  
 سہل کریارب امور دین د دنیا از کرم

سرور کونین احمد مجتبیٰ کے واسطے  
 فضل کر یارب امام الاصفیا کے واسطے  
 اور حسین جانِ وصفِ اولیا کے واسطے  
 قبلہ گاہے طبقہ اہل صفا کے واسطے  
 اہل بیت نور عرش کبریا کے واسطے  
 خواجہ ممشاد و احمد باخدا کے واسطے  
 ابن عبد اللہ محمد عمویہ کے واسطے  
 صاحبِ عشق و رضائے کبریا کے واسطے  
 اور نجیب الدین فردوسی پیما کے واسطے  
 صاحبِ عشق و وفا شرف العلیٰ کے واسطے  
 اور شہ ایوب کاہی باصفا کے واسطے  
 اور علاء الدین مست با خدا کے واسطے  
 اور حیات و ہم حسن اہل وفا کے واسطے  
 اور امین دین متین شمع وفا کے واسطے  
 وارث نورہدیٰ ہادی الہدیٰ کے واسطے  
 ان کے وصفِ عفو و لطف و سخا کے واسطے  
 جملہ ارباب وفا و مقتدا کے واسطے  
 ماغلامان شرف حاجت کشاں آورده ام

یا الہ العالمین انت رجاء السائلین  
 فضل کر یارب بحق جملہ اسمائے حسین



## غزل

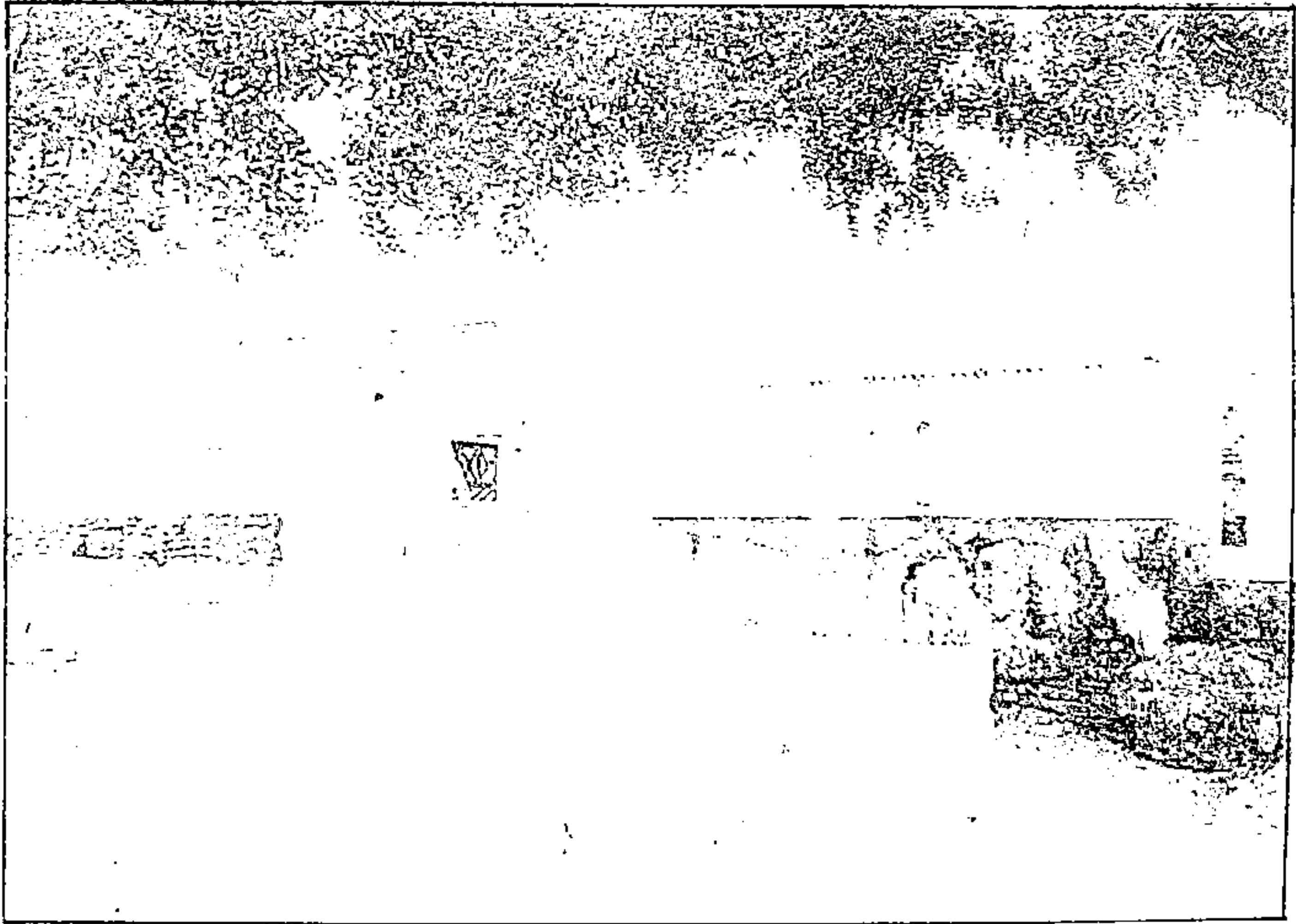
اے کہ محرابِ دلم ابروئے تو      قبلہ و کعبہ من خوش روئے تو  
 رشک گلشن صدہزاراں می شوم      چو صبا آید زراہ کوئے تو  
 آرزوئے ماغلامت این بس است      ہر کجا ہر سو رسد خوشبوئے تو  
 نیست گنجید دردل ما یک نفس      جز خیال تو جمال روئے تو  
 ہم چو پروانہ کنم طوف مدام      پیش روے شاید مہ روئے تو  
 این منم خواہم کہ یوسم تا ابد      نقش پائے خاک و سنگ کوئے تو

چوں رقصم پیش جانا نہ      بہ حال شوق مستانہ  
 نگاہ ر یار گلگونہ      ہمیں رقصہ بہ تابانہ  
 سرورم تلتطف آں      سبوؤ جام و پیمانہ  
 بدست ساقی مہ رخ      چو نو شم جام زندانہ  
 نہ دارم فرق این آں      بہ حال شوق مستانہ  
 کنم پرواز در آں دم      سوائے عرش شاپانہ

چوں شمع حسن افروزد      بہ آید گرد پروانہ  
 فدائے جاں کند براو      بہ حال شوق مستانہ  
 نہ می بیند کہ سوز جاں      شود از حال بیگانہ  
 تمیز من و تو باقی      نہ ماند بر درجاناں  
 بہ شوق زینت محفل      شود از جاں بیگانہ  
 چرا غافل کند این جا      کہ باز آید شہانی  
 نہاں انگشت در دندان      بگوید این چہ حیرانی  
 چہ میزم مختصر این است      چہ شوق رقص تابانی

## غزل

جلوہ انداز جاننے بھی یاد آتا رہا  
 اک تماشاً گاہِ عالم ان کی برم شوق ہے  
 زندگی لحظہ بہ لحظہ کروٹیں لیتی رہی  
 اہل تمکین میری وحشت پر بہت خیرت میں ہیں  
 جلوہ جاناں کی لذت کچھ حجاباتوں میں ہے  
 فرط احساس غم فرقت نے جب گھیرا مجھے  
 کچھ عجب ہیں فرقت و بیم و رجا کی منزلیں  
 چشم جو یا کی تھکن سے نیند جب ظاہر ہوئی  
 جب طواف کوچہ جاناں کو ہم نکلے حسن  
 ساغر و مینا و میخانہ بھی یاد آتا رہا  
 میکشوں کا اور اترانا بھی یاد آتا رہا  
 ہر فریب شوق کا ٹٹا بھی یاد آتا رہا  
 مجھ کو ان کے حال پہ رونا بھی یاد آتا رہا  
 گہے چھپنا سامنے آنا بھی یاد آتا رہا  
 ان کا آنا بے حجابانہ بھی یاد آتا رہا  
 گہے رونا خود بخود ہنسا بھی یاد آتا رہا  
 چپ سے ان کا سامنے آنا بھی یاد آتا رہا  
 راہ میں پھر دل کا گھبرانہ بھی یاد آتا رہا



درگاہ حضرت بی بی کمال کاکوی قدس سرہا کی عید گاہ اور دروازہ

## سید شہاب الدین پیر جگجوت - عظیم آبادی

سلسلہ سروردیہ کے سب سے پہلے بزرگ جو ہندوستان تشریف لائے وہ حضرت سید شہاب الدین پیر جگجوت قدس سرہ، العزیز ہیں۔ آپ شیخ الشیوخ حضرت شیخ شہاب الدین سروردیؒ کے مرید اور خلیفہ تھے۔ اپنے پیر کے حکم سے ہندوستان تشریف لائے۔ آپ اصل رہنے والے کاشغر کے تھے۔ اکثر تذکرہ نگاروں نے آپ کے والد سلطان سید شاہ محمد عرف شیخ عبدالرحمن کو کاشغر کا بادشاہ اور آپ کو کاشغر کا شہزادہ لکھا ہے۔ اور بعضوں نے قاضی کاشغر لکھا ہے۔ بہر حال یہ بات مسلم ہے کہ آپ کاشغر کے امراء میں سے تھے۔ امارت و ریاست کو خیر باد کہہ کر آپ تبلیغ دین کے لئے نکل کھڑے ہوئے۔ کاشغر سے ایران اور ایران سے لاہور تشریف لائے اور ہندوستان کے مختلف علاقوں کی سیر کرتے ہوئے صوبہ بہار کے ایک موضع عالم پور جٹھلی میں مستقل رہائش اختیار فرمائی۔ آپ کی پیدائش ۵۷۰ھ کو کاشغر میں ہوئی۔ آپ کی اہلیہ بی بی مریم عرف ملکہ جہاں خاتون حضرت سید وجہ الدین کاشغری کی صاحبزادی تھیں۔ آپ کو بھی شیخ شہاب الدین سروردیؒ سے بیعت حاصل تھی۔ پیر جگجوت کے ہندوستان آنے کا زمانہ خلجی دور حکومت میں قیاس کیا گیا ہے۔

حضرت پیر جگجوت قدس سرہ، حسینی سادات میں تھے۔ اور آپ کا سلسلہ نسب حضرت امام جعفر صادقؑ کے واسطے سے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے۔ جناب پروفیسر محمد معین الدین دروانی مرحوم نے اپنی کتاب ”تاریخ سلسلہ فردوسیہ“ میں آپ کا نسب نامہ تحریر کیا ہے وہ درج ذیل ہے۔

سید شہاب الدین پیر جگجوت بن سلطان سید شاہ محمد بن سید شاہ احمد بن سید شاہ ناصر الدین بن سید یوسف بن سید حسن بن سید قاسم بن سید موسیٰ بن سید حمزہ بن سید داؤد بن سید رکن الدین بن سید قطب الدین بن سید اسحاق بن سید اسماعیل بن امام جعفر صادقؑ بن امام محمد باقر بن امام زین العابدین بن حضرت امام حسینؑ بن حضرت بی بی فاطمہ بنت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

جناب مولانا حکیم سید محمد شعیب پھلواری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ”اعیان وطن“ میں آپ کو حضرت شیخ نجم الدین کبریٰؒ کا مرید و خلیفہ لکھا ہے۔ جو خود سلسلہ سروردیہ کے بہت بڑے بزرگ تھے۔ حکیم صاحب حضرت پیر جگجوت کے متعلق لکھتے ہیں۔ ”پیر جگجوت قدس سرہ، صوبہ بہار کے بہت مقدم بزرگ ہیں۔ آپ کی ذات بابرکات سے صوبہ بہار میں فقرو عرفان کا بہت چرچا ہوا، صدہا طابین حق مرتبہ کمال کو پہنچے، صدہا خدار سیدہ مشائخ آپ کی صحبت سے فیضیاب ہوئے اور سلسلہ سروردیہ اور فردوسیہ کی اجازت حاصل کی۔ حضرت مخدوم یحییٰ منیری، حضرت مخدوم آدم صوفی، حضرت مخدوم حمید الدین قدس اسرار ہم۔ یہ تمام بزرگان شیخ وقت اور صاحب سلسلہ بزرگ تھے۔ ان سب بزرگوں نے خرقہ کبرویہ آپ ہی سے حاصل کیا..... پیر جگجوت قدس سرہ، بہت بافیض اور کثیر الذریعہ بزرگ تھے۔ صوبہ بہار کا شاید ہی کوئی ایسا خاندان ہو جس کو آپ کی جزیئت نہ پہنچی ہوگی۔ آپ کی خصوصیات میں ایک اہم خصوصیت یہ بھی ہے کہ آپ کی اولاد میں صدہا اولیاء اللہ و مخدوم وقت ہوئے ہیں۔ اس لئے اہل تصوف آپ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نقش قدم پر تصور کرتے ہیں۔ یعنی جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زریات طیبات میں صدہا انبیاء ہوئے اسی طرح حضرت کی اولاد میں کثیر در کثیر اولیاء اللہ ہوئے۔ حضرت مخدوم

پیر جگجوت کی چاروں صاحبزادیاں ولیہ کاملہ تھیں اور چاروں صاحبزادیوں کی شادیاں بھی محدودین وقت ہی سے ہوئی تھی۔ “  
تمام تذکرہ نگاروں نے حضرت سید شہاب الدین پیر جگجوت قدس سرہ، کی اولادِ زینہ کے سلسلہ میں کچھ تحریر نہیں کیا ہے۔  
صرف آپ کی چار صاحبزادیوں اور ان کے ورثا کی تفصیل پیش کی ہے۔ حالانکہ حضرت محدود جہاں کے ملفوظات کے مطالعہ اور  
خصوصیت سے معدن المعانی میں مذکور ہے کہ آپ کی زینہ اولاد بھی تھی جن سے آپ کا لہی سلسلہ جاری ہے۔ اکثر ملفوظات میں  
محدوم جہاں کے ماموں زاد بھائیوں کا ذکر ملتا ہے۔

حضرت بی بی رضیہ - حضرت پیر جگجوت قدس سرہ، کی سب سے بڑی صاحبزادی بی بی رضیہ عرف بڑی یوا تھیں جن کی  
شادی حضرت محدود سیخ بیچی منیری سے ہوئی۔ جن کے صاحبزادے حضرت محدود جہاں سیخ شرف الدین احمد بیچی منیری قدس سرہ، تھے،  
جنہیں سلطان المستحقین، سیخ الاسلام، محدود الملک اور محدود جہاں جیسے بلند القاب سے یاد کیا جاتا ہے۔ اور جن کی بیشتر تصانیف سے  
مستمنان عالم فیضیاب ہو رہے ہیں۔ حضرت بی بی رضیہ خود ایک ولیہ کاملہ خاتون تھیں جنہوں نے بڑی جانفشانی سے اسلامی اور شرعی احکام  
کے مطابق اپنی زندگی بسر کی۔ اور اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت بھی اسی منہج پر کی۔

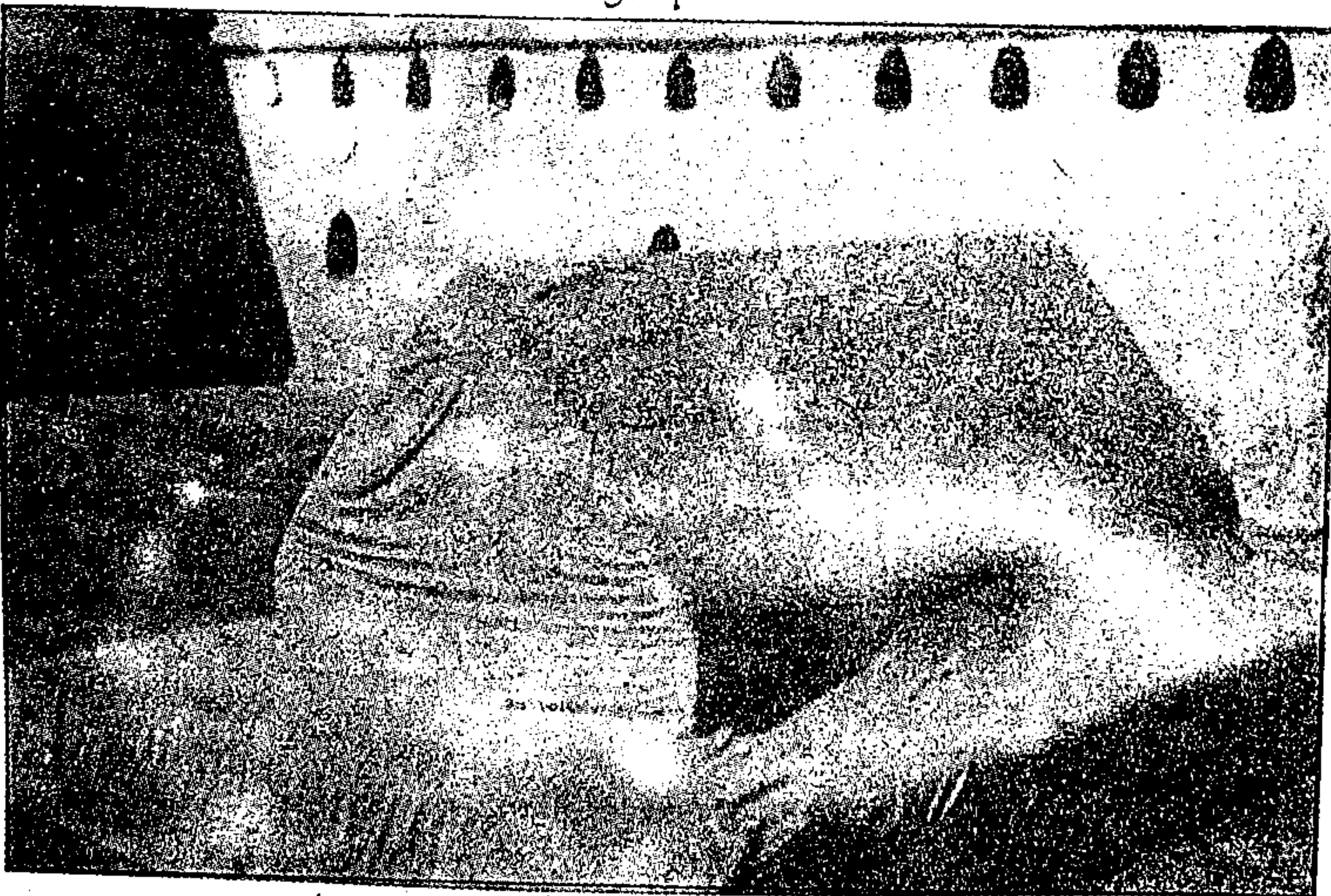
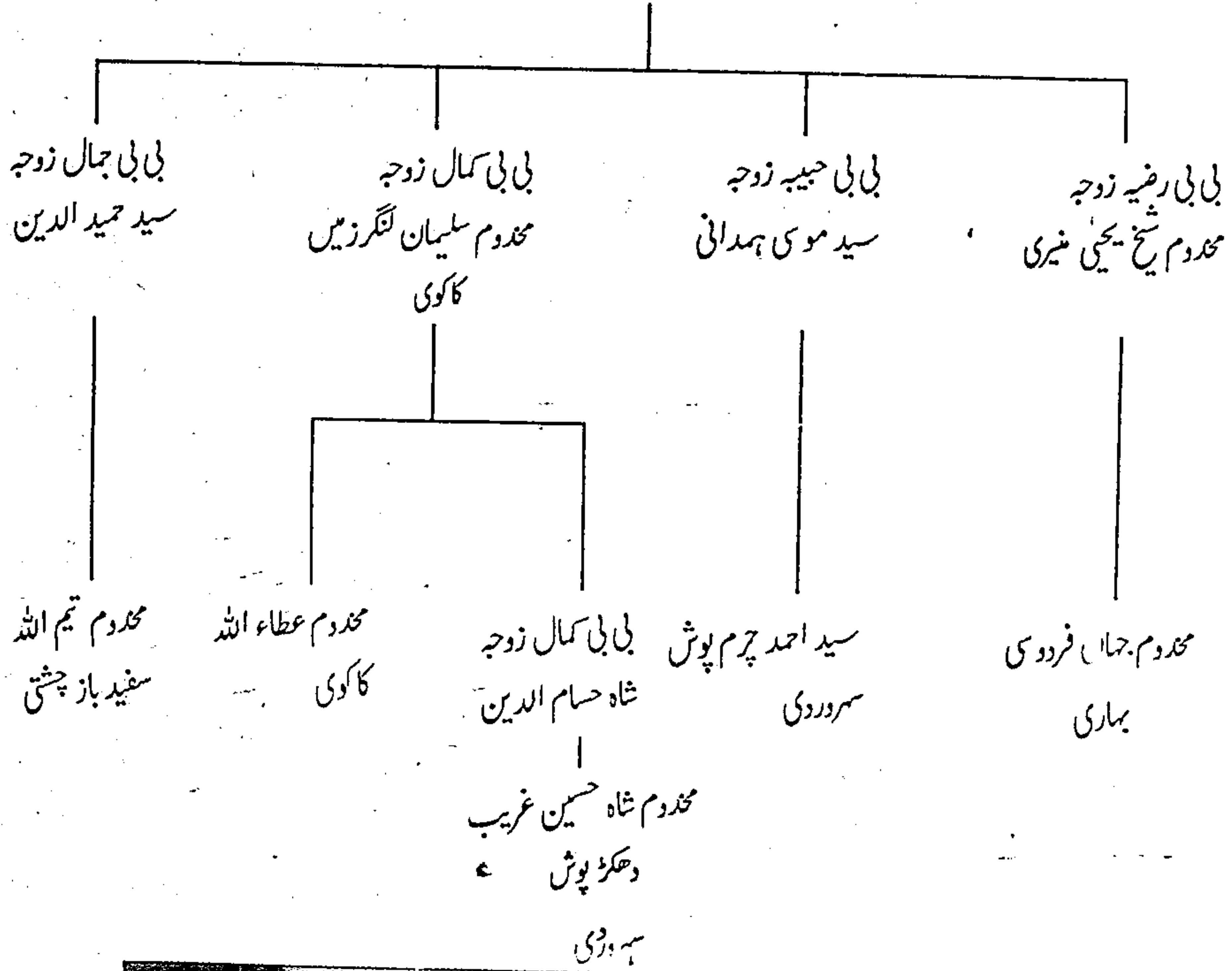
حضرت بی بی حبیبہ - پیر جگجوت قدس سرہ، کی چھٹی صاحبزادی بی بی حبیبہ عرف بی بی جیا اپنے وقت کی محدودہ تھیں۔  
اور حضرت سید موسیٰ ہمدانی قدس سرہ، سے منسوب تھیں جن کے صاحبزادے حضرت سید احمد چرم پوش تیغ برہنہ جیسے پُر جلال و پر  
شکوہ بزرگ تھے۔

حضرت بی بی کمال - حضرت سید شہاب الدین پیر جگجوت کی تیسری صاحبزادی حضرت بی بی کمال کا کوئی تھیں۔ جن  
کا مزار صوبہ بہار کے موضع کا کو میں مرجعِ خلافت ہے۔ اور جن کی بزرگی اور فیض سے ایک زمانہ فیضیاب ہو رہا ہے۔ آپ کی شادی  
حضرت محدود سلیمان لنگر زین کا کوئی بن سیخ عبدالعزیز منیری بن امام محمد تاج فقیہ رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی۔ جسکے صاحبزادے محدود  
عطاء اللہ، صاحبزادی بی بی کمال (ہم نام والدہ) اور نواسہ حضرت شاہ حسین غریب دھکڑ پوش قدس اسرار ہم اپنے وقت کے صاحب  
کشف و کرامت بزرگ شمار کئے جاتے ہیں۔

حضرت بی بی جمال - حضرت بی بی جمال عرف بی بی جمال پیر جگجوت قدس سرہ، کی سب سے چھوٹی صاحبزادی،  
حضرت حمید الدین بن حضرت سید شاہ آدم صوفی قدس سرہ، سے منسوب تھیں۔ حضرت محدود تیم اللہ سفید بار چشتی قدس سرہ، آپ  
ہی کے صاحبزادے ہیں۔

حضرت سید شہاب الدین پیر جگجوت قدس سرہ، نے ۲۱ ذی قعد ۶۲۱ھ میں وفات پائی۔ آپ کا مزار موضع عالم پور جھٹلی،  
ضلع بٹہ میں برب دریا کے گنگ واقع ہے اور کچی درگاہ کے نام سے موسوم ہے۔ آپ کا مزار خام مٹی کا ہمیشہ سیلاب گنگا سے محفوظ رہتا  
ہے۔ آپ کے پاس ہی آپ کی اہلیہ بی بی ملکہ جہاں خاتون کا مزار اقدس ہے۔ کچھ فاصلہ پر آپ کے سدھی حضرت سید آدم صوفی کا  
مزار ہے جو کچی درگاہ کے نام سے موسوم ہے۔ راقم الحروف کی نانی محترمہ کے نانا حضرت میر سید قاسم شیر رضوی رحمۃ اللہ علیہ بھی  
حضرت پیر جگجوت قدس سرہ، کے احاطہ مزار میں آسودہ خاک ہیں۔

## نقشه اولاد پیر جگجوت عظیم آبادی



لورج منزار حضرت بی بی کمال کاگوی قدس سرہا

## ملک العشاق حضرت مولانا مظفر شمس بلخی قدس سرہ،

مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد بلخی قدس سرہ، العزیز کے سب سے چہیتے اور عزیز ترین مرید، خلیفہ خاص اور سجادہ حضرت مولانا شیخ مظفر شمس بلخی اپنے وقت کے سرور آوردہ علماء اور صاحب کشف و کرامت بزرگوں میں تھے۔ مولانا کو اپنے پیرو مرشد سے انتہائی حد تک عشق تھا۔ یہاں تک کہ آپ حلقہ صوفیاء اور وابستگان سلسلہ فردوسیہ میں ملک العشاق کے لقب سے یاد کئے جانے لگے۔ یہ ایک فطری عمل ہے کہ جب عاشق صادق اپنے محبوب کی محبت میں گم ہو جاتا ہے اور اپنی ذات کی نفی کر دیتا ہے تو محبوب کو بھی اپنے عاشق سے محبت ہو جاتی ہے۔ اور معاملہ ”تو من شدی من تو شدم“ تک پہنچتا ہے۔ کچھ اسی قسم کا معاملہ مخدوم جہاں اور مولانا کے درمیان تھا۔ ”تن شرف الدین جان مظفر، جان شرف الدین تن مظفر، شرف الدین مظفر، مظفر شرف الدین جیسے محبت بھرے جملے مخدوم جہاں کی زبان مبارک سے نکلے۔ حضرت مولانا مظفر بلخی اپنے پیر کے حکم کے مطابق تجدید علم ظاہری کے لئے کئی سال دہلی میں مقیم رہے۔ تکمیل علم کے بعد بادشاہ نے آپ کو ایک کوشک میں طلباء کی تعلیم کے لئے مقرر کیا۔ دہلی سے واپسی پر آپ کی باطنی تعلیم کا سلسلہ شروع کیا گیا۔ آپ نے سالہا سال اپنے پیر کے ساتھ راجگیر میں چلہ کشی کی اور سخت سے سخت ریاضت و مجاہدہ میں مشغول رہے۔ پھر خانقاہ کی خدمت سپرد ہوئی۔ خانقاہ میں مقیم فقراء اور درویشوں کی خدمت کرتے اور مطبخ کا انتظام و انصرام کا کام انجام دیتے۔ یہاں تک کہ مطبخ کے لئے جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر لاتے۔ جسمانی محنت، شب بیداری اور سخت ریاضت و مجاہدہ سے آپ سوکھ کر کاٹا ہو گئے تھے۔ جسم میں صرف ہڈی اور چڑا رہ گیا تھا، چہرہ مبارک پر جھریاں پڑ گئی تھیں اور بدن پر چھینٹے کے سوا کچھ نہ ہوتا جس میں جگہ جگہ گرہیں لگی ہوتیں۔ کہا جاتا ہے کہ خانقاہ کی خدمت کے دوران ایک روز مطبخ کے لئے لکڑیاں نہ تھیں آپ نے صبح سویرے جنگل کی راہ لی۔ درختوں سے لکڑیاں کاٹنے اور شاخیں جمع کرنے میں کئی گھنٹے گزر گئے۔ واپسی میں تھکاوٹ سے چور لکڑی کا بوجھ سر پر اٹھانے خانقاہ کی طرف تشریف لارہے تھے کہ سرراہ ایک شخص دیدہ و دانستہ آپ سے ٹکرا گیا۔ اور آپ گر پڑے۔ لکڑی کے بوجھ، تھکاوٹ اور چوٹ کے باعث آپ جھنجھلا گئے۔ غیر ارادی طور پر زبان مبارک سے نکلا ”افسوس بلخ نہ باشد“ جب شام کی مجلس میں مخدوم جہاں سے آنا سامنا ہوا تو مخدوم جہاں نے مسکراتے ہوئے فرمایا۔ ”مظفر! یوئے بلخ ہنوز باقی است۔“

مولانا کا خاندان۔ حضرت مولانا شیخ مظفر شمس بلخی کے والد حضرت شیخ شمس الدین بلخی ریاست بلخ کے شاہزادے اور حضرت سید ابراہیم ادھم بلخی کی اولاد سے تھے۔ شیخ شمس الدین شہزادگی کی زندگی ترک کر کے اپنی اہلیہ تین لڑکوں اور ایک صاحبزادی کے ہمراہ بلخ سے ہندوستان تشریف لائے اور دہلی میں مقیم ہوئے۔ سلطان محمد تغلق نے ازراہ قدر دانی دربار میں ایک اعلیٰ عمدہ عطا کیا۔ درباری سیاست، چچکلش اور رقابت سے آپ کا دل اچاٹ ہو گیا۔ اور آپ دہلی سے بہار چلے آئے۔ حضرت مخدوم جہاں کے خالہ زاد بھائی حضرت سید احمد چرمپوش کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کے حلقہ ارادت میں داخل ہو گئے، دنیا سے کنارہ کشی اختیار فرمائی اور خانقاہ میں گوشہ گیر ہو کر یاد الہی میں مشغول رہنے لگے۔ دہلی میں جب آپ کی اہلیہ کو آپ کا حال معلوم ہوا تو تمام مال و متاع غریا میں تقسیم کر کے معہ اہل و عیال بہار چلی آئیں۔

حضرت شیخ شمس الدین بلخی کے تین صاحبزادوں میں مولانا سب سے بڑے، شیخ معز الدین منجھلے اور شیخ قمر الدین سب سے چھوٹے تھے۔ شیخ شمس الدین کی اہلیہ اور دو صاحبزادے حضرت اور حضرت قمر الدین، حضرت سید احمد چرمپوش قدس سرہ، سے مرید ہوئے۔ مولانا کی طبیعت محموم جہاں کی طرف مائل تھی۔ اپنے والد کی اجازت سے محموم جہاں حضرت شیخ شرف الدین احمد بلخی منیری فردوسی قدس سرہ، کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے۔ تقریباً کہ ریاست بلخ کے شاہی خاندان سے تعلق رکھنے والے اس کنبے نے عیش و عشرت کی زندگی ترک کیا، لوریہ نشیبیہ کو تخت شیبی پر ترجیح دی اور مورث اعلیٰ حضرت سلطان سید ابراہیم ادہم بلخی کی سنت پر عمل پیرا ہوا۔ تذکروں میں ہے کہ شیخ شمس الدین دہلی سے روانہ ہوئے اور بہار شریف کے قریب پہنچے تو حضرت سید احمد چرمپوش قدس سرہ، نے اپنے مریدوں سے کہا۔ مرا ایک دوست آ رہا ہے۔ اور سب کو ساتھ لیکر ان کے استقبال کو باہر تشریف لائے۔

نسب نامہ - حضرت مولانا شیخ مظفر شمس بلخی کا نسب نامہ جناب قاضی سید عبدالحمین کسری مرحوم نے اپنی کتاب ”تاریخ الشرفا“ قلمی میں تحریر کیا ہے وہ اس طرح ہے۔

مولانا مظفر بلخی بن سید شمس الدین بن سید علی بن سید حمید الدین بن سید سراج الدین بن سید سلطان محمود بن سید سلطان ابراہیم ادہم خرد بن میر سید سلیمان بن میر سید نصیر الدین بن میر سید محمد بن میر سید امیر بن امیر سید یعقوب بن امیر سید احمد بن امیر سید اسحاق بن امیر سید زید بن امیر سید محمد بن امیر سید قاسم بن امیر سید علی اصغر (کہ نامش امام زید بود) بن حضرت امام زین العابدین بن حضرت امام حسین بن حضرت علی کرم اللہ

وجہ -

بلخ میں ایک صحیح النسب سید بزرگ حضرت سید سلیمان تھے جن کی شادی فرمانروائے بلخ سلطان ابراہیم بن سلطان ادہم بلخی سے ہوئی تھی۔ سلطان ابراہیم بن سلطان ادہم خلیفہ دوم امیر المومنین حضرت عمر فاروق کی اولاد سے تھے۔ حضرت سید سلیمان کو دختر سلطان ابراہیم کے بطن سے ایک صاحبزادے ہوئے جن کا نام سید ابراہیم ادہم بلخی رکھا گیا۔ اس طرح حضرت سید ابراہیم ادہم بلخی خرد اپنے والد سید سلیمان کی طرف سے زیدی سادات سے تھے اور ناپہالی سلسلہ سلطان ابراہیم بن ادہم کلاں سے ہوتا ہوا حضرت عمر فاروق بن خطاب سے جا ملتا ہے۔

حضرت مولانا شیخ مظفر ایک بہت بڑے عالم تھے۔ تمام علوم دینی و دنیوی میں مہارت رکھتے تھے۔ احکام شریعہ کی پابندی کو ضروری جانتے تھے۔ اپنی طبیعت کے میلان کے مطابق اور والد کی اجازت سے محموم جہاں کی خدمت میں حاضر ہو کر اول اول علمی مسائل پر گفتگو کا آغاز کیا۔ دوران گفتگو اکثر مسئلہ میں آپ ”لانسلم“ کہتے۔ لیکن محموم جہاں آپ کے ہر سوال کا زہری سے جواب دیتے اور مشکلات حل کرتے رہے۔ آخر مولانا کی تشفی ہو گئی اور حلقہ ارادت میں داخل ہوئے۔ محموم جہاں نے آپ کو مرید کیا اور فرمایا۔ ”مولانا! راہ طریقت کی مشغولی بغیر علم کے نہیں ہوتی اور آپ نے اس وقت تک جو کچھ پڑھا ہے جاہ اور نفس پروری کے لئے تھا۔ اس لئے خلوص نیت سے راہ خدا میں دوبارہ علم حاصل کریں۔“ آپ دو سال دہلی میں تجدید علم میں مشغول رہے۔ واپسی پر آپ کی باطنی تعلیم کا سلسلہ شروع ہوا۔ آپ نے راجگیر میں چلہ کشی بھی کی، جہاں محموم کنڈ کے قریب آپ کا چلہ گاہ اب تک

زیارت گاہ عالم ہے۔

حضرت مولانا نے عبادت، ریاضت، مجاہدہ و نفس کشی میں اتنی محنت کی اور مشقت اٹھائی کہ جسم میں ہڈی چڑا اور اس پر چیتھڑوں کے علاوہ کچھ نہ تھا۔ ایک دن مولانا ہاتھ اٹھانے وہلیز میں کھڑے تھے۔ محذوم جہاں کی نظر پڑی، قاضی زاہد کو مخاطب فرمایا اور کہا۔ زاہد! دیکھتے ہو یہ ”لانسلم“ کہنے والا سلوک کی منزل کو کتنی تیزی سے طے کر گیا۔ ”دریائے رحمت کو جوش آیا، شیخ کی محبت اُمڈ آئی اور نوازشوں کے بند کھل گئے۔ مولانا کے لئے اچھے کھانے اور کپڑے پیش کرنے کا حکم ہوا۔ حجرہ مبارک کو سجایا گیا۔ لیکن مولانا قرقہ کی لذت سے آشنا ہو چکے تھے۔ ہی اور انانیت بالکل ختم ہو چکی تھی۔ لذیذ کھانوں اور اچھے کپڑوں کی طرف توجہ نہ فرمائی۔ انہیں شیخ کے علاوہ کچھ نظر ہی نہ آتا تھا۔ حضرت شیخ حسین نوشہ توحید بلخی سے روایت ہے کہ حضرت محذوم جہاں کے مریدوں کی تعداد لاکھ سے زیادہ تھی۔ ان میں صرف چالیس حضرات واصل بحق کے درجہ پر تھے اور ان چالیس حضرات میں تین بزرگ یعنی حضرت مولانا مظفر شمس بلخی اور دوسرے بزرگ بہت اہم تھے۔ حضرت مولانا کو عشق کی آگ و دیعت ہوئی تھی اور بقیہ دو کو اس کا دھواں۔ حضرت محذوم جہاں کو اپنے دو خاص مرید اور خلیفہ حضرت مولانا مظفر اور حضرت شیخ نصیر الدین جو پوری سے بڑی محبت تھی۔ تذکروں میں ہے کہ جب مولانا، محذوم جہاں کی خدمت میں حاضر ہوتے تو محذوم جہاں دروازہ تک بڑھ کر ان کا استقبال کرتے اور جب شیخ نصیر الدین جو پوری آتے تو آپ دوزانو ہو بیٹھتے۔ قاضی زاہد نے جب وجہ دریافت کی تو محذوم جہاں نے فرمایا۔ ”کیا کروں جب مولانا مظفر آتے ہیں۔ تو دل کہتا ہوا برھتا ہے، ماہ آتا ہے، شاہ آتا ہے اور جب شیخ نصیر الدین آتے ہیں تو دل کہتا ہے کہ مولانا آتا ہے۔“

وفات نامہ (محذوم جہاں) میں حضرت مولانا زین بدر عربی تحریر فرماتے ہیں کہ وصال سے ایک دن قبل ۵ سوال کو مولانا شہاب الدین نے، مولانا مظفر بلخی اور شیخ نصیر الدین جو پوری کا نام لیا اور فرمایا۔ ان دونوں کے باب میں کیا ارشاد ہوتا ہے؟ آپ نے بہت خوش ہو کر مسکراتے ہوئے اور اپنی تمام انگلیوں سے سینہ مبارک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔ ”مظفر میری جان ہے۔ مرا محبوب ہے، مولانا نصیر الدین بھی اسی طرح ہیں۔ خلافت اور مقتدائی کے لئے جو شرائط و اوصاف ضروری ہیں وہ ان دونوں میں موجود ہیں۔ میں نے جو کچھ کہا ہے اس سے ان غریبوں کو فتنہ خلق سے محفوظ رکھنا مقصود تھا۔“

محذوم جہاں نے مولانا کو جو خطوط تحریر فرمائے ان کی تعداد دو سو سے زیادہ تھی جن کو آپ ہر کس و ناکس کی نگاہ سے پوشیدہ رکھتے تھے۔ اور وصال کے وقت فرمادیا تھا کہ ان خطوط کو میری قبر میں رکھ دینا اور ایسا ہی کیا گیا۔ لیکن ۲۸ خطوط کسی طرح دفن ہونے سے رہ گئے۔ وہ ۲۸ خطوط مطبوعہ ہیں اور ان کا اردو ترجمہ ”مکتوبات بیست و ہشت“ کے نام سے خانقاہ معظم بہار شریف سے چھپ چکا ہے۔ ”مکتوبات بیست و ہشت“ کے مطالعہ سے توحید کے سر بستہ راز، رذیت کے اسرار، عشق کی وارفتگی، فنا و بقا کے درجات اور تصوف کے اسرار و رموز کے علاوہ حضرت مولانا مظفر شمس بلخی کی عظمت و رفعت، استعداد ظاہری و باطنی اور کمال و عروج کا بھی بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ محذوم جہاں نے اکثر خطوط میں آپ کو مولانا اور امام کے لقب سے مخاطب کیا ہے۔

حضرت مولانا مظفر شمس بلخی قدس سرہ نے اپنی زندگی کا ایک بڑا حصہ سفر میں گزرا۔ آپ نے دہلی، ظفر آباد، جوپور، بنگال، مکہ مکرمہ، اور عدن کا سفر کیا۔ آپ کو ملک بنگال سے بڑا گرا تعلق تھا۔ آپ نے بنگال کے شہر ستار گاؤں میں دو سال قیام فرمایا۔ آپ نے زندگی کے آخری ایام زیادہ تر مکہ مکرمہ اور عدن میں گزارے۔ ان ممالک میں تبلیغ دین اسلام اور سلسلہ فردوسیہ کے فروغ کی سعی کے ساتھ ساتھ عبادت و ریاضت اور ورد و وظائف میں مشغول رہے۔ عدن میں آپ ”پیر ہندی“ کے نام سے مشہور تھے۔



حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو گھر لٹانے میں بڑی لذت محسوس ہوتی اور یہ آپ کی عادت تھی۔ آپ نے اپنی زندگی میں تقریباً چالیس بار گھر لٹایا۔ اس طرح حضرت ابو بکر صدیقؓ کی سنت پر عمل پیرا ہو کر صدیقیت کے مرتبہ پر فائز ہوئے۔ حضرت شیخ حسین سمندر نوشہ توحید بلخیؒ فرماتے ہیں کہ جب آپ اپنا گھر لٹواتے تھے تو اس وقت میں چھوٹا تھا۔ کبھی میرا ہاتھ پکڑ کر گھر سے باہر نکل آتے تھے اور کبھی مجھ کو بھی بھول جاتے تھے۔ کوئی دوسرا آدمی میرا ہاتھ پکڑ کر ہجوم سے باہر لاتا تھا۔ آپ عوام کو جمع کرتے اور فرمادیتے کہ گھر میں جو کچھ ہے لے لو۔ اس طرح اکثر پڑھنے کی کتابیں بھی لٹ جاتیں، جن کو بعد میں حضرت حسین بلخیؒ قیمت دیکر واپس لیتے۔ مال و متاع دنیوی کے لٹانے کا آپ کو ایسا چسکا تھا کہ ایک مرتبہ ایک ضرورت مند آیا سامنے شیخ حسین بلخیؒ کا بچہ پڑا تھا۔ سائل کو اٹھا کر دیدیا۔ دو تین دنوں بعد حضرت حسین بلخیؒ تلاش کرنے لگے تو آپ نے فرمایا، تم جانتے ہو میں بے دیانت ہوں پھر میرے پاس کیوں کوئی چیز رکھتے ہو۔ اس پر حسین نوشہ توحیدؒ نے کہا حضرت! سعادت میری ہے اگر آپ مجھے بھی کسی کو بخش دیں۔

### کرامت و بزرگی۔

حضرت شیخ مظفر شمس بلخیؒ قدس سرہ، سلوک کے انتہائی مدارج پر فائز ہونے کے باوجود ایک باشرع عالم باعمل تھے۔ اس لئے آپ سے کشف و کرامت اور خوارق عادات کا اظہار بہت کم ہوتا تھا۔ دوسرے آپ کے پیرو مرشد حضرت مخدوم جہاں سے ناپسند فرماتے تھے۔ پھر بھی اکثر طبیعت سے مجبور ہو کر، شیخ کی محبت اور جلال کی حالت میں کرامت کا اظہار ہو جاتا۔ آپ نے اپنے مکتوب میں مخدوم جہاں کو تحریر فرمایا کہ میں جس راستہ سے وضو کے لئے جاتا ہوں درخت مجھ سے باتیں کرتے ہیں۔ ایک درخت کہتا ہے کہ مجھ سے چاندی بنتی ہے۔ حضرت مخدوم نے جواب میں لکھا کہ تجربہ کر کے دیکھئے اگر غلط ہو تو وسوسہ سمجھئے اور لاجول پڑھئے۔ اگر صحیح ہو تو مجھے دیکھائیے۔ مولانا نے اس درخت کے عرق کو تانبے پر ٹپکایا تو واقعی چاندی بن گیا جس کو آپ نے مخدوم جہاں کی خدمت میں بھجوادیا۔ حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ نیری بہاریؒ نے اپنے ایک مکتوب کے ذریعہ اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرمایا۔ ”برادر! ایسی چیزیں تمہیں بہت دیکھانی جائیں گی لیکن تم کو چاہئے کہ ان کی طرف توجہ نہ کرو۔ کیونکہ تمہاری منزل اس سے بہت آگے ہے۔“

فیروز شاہ تغلق کو جزام کا مرض لاحق ہو گیا تھا۔ جب کسی علاج سے فائدہ نہ ہوا تو دعاء کے لئے حضرت مخدوم جہاں کی خدمت میں حاضر ہوا۔ خادم خانقاہ مولانا مظفر بلخیؒ تھے، بادشاہ مہمان بن کر آیا تھا۔ بادشاہ کی ضیافت کے لئے روٹی اور پرند کا گوشت پیش کیا گیا۔ بادشاہ کے دل میں خیال گزرا کہ شاید یہاں بھی شفاء نہیں، اس لئے کہ کھانے میں وہی چیزیں ملی ہیں جو اس مرض میں نقصان دہ ہیں۔ مولانا بادشاہ کے وسوسہ سے آگاہ ہو گئے اور انہیں جلال آگیا۔ پکے ہوئے پرندوں کے گوشت کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ بادشاہ سبھی ہے نہیں کھانے گا اڑ جاؤ۔ تمام پرندے اڑ گئے۔ جب مخدوم جہاں کو خبر ہوئی دوبارہ روٹی اور گوشت بھجیا، بادشاہ نے کھایا اور صحتیاب ہو کر واپس گیا۔

حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ نیری فردوسیؒ اپنی والدہ کی کبیر سنی کی وجہ سے فریضہ حج کی ادائیگی کے لئے ارض مقدس نہ جاسکے تھے۔ شیخ منہاج الدین نے سات حج کئے تھے۔ اکثر وہ مخدوم جہاں کے حج نہ کرنے پر اعتراض کرتے اور مخدوم جہاں عذر شرعی بیان کر دیتے۔ ایک دن شیخ منہاجؒ کے اسی اعتراض کے وقت مولانا بھی موجود تھے۔ انہیں جلال آیا، اپنا ہاتھ برٹھایا

اور کہا کتنا حج حج کیجئے گا؟ ان کے غلاموں کی آستین دیکھئے۔ شیخ منہاج الدین اور وہاں موجود تمام افراد نے مولانا کی آستین میں مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، حرم اور تمام مقامات کی زیارت کی۔ یہی وہ پہلا موقع تھا کہ محرم جہاں نے مولانا مظفر سے اپنی انتہائی ننگلی کا اظہار فرمایا اور آئندہ کرامات کے اظہار کے لئے منع فرمایا۔ حضرت محرم جہاں کے وصال کے موقع پر مولانا مظفر ملتانی موجود نہ تھے۔ جب عدن میں آپ کو اپنے پیرو مرشد کے وصال کی خبر ہوئی تو واپس بہار تشریف لائے اس وقت یہاں سجادگی کا مسئلہ زیر بحث تھا۔ لیکن کسی خلیفہ کے پاس سجادگی کی سند موجود نہ تھی۔ حضرت مولانا نے حضرت شیخ حسین سمندر نوشہ توحید ملتانی کو محرم جہاں کا عطا کردہ اجازت نامہ سجادگی لانے کے لئے کہا۔ حضرت شیخ حسین ابھی چند ہی قدم گئے تھے کہ آپ نے انہیں روک دیا اور فرمایا۔ میرا پیر مردہ نہیں۔ لوگوں سے کہا مزار اقدس پر چل کر خود محرم رحمۃ اللہ علیہ سے معلوم کر لیتے ہیں۔ حضرت کے حکم سے سجادگی کا مسئلہ حل کر لیا جائے۔ جناب قاضی عالم وہاں موجود تھے انہوں نے لوگوں کو ایسا کرنے سے منع کیا اور آپ بالاتفاق محرم جہاں کے پہلے سجادہ نشین ہوئے اور سجادہ نشین کا یہ سلسلہ آپ کے خاندان میں تقریباً ایک سو تیس سال باقی رہا۔ آپ کے خاندان کے آخری سجادہ جو بہار شریف میں خانقاہ محرم جہاں کے سجادہ رہے حضرت شیخ حافظ درویش ملتانی تھے۔ آپ نے ازراہ محبت و احترام محرم جہاں کے خاندان کے ایک بزرگ حضرت محرم شاہ محمد بھیکھ فردوسی کو مسند سجادگی پر بٹھا کر خود علیحدہ ہو گئے اور موضع بیور نزد پھلواری شریف میں سکونت اختیار فرمائی۔ کئی پشتوں کے بعد حضرت سید شاہ برہان الدین ملتانی نے موضع فتوحہ، ضلع پٹنہ میں ایک خانقاہ فردوسیہ، شرفیہ، بلخچہ کی بنیاد ڈالی۔ جہاں سے تبلیغ دین محمدی اور سلسلہ فردوسیہ کی ظاہری و باطنی تعلیمات کا کام ہنوز جاری و ساری ہے۔ موجودہ صاحب سجادہ حضرت حکیم مولانا سید شاہ علیم الدین ملتانی فردوسی مدظلہ سالانہ اعراس کے علاوہ مسجد فتوحہ سے خطبات اور وعظ و نصیحت کا کام بھی انجام دیتے ہیں۔ جس سے لوگوں کی ایک بڑی تعداد فیضیاب ہو رہی ہے۔

وفات :- حضرت مولانا مظفر شمس ملتانی قدس سرہ نے اپنی زندگی کے آخری ایام مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور عدن میں گزارے۔ مکہ مکرمہ میں قیام کے دوران ۹ شوال کو آپ کے بھائی حضرت شیخ معز الدین نے وصال فرمایا۔ اس حادثہ کا آپ کے دل پر بہت اثر ہوا اور فرمایا۔

”معز الدین! ہوتا تو یہ کہ مجھے پہلے لے جاتے کیونکہ میں تم سے بڑا ہوں، پھر اپنے پیراہن کو ہاتھ میں لیکر کہا ہمارے اور تمہارے درمیان بس یہی پیراہن ہے“۔ حضرت معز الدین شمس ملتانی کا مزار اقدس مکہ شریف میں حضرت بی بی خدیجہ الکبریٰ اور حضرت فضیل عیاض کے روضہ کے قریب ہے۔ بھائی کے وصال کے بعد حضرت مولانا عدن تشریف لے گئے۔ اثنائے راہ عدن پیراہن مہاک پھٹ گیا۔ حکم ہوا پیوند لگایا جائے۔ حضرت شیخ حسین سمندر نوشہ توحید بن شیخ معز الدین ساتھ تھے نیا جوڑا پیش کیا۔ مولانا نے بہننے سے انکار کیا اور فرمایا تم پہنو۔ پھر دستار کے لئے اصرار کیا۔ آپ نے اسے بھی قبول نہ فرمایا۔ عدن پہنچ کر آپ مرض الموت میں مبتلا ہوئے۔ حضرت حسین ہمیشہ حاضر خدمت رہے۔ ان سے کبھی کبھی ارشاد فرماتے ”میں اپنے شیخ کو دیکھتا ہوں لیکن وہ مجھ سے کچھ فرماتے نہیں۔“ ایک دن صبح بٹاش اٹھے۔ حضرت حسین ملتانی سے کہا مجھے اٹھاؤ اور نکیہ کا سپارا دو، آج کی رات میں نے اپنے شیخ کو اپنے مطلب کے مطابق دیکھا ہے اور ملاقات کی ہے۔ سفر آخرت کے روز آپ نے حضرت شیخ حسین سمندر نوشہ توحید ملتانی کو ہر طرح کی اپنی اور اپنے پیر کی نعمتیں عطا کیں، نصیحتیں فرمائیں اور اپنا قائم مقام بنا کر بہار شریف کی مسند سجادگی تفویض فرمائی۔ آپ کا وصال یوقت سحر ۳، رمضان المبارک ۷۸ھ میں ہوا۔ آپ کا مزار اقدس عدن میں ”روضہ پیر ہندی“ کے نام سے مرجع حقائق ہے۔ تاریخ وصال ”بہار شرف“ سے لکتی ہے۔

تصانیف :- آپ کی تصانیف میں - ۱۲۲ مکاتیب کا مجموعہ ، رسالہ ہدایت درویشی ، شرح عقاید لسانی ، شرح مشارق انوار اور ایک دیوان مطبوعہ ہے۔

حضرت مولانا مظفر شمس بلخی کی کوئی اولاد نہ تھی آپ اپنے برادر زادہ حضرت شیخ حسین سمندر نوشہ توحید بلخی بن حضرت شیخ معزالدین شمس بلخی کی اپنی نگرانی میں پرورش و پرداخت کی ، تعلیم و تربیت سے آراستہ کیا اور خلافت عطا فرما کر مسند سجادگی پر بٹھایا۔ آج صوبہ بہار اور صوبہ سے باہر خانوادہ بلخنیہ کے افراد اپنے آپ کو حضرت مولانا ہی کی اولاد کہتے اور شمار کرتے ہیں۔

حضرت شیخ حسین سمندر نوشہ توحید بلخی :- حضرت شیخ حسین نوشہ توحید بلخی قدس سرہ ، بن شیخ معزالدین شمس بلخی حضرت مولانا مظفر بلخی کے بھتیجے اور پسر معنوی ہیں۔ آپ کی تعلیم و تربیت حضرت محمدم جہاں فردوسی اور مولانا مظفر دونوں سے ہوئی۔ آپ کو بیعت محمدم جہاں فردوسی اور خلافت و سجادگی مولانا سے ملی تھی۔ حضرت محمدم جہاں نے حضرت مولانا مظفر بلخی سے فرمایا تھا۔ ”مظفر! تم سوزش رکھتے ہو تم سے کوئی اولاد نہ ہوگی۔ لیکن دلگیر نہ ہو کیونکہ معزالدین کی اولاد تمہاری ہی اولاد کہلائے گی۔ اور تمہارا فیضان اسی سے جاری رہے گا۔“

حضرت شیخ حسین بلخی مظفر آباد میں پیدا ہوئے۔ تو محمدم جہاں نے مولانا کو مبارک باد دی اور اپنا پیراہن اس مقصد سے کہ نومولود کا پیراہن اس کا سلوایا جائے اور اپنے رومال کا کلاہ سلوا کر بھیجا۔ کلاہ چھٹے روز آپ کو پہنایا گیا جو ساری زندگی آپ کے استعمال میں رہا۔ حضرت شیخ حسین بلخی کی تصانیف درج ذیل ہیں۔

۱- حضرات خمس ۲- رسالہ قضاء و قدر ۳- رسالہ توحید خاص ۴- رسالہ توحید اخص الخواص ۵- رسالہ ذکر وجود اول ہدایت آل ویاں معرفت عالم و نیابت آل ۶- رسالہ در بیان ہشت چیز ذات و جہت و نفس و صفت و اسماء و افعال و صورت جامعہ و صورت متفرقہ بر سبیل توضح و تشریح بر اصطلاح موحدان ۷- اور اودہ فصلی ۸- گنج یخفی ۹- مکتوبات ۱۰- اجازت نامہ بنام مولانا حسن بلخی ۱۱- دیوان فارسی۔

آپ کی دو شادیاں ہوئیں۔ پہلی شادی آپ کی کھیری بازیدپور میں ہوئی۔ جن سے دو صاحبزادے حضرت سلیمان بلخی اور حضرت سیف الدین بلخی تھے۔ دوسری شادی آپ کے چھوٹے چچا حضرت شیخ قمر الدین شمس بلخی کی صاحبزادی حضرت بی بی عروس سے ہوئی جن کے بطن سے حضرت شیخ حسن دائم جشن بلخی تھے۔ حضرت شیخ حسین سمندر نوشہ توحید بلخی کا وصال ۲۲ ذی الحجہ ۸۲۴ھ کو ہوا۔ تاریخ وصال ”گل بہار شرف“ سے لکھتا ہے۔

حضرت شیخ حسن دائم جشن بلخی قدس سرہ :- حضرت شیخ حسن دائم جشن بلخی مولانا بلخنیہ کے تیسرے بزرگ ہیں۔ جو اپنے والد حضرت شیخ حسین نوشہ توحید بلخی کے بعد محمدم جہاں کی مسند سجادگی پر رونق افروز ہوئے۔ آپ اپنے دادا حضرت مولانا مظفر بلخی کی طرح جو دو سٹا کے پیکر تھے۔ دادو دہش کی عادت آپ کو بچپن سے تھی آپ کے والد حضرت شیخ حسین بلخی فرمایا کرتے تھے۔ ”میاں حسن کو اگر گھر بھر دولت مل جائے تو کچھ ہی دنوں میں اس سے فارغ ہو جائیں۔ بلکہ موقع ہاتھ آئے تو ہمیں بھی کسی کو بخش دیں۔“

حضرت حسن بلخی نے کچھ دنوں بیعت لینا ترک کر دیا تھا۔ ایک رات خواب میں حضرت شیخ حسین بلخی نے اس کا سبب

دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا مجھے اپنی آلودگیوں سے ہی وہشت ہوتی ہے۔ دوسروں کا ہاتھ کس طرح پکڑوں۔ حضرت شیخ حسینؒ نے اپنی آستین سے ایک کاغذ نکالا اور فرمایا دیکھو تمہارا نام چوبیس پیروں کے نام کے اوپر لکھا ہے یا نہیں۔ اور کہا پیچھے مڑ کر دیکھو آپ نے پیچھے کی طرف دیکھا تو حضرت مولانا مظفر علیؒ کو کھڑا پایا، ان کے پیچھے محموم جہاں اور ان کی پشت پر حضرت خواجہ نجیب الدین فردوسیؒ کو اسی طرح تمام سلسلہ فردوسیہ کے بزرگوں کو کھڑا پایا۔ اس خواب کے بعد دوسرے ہی دن سے آپ نے بیعت لینا شروع کیا۔ آپ کا وصال ۲۱ رمضان المبارک ۸۵۵ھ کو ہوا۔ ”یونے گل بہار شرف“ سے تاریخ وصال نکلتی ہے۔ آپ کے صاحبزادے حضرت شیخ احمد لنگر دریا علیؒ تھے۔

حضرت شیخ احمد لنگر دریا علیؒ :- حضرت شیخ احمد لنگر دریا علیؒ رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد شیخ حسن دائم جشن علیؒ کے بعد خانقاہ معظم بہار شریف میں محموم جہاں کی سجادگی پر بٹھائے گئے۔ آپ ۲۷ رمضان المبارک ۸۲۶ھ کو پیدا ہوئے۔ شریعت و طہارت کی تعلیم اپنے جد امجد حضرت شیخ حسین اور والد حضرت شیخ حسن سے حاصل کی۔ آپ کا قول تھا کہ رقص کرنا، تالیاں بجانا، پاکوبی کرنا اور آستین جھاڑنا (دوران سماع) اس وقت تک بے معنی اور فعل عبث ہے جب تک کہ کوئی ایسا کرنے سے پہلے اپنی خودی نفسانیت، کبر و حسد اور مال و دولت پر لات نہ مارے۔

جناب پروفیسر معین دردائی نے مونس القلوب کے حوالے سے لکھا ہے کہ شیخ احمد لنگر دریاؒ کہتے ہیں۔ ”مکہ کے راستے میں ایک مرتبہ جہاز ڈوبنے لگا اور دو روز تک تمام مسافر امید و بیم کے جھولے میں جھولتے رہے۔ ناامیدی نے ہر ایک کو وہشت زدہ بنا دیا تھا۔ میں اپنے تمام اہل و عیال کے ساتھ جہاز پر تھا۔ اور سوچتا تھا کہ خداوند تیرے اس کام سے میں راضی ہوں۔ ضرور اس میں تیری کوئی مصلحت مضمحل ہوگی۔ اسی اثناء میں میری لڑکی فاطمہ کو غنودگی آگئی تو اس نے امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو خواب میں دیکھا کہ وہ تسلی دے رہے ہیں کہ تم لوگ متردد نہ ہو۔ جہاز محفوظ رہے گا۔ اس کے بعد جہاز خطرہ سے باہر ہو گیا۔“

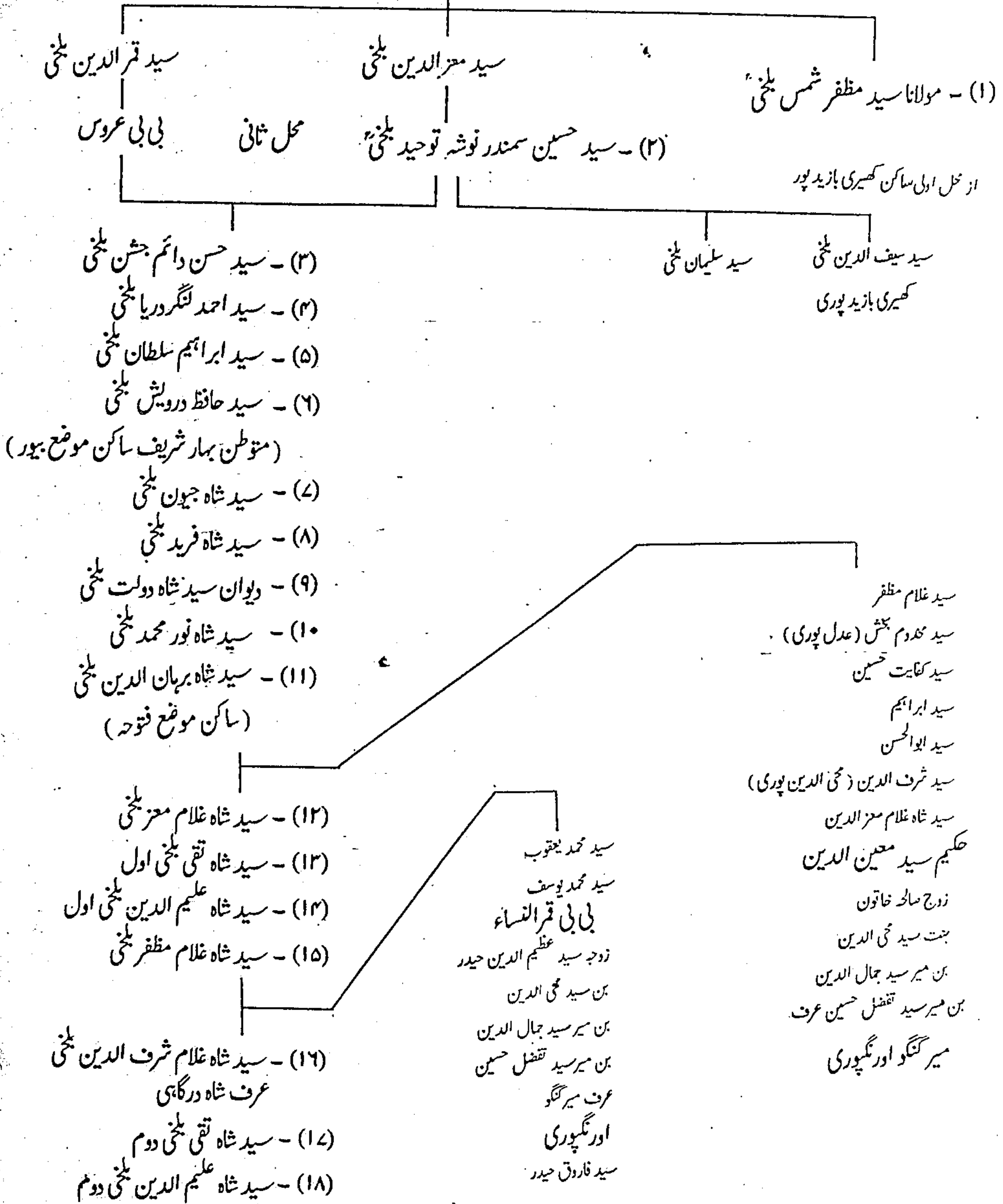
حضرت شیخ احمد لنگر دریا قدس سرہ، فرمایا کرتے تھے۔ کہ یوں تو مسلمانوں پر پانچ شکر واجب ہے۔ ایک تو یہ کہ اللہ تعالیٰ نے وجود میں لایا، دوسرے یہ کہ حیوان بنایا جمادات نہ بنایا، تیسرے یہ کہ حیوان مطلق نہ بنایا بلکہ انسان بنایا، چوتھے یہ کہ اسلام کی دولت سے مالا مال کیا۔ پانچویں یہ کہ حضرت ختم المرسل احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰؐ کی امت میں بنایا۔ لیکن مجھ پر ایک شکر اور واجب ہے وہ یہ کہ حضرت شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیریؒ کے غلاموں میں شمار کرایا۔

حضرت شیخ احمد علیؒ رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ۱۹، رمضان المبارک ۸۹۱ھ کو ہوا تاریخ وصال ”ہوائے طیب یولے گل بہار شرف ہے“۔ آپ کا ایک دیوان مطبوعہ ہے، جو مطبع حنفیہ پٹنہ میں چھپا ہے آپ کے دیوان کو دیکھنے سے آپ کی قادر الکلامی کا اندازہ ہوتا ہے۔ آپ کے کلام میں تصوف اور اخلاقی مضامین کے علاوہ درد مندی اور سوز و گداز پایا جاتا ہے۔

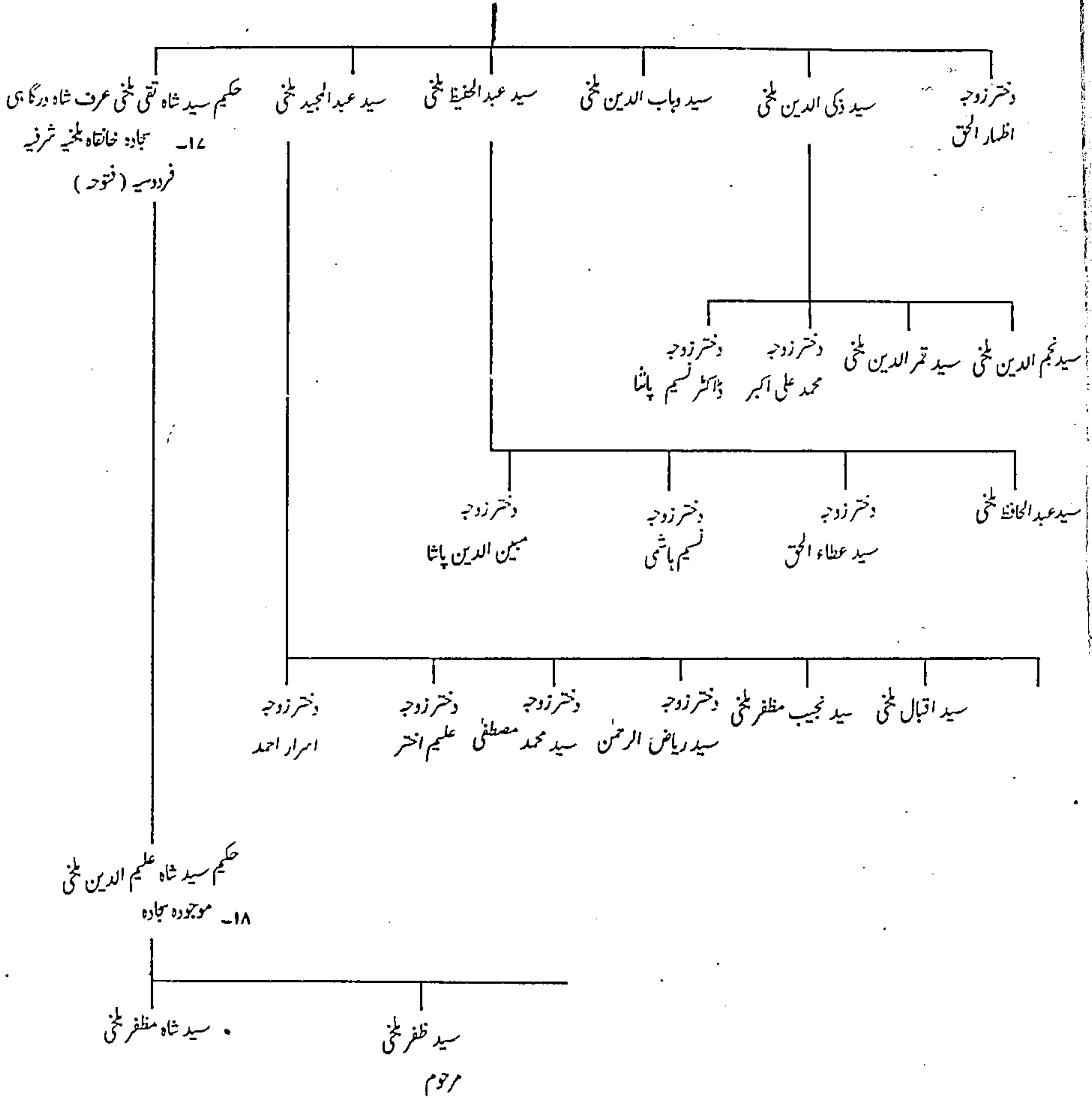
آپ کے صاحبزادے حضرت شیخ ابراہیم سلطان علیؒ فردوسیؒ تھے جو بہار میں اپنے والد کی رحلت کے بعد محموم جہاں کی خانقاہ میں مسند سجادگی پر بٹھائے گئے۔

## نقشہ اہل خاندان بلخہ فر دوسہ

سلطان سید شمس الدین بلخی



## ۱۶- سید شاہ غلام شرف الدین بلخی



# سید سیف الدین بلخی بن سید حسین نوشہ توحید بلخی

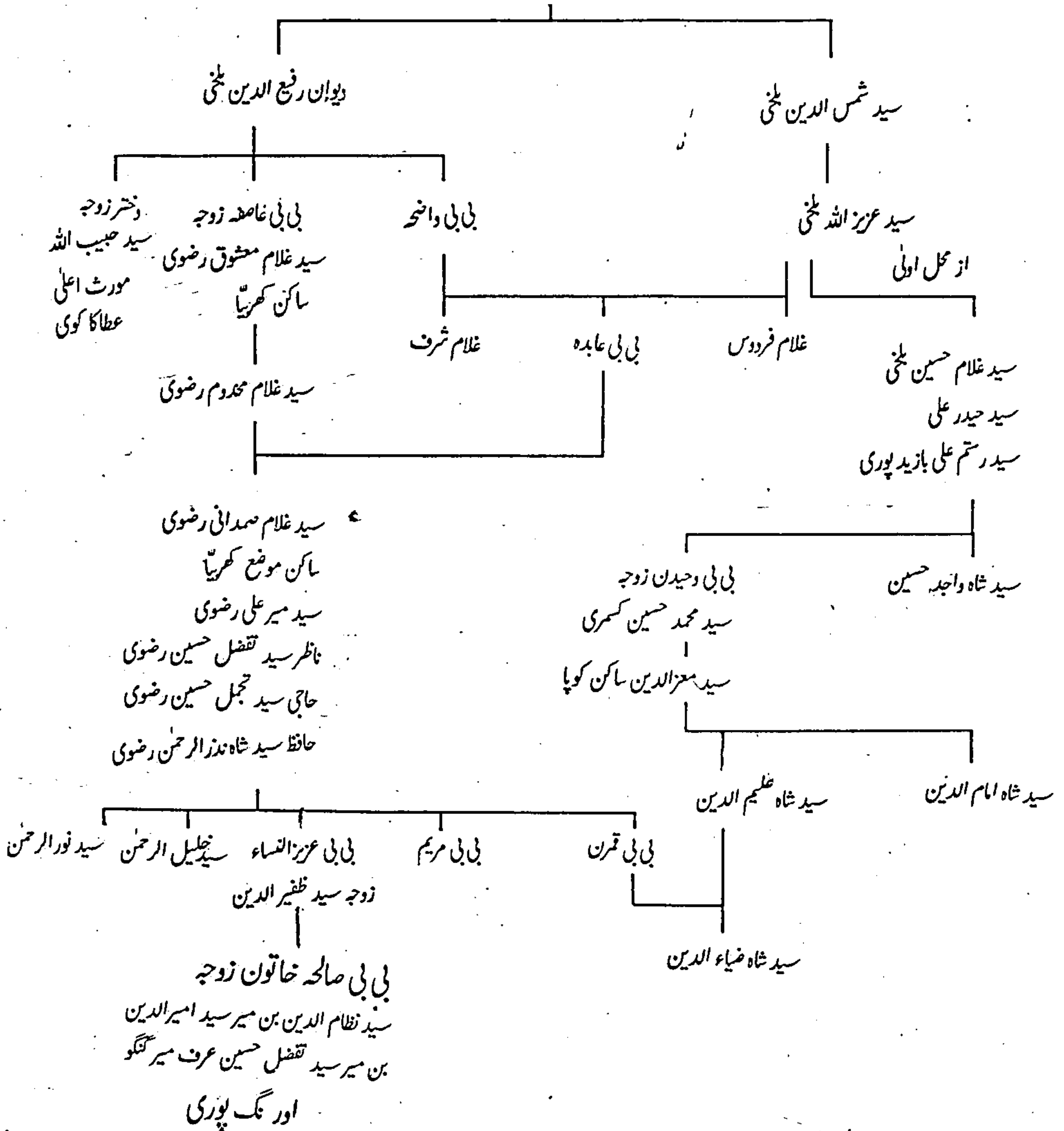
سید آخوند شیخ بلخی

سید احمد حاجی الحرمین بلخی

سید جلال حاجی الحرمین بلخی

دیوان سید شاہ پیر بلخی

دیوان سید سیف الدین بلخی ثانی



## حضرت مخدوم شاہ شعیب فردوسی قدس سرہ،

حضرت مخدوم شاہ شعیب فردوسی بن شیخ جلال بن شیخ عبدالعزیز بن حضرت امام محمد تاج فقیہ قدس سرہ، حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری فردوسی قدس سرہ کے چچازاد بھائی اور خلیفہ تھے۔ آپ کے والد شیخ جلال کی شادی خاندان ہی میں بی بی سعیدہ بنت شیخ ابوبکر ساکن موضع کجاواں بن شیخ ابراہیم بن شیخ اسمعیل بن حضرت امام محمد تاج فقیہ قدس سرہ سے ہوئی تھی۔ حضرت مخدوم شعیب قدس سرہ، پیدائشی ولی تھے، جس کے آثار مادر شکم میں وجود پانے کے بعد ہی سے نمودار ہونے شروع ہو گئے تھے۔ ایک دن دوران تلاوت کلام پاک آپ کی والدہ بی بی سعیدہ پر غنودگی تاری ہو گئی اور آپ محو خواب ہو گئیں۔ جب آپ کے والد حضرت شیخ جلال کمرہ میں داخل ہوئے تو اہلیہ کو سوتا پایا لیکن تلاوت کلام پاک کی آواز صاف سنائی دی۔ غور کرنے سے منکشف ہوا کہ آواز مادر شکم سے آرہی ہے۔ حضرت شیخ جلال منیری کو یقین ہو گیا کہ عالم وجود میں آنے والا بچہ اپنے زمانہ کا ولی کامل ہوگا۔ آپ نے فوراً وضو کیا اور دو رکعت نماز شکرانہ ادا کی۔

حضرت مخدوم شاہ شعیب قدس سرہ، کی پیدائش اپنی نانہیال موضع کجاواں میں ۶۸۸ھ کو ہوئی۔ آپ کا بچپن بھی حیران کن واقعات سے بھرا پڑا ہے۔ آپ کی عمر جب پانچ سال کی ہوئی تو والد بزرگوار کا وصال ہو گیا اور آپ کی پرورش آپ کے نانا شیخ ابوبکر کے زیر سایہ ہوئی۔ آپ کا بچپن موضع کجاواں میں نانا جان کے زیر سایہ گزرا۔ نوجوانی کے حدود میں داخل ہوئے تو نانا کی انتہائی شفقت اور عیش و آرام کے باوجود آپ کا یہ حال تھا کہ ہر وقت خاموش رہتے اور دن بدن لاغر اور زرد ہوتے گئے۔ اطباء اور وید غلج میں ناکام ہو گئے۔ آخر ایک دن حضرت شیخ ابوبکر نے آپ کو اپنے پاس بٹھایا اور برہی شفقت و محبت سے ان کے حالات دریافت کئے۔ دوران گفتگو آپ نے فرمایا بستی کے ہم عمر لڑکوں کے ساتھ کھیلنے کے لئے جب قبرستان کی طرف جاتا ہوں تو وہاں مردوں کو عذاب قبر میں مبتلا پاتا ہوں اور ان کی تکلیف سے مجھے سخت غم ہوتا ہے اور کچھ اچھا نہیں معلوم ہوتا۔ بچپن میں حضرت شیخ ابوبکر نے آپ کی رسم بسم اللہ ادا کی اور کتاب شروع کرائی۔ تقریب بسم اللہ خوانی جاری ہی تھی کہ ایک اجنبی بزرگ تشریف لائے اور حضرت شیخ سے فرمایا یہ بچہ آپ کے سپرد کیا جاتا ہے، اس کی تعلیم میں پوری توجہ فرمائیں اور پھر وہ بزرگ غائب ہو گئے۔ ایک مرتبہ آپ مدرسہ میں دوسرے لڑکوں کے ساتھ پڑھ رہے تھے۔ استاد لڑکوں سے کسی بات پر ناراض ہوئے اور سب کو سزا دینی چاہی۔ تمام لڑکے سزا کے ڈر سے بھاگ گئے۔ آپ سزا سے بچنے کے لئے ایک شکستہ دیوار پر چڑھ گئے۔ جب استاد دیوار کی طرف بڑھے تو آپ نے دیوار کو ایڑا لگائی، دیوار زمین چیرتی ہوئی آگے چلنا شروع ہوئی۔ استاد صاحب یہ ماجرہ دیکھ کر متحیر ہوئے اور آپ کے نانا سے جا کر واقعہ بیان فرمایا۔

حضرت مخدوم شاہ شعیب قدس سرہ، عالم شباب میں موضع کجاواں کے قریب دانا پور میں جو اس وقت ایک بڑا جنگل تھا اور اب ایک فوجی چھاؤنی ہے گوشہ نشین ہو کر عبادت الہی میں مشغول ہوئے۔ اکثر وقت نکال کر موضع کجاواں میں اپنی والدہ سے ملنے آجایا کرتے تھے۔ آپ کچھ دنوں حضرت مخدوم جہاں فردوسی قدس سرہ کے ساتھ راجگیر کے جنگل میں بھی چلہ کش رہے۔ آپ کے اندر عشق الہی کا جذبہ دن بدن شدید تر ہوتا گیا اور آپ نے طویل عبادت و ریاضت اور گوشہ نشینی کے خیال سے ضلع موگیر کے اکرانواں و امہرہ کے خطرناک لوق و دوق جنگل کو منتخب فرمایا۔ ایک مدت دراز تک آپ اس جنگل میں مقیم رہے اور روحانیت کے مدارج



طے کرتے رہے۔ جنگل سے نکل کر آپ کبھی کبھی آبادی اور جنگل کے درمیان ایک درخت کے نیچے بیٹھا کرتے جہاں چند گوالے اور چرواہے آپ کو دیکھ کر آپ سے مانوس ہو گئے اور آپ کی خدمت کرنے لگے۔ اس زمانہ میں آپ کی والدہ بہار شریف میں محدوم جہاں کے ساتھ مقیم تھیں اور آپ کی طویل جدائی سے بہت پریشان تھیں۔ آپ کو والدہ کی بے چینی اور پریشانی کا علم ہوا تو ان سے ملنے بہار شریف لائے اور واپسی پر انہیں اپنے ساتھ موگیر لیتے گئے۔ موجودہ موضع شیخپورہ کے قریب موضع تورا میں والدہ کی رہائش کا انتظام کیا۔ خود قریب ہی دامن کوہ میں جہاں اب موضع شیخپورہ اور یحییٰ پور آباد ہے اُس وقت ایک بڑا گھنا جنگل تھا، آپ نے ایک پہاڑی کو اپنا مسکن بنالیا۔ ہر شب جمعہ کو پہاڑی سے اتر کر موضع تورا میں والدہ کے حضور حاضری دیتے اور آپ کی خدمت کرتے۔ بعد میں اسی موضع تورا میں آپ کی والدہ کا وصال ہوا اور یہیں ان کا مزار اقدس ہے۔ موضع تورا سے متصل ایک آباد گاؤں سما سی تھا اس گاؤں میں ایک عالم دین حضرت شیخ شمس الدین مقیم تھے۔ گاؤں والوں نے شیخ شمس الدین کو بتایا کہ ایک حسین و جمیل بزرگ ہر جمعرات کی شام جنگل کی پہاڑی سے موضع تورا میں تشریف لاتے ہیں۔ مولانا شمس الدین نے دوسری ہی جمعرات کو موضع تورا کے راستہ پر حضرت محدوم سے ملاقات کی اور موضع سما سی میں قیام کرنے کی درخواست کی۔ حضرت محدوم نے کہا کہ گاؤں والے چاہیں تو پہاڑی کے دامن میں میرے حجرہ کے قریب آباد ہو جائیں تو میں بھی مستقل یہی قیام پذیر ہو جاؤں گا۔ اس طرح موضع سما سی کی پوری آبادی مع مولانا شمس الدین حضرت محدوم کے حجرہ کے قریب جہاں اس وقت ”صحت کواں“ ہے منتقل ہو گئی۔ اسی نئی آبادی سے شیخپورہ کی بنیاد پڑی۔ اس وقت محلہ سکونت موضع شیخپورہ کا سب سے پرانا محلہ ہے۔

حضرت محدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری فردوسی قدس سرہ، نے اپنے وصال سے کچھ دنوں قبل اپنا پیراہن، دستار، پٹی اور مقراض حضرت مظفر شمس بلخی فردوسی کے سپرد کر کے وصیت فرمائی کہ ”برادرم شعیب ان دنوں پہاڑوں اور جنگلوں میں عبادت الہی اور چلہ کشی میں مشغول ہیں۔ ان کے آبادی میں آجانے کی خبر ملے تو یہ چیزیں میری طرف سے ان کے حوالے کر دینا۔“ جب محدوم شاہ شعیب فردوسی قدس سرہ، نے موضع شیخپورہ میں مستقل قیام فرمایا تو اس وقت حضرت مولانا مظفر بلخی فردوسی قدس سرہ، کا وصال ہو چکا تھا اور حضرت حسین نوشہ توحید بلخی محائفہ محدوم جہاں کی مسند سجادگی پر بہار شریف میں رونق افروز تھے۔ حضرت حسین نوشہ توحید بلخی نے اپنے صاحبزادے حضرت محدوم حسن دائم جشن بلخی کو ان تبرکات کے ساتھ حضرت محدوم شاہ شعیب فردوسی شیخپوری قدس سرہ، کی خدمت میں روانہ فرمایا۔ اُدھر حضرت شاہ شعیب علیہ رحمۃ کو بھی نور باطن سے اس بات سے آگاہی ہوئی اور آپ شیخپورہ سے حضرت حسن بلخی کے استقبال کے لئے نکل کھڑے ہوئے۔ موضع چروانواں میں محدوم بڑا (ایک مشہور درخت) کے نیچے دونوں بزرگوں کی ملاقات ہوئی۔ مصافحہ اور معانقہ کے بعد دونوں اسی درخت کے نیچے بیٹھ گئے۔ حضرت شیخ حسن بلخی نے تمام تبرکات بصد احترام حضرت شاہ شعیب کی خدمت میں پیش کی۔ حضرت شاہ شعیب نے کھڑے ہو کر قبول فرمایا اور سر پر رکھا۔ اس کے بعد آپ نے حضرت شیخ حسن بلخی سے بیعت لینے کی درخواست کی۔ حضرت شیخ حسن حد ادب کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہچکچائے لیکن حضرت شاہ شعیب کے اصرار پر آپ نے بیعت لی اور اجازت و خلافت عطا فرمائی۔

حضرت محدوم شاہ شعیب فردوسی قدس سرہ، نے تاحیات موضع شیخپورہ ضلع موگیر میں قیام فرمایا اور پوری زندگی رشد و ہدایت خلق میں گزار دی۔ صوبہ بہار کے اس علاقہ میں اسلام کی ابتداء آپ ہی سے ہوئی۔ بعد میں سادات زیدی الواسطی جاجنیری کے بزرگوں نے بھی اس علاقے میں تبلیغ دین اسلام کے لئے اٹھک کادشیں کیں جس کی تفصیل تاریخ کی کتابوں میں موجود ہے۔ حضرت محدوم شاہ شعیب قدس سرہ، اور ان کے وژنہ کے ہاتھوں شیخپورہ موگیر میں ایک بہت بڑے مدرسے کی بنیاد ڈالی گئی تھی۔ پروفیسر مجیب الرحمن کلکتہ

یونیورسٹی کے بیان کے مطابق خدا بخش اور پٹنل لائبریری میں ایک کتاب دیکھی گئی ہے۔ اس میں مدرسے کی پوری روداد موجود ہے۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ اس مدرسہ میں ایک بڑا دارالاقامہ بھی تھا جہاں بہار اور برصغیر پاک و ہند کے علاوہ دوسرے ممالک سے طلباء کی بہت بڑی جماعت قیام پذیر ہو کر تعلیم دین حاصل کرتی تھی۔ اس میں یہ بھی درج ہے کہ شیخپورہ کی اس دینی درسگاہ کے زوال کے بعد یہیں کے فارغ التحصیل عالم دین نے اسی نوعیت کا ایک مدرسہ مظفرپور میں قائم کیا تھا۔

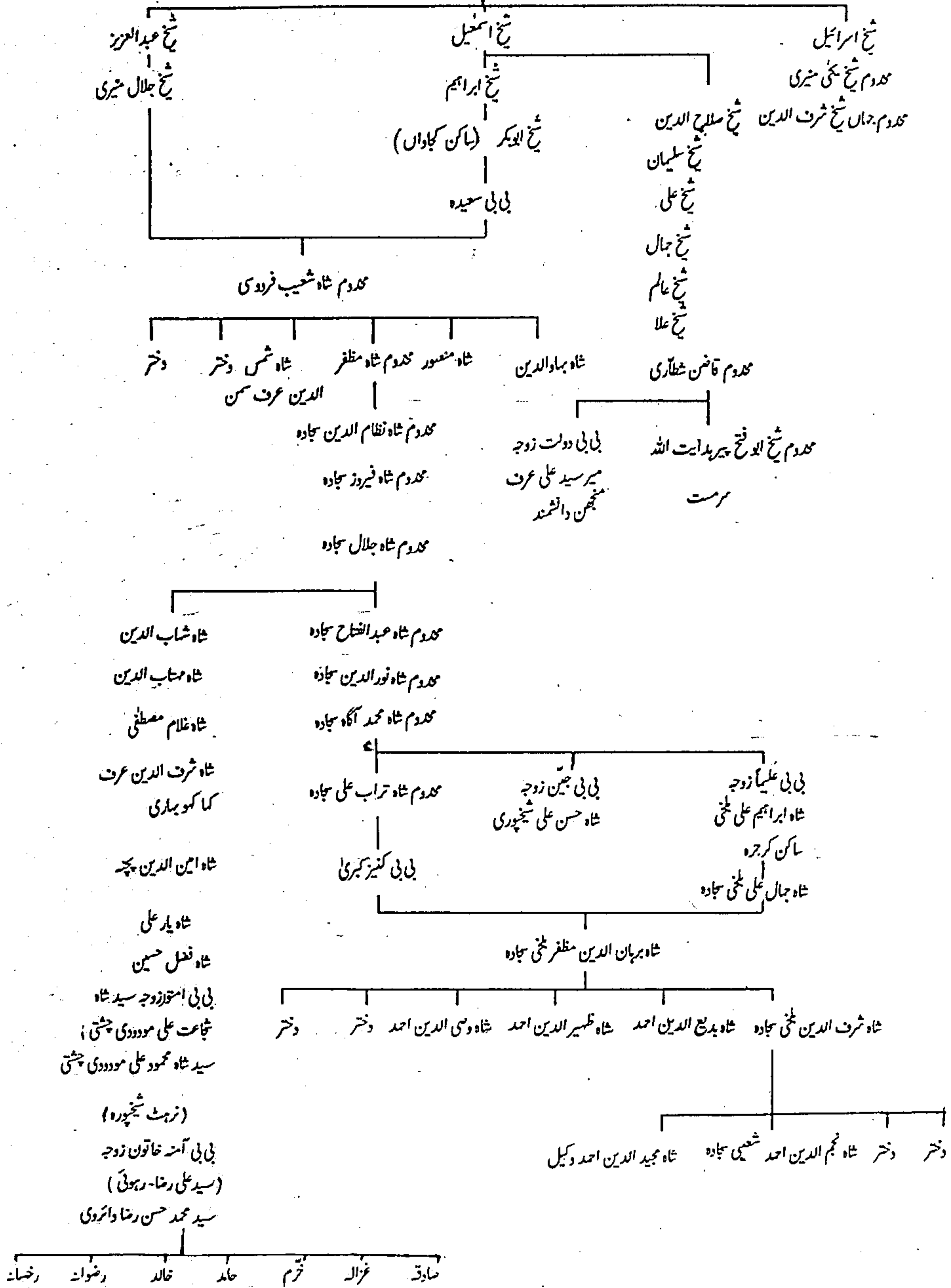
حضرت محمدم شاہ شعیبؒ نے فارسی زبان میں ایک کتاب ”مناقب الاصفیاء“ تصنیف فرمائی ہے۔ اس کتاب میں احوال و مناقب مشائخ فردوسیہ تفصیل سے درج ہیں۔ اس میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے لیکر حضرت مولانا مظفر شمس بلخیؒ تک کے احوال ترتیب سے لکھے گئے ہیں۔ یہ کتاب سلسلہ فردوسیہ کی تاریخ و احوال کا سب سے قدیم ماخذ ہے۔ ”مناقب الاصفیاء“ فارسی، مرتبہ حضرت محمدم شاہ شعیب فردوسی قدس سرہ، کا اردو ترجمہ بنام ”تذکرہ مصباح رشاد“ محترم جناب الحاج مولانا ابو صالح محمد یونس شعیبی فردوسی مدظلہ نے کیا ہے جو مطبوعہ ہے۔

سادات جاجنیر کے سب سے پہلے بزرگ حضرت سید احمد زیدی الواسطی جاجنیریؒ افساری مونگیر تشریف لائے تھے۔ جن کے صاحبزادے حضرت سید جان تھے جو موضع اورین میں مقیم تھے۔ حضرت سید جان علیہ رحمۃ کو حضرت محمدم سے ملاقات کا شوق پیدا ہوا۔ جب آپ اورین سے ملاقات کی غرض سے روانہ ہوئے تو حضرت محمدم اس وقت اپنے احباب و معتقدین کے درمیان بیٹھے تھے، اچانک اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنا سینہ مبارک ملنے لگے۔ دریافت کرنے پر فرمایا، حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صاحبزادے تشریف لارہے ہیں۔ سید صاحب علیہ رحمۃ تشریف لائے حضرت محمدم نے ان کا استقبال کیا اور تین دنوں مہمان نوازی کا شرف حاصل کیا۔ حضرت سید جانؒ آپ سے متاثر ہو کر آپ سے مرید ہوئے۔ سادات بارہ گاداں، ضلع مونگیر حضرت سید جانؒ کی اولاد میں ہیں جن کی تفصیل محترمی و مکرمی جناب سید عبدالقیوم صاحب چواروی کی مرتب کردہ کتاب ”سادات جاجنیری“ میں دیکھی جاسکتی ہے۔

حضرت محمدم شاہ شعیب فردوسی شیخپوری قدس سرہ، کی شادی موضع بلوری نزد لکھی سرائے، ضلع مونگیر کے فاروقی خاندان میں ہوئی تھی۔ حضرت محمدم اور مولانا شمس الدین شیخپوری علیہ رحمۃ کی نسل آج تک موجود ہے اور دونوں خاندان کے مراسم ہنوز بڑے خوشگوار چلے آتے ہیں۔ حضرت محمدم کے چار صاحبزادے اور دو لڑکیاں تھیں۔ اول محمدم شاہ بہاء الدین، دوم حضرت محمدم شاہ منصور، سوم محمدم شاہ مظفر، چہارم محمدم شاہ شمس الدین عرف شاہ سمن۔ سرت محمدم شاہ شعیب فردوسیؒ کا وصال ۱۳۶ سال کی عمر میں ۱۲ ربیع الثانی بروز پیر ۸۲۲ھ کو شیخپورہ میں ہوا۔ آپ کی خانقاہ میں ہر سال ۱۱ ربیع الثانی کو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اور ۱۲ ربیع الثانی کو حضرت محمدم کا عرس منعقد ہوتا ہے۔

## شجرہ و نقشہ اولاد حضرت مخدوم شاہ شعیبؒ

حضرت امام محمد تاج نقیہ



## حضرت مخدوم سید احمد چرمپوش تیغ برہنہ

حضرت مخدوم سید احمد چرمپوش تیغ برہنہ قدس سرہ، کے والد حضرت سید سلطان محمد موسیٰ کاظم بن سید سلطان شاکر ہمدانی ملک ایران کے شہر ہمدان کے رہنے والے تھے۔ جو ہمدان کے بڑے رؤساء، صاحب ثروت و اقتدار لوگوں میں شمار ہوتے تھے۔ اکثر تذکرہ نگاروں نے آپ کو ہمدان کا حکمران بھی لکھا ہے۔ آپ نے عیش و عشرت کی زندگی کو خیرباد کہہ کر فقیری کی راہ اختیار کی۔ آپ کی شادی مسماۃ بی بی حبیبہ بنت مخدوم سید شہاب الدین پیر جگجوت کاشغری ثم بہاری سے ہوئی جن کے بطن سے حضرت سید احمد چرمپوش، سید محمد اور سید محمود پیدا ہوئے۔ اس طرح حضرت سید احمد چرمپوش اور حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین یحییٰ منیری البہاری آپس میں گئے خالہ زاد بھائی تھے۔

حضرت سید احمد چرمپوش قدس سرہ، ۶۵۷ھ میں شہر ہمدان میں پیدا ہوئے۔ آپ نے بچپن اور جوانی کے بیشتر زمانے ہمدان اور بہار دونوں جگہ بسر کئے۔ بچپن عظیم آباد کے متصل گاؤں جٹھلی شریف میں گزرا۔ آپ ماور زاد دلی تھے اور آپ سے بکثرت کرامات کا ظہور ہوا۔ آپ کی طبیعت میں جلال تھا اور آج بھی آپ کے مزار اقدس سے جلال کا اظہار ہوتا ہے۔ موضع جٹھلی کا نام آپ کی کرامت ہی کی یادگار ہے۔ تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ آپ کا زمانہ طفلی زیادہ تر آپ کے نانا سید شہاب الدین پیر جگجوت عظیم آبادی کی پاکیزہ صحبت میں گزرا۔ اسی زمانہ میں آپ کسی ہنود لڑکے کے ساتھ کھیل رہے تھے کہ بازی باقی رہ گئی اور آفتاب غروب ہونے لگا۔ چنانچہ فیصلہ یہ لٹھرا کہ باقی کل۔ حسب وعدہ صبح سویرے آپ اس کے گھر تشریف لے گئے تو معلوم ہوا کہ وہ لڑکا رات ہی فوت ہو گیا۔ آپ یہ سن کر اس کی میت کے سرہانے جا کھڑے ہوئے اور فرمایا ”اے فلاں اٹھ“ اتنا کہنا تھا کہ وہ مردہ لڑکا یہ کہتا ہوا اٹھ بیٹھا ”جی اٹھلی سرکار“ اسی وقت سے اس مقام کا نام ”جی اٹھلی“ پڑ گیا اور اب جٹھلی کے نام سے مشہور ہے۔ والد کے فقیری اختیار کرنے کے بعد ہمدان کی ریاست کے انتظام و انصرام کا بوجھ آپ کے کاندھوں پر آن پڑا لیکن آپ کو بھی دنیا اور لوازمات دنیا سے نفرت تھی۔ ہمدان میں آپ کو قرار نصیب نہ ہوا۔ امارت اور ریاست سے دست کش ہو کر شہر ملتان چلے آئے۔ پھر وہاں سے اپنے پیرو مرشد حضرت مولانا علاء الدین علاء الحق قدس سرہ کے حکم کے مطابق تبت تشریف لے گئے۔ وہاں کافی مدت قیام فرما کر زہد و ریاضت، رشد و ہدایت اور ارشاد و تبلیغ میں مشغول رہے، تبت کا علاقہ اس وقت اسلام کی روشنی سے خالی تھا۔ وہاں کوئی مسلمان نہ تھا۔ آپ کے کشف و کرامات سے متاثر ہو کر وہاں کا راجہ اور عوام کی ایک بڑی تعداد مسلمان ہوئی۔ دوران قیام تبت آپ سے جو کرامات ظہور پزیر ہوئے اس کو اکثر تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے اور وہ روایت بہار کے مسلمانوں میں سینہ بہ سینہ آج تک منتقل ہوتی چلی آ رہی ہے۔

تیغ برہنہ :- حضرت سید احمد چرمپوش قدس سرہ، کا ایک لقب ”تیغ برہنہ“ ہے اس کی وجہ تسمیہ آپ کی ایک کرامت ہے۔ کہتے ہیں کہ جب آپ نے تبت کی سرزمین پر قدم رنجہ فرمایا اور وہاں کے راجہ کو معلوم ہوا کہ ہماری حکومت میں ایک ملچھ (مسلمان) داخل ہو گیا ہے تو وہ بہت ناراض ہوا۔ اس نے اپنے چند اہل کاروں کو بھیج کر آپ کو تبت سے نکل جانے کا حکم دیا۔ آپ نے فرمایا میں یہاں قیام کے لئے نہیں آیا۔ چند دنوں آرام کرنے کے بعد چلا جاؤنگا۔ راجہ اور اس کے درباری سادھو کو آپ سے خطرہ محسوس ہوا اور دونوں نے مشورہ کر کے ایک دستہ فوج کا روانہ کیا تاکہ آپ کو زور دستی تبت سے نکال باہر کرے۔ فوجی دستہ جب

آپ کے خیمہ کے سامنے صف آرا ہوا اس وقت آپ خیمہ سے باہر جائے نماز بچھائے نماز میں مشغول تھے۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد جب آپ نے راجہ کی فوج کو کھڑا پایا تو جلال آگیا۔ اپنی تلوار ہوا میں اچھال دی جس سے پورا دستہ تہ تیغ ہو گیا۔ دوسری روایت اس طرح بھی بیان کی جاتی ہے کہ دوران نماز جب آپ نے تشہد کی حالت میں بیٹھ کر تحیات پڑھتے ہوئے شہادت کی انگلی بلند کی تو دستہ کے پہلے صف میں جتنے فوجی تھے ان کی گردنیں اڑ گئیں۔ تیسری روایت یہ بیان کی جاتی ہے کہ جب راجہ کی فوج آئی تو ایک تلوار بے نیام آسمان کی طرف سے حضرت کے دست مبارک میں آئی اور آپ تنہا میدان جہاد میں کود پڑے اور پوری فوج کو تہ تیغ کر ڈالا۔ اس وقت سے آپ تیغ برہنہ مشہور ہوئے۔ واللہ اعلم

چالیس سال بند کنویں میں چلے کشتی :- جب راجہ اور اس کے گرو کو فوج کا حشر معلوم ہوا تو وہ حضرت کے پاس آئے۔ راجہ نے حضرت سے اپنے گذشتہ کئے کی معافی چاہی۔ لیکن گرو نے اس کو اپنی بے عزتی تصور کیا۔ اور حضرت سے کہا کہ ہماری فقیری معرکہ کی طلبگار ہے۔ آپ کو چالیس روز کے جس دم کے چلے کی دعوت دیتا ہوں۔ آپ نے جواب دیا ہمارے یہاں مرد کا چلہ چالیس سال کا، زاہدوں کا چلہ تیس سال کا اور عورتوں کا چلہ چالیس دن کا ہوتا ہے جس کو ہم چلی کہتے ہیں۔ لہذا میں چالیس سال کا چلہ کرنا چاہتا ہوں۔ یہ سن کر گرو کے ہوش اڑ گئے اور وہ اس چیلنج سے فرار کی راہ تلاش کرنے لگا۔ لیکن راجہ کا اشتیاق بڑھ گیا تھا۔ اس نے فوراً ایک کنواں کھودنے کا حکم دیا۔ کنویں کے مغرب اور مشرق جانب ایک ایک طاق بنائے گئے۔ مغرب جانب طاق پر حضرت سید احمد چرمپوش قدس سرہ، اور مشرق جانب گرو کو بٹھا کر کنواں اوپر سے پاٹ دیا گیا۔ چھتیس سال بعد راجہ مر گیا اور اس کا لڑکا تخت کا وارث ہوا۔ چالیسویں سال راجہ کے لڑکے نے اپنی نگرانی میں کنویں کو کھلوا دیا۔ سب سے پہلے مشرقی طاقچہ کو دیکھا گیا۔ وہاں مٹی کے ڈھیر کے سوا کچھ نہ تھا لیکن مغربی طاقچہ سے حضرت کے ذکر کی آواز صاف سنائی دے رہی تھی۔ فوراً روٹی کے گالے منگوائے گئے اور بڑی احتیاط سے آپ کو باہر نکالا گیا، درباری ویدوں اور حکیموں نے آپ کا علاج کیا۔ راجہ، اس کے اہل خانہ اور اس علاقہ کے ہندوؤں کی ایک اچھی خاصی تعداد نے اسلام قبول کیا۔ چلہ کے مقام پر حضرت کے حکم سے ایک حجرہ بنا کر مقلد کر دیا گیا ہے۔ آپ کی پیش گوئی کے مطابق آپ کی اولاد میں سے اکیسویں پشت کی بائیسویں اولاد آکر اس حجرے کو کھولے گی۔ اس مقام پر جو خدام ہوتے ہیں وہ اپنے کو ” احمدی “ کہتے ہیں۔ حضرت سید احمد چرمپوش قدس سرہ، پوری طرح صحت یاب ہونے کے بعد تبت سے روانہ ہوئے اور سیوان پہنچے۔

چرمپوش :- چرم بمعنی چڑا اور پوش بمعنی پہننے کے ہیں۔ اس طرح چرمپوش کے معنی ” چڑا پہننے والا “ کے ہیں۔ چونکہ حضرت محموم سید احمد چرمپوش قدس سرہ، ہر وقت ایک چڑا لگے میں ڈالے رہتے تھے اس لئے آپ کا لقب چرمپوش پڑ گیا۔ اس واقعہ کا تذکرہ جناب پروفیسر ڈاکٹر مجیب الرحمن (پروفیسر کلکتہ یونیورسٹی) نے اپنی کتاب ” تاریخ بارہ گواں “ میں مختصر طور پر کیا ہے۔ سیوان صوبہ بہار کے ایک ضلع چھپرہ کا ایک سب ڈویژن تھا۔ تقسیم کے بعد ایک الگ ضلع بن گیا ہے۔ حضرت سید احمد چرمپوش قدس سرہ، جب تبت سے سیوان پہنچے تو اس وقت وہاں ایک بزرگ حضرت حسن پیارے آپ کے منتظر تھے اور مشتاق دیدار تھے۔ حضرت حسن پیارے علیہ رحمۃ آپ کے مرید ہو کر آپ کے حلقہ ارادت میں شامل ہو گئے۔ حضرت حسن پیارے کے پاس اس مخصوص ذنب کا چڑا موجود تھا۔ جو حضرت اسمعیل ذبیح اللہ کی جگہ قربان ہوا تھا۔ چنانچہ حضرت سید احمد چرمپوش قدس سرہ نے وہ چڑا بڑی عاجزی کر کے ان سے مانگ لیا اور اس کو درمیان سے چاک کر کے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنے گلے میں ڈال لیا۔ اس وقت سے آپ چرمپوش مشہور ہوئے۔ واللہ اعلم

حضرت مخدوم سادات کاظمی سے ہیں۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت امام موسیٰ کاظم بن حضرت امام جعفر صادق اور حضرت امام زین العابدین بن حضرت امام حسین شہید دشت کربلا سے ہوتا ہوا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک جا پہنچتا ہے۔  
نسب نامہ پدری :-

سید سلطان احمد چرمپوش بن سید سلطان موسیٰ ہمدانی بن سید سلطان شارک یا مبارک ہمدانی  
بن سید سلطان خضر ہمدانی بن سید سلطان ابراہیم ہمدانی بن سید سلطان سلیمان ہمدانی بن  
سید سلطان عبدالکریم ہمدانی بن سید سلطان عبدالککیم ہمدانی بن سید عبدالشکور مدنی  
بن سید نعمت اللہ مدنی بن سید عبدالمجید مدنی بن سید عبدالرحیم مدنی بن سید عبد  
الاسحق مدنی بن سید عبدالرحمن مدنی بن سید ابوالقاسم مدنی بن سید نورالدین مدنی  
بن سید یوسف مدنی بن سید رکن الدین مدنی بن سید علاء الدین مدنی بن سید یحییٰ مدنی  
بن سید زکریا مدنی بن سید حسن مدنی بن سید شاہ قریشی مدنی بن سید محمد عمر عرف عمر مدنی  
بن سید امام عبداللہ مدنی بن سیدنا امام موسیٰ کاظم بن سیدنا امام جعفر صادق

درگاہ انبیر شریف :- حضرت سید احمد چرمپوش تیغ برہنہ قدس سرہ، کے والد سید سلطان موسیٰ ہمدانی علیہ رحمۃ کا مزار اقدس بہار شریف میں محلہ انبیر سے شمال ندی کے بعد مشرق جانب عماد پور کی طرف جو سڑک گئی ہے اس سے شمال کی طرف کھیت کے قریب ہے۔ نشان مٹ چکا ہے۔ آپ کی والدہ حضرت بی بی حبیبہ بنت سید شہاب الدین پیر جگجوت سروردی کا مزار انبیر درگاہ میں پھانک کے سامنے حجرہ کے اندر ہے۔ سخن درگاہ میں نمایاں قبر آپ کی ہے۔ آپ کے پچھم جانب آپ کے بڑے صاحبزادے سید شاہ سراج الدین احمد اور ان کے پچھم اہلیہ چرمپوش قدس سرہ، آسودہ ہیں۔ حضرت سید احمد چرمپوش کے پورب جانب آپ کے چھوٹے لڑکے سید شاہ تاج الدین احمد اور ان کے استاد کی قبریں ہیں اس کے بعد راستہ ہے۔ راستہ سے پورب حضرت چرمپوش کے پوتے حضرت سید عبدالرحمن بن سید سراج الدین احمد آرام فرماں ہیں۔ درگاہ شریف کی مسجد سے پچھم چراغدان کے ساتھ ممتاز قبر حضرت نصیر الدین شیر دست کی ہے۔ حضرت سید احمد چرمپوش قدس سرہ، کا وصال ۱۱۸ سال کی عمر میں ۲۶ صفر ۷۷۶ھ کو ہوا۔ آپ حضرت مخدوم جہاں یحییٰ شرف الدین احمد یحییٰ منیری سے چار سال بڑے تھے اور مخدوم جہاں سے چھ سال قبل وصال فرمایا۔ ۲۶ صفر کو آپ کا عرس مبارک انبیر درگاہ میں بڑے تزک و احتشام سے منایا جاتا ہے اور جہاں آسیب زدہ افراد شفاء یاب ہوتے ہیں۔ حضرت چرمپوش قدس سرہ، کے بھلے اور چھوٹے دو برادران سید محمد اور سید محمود کے مزارات شہر ہمدان - ایران میں ہیں۔

دیوان احمدی کی چوری اور لکھنؤ میں اشاعت :- حضرت سید احمد چرمپوش تیغ برہنہ قدس سرہ کی تصانیف میں سب سے اہم اور مشہور آپ کا فارسی دیوان ”دیوان احمدی“ ہے۔ چند دوسری کتابوں کے ساتھ ”دیوان احمدی“ کو شائع کرانے کے خیال سے سجادہ درگاہ انبیر شریف حضرت سید شاہ علی حیدر احمدی سروردی علیہ رحمۃ نے مالک مطبع نو لکھنؤ کو روانہ کیا۔ کسی بنا پر کچھ دنوں بعد تمام نسخے بغیر چھپے واپس آگئے۔ نسخے واپس آنے کے کافی مدت کے بعد مالک مطبع نے ”دیوان احمدی“ کو حرف تہجی کے حساب سے ترتیب دیکر بنام احمد جام زندہ بیل چھپوا کر فروخت کر دیا۔ حضرت سید شاہ علی حیدر احمدی علیہ رحمۃ نے اس واقعہ کو اپنے بیاض قلمی میں بیان کیا ہے۔ قارئین توجہ فرمائیں۔

”..... چنانچہ خان صاحب مد عمرہ دیوان احمدی و نسخہ معدن المعانی، و نسخہ گنج لائیکھی و خوان پر نعمت منجملہ ارشادات حضرت محموم الملک درجہ چہ خانہ لکھنؤ در مطبع نو لکھنوی وین فرستادہ بودند چونکہ فی مابین در معاہدہ خلاف افتاد بنا بر بعد چند ماہ جملہ نسخہ جات واپس گرفتند و ان را زمانہ بست سال یا زیادہ شدہ باشد ہماں زمان نسخہ دیوان احمدی رانا یاب و نادر دیدہ ہمیدہ صاحب مطبع بخیاں نفع خود در فرصت نماں چند ماہ گذشتہ از طبیعت خود بوجہ پردہ وہی و بندویاتی خود ترتیب حروف تہجی دادہ بنام احمد جام زندہ بہیل یکے از فرزندان عبداللہ بن حرید صلی کہ او از اولاد عمر بن خطاب رضی اللہ عنہم مولف قائم ساختہ چہا پ کردہ فروخت میکند۔ مصرعہ چہ دلاور است و زد کہ بکف چراغ دار۔ حالانکہ در دیوان احمدی بسیار غزل لقب چرمپوش و نسبت فرزندیت امام زادگی موجود است یکے از ان اینست۔ شعر

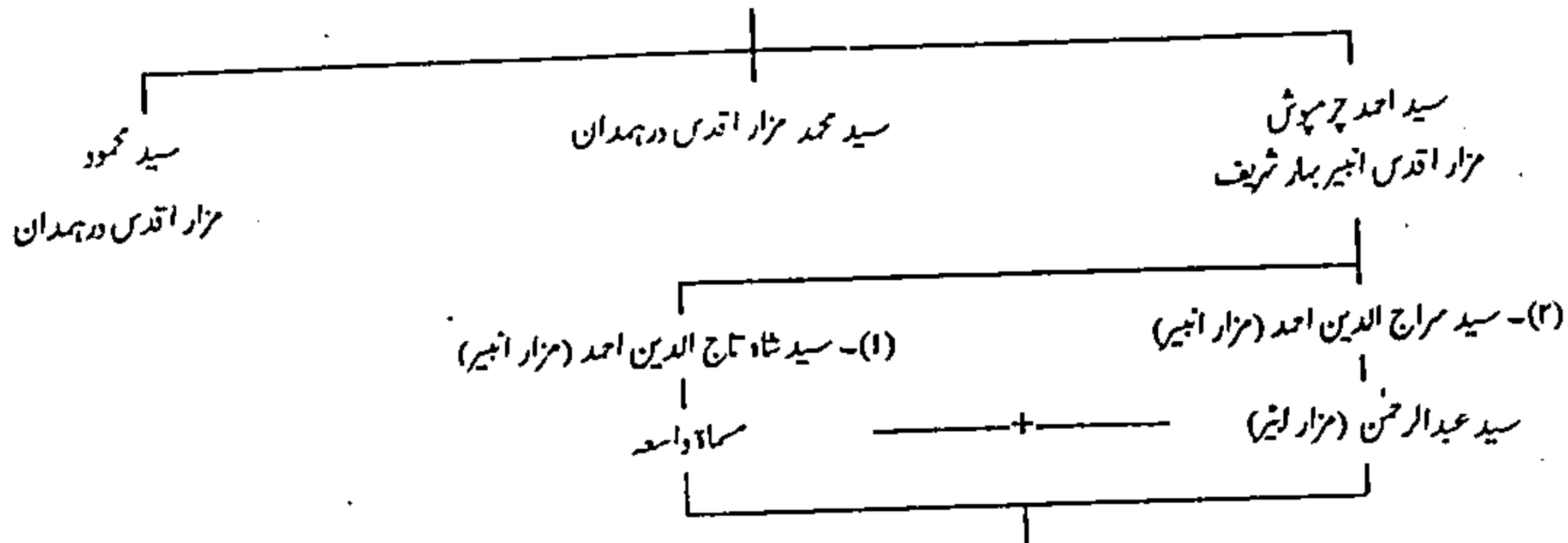
گاہ شدیم چرمپوش گاہ شدیم خرقة پوش گاہ بقبر در خروش یوالجب است حال ما  
 این رمز و این نکات زاسرار مرتضیٰ احمد غلام و بندہ و اولاد حیدر است

واضح باد کہ از زمانہ رسول مقبول تا ان زمان لقب بزرگان مشاہیر کہ مشہور اند چنانکہ بابا فرید گنج شکر و معین الدین چشتی و عبدالقادر جیلانی و بندہ نواز گیسو دراز۔ تختی سوار، بختیار کاکلی وغیرہ حضرات کہ ملقب ہستند باین لقب و خطاب کدای بزرگ ثانی ہنوز نشدہ اند ہم چنانقب چرمپوش کدای اولیائے کبار پیدا نشد پس آن نابینا و کور باطن دیوان مہر کہ را مولف یکے از فرزند خلقاء نام زد کردہ حیث بر ان تافہمی و مغالطہ وہی کہ سراسر خطائے اوست.....“

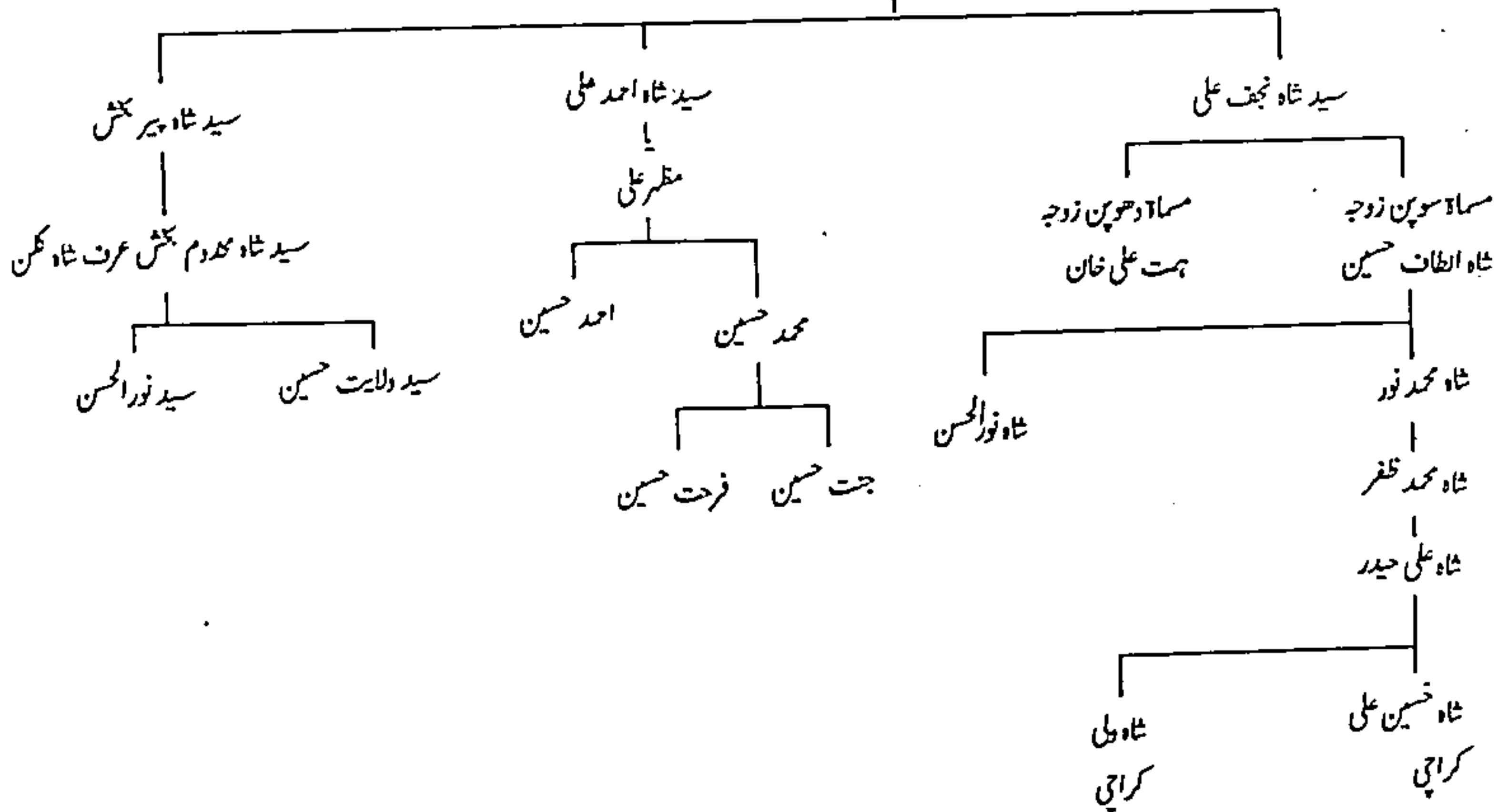


# نقشه اولاد حضرت سید احمد چرمپوش تیغ برپنه قدس سره

سید سلطان موسی ہمدانی (از بطن بی بی حبیب)



- سید شاہ علی عرف مخدوم بدھ
- سید شاہ رکن الدین عرف مخدوم منجمن
- سید شاہ محمود اعلا
- سید شاہ نصیر الدین
- سید شاہ حبیب اللہ
- سید شاہ محبوب اللہ
- سید شاہ محمود ثلثی
- سید شاہ محمد
- سید شاہ سراج الدین ثلثی
- سید شاہ نور اللہ
- سید شاہ مجیب اللہ
- سید شاہ علی اصغر
- سید شاہ محمد ثلثی





## حضرت مخدوم سید تیم اللہ سفید باز قدس سرہ،

چھٹی صدی ہجری کے آخری دنوں میں مشہد مقدس سے ایک بزرگ حضرت سید جلال الدین چشتی شہر لاہور تشریف لائے۔ آپ کو بیعت و خلافت حضرت خواجہ عثمان ہارونی سے حاصل تھی۔ آپ کے ایک صاحبزادے سید ابراہیم چشتی پاک و ہند کے مختلف علاقوں کی سیرو سیاحت کرتے ہوئے بہار آئے اور ضلع مظفرپور کے مشہور قصبہ حاجی پور میں مستقل یو دو باش اختیار فرمائی۔ حضرت سید ابراہیم چشتی اپنے والد کے مرید و خلیفہ تھے۔ آپ سلسلہ چشتیہ کے بڑے مایہ ناز بزرگ تھے۔ آپ حاجی پور میں آسودہ خاک ہیں۔ آپ ہی کے صاحبزادے سید آدم صوفی تھے۔

حضرت سید آدم صوفی، حضرت سید ابراہیم چشتی کے صاحبزادے مرید اور خلیفہ تھے۔ لیکن انہیں ازادت و عقیدت حضرت سید شہاب الدین پیر جگجوت سروردی عظیم آبادی سے تھی۔ آپ نے حضرت پیر جگجوت قدس سرہ، سے سلسلہ کبریہ، سروردیہ اور فردوسیہ کی تعلیم حاصل کی اور مستقل قیام اپنے مرشد کے ساتھ موضع عالم پور جٹھلی میں اختیار کیا۔ جناب سید کریم الدین صاحب مرحوم نے اپنی کتاب ”مخزن الالساب“ میں آپ کو حضرت بابا فرید گنج شکر کا خلیفہ لکھا ہے جس کی تصدیق کسی دوسرے تذکرے سے نہیں ہوتی۔ حضرت سید آدم صوفی کا وصال جٹھلی میں ۶۹۷ھ میں ایک سو تیرہ سال کی عمر میں ہوا۔ آپ کا مزار اقدس پیر جگجوت کے مزار کے قریب ہی واقع ہے۔ اور پکی درگاہ کے نام سے زبان زد خلایق ہے۔ آپ کو پیر جگجوت سے اس قدر محبت تھی کہ آپ نے اپنے صاحبزادے مخدوم سید حمید الدین کی شادی ان کی دختر حضرت بی بی جمال سے کی، جن کے بطن سے حضرت مخدوم سید تیم اللہ سفید باز قدس سرہ، عالم وجود میں آئے۔ حضرت مخدوم سید تیم اللہ سفید باز اور مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری البہاری کے خالہ زاد بھائی تھے۔

حضرت مخدوم سید حمید الدین بن سید آدم صوفی اپنے والد کے مرید و خلیفہ تھے۔ لیکن حضرت سید شہاب الدین پیر جگجوت عظیم آبادی کے وصال کے بعد ان کی مسند سجادگی پر بٹھائے گئے اور جٹھلی کے سروردیہ فردوسیہ خانقاہ کے انتظام و انصرام کی ذمہ داری بھی آپ ہی کے حصہ میں آئی۔

حضرت مخدوم سید حمید الدین بن سید آدم صوفی بن سید ابراہیم چشتی بن سید جلال الدین چشتی مشہدی لاہوری، حضرت سید شہاب الدین پیر جگجوت سروردی عظیم آبادی البہاری قدس سرہ، کے داماد، خلیفہ اور سجادہ تھے۔ حضرت سید حمید الدین رحمۃ اللہ علیہ کا روضہ بھی جٹھلی میں پکی درگاہ میں ہے۔ آپ کے وصال کے بعد آپ کے صاحبزادے حضرت مخدوم سید تیم اللہ سفید باز قدس سرہ، خانقاہ پیر جگجوت کی مسند سجادگی پر بٹھائے گئے۔

حضرت مخدوم سید تیم اللہ سفید باز قدس سرہ، مرید و خلیفہ اپنے والد کے تھے آپ کو اپنے نانا حضرت پیر جگجوت اور اپنے خالہ زاد بھائی حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری سے بھی تمام سلاسل کی اجازت و خلافت حاصل تھی۔ آپ نے ان بزرگوں سے راہ سلوک میں کافی رہنمائی حاصل کی علاوہ بریں حضرت خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی سے سلسلہ چشتیہ کا دوسرا خرقہ بھی حاصل کیا تھا۔ اور ایک عرصے تک چراغ دہلوی قدس سرہ، سے فیض باطن حاصل کرتے رہے۔ آپ کا رحمان اپنے خاندانی سلسلہ

چشتیہ کی طرف زیادہ رہا۔ آپ کے ذریعہ صوبہ بہار میں سلسلہ چشتیہ کو بڑا فروغ ہوا اور اس سلسلہ کی کئی مرکزی خانقاہیں وجود میں آئیں۔ آپ نے اپنے والد، نانا اور خالہ زاد بھائیوں کے ساتھ بہار میں تبلیغ دین کے لئے بڑی کاوشیں کیں۔ حضرت مخدوم سید تیم اللہ سفید باز قدس سرہ، کے حلقاء میں درج ذیل تین بزرگوں کے نام زیادہ مشہور ہیں۔

نمبر ۱۔ آپ کے صاحبزادے حضرت مخدوم سید شاہ فیض اللہ قدس سرہ، جو آپ کے جانشین ہوئے۔ حضرت سید شاہ فیض اللہ نے موضع جھٹلی اور بہار شریف کی اقامت ترک کر کے موضع کرجی نزد گماگھاٹ پٹنہ میں رہائش اختیار کی اور اسی جگہ ایک خانقاہ کی بنیاد ڈالی جو جماعت خانہ کے نام سے مشہور تھی۔ اس مقام سے آپ کے بعد آٹھ پشتوں تک تبلیغ دین کا سلسلہ جاری رہا۔

نمبر ۲۔ دوسرے بزرگ، حضرت مخدوم شمس الدین عرف سمن ارولی چشتی قدس سرہ، ہیں۔ آپ کا تعلق سادات بارہہ سے ہے۔ آپ کنٹور سے بہار شریف لائے اور حضرت مخدوم سید تیم اللہ سفید باز قدس سرہ، کے حلقہ ارادتمندوں میں داخل ہو کر علم و عرفان کے حصول میں مصروف رہے اور حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ میری قدس سرہ، کے حکم کے مطابق قصبہ ارول اور سہار میں تبلیغ دین کا کام شروع کیا۔ آپ کے ذریعہ سلسلہ چشتیہ کی دو خانقاہیں، خانقاہ ارول شریف اور خانقاہ سہار وجود میں آئیں۔ خانقاہ ارول آج بھی قائم ہے جہاں سے حضرت مخدوم کا فیض عام جاری ہے۔ پھلواری شریف میں موجود مومئے مبارک حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت تیم اللہ سفید باز قدس سرہ، سے حضرت سمن ارولی چشتی کو ملا تھا۔ جو بعد میں آپ کے وراثت سے منتقل ہو کر پھلواری پہنچا۔

نمبر ۳۔ تیسرے بزرگ حضرت صوفی ضیاء الدین چندھوسی بن شیخ نور الدین نور جہاں بن قطب الدین منور بن قطب جمال الدین چشتی ہانسوی، حضرت سید تیم اللہ سفید باز قدس سرہ، کے اجل حلقاء میں سے ایک ہیں۔ آپ کی خانقاہ بہار کے علاقہ چندھوس میں ہے۔ پھلواری شریف میں موجود مومئے مبارک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کسی عرب سید نے یمن سے لا کر حضرت صوفی چندھوسی کے پر دادا حضرت قطب جمال ہانسوی کو دیا تھا۔ پھر یہ مومئے مبارک حضرت صوفی ضیاء الدین چندھوسی کے پاس آیا۔ آپ نے یہ تبرک اپنے پیرو مرشد سید تیم اللہ سفید باز قدس سرہ، کو ہدیہ دیا۔ پھر حضرت سید تیم اللہ سفید باز نے اپنے مرید خاص حضرت شمس الدین سمن ارولی کو دیا۔ کئی پشتوں کے بعد یہ مومئے مبارک حضرت سمن ارولی چشتی قدس سرہ، کے وراثت سے منتقل ہو کر پھلواری شریف پہنچا اور اب تک وہاں موجود ہے۔

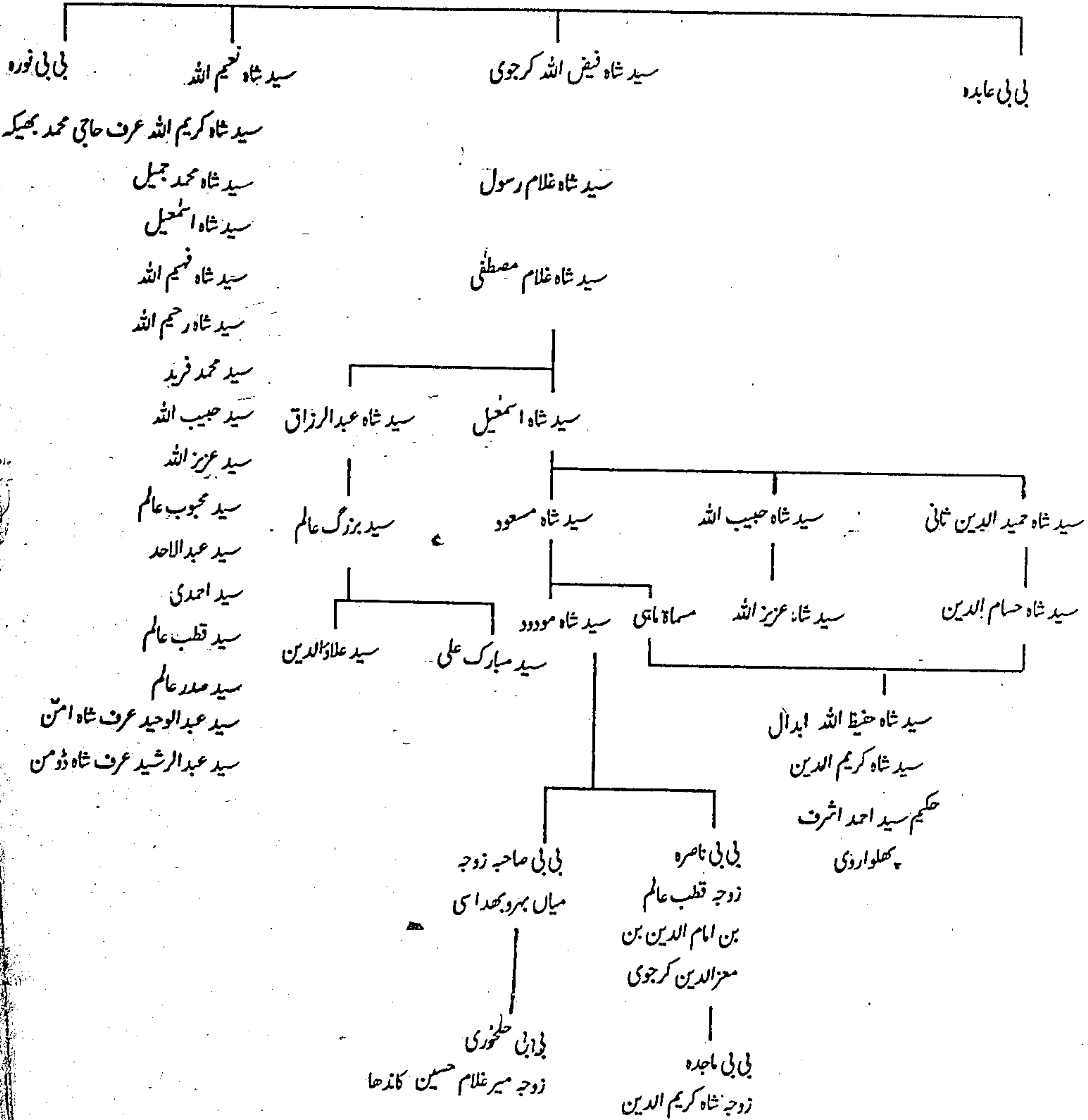
حضرت مخدوم سید تیم اللہ سفید باز قدس سرہ، کی شادی بہار شریف کے محلہ چشتیانہ میں ہوئی تھی جن کے بطن سے حضرت سید شاہ فیض اللہ اور دو صاحبزادیاں بی بی عابدہ اور بی بی نورہ ہوئیں۔ شادی کے بعد حضرت تیم اللہ سفید باز قدس سرہ، نے جھٹلی کی اقامت ترک کر کے بہار شریف میں رہائش اختیار فرمائی۔ آپ نے ۹ محرم الحرام ۷۹۰ھ کو وصال فرمایا۔ آپ کا مزار اقدس بہار شریف میں حوض علاء الدین پر واقع ہے۔ حضرت شاہ عطا حسین صاحب نے کنزالانساب میں آپ کے ایک صاحبزادے سید نعیم اللہ کی خبر دی ہے۔

حضرت سید تیم اللہ سفید باز اور حضرت مولانا مظفر شمس بلخی ہمجہ ہیں۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت سید ابراہیم ادھم بلخی سے ہوتا ہوا حضرت امام علی زین العابدین تک پہنچتا ہے۔

سید تیم اللہ بن سید حمید الدین بن سید آدم صوفی بن سید ابراہیم بن سید جلال چشتی

بن سید حسن بن سید محمود بن سید ابراهیم اودھم بلخی بن سید یعقوب بن سید احمد بن  
 سید اسحق بن سید امام عمر زید بن سید محمد صوفی بن سید امام قاسم بن سید علی اصغر بن  
 سید عمر اشرف بن امام علی زین العابدین بن امام حسین شهید دشت کربلا

### نقشہ اولاد حضرت سید تیم اللہ سفید باز قدس سرہ



## حضرت زین بدر عربی قدس سرہ،

حضرت زین بدر عربی قدس سرہ، مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری قدس سرہ، العزیز کے بڑے چہیتے مرید تھے۔ آپ کی ابتدائی زندگی عیش و عشرت میں گزری۔ آپ کی والدہ بھی مخدوم جہاں کی مرید تھیں۔ جو اپنے اکلوتے صاحبزادے کے لئے ہمیشہ فکرمند اور مغموم رہا کرتی تھیں۔ اکثر مخدوم جہاں کی خدمت میں آپ کو لیکر آیا کرتی تھیں اور دعاء کی درخواست کرتی تھیں۔ مخدوم جہاں آپ کی والدہ کو تسلی دیتے اور صبر کی تلقین فرماتے۔ ایک بار حضرت زین بدر عربی اپنی والدہ کے پاس تشریف لائے اور کچھ روپے طلب کئے۔ والدہ نے اپنے قریب بٹھایا اور بڑے دردمند دل کے ساتھ نصیحت فرماتے ہوئے کہا ”بیٹا! تم اپنا وقت لہو لعب میں ضائع کرتے ہو۔ نہ اس دنیاوی زندگی کے لئے کچھ کرتے ہو اور نہ آخرت کی تمہیں فکر ہے۔ تمہارا سکایا ہوا کچھ گھر میں جمع ہے تو لے جاؤ۔“ والدہ کی طرف سے ناامید ہو کر آپ مخدوم جہاں کی خدمت میں پہنچے۔ اس وقت حضرت جائے نماز پر تشریف فرما تھے۔ حضرت زین بدر عربی کی طرف دیکھا اور فرمایا ”ادھر آؤ“ جس مقصد سے آئے ہوئے جاؤ۔ پھر جائے نماز کا ایک کونا الٹ کر کہا اپنی ضرورت بھر پیسے لے لو۔“ آپ نے دیکھا کہ جائے نماز کے نیچے خزانے کا ایک دریا بہ رہا ہے۔ آپ کے اندر ایک تلاطم پیدا ہوا۔ بحکم مخدوم جہاں اپنی ضرورت بھر پیسے لئے اور سیدھے والدہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پورا واقعہ بیان فرمایا۔ والدہ نے کہا ”بیٹا! اللہ جل شانہ کے ایسے برگزیدہ بندے سے ایک سگ دنیا کا دست سوال دراز کرنا کچھ زیب نہیں دیتا۔“ آپ کے دل و دماغ میں تو پہلے ہی سے ایک تلاطم برپا ہو چکا تھا۔ والدہ کے اس جملے نے اس میں شدت پیدا کر دی اور آپ میں ایک انقلاب رونما ہوا۔ آپ کی دنیا ہی بدل گئی۔ جو نقدی ہاتھ میں تھی ضرور تمندوں میں لٹا کر مخدوم جہاں کے قدموں میں جا گرے۔ پھوٹ پھوٹ کر روتے رہے جب دل کی کیفیت میں کچھ سکون ہوا تو مخدوم جہاں نے توبہ کرائی اور اپنے غلاموں میں شامل فرمایا۔ مخدوم جہاں کی صحبت، تعلیم و تربیت اور رشد و ہدایت نے آپ کو اللہ کا برگزیدہ بندہ بنا دیا۔

حضرت زین بدر عربی علیہ رحمۃ ہمیشہ مخدوم جہاں کے ساتھ ساتھ ہوتے۔ آپ کی ہر مجلس میں شریک رہتے آپ کے ملفوظات، آپ کی تعلیمات اور آپ کے اقوال کو تحریری شکل میں محفوظ فرمایا کرتے۔ آج مخدوم جہاں کے ملفوظات و مکتوبات کا جو کچھ ذخیرہ ہمارے درمیان موجود ہے، وہ سب کچھ مخدوم زین بدر عربی کی کاوشوں کا نتیجہ ہے۔ آپ ان مکتوبات و ملفوظات کو تحریری شکل میں لانے کے سلسلہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

ترجمہ از معدن المعانی۔ ”حصول ملازمت، خدمت شیخ کا موقع ملا اور حاضری مجلس شریف کی سعادت حاصل ہوئی میں نے دیکھا کہ ہر مجلس میں موقع موقع سے طالبان صادق مریدان و اثن بدگان موافق از روئے احوال و معاملات اپنے لطائف و نکات، رموز و اسرار، شریعت و طریقت، معرفت و حقیقت سے ایراد و سوال پیش کیا کرتے ہیں۔ حضرت مخدوم اس کا شافی جواب دلیپزیر عبارت اور بے نظیر اشارات میں فرمایا کرتے تھے۔ ہر عبارت سے سو طرح کے غیبی معانی کا فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ اور ہر اشارہ سے ہزاروں مطالب قرآنی حاصل ہوا کرتے ہیں ہر معانی نہایت مفہوم لئے ہوئے ہوتا ہے، ہر لطفیے میں اور اکالت کی فراوانی ہوتی ہے، ہر مفہوم

بے شمار حالات کا مخبر، ہر اور اکت کشف مقامات کا زینہ، ہر حالت میں ایسا ذوق جس کو بیان کا تراژونہ تول سکے، ہر مقام سے ایسی خبر ملے جو عالم امکان سے بالکل باہر ہو..... حضرت مخدوم کی پر فیض مجلس کا یہ رنگ دیکھ کر توفیق ازلی اور عنایت الہی میری دستگیر ہوئی اور میں نے بقدر وسعت و تحمل اپنے جو باتیں سنیں ان کو یاد کر لیا اور لکھنا شروع کیا۔ حتی الامکان اس کا بے حد لحاظ رکھا کہ زبان مبارک سے جو لفظ نکلا ہے بعینہ جمع ہو۔ اگر شاذ و نادر بمقتضائے بشریت و قصور حافظہ وہی لفظ و عبارت یاد نہ رہی تو مجبوراً دوسری عبارت میں اس معنی کو ادا کیا۔ کیونکہ مقصود تو معنی ہے۔ اس ناقابل عفو جرم کا کبھی میں مرتکب نہ ہوا کہ حیلہ صریحہ بھی نفس معنی میں کسی قسم کا تصرف یا تغیر پیدا کیا ہو۔ یہاں تک نگاہداشت رکھی کہ اگر معنی یاد نہ رہے تو اس ورق کو سادہ چھوڑ دیا اور جب شرف باریابی حضور حاصل ہوا تو عرض کیا اور جواب سے مشرف ہو کر اس کو خوب یاد کر لیتا۔ اس کے بعد قلمبند کر لیتا۔ جب یہ ملفوظات مرتب ہو گئے تو مجرد اس خیال سے کہ آخر بشریت ہے مبادا کہیں بھول چوک نہ ہو گئی ہو۔ بارگاہ عالی میں عرض کی کہ بندہ زرگاہ نے ملفوظات جمع کئے ہیں اگر وہ سن لئے جاتے تو خاکسار کو دولت دارین حاصل ہوتی۔ کمال شفقت سے یہ التماس قبول ہوئی پھر تو مانگی مراد بر آئی۔ حسب موقع بندہ زرگاہ نے سباً سباً انظماً لفظاً حرفاً حرفاً نہایت ترتیل سے مجلسوں میں سنانا شروع کیا کئی جگہ سہواً اس عاجزی سے الفاظ چھوٹ گئے تھے یا بے محل درج ہو گئے تھے۔ ازراہ لطف و کرم اصلاح فرمائی گئی۔ جس وقت حضرت مخدوم اس ملفوظات کی سماعت فرماتے تو موقع موقع سے کوئی حکایت یا مثال یا بیت یا رباعی یا ایراد یا جواب بھی فرماتے جاتے تھے۔ ان کو بھی میں نے اس ملفوظات میں درج کر لیا تاکہ حضرت کے فیوض و برکات سے جہان والے محروم نہ رہیں.....“ (ترجمہ از مکتوبات صدی۔)

”حمد و درود کے بعد ناچیز بندہ زین بدر عربی کہتا ہے کہ جب قاضی شمس الدین، حاکم قصبہ چوسہ نے جو آپ کے مرید ہیں مسلسل اور بار بار درخواست کی جس کا مقصد یہ تھا کہ ”یہ بیچارہ وقت کی مجبوریوں اور زمانہ کی معذوریوں کی وجہ سے اپنے مخدوم کی مجلس سے دور اور پیر کے فیض خدمت سے جو دینی اور دنیاوی علوم کے حصول کا ذریعہ ہے محروم ہو گیا ہے۔ عاجزی سے التماس کرتا ہے کہ علم سلوک کے ہر باب میں اس بندہ کی سمجھ کے موافق اگر کچھ تحریر کیا جائے تو اپنا حصہ لہو ذوق حاصل کرے“ اس ضرورت کی بنا پر یہ چند سطریں حاجت بر آری کی حد تک سائل کے سوال پورا کرنے کے لئے حضرت بندگی مخدوم جہاں نے اللہ تعالیٰ ان کو عظمت عطا فرمائے، سالک کے مراتب و مقام اور مریدوں کے احوال و معاملات میں توبہ و ارادت، توحید و مسرت، عشق و محبت، سلوک و طریقت، مجاہدہ و جذبہ، بندہ ہونا اور بندگی کرنا، تجرید و تفرید، سلامتی اور ملامتی اور پیری و مریدی وغیرہ کو مریدوں اور سالکوں کی ضرورت کے مطابق، مناسب دلیلوں میں برزگوں کی حکایت اور کسی قدر ان کے احوال و اعمال کو اپنے قلم شفقت سے تحریر فرمایا اور مختلف اوقات میں خطہ بہار سے، اللہ تعالیٰ اس کو آفتوں اور ہلاکتوں سے محفوظ رکھے۔ ۱۷۷ھ میں سائل مذکور کو ارسال فرمایا اور آپ کے خادموں اور خدمت گاروں نے جو اس رقت وہاں حاضر تھے۔ ان مکتوبات کو نقل کر کے اس مجموعہ کو اسی ترتیب سے مرتب کر لیا تاکہ جب توفیق رفیق ان کے شامل حال ہو تو ان کو عمل پر آمادہ کرے اور بھیدوں کو تلاش کرنے اور صدق و خلوص رکھنے والے اس سے دولت حاصل کریں اور اس کو سعادت ابدی اور نعمت سرمدی تصور کریں اور اُس جہاں کے درجات کی ترقی اور اِس جہاں کے لئے اپنا مونس جائیں اور توفیق اللہ کی طرف سے ہے۔“

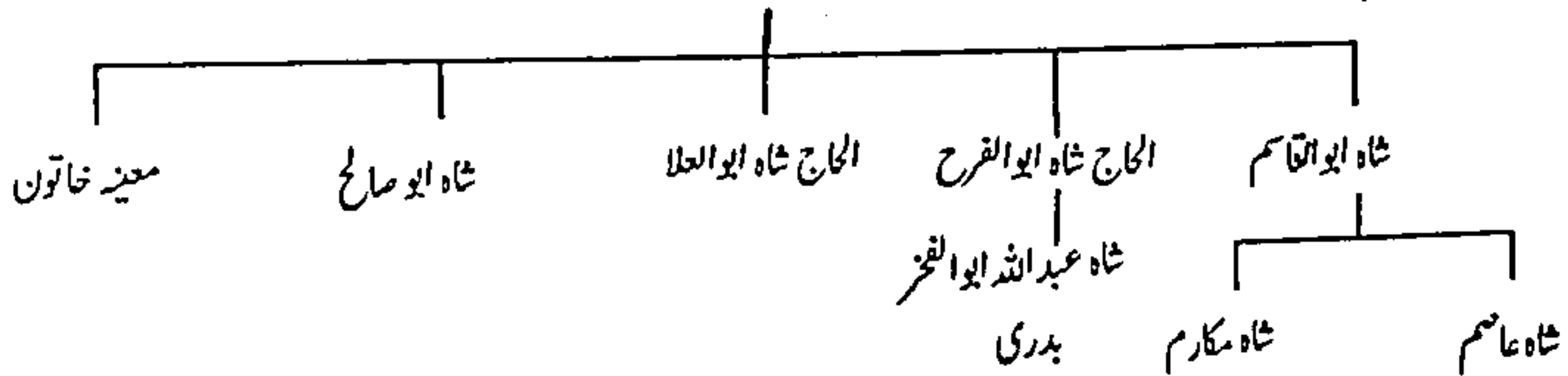
حضرت مخدوم زین بدر عربی قدس سرہ، کا تمام سالکان راہ سلوک اور طالبان معرفت و طریقت اور وابستگان سلسلہ فردوسیہ پر احسان عظیم ہے کہ آپ نے حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری البہاری فردوسی قدس سرہ، کے مکتوبات و ملفوظات کو

ہدایت و رہنمائی کے لئے تاقیامت محفوظ فرمادیا۔ بلاشبہ آپ کا یہ کارنامہ ہمیشہ ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ اللہ جل شانہ ان کی اس کاوش کو قبول فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے۔ آمین

حضرت زین بدر عربی قدس سرہ، کا خاندان عرب سے منقل ہو کر مصر میں آباد ہو گیا تھا۔ آپ کے جد امجد حضرت شاہ ابو الفضل، حضرت امام احمد غزالیؒ کے مرید خاص اور خلیفہ تھے جن کا مزار اقدس مصر میں ہے۔ آپ کے والد حضرت شاہ محمد صالح کا مزار مبارک بھی مصر میں ہے۔ اس روایت کی رو سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت زین بدر عربیؒ اپنی والدہ اور دوسرے عزیزوں کے ہمراہ صوبہ بہار تشریف لائے ہوں گے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ حضرت زین بدرؒ کا وصال بہار شریف میں ہوا اور آپ روضہ مخدوم جہاں کے احاطہ میں حضرت مخدوم شاہ خلیل الدین احمدؒ کے زیر پائیں مشرق جانب تین مزارات کے بعد اپنی والدہ کے پہلو میں پورب جانب آرام فرمائیں۔ حضرت سید شاہ فرزند علی صوفی منیریؒ ”وسیلہ شرف“ کے حاشیہ پر لکھتے ہیں کہ حضرت زین بدر عربیؒ کا سلسلہ نسب حضرت امام حسنؒ سے ملتا ہے۔

### شجرہ و نقشہ اولاد حضرت زین بدر عربیؒ

- |                                  |                               |
|----------------------------------|-------------------------------|
| ۱۲۔ شاہ ملا برخوارؒ              | ۱۔ شاہ ابو الفضل مرید و خلیفہ |
| ۱۳۔ شاہ صیف الدین عرف صیفی       | امام احمد غزالی               |
| (مزار بہار شریف)                 | (مزار شریف مصر میں ہے)        |
| ۱۴۔ شاہ غلام پیر مزار            | ۲۔ شاہ ابو الخیرؒ             |
| دالان لداؤ بگوشہ جنوب مشرق بیرون | ۳۔ شاہ ابو البرکاتؒ           |
| ۱۵۔ شاہ غلام فریدؒ               | ۴۔ شاہ محمد صلاحؒ             |
| ۱۶۔ شاہ حافظ عنایت اللہ عرف جن   | (مزار مصر میں ہے)             |
| در عمد فرخ سیر بادشاہ            | ۵۔ حضرت زین بدر عربیؒ         |
| ۱۷۔ شاہ حافظ غلام درگاہی         | (مزار بہار شریف میں ہے)       |
| ۱۸۔ شاہ غلام فردوس               | ۶۔ شاہ امام الدینؒ            |
| ۱۹۔ شاہ غلام شرف                 | ۷۔ شاہ تقی الدینؒ             |
| ۲۰۔ شاہ حمید الدین المعروف       | ۸۔ شاہ شمس الدینؒ             |
| مخدوم ثانی قطب جہلم ابدالی       | ۹۔ شاہ شیخ محمد والشمسؒ       |
| ۲۱۔ شاہ محمد رضا                 | ۱۰۔ شاہ احمد درویشؒ           |
| ۲۲۔ شاہ ابو الفضل (ثانی)         | ۱۱۔ شاہ جنیدؒ                 |



## حضرت شیخ آموں قدس سرہ،

حضرت محموم شیخ آموں، حضرت محموم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری البہاری فردوسی قدس سرہ، کے خاص مریدوں اور خادموں میں تھے۔ آپ کے والد حضرت مولانا شیخ ابراہیمؒ بھی محموم جہاں کے مرید تھے۔ جو ضلع شاہ آباد آرہ میں بکسر کے قریب موضع چوسہ میں آباد تھے۔ مولانا ابراہیمؒ کا خاندان اصفہان سے آکر یہاں آباد ہو گیا تھا۔ محموم جہاں سے مرید ہونے کے بعد مولانا چوسہ سے بہار شریف منتقل ہو گئے۔ بادشاہ وقت کی طرف سے آپ کو ضلع مونگیر میں چار گاؤں شیخپورہ، ملاٹیسہ، پارچہ باغ اور ابراہیم پور جاگیر میں عطا ہوئے۔ یہ چاروں گاؤں مولانا ابراہیمؒ کے نام پر ابراہیم پور چارگانوں کے نام سے موسوم ہوا جو اب موضع چروانواں کے نام سے زبان زد خلایق ہے۔ یہی موضع ابراہیم پور چروانواں حضرت شیخ آموں کا مولد و مسکن ہے۔ آپ حضرت محموم جہاں کے ساتھ برابر شریک حال رہے اور خدمت کا شرف بھی آپ کو حاصل ہے۔ پیرو مرشد کے ساتھ انتہائی عقیدت، فیض صحبت اور خدمت کا نتیجہ تھا کہ حضرت شیخ آموں اپنے وقت کے صاحب کشف و کرامت بزرگ ہوئے۔ آپ کے ورثاء، اولادوں اور حلقاء میں بکثرت اولیاء اللہ اور مشائخ کرام گذرے ہیں۔ جن میں حضرت شاہ ارزانیؒ اور حضرت شاہ مبارکؒ کا نام نامی بہت مشہور ہے۔ حضرت شاہ ارزانی علیہ رحمۃ کا مزار اقدس پٹنہ میں درگاہ شاہ ارزانی کے نام سے ایک مشہور و معروف مقام ہے۔ جہاں زائرین کا ہر وقت مجمع موجود ہوتا ہے۔

”وفات نامہ“ محموم جہاں میں حضرت زین بدر عربیؒ، حضرت شیخ آموں کے والد مولانا ابراہیمؒ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ..... ”اس دوران میں مولانا ابراہیمؒ آئے۔ آپ نے (یعنی محموم جہاں نے) اپنا دایاں ہاتھ ان کی داڑھی پر پھیرا اور فرمایا کہ تم نے میری اچھی خدمت کی اور پورا ساتھ دیا۔ باآبرو رہو گے۔ مولانا ابراہیمؒ نے عرض کیا۔ محموم مجھ سے راضی ہیں؟ فرمایا۔ ہم سب سے راضی ہیں۔ تمہیں بھی ہم سے راضی ہونا چاہیے۔“

”وفات نامہ“ ہی میں حضرت شیخ آموں کا ذکر کرتے ہوئے۔ حضرت زین بدر عربیؒ علیہ رحمۃ تحریر فرماتے ہیں ”..... پھر زبان مبارک سے فرمایا۔ آموں! مولانا آموں حجرہ کے اندر تھے۔ وہ سن کر لبیک کہتے ہوئے دوڑتے ہوئے آئے۔ آپ نے ان کا ہاتھ پکڑ لیا اور چہرہ مبارک پر ملنے لگے۔ فرمایا تم نے بری خدمت کی ہے تمہیں نہیں چھوڑوں گا۔ خاطر جمع رکھو۔ ایک ہی جگہ رہیں گے۔ اگر قیامت کے دن پوچھیں گے کیا لائے؟ تو کہنا لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا۔ اگر مجھ سے پوچھیں گے تو میں بھی یہی کہوں گا۔“

حضرت سید شاہ عطاء حسین دانا پوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ”کنز الاسباب“ میں حضرت شیخ آموں کا سب نام تحریر کیا ہے وہ اس طرح ہے۔

حضرت شیخ آموں بن مولانا شیخ ابراہیم بن عبدالرحیم بن شیخ عبدالرحمان بن شیخ عبدالعزیز بن شیخ اسرائیل بن شیخ عبداللہ چوسوی بن شیخ عبدالواحد حقانی بن شیخ ابوالقاسم بن شیخ ابو مسعود

اصفہانی - بن شیخ ابو نجیب بن امام ابو الویس بن امام ابو سعید بن امام ابو اللیث بن امام  
ابو اسحاق بن امام ابو زید بن امام عبداللہ بن حضرت عباس بن خواجہ عبدالمطلب جد حضرت  
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم۔

حضرت شیخ آموں رحمۃ اللہ علیہ کے آبائی گاؤں ابراہیم پور چروانواں میں ایک بہت پرانا بڑکا درخت حضرت محموم جہاں کے  
زمانہ کا موجود تھا جو ابھی چند سال ہوئے گر گیا۔ اس درخت کے قریب ہی ایک کنواں بھی ہے جو محموم کنواں کے نام سے موسوم ہے۔  
اس مقام کو جہاں بڑکا درخت تھا اور محموم کنواں ابھی موجود ہے ایک تاریخی حیثیت حاصل ہے۔ حضرت محموم جہاں جب کبھی بہار  
شریف سے اپنے چچا زاد بھائی حضرت شاہ شعیب قدس سرہ، سے ملنے مونگیر جاتے تو موضع ابراہیم پور چروانواں کے راستے سے جاتے اور  
اس بڑکے درخت کے نیچے آرام فرماتے تھے اور اپنے مرید مولانا ابراہیم کو مہمان نوازی کا موقع فراہم کرتے۔ اسی درخت کے سائے  
میں حضرت سید حسن دائم جشن ملحق قدس سرہ، نے حضرت محموم شاہ شعیب قدس سرہ، کو سلسلہ فردوسیہ میں بیعت کرنے کے بعد  
سند خلافت بخشا اور حضرت محموم جہاں کا عنایت کردہ امانت یعنی خرقہ، دستار، پٹی اور مقراض ان کے سپرد کیا۔ اسی محموم بڑکے  
نیچے اور محموم کنواں کے قریب حضرت محموم شیخ آموں کا مزار اقدس مربع خلعت ہے۔ شاہ صاحبان خانقاہ و درگاہ شاہ ارزاں، شہر عظیم  
آباد۔ پٹنہ۔ حضرت محموم آموں کی اولاد سے ہیں۔ مجھے آپ کے وراثت کی تفصیل حاصل نہ ہو سکی۔

حضرت سید شاہ فرزند علی صوفی منیری اپنی کتاب ” وسیلہ شرف “ کے حاشیہ پر تحقیقات المعانی کے حوالے سے تحریر فرماتے  
ہیں۔ ” ..... شفقت فرمائی اور کھانے کے لئے حضرت محموم جہاں نے کچھ طلب فرمایا۔ اسی کھانے میں سے ایک لقمہ کا کچھ حصہ  
چبا کر اپنے دست مبارک سے میرے منہ میں ڈال دیا جس کے کھانے سے میرے ( شیخ آموں کے ) دل میں ایک نورانی کیفیت جلوہ گر  
ہوئی۔ اس طرح کہ تمام دنیاوی وابستگی سے دل پھر گیا ..... آپ کا انتقال ۲ شعبان ۷۸۳ھ میں دوپہر کے وقت ہوا۔ جس کی  
تفصیل یہ ہے ..... ۲۵ روز حجرہ نشینی کے بعد سجادہ مبارک پر بیٹھے اور تمام مریدوں اور طالبوں کو پوری تاکید اور خواہش کے ساتھ  
طلب فرمایا چنانچہ تمام مریدین و طالبین و دوستان دوزانو ہو کر آپ کے گرد بیٹھے پھر آپ نے اپنی زبان مبارک سے ارشاد فرمایا کہ آج  
میرا سفر آخرت ہے۔ اگر میری آبرورہی گی تو کسی کو نہ چھوڑوگا۔ لیکن میری وصیت تمام دوستوں اور عزیزوں کو یہ ہے کہ بیاد مولیٰ کہ  
ازہمہ اولیٰ۔ یہ کلام درد انگیز سن کر ہر ایک آہ بھرنے لگا اور آنکھیں پر آب ہو گئیں۔ لوگوں نے افسوس اور صدمہ کا اظہار کیا اور کہا  
کہ یہ ہم لوگوں کی شامت نفسی ہے کہ ایسی ذات بابرکات کہ جس سے تمام مریدین و طالبان فیضیاب ہوتے تھے اب محموم ہوتے ہیں۔  
جب یہ امر ناگزیر ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کے فیصلہ پر ہم لوگوں کو راضی ہونا چاہئے۔ پھر اپنی عنایت سے اسی عاصی بیچارہ ( ارزانی -  
یعنی پسر محموم شیخ آموں ) کو اپنے پاس بلا کر حاضرین مجلس کے سامنے سجادہ پر بٹھایا اور دستار خاص اور تبرکات و غیرہ سے نوازا .....  
پھر خود حجرہ مبارک میں خدا کی یاد میں مشغول ہو گئے۔ جمعہ کے دن ۲ شعبان المعظم ۷۸۳ھ نماز چاشت کے وقت انتقال فرمایا اور ظہر  
کے وقت مدفون ہوئے۔ “





## حضرت سید ابراہیم ملک بیا

حضرت سید ابراہیم ملک بیا کا خاندان بغداد شریف میں آباد تھا۔ آپ کے اجداد نے بغداد سے غزنی آکر سکونت اختیار کیا۔ آپ سلطان محمد تغلق کے دور حکومت میں غزنی سے ہندوستان تشریف لائے، جس کی تحت لشیہ ۷۲۵ھ میں ہوئی تھی۔ آپ نے سلطان فیروز تغلق کے دور حکومت کے ابتدائی چند سال بھی دیکھے۔ آپ پیشے کے لحاظ سے ایک سپاہی تھے اور سلطان محمد تغلق کی فوج کے سپہ سالار تھے۔ لیکن اہل بہار، حضرت سید ابراہیم ملک بیا کو ایک صوفی بزرگ کی حیثیت دیتے ہیں اور آپ سے بڑی عقیدت رکھتے ہیں۔ سلطان دہلی کی طرف سے آپ کو اور آپ کے ورثاء کو بہار کی صوبہ داری بھی عطا ہوئی۔ کمپری ہنسو ہسٹری آف بہار میں سلطان محمد تغلق کے زمانہ میں صوبہ بہار کے صوبہ داروں کی جو فہرست دی گئی ہے۔ اس میں آپ کا اور آپ کے ورثاء کا نام موجود ہے۔ سید ابراہیم ملک بیا نے بہار کے تین علاقوں پر فوج کشی کی۔ ہزاری باغ کے راجہ، صوبہ دار بہار، شری بٹھل اور رہتاس کے راجہ ہنس سمار پر۔ لیکن ڈاکٹر پروفیسر مجیب الرحمن صرف دو جنگوں کا ذکر کرتے ہوئے۔ حضرت سید ابراہیم ملک بیا کے فتح بہار سے متعلق اپنی کتاب ”تاریخ بارہ گواں“ میں تحریر کرتے ہیں۔

”سید ابراہیم نے بہار پر دو مرتبہ چڑھائی کی۔ تاریخ شری مہوری گیان موہنہ شری رام گیانی۔ مطبوعہ نو لکھنؤ لکھنؤ (جو بھا کا زبان میں ہے۔) نے لکھا ہے کہ مہترا کے مہوری ہندو سوداگران پر بہار کے صوبہ دار شری بٹھل نے بڑا ظلم کیا تھا۔ ان کا تجارتی مال ریشمی کپڑا، اونی شال دوٹالے، انگوٹھی، جواہرات اور گھوڑے وغیرہ صوبہ دار کے لوگوں نے خریداری کے بہانے لے لیا اور قیمت دینے سے مکر گئے۔ ان سوداگران نے سلطان محمد تغلق کے پاس دہلی جا کر شکایت کی، بادشاہ نے اپنے سپہ سالار سید ابراہیم کو کچھ فوج کے ساتھ روانہ کیا کہ صوبہ دار کو سمجھا بجھا کر سوداگران کو مال کی قیمت دلوا دیں۔ اگر نہیں مانیں تو مناسب طور پر گوشمالی کریں۔ صوبہ دار کسی طرح راضی نہ ہوا۔ دونوں کی فوجوں میں جنگ ہوئی۔ صوبہ دار مارا گیا۔ سید ابراہیم نے مال غنیمت سے اسباب کی قیمت ادا کر دی۔ مہوری قوم ان کے سلوک سے بہت خوش ہوئی اور بہار ہی میں مقیم ہو گئی۔ سید ابراہیم نے بہار پر دوسری بار جو چڑھائی کی، اس کے پچھلے بھی ایک واقعہ ہے۔ محمد تغلق کے زمانہ میں بہار کا راجہ ہنس سمار تھا اس کا پایہ تخت رہتاس گڑھ تھا۔ یہ راجہ متعصب اور ظالم تھا۔ اس کے خلاف شکایتیں دہلی پہنچنے لگیں۔ جب ظلم نقطہ عروج پر پہنچ گیا تو بادشاہ نے سید ابراہیم کو اس کی سرکوبی کے لئے بھیجا۔ دونوں طرف سے تلوار بجلی کی طرح چمکنے لگی۔ راجہ جنگ کرتا مارا گیا۔ رہتاس گڑھ کا قلعہ فتح ہو گیا۔ سید ابراہیم خطرات سے مطمئن ہو کر قلعہ سے باہر آ رہے تھے کہ چند چھپے ہوئے لوگوں نے ان پر حملہ کر کے شہید کر دیا۔“ تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ زیدی سادات کے گھرانے کے دو بزرگ حضرت سید احمد جاجنیری اور سید محمد جاجنیری برادران، حضرت سید ابراہیم ملک بیا کی فوج میں شامل تھے اور ان ہی کے ساتھ بہار تشریف لائے۔ جنگی معرکہ میں شامل ہوئے اور ان کے ورثاء بہار کے مختلف علاقوں میں آباد ہوئے۔

حضرت سید ابراہیم حسنی سادات سے ہیں اور آپ کا سلسلہ نسب حضرت شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے ہوتا ہوا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جا کر مل جاتا ہے۔ آپ بہار کے پہلے معرکہ سے کامیاب ہو کر جب دہلی پہنچے

تو سلطان محمد تغلق نے خوش ہو کر آپ کو ملک کا خطاب دیا۔ کہا جاتا ہے کہ جب آپ دربار میں تشریف لائے تو بادشاہ نے پرست انداز میں آپ کو ان الفاظ سے مخاطب کیا ”ملک بیا“ (ملک آؤ) اس دن سے آپ ملک بیا کے نام سے مشہور ہوئے۔ بعض تذکرہ نگاروں نے ”ملک بیا“ بھی لکھا ہے جو دراصل ملک بیا کی بگڑی ہوئی شکل ہے۔ حضرت سید ابراہیم ملک بیا کا سلسلہ نسب درج ذیل ہے۔

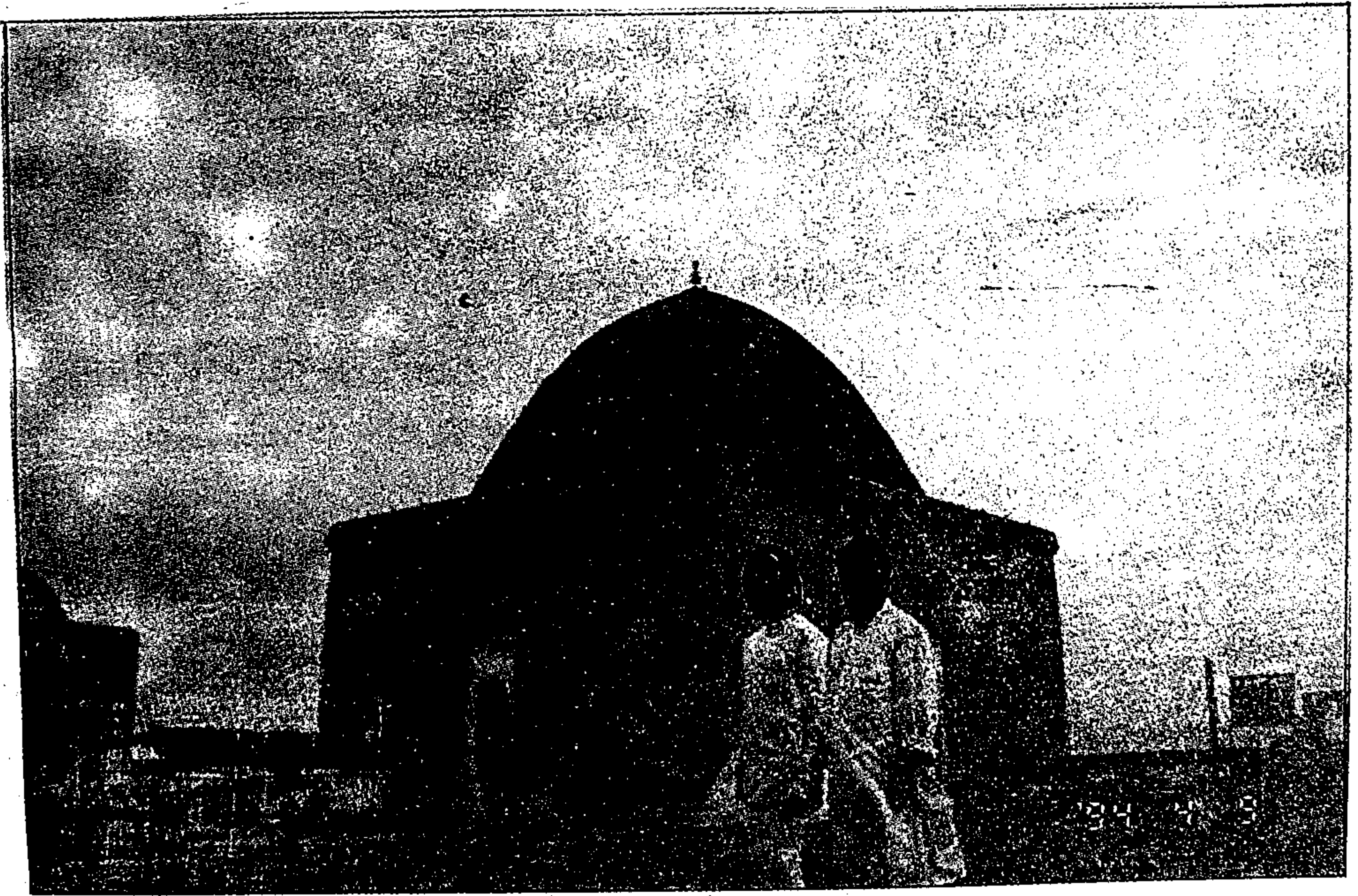
سید ابراہیم بن سید ابوبکر بن سید قاسم عبد اللہ بن سید محمد فاروق بن سید ابو منصور عبد السلام بن سید عبد الوہاب بن سید محی الدین عبد القادر جیلانی۔

جناب سید محمد نجم الحسن نے اپنی کتاب ”اشراف عرب“ اور ڈاکٹر مجیب الرحمن نے ملک محمد نعیم کی کتاب ”ریاض النعیم“ کے حوالہ سے سید ابراہیم ملک بیا کے آٹھ لڑکوں اور ایک لڑکی کے نام لکھے ہیں جو یہ ہیں۔ ملک داؤد، ملک محمد الیاس، ملک بدر الدین، ملک صدر الدین، ملک محمد محسن، ملک عثمان، ملک سلیمان اور بی بی منہیا۔ کمپری ہنسو ہسٹری آف بہار میں بحیثیت صوبہ دار بہار آپ کا اور آپ کے ورثاء کے نام آئے ہیں۔ نمبر ایک ملک ابراہیم بیا، نمبر دو داؤد خان ولد ملک ابراہیم بیا، نمبر تین خازنہ سلیمان ولد داؤد۔ ”تاریخ حسن“ مصنفہ سید جواد حسین گیاوی مرحوم، مطبوعہ مطبع آصفی کانپور ۱۹۱۲ء کے بیان کے مطابق حضرت سید ابراہیم ملک بیا مجرد تھے۔ آپ نے شادی نہیں کی تھی اور آپ کی کوئی صلیبی اولاد نہ تھی۔ بہار کے معرکہ میں شری بٹھل کے محل سے دور انیاں قید ہو کر آئی تھیں۔ ان میں سے ایک حاملہ تھی۔ حاملہ رانی نے ایک لڑکے کو جنم دیا۔ اس نومولود بچے کی حضرت ملک بیا نے پرورش کی اور بیٹا بنا کر رکھا۔ اسی لڑکے کے ورثاء اپنے کو ملک کہتے ہیں۔ واللہ اعلم۔ تاریخ حسن کی اصل عبارت کچھ اس طرح ہے۔

”در کتاب قلمی من حالات سادات جاجنیری کہ در محافظ خانہ جناب صاحب کلکٹر بہار ضلع مونگیر ست یافتہ میشود کہ حضرت سید ابراہیم را دو صبایا قوم زنار دار چکوار بدست آمدہ بودیکے را از کسی لشکریان اسلام منعقد فرمودو دیگری کہ باردار بود بچہ آورد و چون شریعت اسلام نسبت مملوک تاکید کردہ و نیز باعث نیکو سیرتی و خلق آباہی خود سید صاحب بچہ را پرورش فرمودازیں جہت آن بچہ موسوم بملک گشت و پس از وفات حضرت سید ابراہیم ملک بیا۔ او بچہ صاحب ثروت و عزت گشتہ بعلاقہ بہار سکونت درزید و اولاد اولیاء گشتند۔ گویند کہ اولاد او بجد جوی کیول کہ متصل لکھی سرای جارلیست و دریای گنگ و کوہ ہزاری باغ و دریای سون منتشر گشتہ سکونت در زیدند ممکن باشد کہ اولاد او بچہ را اولاد یا آل سید ابراہیم ملک بیا شمرده شجرہ خود را بہ سید ابراہیم رسانیدہ باشند۔“

حضرت سید ابراہیم ملک بیا قدس سرہ ۱۲ ذی الحجہ ۷۵۳ھ بروز اتوار رہتاس گڑھ قلعہ میں شہید ہوئے۔ جسد خاکی بہار لائی گئی۔ آپ شہر بہار سے ایک میل دور پہاڑی پر مدفون ہوئے۔ آپ کی قبر ایک بڑے گنبد نما عمارت کے اندر ہے۔ حضرت قائد اعظم محمد علی جناح کے مزار کو دیکھنے کے بعد ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرت سید ابراہیم ملک بیا رحمۃ اللہ علیہ کے روضہ کی نقل ہے۔ سات صدیوں سے زیادہ کا عرصہ گزر چکا ہے لیکن ملک صاحب کے روضہ کی عمارت بالکل نئی معلوم ہوتی ہے۔ عمارت کی اینٹوں سے خوشبو لگتی ہے۔ روضہ کے اندر ایک مخصوص گوشہ ہے جہاں ایک مخصوص مقام پر جس قد کا آدمی کھڑا ہو جائے وہ ایک مخصوص خوشبو محسوس کرے گا۔ لیکن کھڑا ہوا شخص اپنے پیر کے ہنچوں پر کھڑا ہو کر اپنا قد اونچا کرے یا چہرہ ادھر ادھر گھومالے تو وہ خوشبو غائب ہو جاتی ہے۔ جس پہاڑی پر آپ کا روضہ اقدس ہے وہ ”پہر پہاڑی“ کے نام سے مشہور ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے روضہ سے شمال مشرق جانب ایک بزرگ حضرت سید احمد عرف

ہیر پہاڑی کی قبر آپ کی شہادت سے پہلے سے موجود ہے۔ ڈاکٹر پروفیسر مجیب الرحمن صاحب نے ”گنج ارشدی قلمی“ کے حوالے سے لکھا ہے کہ سید ابراہیمؒ کے مقبرہ کا سنگ بنیاد حضرت محدوم جہاں بہاری، محدوم سید احمد چرم پوش اور محدوم شاہ احمد سیستانی قدسہما نے رکھا ہے۔ روضہ کی عمارت کے اندر دس قبریں اور باہر دو قبریں ہیں۔ یہ تمام قبریں آپ کے اقرباء اور ورثاء کی بتائی جاتی ہیں۔



روضہ اقدس حضرت سید ابراہیم ملک میاں

## حضرت شیخ چولھائی قدس سرہ

حضرت شیخ چولھائی قدس سرہ حضرت محموم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری البہاری قدس سرہ العزیز کے خادم خاص تھے۔ آپ ہر لمحہ محموم جہاں کی خدمت اقدس میں حاضر رہتے۔ آپ کو دنیا کے کسی اور دوسرے کاموں سے کوئی سروکار نہ تھا۔ سوائے حضرت محموم کی خدمت گذاری کے۔ محموم جہاں اور ان کی والدہ حضرت بڑی بوا قدس سرہا کے تمام امور آپ ہی انجام دیا کرتے تھے۔

جس زمانہ میں قاضی شمس الدین بہار کے قاضی ہو کر آئے تو وہ حضرت محموم جہاں سے ملنے آئے۔ محموم جہاں حجرہ کے اندر حالت استغراق میں تھے۔ حضرت چولھائی دروازہ پر تھے وہ قاضی صاحب کو منع نہ کر سکے۔ قاضی صاحب حجرہ کے اندر داخل ہوئے اور سلام کیا ”حضرت محموم جواب نہ دے سکے اور نہ قاضی صاحب کی تعظیم کی۔ پھر قاضی صاحب نے سوال کیا سنی کیا ہے؟ حضرت محموم جہاں نے فرمایا۔ صوفی وہ ہے کہ ننانوے صفات باری عزاسمہ سے موصوف ہو سنی بالاتر اس سے ہے۔ قاضی صاحب فوراً حجرہ سے باہر آئے اور چلے گئے۔ جب محموم جہاں کو ہوش آیا تو آپ نے حضرت چولھائی سے فرمایا یہاں کوئی آیا تھا۔ حضرت چولھائی نے ساری باتیں بیان کر دیں۔ حضرت محموم جہاں نے حضرت چولھائی سے فرمایا میرے ہاتھوں کو رسی سے اتنا کس کر بندھو کہ خون نکل آئے اور اسی طرح مجھے قاضی کے پاس لے چلو۔ حضرت چولھائی نے اپنے پیر کے حکم کے مطابق عمل کیا۔ جب یہ خبر قاضی شمس الدین صاحب کو ملی کہ شرف الدین درویش دروازے پر اس حالت میں کھڑے ہیں تو گھبرائے ہوئے باہر آئے۔ محموم جہاں نے فرمایا شرع کی جو سزا ہے ہم پر جاری کی جائے۔ قاضی صاحب نے آگے بڑھ کر خود محموم جہاں کا ہاتھ کھولا اور مرید ہو کر حلقہ ارادت میں داخل ہوئے۔

حضرت شیخ چولھائی قدس سرہ موضع بدمرہ کے رہنے والے اور ہندوؤں کی ایک مشہور ذات اہیر سے تعلق رکھتے تھے۔ موضع بدمرہ ضلع گیا میں کاکو کے قریب ہندوؤں کی ایک بستی تھی۔ جس کا نام و نشان مٹ چکا ہے۔ حضرت شیخ چولھائی کے متعلق حضرت سید شاہ فرزند علی صوفی منیری علیہ رحمۃ اپنی کتاب ”وسیلہ شرف“ میں تحریر کرتے ہیں۔ ”شیخ چولھائی رحمۃ اللہ علیہ کے مسلمان ہونے کا قصہ یہ ہے کہ جس زمانہ میں آپ (محموم جہاں) جنگل بہیا میں تھے ایک دن چولھائی کہ گاؤں تھے یعنی گوالے، گائیں چرا رہے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ اس گاؤں سے دودھ ہم کو دوہو (دوہنا بمعنی دودھ نکالنا)۔ چولھائی نے کہا کہ یہ گونالہ ہے ابھی اس نے بچہ نہیں دیا ہے۔ آپ نے فرمایا دوہو تو۔ چولھائی نے کہا ابھی ز سے جنت بھی نہیں ہوئی ہے۔ پھر آپ نے فرمایا دوہ کر دیکھو۔ بہت اصرار سے چولھائی غصہ میں آکر دوہنے لگے تو اتنا دودھ ہوا کہ برتن بھر گیا۔ پھر توبے دام و درم غلام ہو گئے۔ کہنے لگے کہ اب ہم یہ قدم کہاں چھوڑیں گے۔ گائیں وہیں چھوڑ اور گھر بار سب کو ترک کر کے ڈاکر و شاذل ہوئے۔ اور کامل و واصل ہوئے۔ فقیر راقم (شاہ فرزند علی منیری) کہتا ہے کہ ہم لوگوں نے وہ گائیں دیکھی تھیں۔ ہرنوں کی طرح جنگل بہیا میں چھٹی ہوئی رہتی تھیں اور آدمیوں کو دیکھ کر بھاگتی تھیں۔ راجہ کی طرف سے منادی تھی کہ کوئی شخص ان کو صید و قید نہ کر سکتا تھا۔“

## حضرت محموم فرید الدین طویلہ بخش چشتی

حضرت محبوب الہی خواجہ نظام الدین اولیاء قدس سرہ نے اپنے حقیقی بھائی سید جمال الدین بدایونی بن خواجہ سید احمد بدایونی کے انتقال کے بعد ان کے خوردسال لڑکے سید ابراہیم کو اپنے پاس واپس بلوایا۔ سید ابراہیم نے اپنے چچا محبوب الہی کی خدمت میں رہ کر تعلیم و تربیت حاصل کی۔ بعض تذکرہ نگاروں نے حضرت سید ابراہیم کو حضرت محبوب الہی کے چچا زاد بھائی کا بیٹا لکھا ہے۔ جب حضرت انی سراج الدین کو حضرت خواجہ کی طرف سے بنگال جانے کا حکم ہوا تو حضرت سید ابراہیم بھی ساتھ کر دیئے گئے۔ جہاں آپ کا مستقل قیام پنڈوہ شریف میں ہوا۔ حضرت سید ابراہیم کی شادی پنڈوہ میں حضرت پیر بدر الدین بدر عالم زاہدی کی ہمشیرہ سے ہوئی جو حضرت شیخ علاء الدین علاء الحق پنڈوی کی سالی تھیں۔ اس طرح سید ابراہیم بن سید جمال الدین بدایونی اور شیخ علاء الحق پنڈوی ہمزلف تھے۔ سید ابراہیم کے صاحبزادے حضرت محموم سید شاہ فرید الدین طویلہ بخش چشتی قدس سرہ تھے۔ حضرت محموم طویلہ بخش چشتی کی شادی ان کی خالہ زاد بہن دختر شیخ علاء الحق پنڈوی سے ہوئی۔

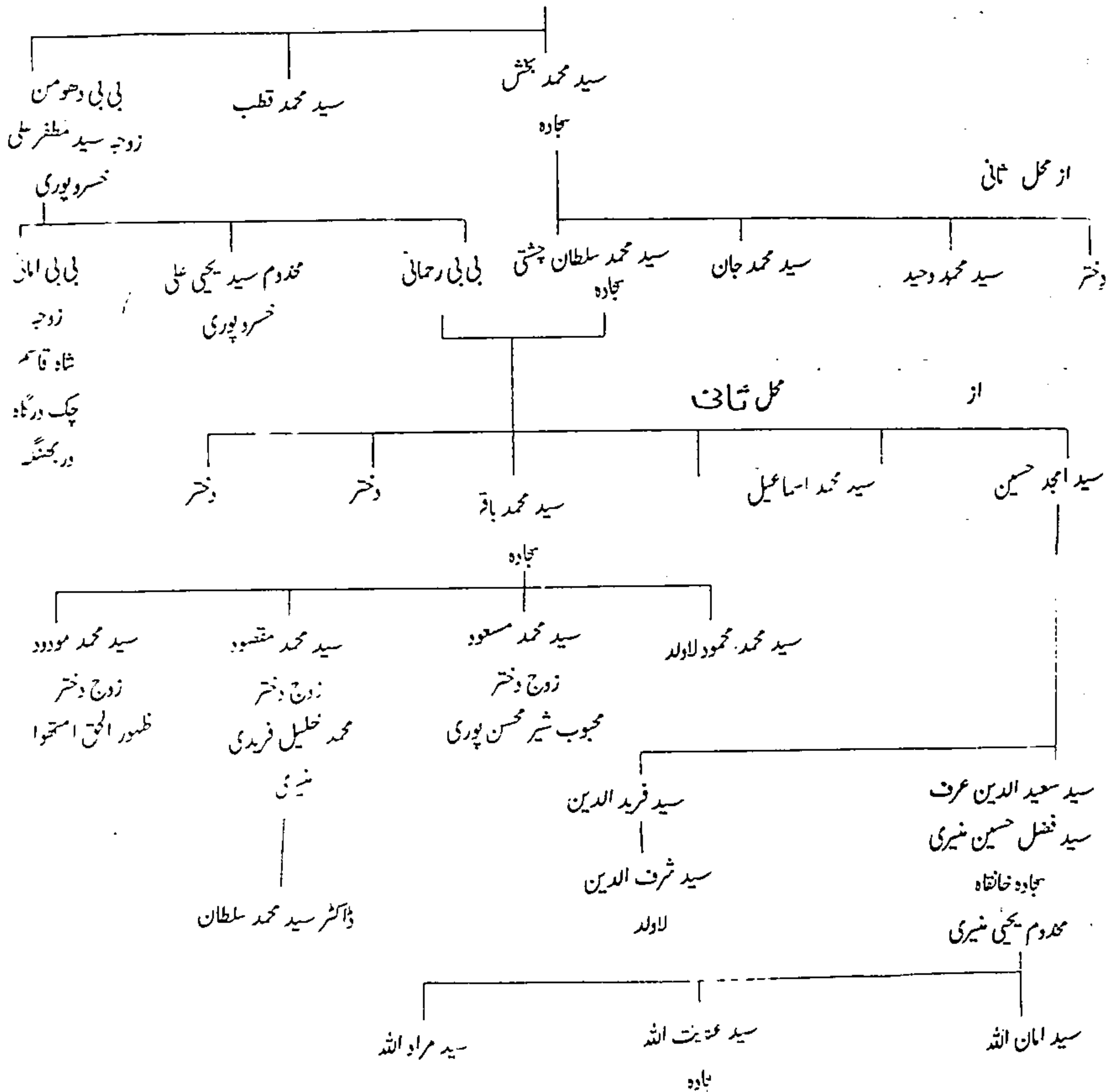
حضرت محموم سید فرید الدین طویلہ بخش چشتی قدس سرہ، اپنے خالہ زاد بھائی اور برادر نسبتی حضرت شیخ نور قطب عالم پنڈوی کے مرید اور خلیفہ تھے۔ محموم طویلہ بخش پنڈوہ شریف میں ایک درخت کے سایہ میں بیٹھ کر کپڑا سینے کا کام کرتے تھے۔ آپ کپڑے کی سللی کا کوئی مطالبہ نہیں کرتے تھے، بلکہ جو کوئی جو کچھ دے دیتا لے لیتے تھے۔ اسی راستہ سے اکثر گھوڑے کے تاجر گزرتے تھے۔ ایک مرتبہ گھوڑے کا ایک تاجر وہاں ٹھہر گیا اور اس نے حضرت کو اپنا کپڑا سینے کو دیا۔ آپ نے اس تاجر سے پوچھا، یہ گھوڑے کہاں سے آئے ہیں اور کہاں جائیں گے۔ اس نے جواب دیا تم اپنا کام کئے جاؤ۔ تم کو کیا مطلب ہے کہ گھوڑے کہاں سے آئے ہیں اور کہاں جائیں گے؟ جی نہیں گے یا مرں گے۔ آپ نے فرمایا ”جی نہیں یا مرں ہم کو کیا۔“ دوسرے دن صبح کو سارے گھوڑے مردہ پائے گئے۔ تاجر بڑا پریشان ہوا۔ اس نے لوگوں سے گل کی بات کا ذکر کیا اور جب اسے معلوم ہوا کہ آپ حضرت شیخ علاء الحق کے داماد ہیں، تو وہ تاجر حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا اور واقعہ بیان کیا۔ شیخ نے حضرت محموم کو بلایا اور کہا ”جوانی کا غصہ نہیں جاتا ہے؟ غریب کے گھوڑے تم نے مار ڈالے۔“ آپ نے فرمایا۔ ”حضور مجھے کیا، گھوڑے مرتے ہوں یا جیتے ہوں۔“ حضرت شیخ علاء الحق نے تاجر سے کہا جاؤ گھوڑوں کو زندہ پاؤ گے اور حضرت محموم فرید الدین قدس سرہ کو طویلہ بخش کا لقب عطا فرمایا۔

حضرت محموم سید فرید الدین طویلہ بخش چشتی قدس سرہ، بسلسلہ تبلیغ و رشد و ہدایت خلق بنگال سے بہار تشریف لائے۔ شہر بہار کے قریب چاند پورہ میں رہائش اختیار فرمائی۔ چاند پورہ، بہار میں، خانقاہ طویلہ بخش بہت مشہور ہے۔ دنیائے اسلام میں علم فقہ اور منطق کے مشہور عالم دین حضرت ملا محب اللہ بہاری آپ ہی کے خاندان میں مرید ہوئے اور احاطہ خانقاہ طویلہ بخش چاند پورہ میں آسودہ خاک ہیں۔ آپ کی اولادوں میں بکثرت صوفیاء و مشائخ گزرے ہیں۔ ازآں جملہ حضرت سید سلطان چشتی نظامی قدس سرہ تقویٰ اور طہارت ظاہری و باطنی سے آراستہ تھے۔ صاحب کرامت اور مقام عالی رکھتے تھے۔ آپ کا پدری سلسلہ لب صاحب مخزن الانساب نے اس طرح لکھا ہے۔

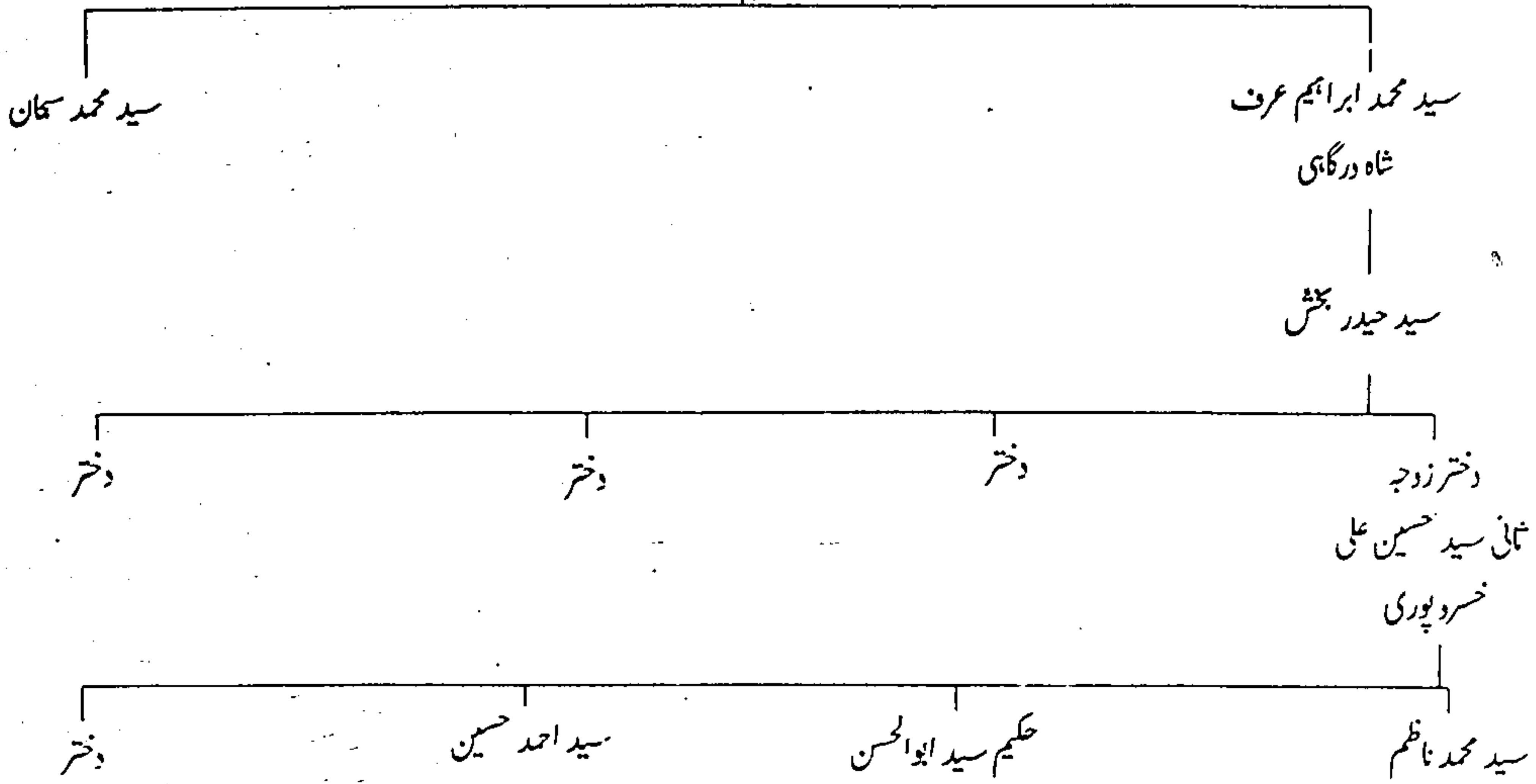
سید شاہ محمد سلطان ثانی چشتی النظامی بن سید محمد بخش بن سید احسان اللہ بن سید امر اللہ بن سید عنایت اللہ بن سید مسعود بن سید محبوب بن سید منصور بن سید مظفر بن سید سلطان اکبر بن سید نصیر الدین بن سید معین الدین بن مخدوم سید فرید الدین طویلہ بخش چشتی بن سید ابراہیم بن سید جمال الدین بدایونی بن سید احمد بدایونی بن سید علی بخاری بن سید عبد اللہ بخاری بن سید حسن بخاری بن سید علی بخاری بن سید احمد بن سید عبد اللہ بن سید علی اصغر مدنی بن سید جعفر الثانی مدنی بن امام علی الهادی نقی بن امام جواد محمد نقی بن حضرت امام علی رضا۔

## نقشہ اولاد حضرت سید فرید الدین طویلہ بخش۔

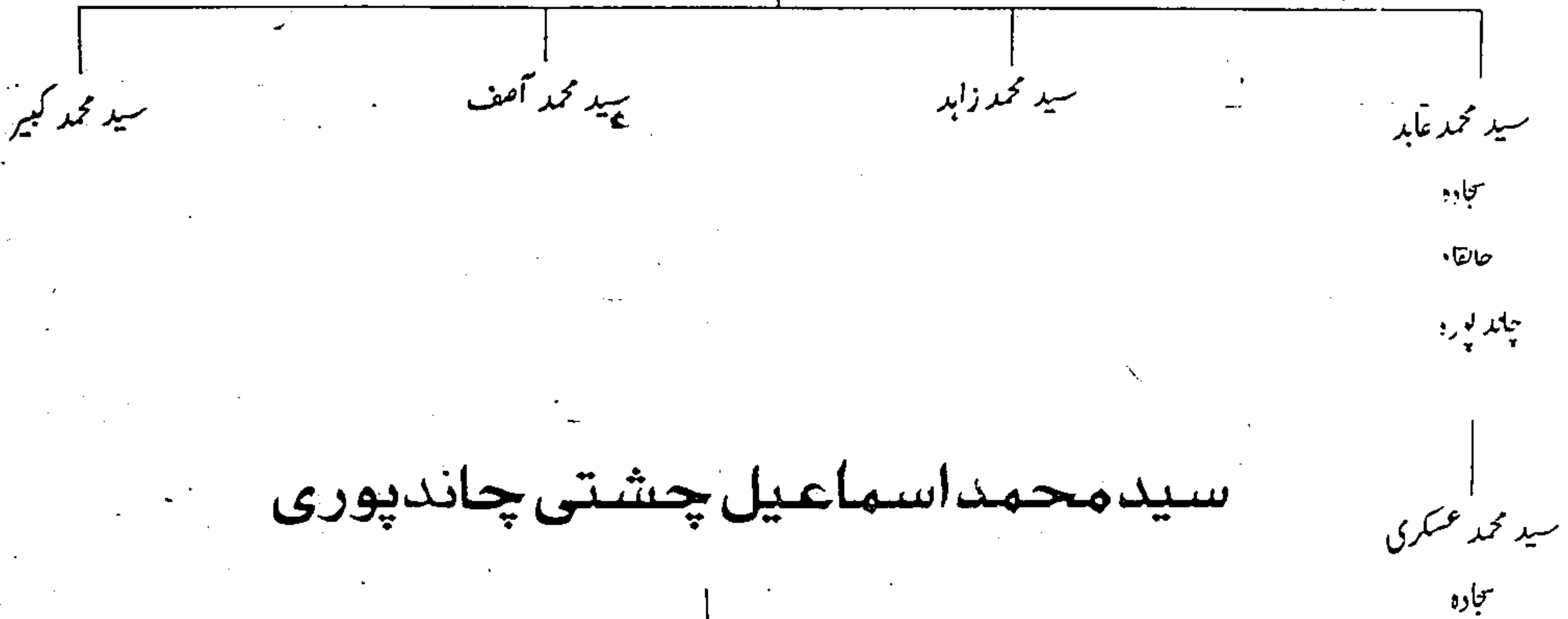
سید احسان اللہ چشتی چاند پوری



## سید قطب بخش چشتی چاندپوری



## سید محمد جان چشتی چاندپوری



## سید محمد اسماعیل چشتی چاندپوری

سید علی حسن زوج  
دختر سید اشرف علی  
خسر پوری  
سید سید حسن

## حضرت پیر بدر الدین بدر عالم زاہدی قدس سرہ،

ماہنامہ رسالہ ” آستانہ “ دہلی۔ اکتوبر ۱۹۶۳ء نے حضرت پیر بدر الدین بدر عالم زاہدی قدس سرہ، کو سادات کے ممتاز گھرانے میں شمار کیا ہے۔ بعض تذکرہ نگاروں نے آپ کے جد امجد حضرت عبدالرحمن رومیؒ کو زیدی سید لکھا ہے۔ ایک روایت اس طرح بیان کی جاتی ہے کہ سید عبدالرحمن رومیؒ کے فرزند سید احمد شاہ صوفی تھے۔ جن کو شہنشاہ روم حسین شاہ رومی نے متبنی بنالیا تھا۔ چونکہ سلطان لاوڈ تھا اس لئے سلطان کے انتقال کے بعد تخت روم پر سید احمد شاہ صوفی جلوہ افروز ہوئے۔ حضرت سید احمد شاہ صوفی کی طبیعت فقیری اور درویشی کی طرف مائل تھی۔ حکومت کا بار گراں گذرا۔ آخر تخت و تاج حضرت عثمان غنیؒ کی ایک اولاد کے سپرد کر کے مکہ مکرمہ تشریف لائے اور اپنی زندگی یاد الہی میں بسر کرنے لگے۔ آپ خواجہ حسن رومیؒ کے مرید و خلیفہ تھے۔ آپ اس قدر زہد و عبادت میں مشغول ہوئے کہ آپ کا لقب ہی زاہد ہو گیا۔ اور آپ ہی سے روحانی سلسلہ زاہدیہ کی بنیاد پڑی۔ آپ ہی کے صاحبزادے حضرت شیخ شہاب الدین زاہدی امام کعبہ کبیر ہندوستان کے علاقہ جہاں اب میرٹھ آباد ہے وارد ہوئے۔ شیخ شہاب الدین امام کعبہ میرٹھیؒ کے صاحبزادے حضرت شیخ فخر الدین بزرگ خدا داد زاہدی کا مزار میرٹھ ہی میں ہے۔ حضرت پیر بدر الدین بدر عالم زاہدی قدس سرہ، کا خاندانی نسب نامہ جو اہل بہار میں مشہور ہے اور راقم الحروف سید قیام الدین نظامی الفردوسی نے خال محترم سید شاہ ولایت حسین ابدالی عرف شاہ ولو علیہ رحمۃ کی بیاض سے نقل کیا وہ درج ذیل ہے۔

پیر بدر الدین بدر عالم زاہدی بن شیخ فخر الدین زاہدی ثانی بن شیخ شہاب الدین حق گو شہید زاہدی بن شیخ فخر الدین بزرگ خدا داد زاہدی بن شیخ شہاب الدین کبیر زاہدی میرٹھی امام کعبہ بن حضرت احمد شاہ صوفی بن عبدالرحمن رومی بن اسمعیل بن محمد بن عبداللہ بن شیخ ابو بکر شبلی بن عثمان بن عبدالعزیز بن عبدالرحمن بن ضیاء الحق بن عبدالعزیز بن خالد بن عبدالرحمن بن عمر بن خلیفہ ثالث امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ۔

مندرجہ بالا نسب نامہ کی رو سے حضرت پیر بدر الدین بدر عالم زاہدی قدس سرہ، عثمانی شیخ ہیں۔ حضرت پیر بدر عالم قدس سرہ، کے دادا حضرت شہاب الدین حق گو شہید نے سلطان جو نا خان محمد تغلق کو اس کے روبرو ظالم و جابر کہ دیا تھا اور سلطان نے آپ کو شہید کر دیا تھا۔ اسی وجہ سے آپ حق گو شہید مشہور ہوئے۔ آپ کا مزار اقدس زیر قلعہ دہلی واقع ہے۔ آپ کی شادی مشہور عالم دین سید قطب الدینؒ کی دختر سے ہوئی تھی جن کے صاحبزادے شیخ فخر الدین زاہدی ثانی یعنی حضرت پیر بدر عالم زاہدی کے والد کا مزار اقدس بھی دہلی ہی میں حوض شمسی پر ہے۔

حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد بھٹی منیری قدس سرہ العزیز نے بسلسلہ تبلیغ دین بہت سے علماء و مشائخ کو دعوت دیکر بہار بلوایا تھا۔ جنہیں بہار کے مختلف علاقوں میں ولایت تفویض فرمائی تھی۔ مخدوم جہاں نے حضرت پیر بدر الدین بدر عالم زاہدیؒ کو بھی میرٹھ سے بہار طلب فرمایا۔ لیکن جب آپ بہار تشریف لائے تو اس وقت مخدوم جہاں کا وصال ہو چکا تھا۔ آپ مخدوم جہاں کے روضہ پر حاضر ہوئے، دوزانوں ہو کر بیٹھے اور مراقب ہوئے۔ ارشاد ہوتا جاتا تھا اور قریب آؤ اور قریب آؤ، یہاں



تک کہ زانو مبارک قبر شریف سے جاگا۔ یہ حالت دیکھ کر بعض خدام مزار خفا ہو کر یوں لے کیسا بے ادب فقیر ہے کہ مزار پر چڑھا جاتا ہے۔ حضرت پیر بدر الدین بدر عام زاہدی قدس سرہ نے بہار شریف کے محلہ سوہ ڈیمہ میں رہائش اختیار فرمائی اور اسی جگہ آپ کی اولاد مستقل آباد ہوئی۔ آپ کی دختری اولاد بی بی ابدال صاحبہ کے ورثاء کی ایک شاخ محلہ مرار پور میں رہی۔ شاہ صاحبان اسلام پور اور خال محترم سید شاہ ولایت حسین ابدالی عرف شاہ، علیہ رحمۃ کا تعلق اسی شاخ سے ہے۔ حضرت پیر بدر عالم زاہدی کی کمر سے بالاسینہ، پشت اور بازوؤں پر گھنے روئے تھے جو اس انداز کے تھے کہ معلوم ہوتا تھا کہ قرآن شریف کی آیتیں لکھی ہیں۔ آپ لیٹ کر غسل کیا کرتے تھے تاکہ غسل کا پانی کمر سے نیچے نہ پئے۔ حضرت پیر صاحب کا اصل نام تو بدر الدین ہی تھا۔ بعض تذکرہ نگاروں نے سید جلال الدین بھی لکھا ہے۔ حضرت اندلسی ہادی کی نسبت سے بدر عالم زاہدی مشہور ہوئے۔ آپ کا لقب سراج الآخرت تھا۔

سراج الآخرت حضرت پیر بدر الدین بدر عالم زاہدی قدس سرہ، سے بہار کے ساتھ ساتھ صوبہ بنگال کو بھی بڑا فیض حاصل ہوا۔ آپ بسلسلہ تبلیغ دین اسلام بنگال بھی تشریف لے گئے۔ آپ جس زمانہ میں بنگال میں قیام پذیر تھے وہ وقت بڑا پر آشوب تھا۔ عموماً پورا بنگال جادوگری کے لئے خاصہ مشہور تھا اور خصوصیت کے ساتھ چانگام کا پہاڑی علاقہ بھوت پریت اور جادوگروں کا مسکن تھا۔ روایت بیان کی جاتی ہے کہ جب آپ چانگام پہنچے تو وہاں ایک پہاڑی پر قیام فرمایا اور ایک چراغ روشن کیا۔ جس کی روحانی طاقت سے علاقہ کی ظلمت دور ہوئی۔ بدروحوں، جادوگروں اور کاہنوں کا صفایا ہو گیا۔ چراغ کو بنگلہ زبان میں ”چالی“ کہا جاتا ہے۔ اس لئے جس پہاڑ پر آپ نے چراغ روشن کیا تھا اس کا نام چٹی پہاڑ اور اس پورے علاقہ کا نام چانگام پڑ گیا۔ چالی کے معنی چراغ اور گرام کے معنی گاؤں کے ہیں۔ یعنی چراغ والا گاؤں اس طرح بعد میں چانگام مشہور ہوا۔ اس روایت کو آسان الفاظ میں یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ بنگال کا یہ علاقہ جو کفر کی تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا آپ نے وہاں اسلام کی روشنی (حق کا چراغ روشن کیا) پھیلانی۔ چٹی پہاڑ پر آج بھی آپ کا چلہ موجود ہے۔ جہاں لوگ ہر سال قندیلیں روشن کر کے آپ کی یاد مناتے ہیں۔ ایک واقعہ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ کسی ملّح کی کشتی دریائی طوفان میں گھر گئی اس نے حضرت پیر بدر کے واسطے اللہ سے دعاء کی اور بہ حفاظت ساحل تک پہنچا۔ جہاز کے اندر جو تجارتی مال تھا اس کا چوڑھائی حصہ آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے وہ مال ضرورت مندوں میں تقسیم کر دیا۔ بنگال میں دریاؤں کا جال بچھا ہوا ہے۔ وہاں کی انسانی زندگی میں دریا، ملّح، مجھیروں اور ماٹھریوں کا بڑا عمل دخل ہے۔ کشتی بانی، ماہی گیری اور دریائی تجارت کرنے والوں میں آج بھی حضرت پیر بدر عالم زاہدی سے ارادت و عقیدت قائم ہے۔ ملاحوں اور ماہی گیروں کے ترانوں، گیتوں اور قصیدوں میں حضرت پیر بدر کا نام کثرت سے پایا جاتا ہے۔ جب ملّح اپنے بابانی جہاز کا لنگر اٹھاتے ہیں، جب کبھی وہ یا ان کی کشتی کسی خطرہ سے دوچار ہوتی ہے یا ماٹھی طوفان میں گھر جاتے ہیں تو پکارتے ہیں اللہ نبی پنچ پیر بدر۔ بنگال کے شہر دیپاج پور میں بھی حضرت پیر بدر الدین بدر عالم زاہدی قدس سرہ، کا ایک چلہ گاہ ہے جو درگاہ پیر بدر عالم کے نام سے مشہور ہے۔ سلطان علاء الدین حسین شاہ (علی مبارک) کی مدد سے آپ نے یہیں راجہ مہشا سے جنگ کی تھی جو بڑا ظالم و جابر تھا۔

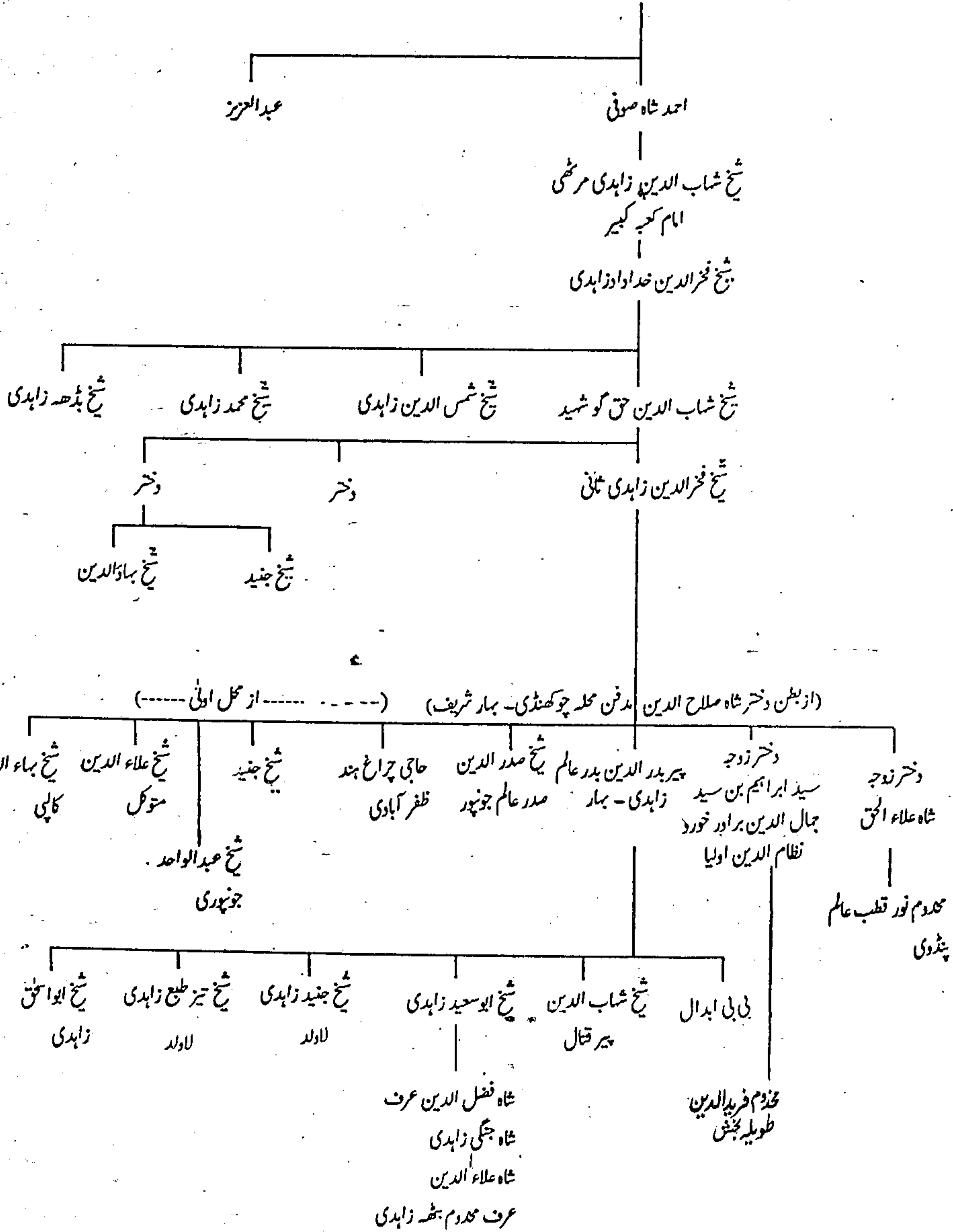
سراج الآخرت حضرت پیر بدر الدین بدر عالم نے کئی شادیاں کیں جن میں ایک فیروز شاہ نامی کسی سلطان کی دختر تھیں۔ فیروز شاہ کی مناسبت سے کسی نے فیروز شاہ تعلق لکھا، کسی نے فیروز شاہ شرقی اور کسی تذکرہ نگار نے فیروز شاہ موصوف کو حاکم بنگال تحریر کیا ہے۔ بہر حال یہ ایک حقیقت ہے کہ آپ، ایک اہلیہ فیروز شاہ نامی کسی حکمران کی دختر نیک اختر تھیں۔ پیر بدر عالم زاہدی قدس سرہ، کی کل چھ اولادیں تھیں۔ پسر اول شیخ شہاب الدین پیر قتال، پسر دوم شیخ ابو سعید، پسر سوم شیخ جنید، پسر چہارم شیخ تیز طبع،

پسر پنجم شیخ ابوالحسن اور ایک دختر بی بی ابدال صاحبہ جو اپنے وقت کی ولیہ کاملہ تھیں۔ آپ کی شادی حضرت سید محمد دانشمند حصاری فروسی رحمۃ اللہ علیہ بن محوم سید محمد علیم الدین گیسو دراز دانشمند نیشاپوری سے ہوئی، جن کا تذکرہ کتاب ہذا میں تفصیل سے کیا گیا ہے۔ حضرت بی بی ابدال صاحبہ نے اپنے شوہر حضرت سید محمد فروسی کی اجازت سے موضع بی بی پور ضلع گیا جو اس وقت ایک جنگل تھا۔ چلہ کشی کی اور برہی سخت ریاضتیں کیں۔ روایت ہے کہ اکثر بی بی صاحبہ کو ہاتھ میں سانپ کے کوڑے لئے شیر پر سواری کرتے دیکھا گیا (واللہ اعلم بالصواب)۔ حضرت بی بی ابدال صاحبہ کی اولادوں میں شاہ صاحبان اسلام پور، حضرات مرار پور، بہار شریف، اہل ابولپور، ضلع پٹنہ، میر صاحبان موضع اور نگپور اور ابراہیم پور پکورہ ضلع پٹنہ وغیرہ ہیں۔

حضرت پیر بدر الدین بدر عالم زاہدی قدس سرہ، کا وصال ۲۷ رجب ۸۴۳ھ مطابق ۱۴۴۵ء کو بہار شریف میں ہوا۔ آپ کا مزار اقدس چھوٹی درگاہ کے نام سے مشہور ہے۔ آپ کے مزار پر کوئی گنبد نہیں ہے۔ آپ کے روحانی اثرات برما سے انڈونیشیا تک پائے جاتے ہیں۔ بردوان کے مسٹر عبدالجبار مرحوم کا تعلق بھی اسی خانوادہ سے ہے۔

## شجره اولاد حضرت پیر بدر الدین بدر عالم زاہدی

حضرت عبدالرحمن رومی



## حضرت سید محمد علیم الدین گیسو دراز دانشمند نیشاپوریؒ

حضرت سید محمد علیم الدین گیسو دراز دانشمند نیشاپوری قدس سرہ، حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ نیری قدس سرہ، العزیز کے عہد میں صوبہ بہار تشریف لائے۔ اور حضرت مخدوم کے حلقہ ارادت میں داخل ہو کر بیعت و خلافت سے سرفراز ہوئے۔ آپ نے سلسلہ فردوسیہ کی تبلیغ و اشاعت میں بڑی کاوشیں کیں۔ آپ کا سلسلہ لب حضرت امام محمد المامون دیباج سے ہوتا ہوا حضرت امام حسین شہید کربلا علیہ السلام تک پہنچا ہے۔ حضرت امام محمد دیباج بن حضرت امام جعفر صادقؑ کو جب خلیفہ منصور نے زندہ دیوار میں چنوا دیا تو آپ کے پوتے سید جعفر نیشاپور میں آکر متوطن ہوئے۔ پھر کئی پشتوں کے بعد سید محمد علیم الدین گیسو دراز دانشمند نیشاپور سے ہندوستان وارد ہوئے۔ اور مختلف علاقوں کی سیرو سیاحت کرتے ہوئے حضرت مخدوم جہاں بہاری کی طلب پر صوبہ بہار آئے۔ اکثر تذکرہ نگاروں نے آپ کے صاحبزادے حضرت سید محمد فردوسی قدس سرہ، کے نام کے ساتھ فردوسی دروں حصاری کا لفظ لکھا ہے۔ جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت سید محمد علیم الدین گیسو دراز نیشاپور سے براہ دروں حصار بہار پہنچے ہو گئے واللہ اعلم بالصواب۔ آپ کے دو صاحبزادے حضرت سید محمد فردوسی دروں حصاری اور حضرت سید احمد تھے۔ حضرت سید احمد بن سید علیم الدین گیسو دراز نیشاپوری نے لاوڈ وصال فرمایا جن کا مزار اقدس موضع نادرہ ضلع گیا میں ہے۔

حضرت سید محمد فردوسی دروں حصاری اور ان کے بھائی سید احمدؒ کی تعلیم و تربیت حضرت مخدوم شیخ بدر الدین بہدر عالم زاہدی قدس سرہ، کی خانقاہ اور مدرسہ واقع محلہ چھوٹی درگاہ بہار شریف میں ہوئی۔ حضرت مخدوم بدر عالم زاہدی کو اپنے شاگرد رشید حضرت سید محمد فردوسی سے از حد پیار و محبت تھی اور یہی وجہ تھی کہ حضرت نے اپنی دختر نیک اختر حضرت بی بی ابدال صاحبہ کو آپ کے نکاح میں دیدیا جو اپنے وقت کی ولیہ کاملہ تھیں۔ آپ کا چلہ اب تک موضع بی بی پور ضلع پٹنہ میں مرجع خلافت ہے۔ جناب سید کریم الدین میر دادی بہاری اپنی کتاب ”مخزن الانساب“ میں بی بی پور کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ”اس موضع بی بی پور را حضرت بی بی ابدال بجهیز یافته بود در آنجا چلہ خدمت وے وچاہ پختہ تعمیر کرده وے معروف بہ چاہ بی بی صاحبہ و خطیرہ پاک فرزند ان حضرت سید ولی قدس سرہ، ہنوز موجود اند..... بزمانہ سابق فرزند ان حضرت بی بی ابدال بد آنجا قیام میداشتند۔ حالا در آنجا کسے اولاد آنحضرت نیستند“۔ حضرت سید محمد فردوسی دروں حصاری قدس سرہ، کو حضرت بی بی ابدال کے بطن سے ایک صاحبزادے سید محمود اور دو صاحبزادیاں بی بی بڑی اور بی بی الہی تھیں۔ حضرت بی بی ابدال نے اپنے شوہر حضرت سید محمد فردوسیؒ کی اجازت سے گوشہ نشینی اختیار کی اور موضع بی بی پور میں جو اس وقت ایک خطرناک جنگل تھا چلہ کشی کی۔ بعد میں اسی موضع بی بی پور کو آپ کی اولاد یعنی سید محمود بن حضرت سید محمد فردوسی بن سید محمد علیم الدین گیسو دراز دانشمند نیشاپوری کے در ثناء نے آباد کیا اور یہاں سے بیعت و ارشاد کا سلسلہ جاری کیا۔ حضرت سید محمد فردوسی دروں حصاری بن سید محمد علیم الدین گیسو دراز دانشمند نیشاپوری قدس سرہ، کا پوری سلسلہ لب درج ذیل ہے۔

حضرت سید محمد فردوسی دروں حصاری بن سید محمد علیم الدین گیسو دراز دانشمند نیشاپوری بن سید

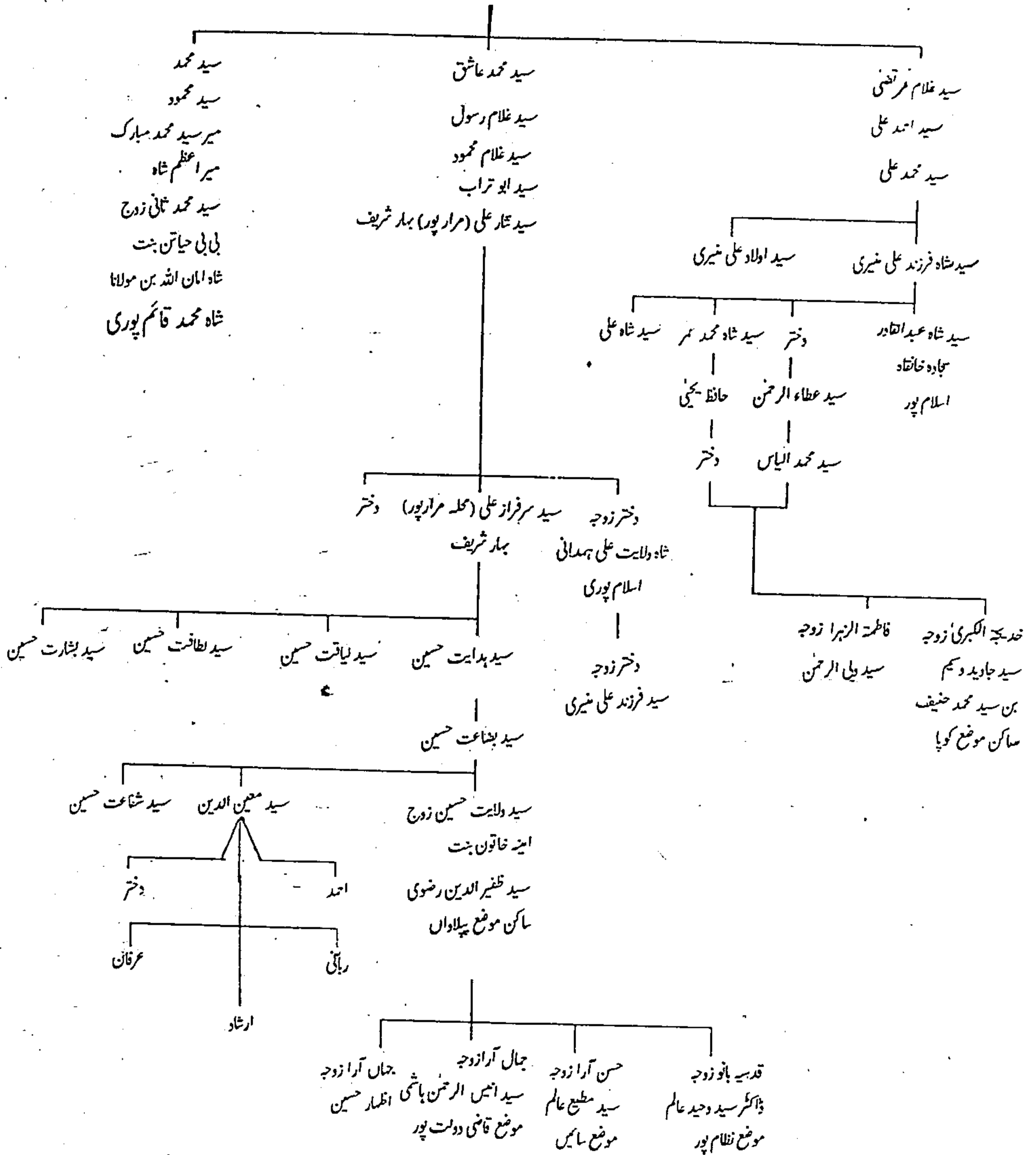
مسعود بن سید محمد بن سید عذره بن سید ابراہیم بن سید اسمعیل بن سید آدم بن  
 سید محمد بن سید مسعود بن سید عبداللہ بن سید عبدالغنی بن سید فخرالدین بن سید  
 محمد جعفر بن سید حسین بن امام محمد الامون دیباج بن امام جعفر صادق بن امام محمد باقر  
 بن امام عبداللہ علی زین العابدین بن حضرت امام حسین شہید کربلا بن امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ  
 وجہہ۔

حضرت سید محمد فردوسی دروں حصاری قدس سرہ، کی سجادگی خاندان میں نسلًا بعد نسل دسویں پشت میں حضرت سید اشرف  
 علی علیہ رحمۃ (بن سید شاہ بقاء اللہ بن سید شاہ حسن بن سید حسن شنی بن سید شاہ غریب محمد بن سید شاہ محی الدین بن سید شاہ  
 مسعود بن دیوان سید شاہ اعظم بن سید شاہ ولی بن سید شاہ جہانگیر بن سید شاہ محمود بن سید محمد فردوسی) تک جاری رہی۔ دسویں  
 پشت کے آخری سجادہ خانقاہ بی بی پور حضرت سید شاہ اشرف علی کی شادی مسماۃ بی بی اسمین بنت میر سید احمد علی موودوی چشتی ساکن  
 شیخپورہ نزد زہٹ، ضلع گیا سے ہوئی۔ حضرت سید اشرف علی علیہ رحمۃ کو کوئی اولاد نہ ہوئی اور آپ نے لا ولد وصال فرمایا۔ خانقاہ بی بی  
 پور پر وارثان سید جہانگیر بن سید محمود بن سید محمد فردوسی دروں حصاری کے بجائے۔ مسماۃ بی بی اسمین زوجہ سید اشرف علی کے بھائی  
 سید وارث علی کے ورثاء قابض و متصرف ہوئے۔ اور پھر اس خاندان سے منتقل ہو کر یہ تبرکات محلہ میر داو بہار شریف کے سید  
 کرامت حسین کے ورثاء کے تصرف میں آئی جن کی تفصیل ”مخزن الانساب“ میں موجود ہے اور اس کے مصنف سید کرامت  
 حسین کے صاحبزادے ہیں۔ اس طرح موضع بی بی پور میں سجادگی کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ سید محمد فردوسی دروں حصاری اور بی بی ابدال  
 صاحبہ کے حقیقی ورثاء سے یہ موضع یکسر خالی ہو گیا اور ایک ویران کھنڈر کی حیثیت سے باقی رہ گیا۔ حضرت سید محمد فردوسی بن سید  
 محمد علیم الدین گیسو دراز دالشبند نیشاپوری کے خاندان کے افراد صوبہ بہار کے مختلف شہروں، قصبوں اور بستیوں میں آباد ہیں۔ جن  
 میں اسلام پور، ابوپور، ابراہیم پور پکوره، محلہ مرار پور بہار شریف، محلہ سملی اور محلہ صدر گلی پٹنہ سیٹی کے سادات کی ایک بڑی تعداد کا  
 تعلق حضرت سید محمد فردوسی قدس سرہ، کے خانوادوں سے ہے۔ لیکن پتہ نہیں کس مصلحت کی بنا پر صاحب مخزن الانساب نے موضع  
 ابوپور، موضع ابراہیم پور پکوره اور سید بقاء اللہ، سید حسن شنی، سید حسن، سید غریب محمد اور سید محی الدین کی دوسری اولادوں کا  
 تذکرہ کرنا ضروری نہیں سمجھا۔ کیا میر سید اشرف علی سید شاہ بقاء اللہ کی اکلوتی اولاد تھے۔ کیا سید شاہ بقاء اللہ بن سید شاہ حسن شنی کے  
 کوئی دوسرے بھائی بہن نہیں تھے۔ اور کیا سید شاہ اشرف علی قدس سرہ، کے خاندان میں اوپر کی پانچ پشتوں تک مسلسل تمام افراد کو  
 ایک ہی اولاد ہوتی رہی۔؟؟؟ سب سے زیادہ افسوس ناک بات تو یہ ہے کہ صاحب مخزن الانساب نے حضرت بی بی ابدال بنت  
 حضرت محموم شیخ بدر الدین بدر عالم زاہدی کی والدہ کے نسب کے سلسلہ میں بغیر کسی حوالے کے جس غلط بیانی کا مظاہرہ کیا ہے قابل  
 صد افسوس ہے۔ نتیجہ اس کا یہ نکلا کہ ایک شیعہ محقق نے اپنے ایک مقالہ میں بغیر تحقیق کے صاحب ”مخزن الانساب“ کے بیان کو  
 نقل کر دیا ہے۔ جب کہ یہ بات ایک حقیقت ہے کہ حضرت بی بی ابدال کی والدہ بادشاہ فیروز شاہ شرقی کی دختر تھیں اس طرح  
 بی بی صاحبہ بادشاہ فیروز شاہ شرقی کی نواسی تھیں۔

حضرت بی بی ابدال بنت محموم شیخ بدر الدین بدر عالم زاہدی زوجہ سید محمد فردوسی دروں حصاری کا فیض ان کے چلہ گاہ موضع  
 بی بی پور سے اب تک جاری ہے۔ آپ کا عرس ہر سال قرب و جوار کے مسلمان بڑے تزک و احتشام سے مناتے ہیں۔ آپ کے عرس

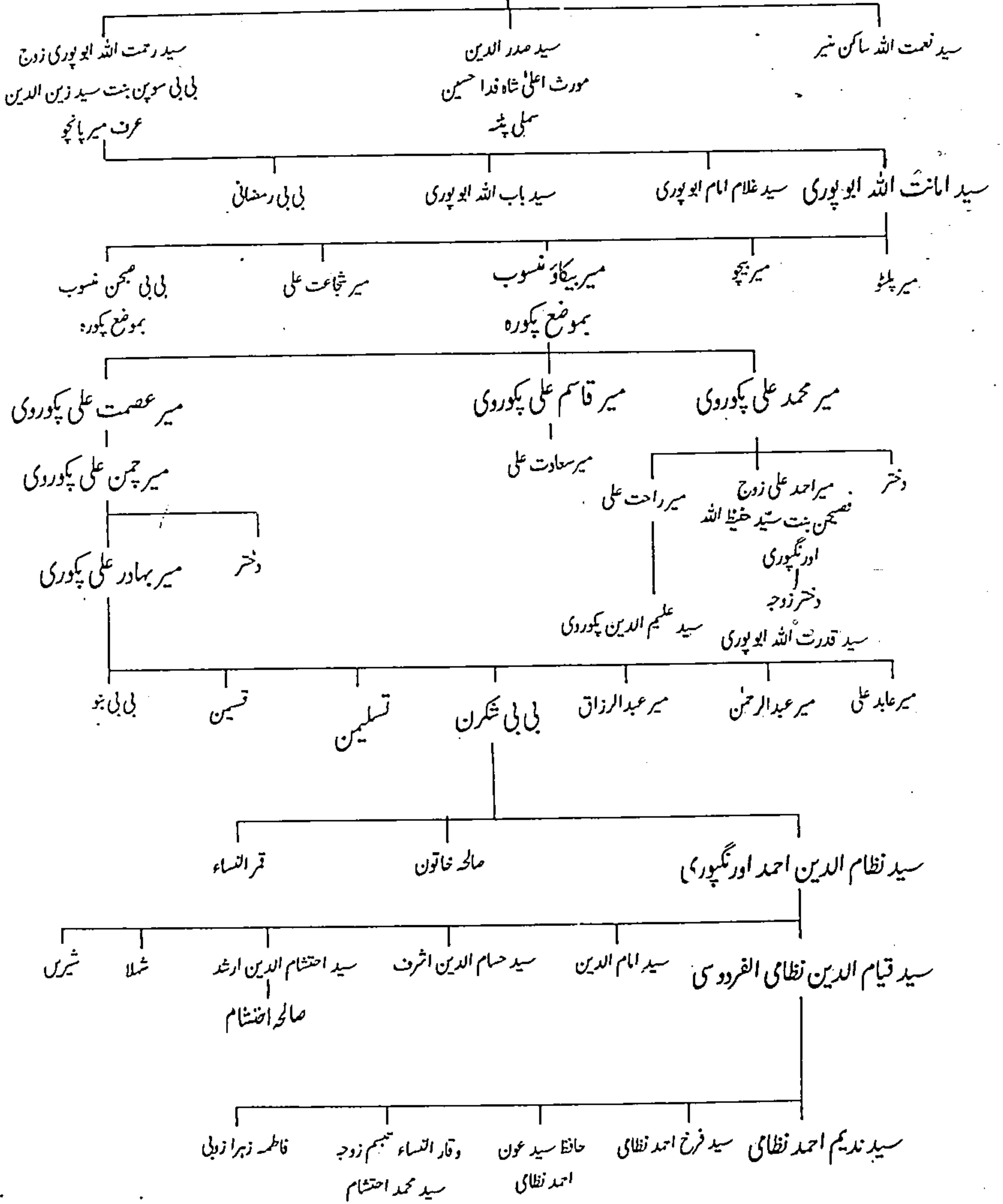


سید صدر جہاں بن سید فتح الدین



## سید برہان الدین بن سید محی الدین

آپکا مزار اقدس موضع ہلہ ضلع پٹنہ میں ہے





## سید شاہ فرزند علی فردوسی منیری

ابو محمد جلیل الدین حسین عرف حضرت سید شاہ فرزند علی صوفی منیری قدس سرہ، ۹، شوال ۱۲۵۳ھ مطابق ۶ جنوری ۱۸۳۸ء کو اپنی نایہاں منیر شریف میں پیدا ہوئے۔ آپ حضرت سید محمد علیم الدین گیسو دراز دانشمند نیشاپوری کی اولاد سے ہیں۔ آپ کا پدری سلسلہ نسب حضرت امام جعفر صادقؑ سے ہوتا ہوا رسول مقبول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا کر مل جاتا ہے۔ آپ کی والدہ بی بی رحیمہ بنت شاہ لطف علی منیری، حضرت امام محمد تاج فقیرہ ہاشمی فاتح منیر کی اولاد سے تھیں۔ حضرت شاہ صاحب کا خاندان موضع بی بی پور ضلع پٹنہ پھر محلہ دیوی سرانے، بہار شریف میں رہا۔ چھ پشتوں کے بعد ابدالی خاندان کی یہ شاخ شرف آباد پار تھو جا بسا۔ موضع شرف آباد پار تھو، ضلع پٹنہ میں پن پن اسٹیشن سے دو میل جنوب مغرب کی طرف ہے۔ شاہ صاحب سات سال کے تھے کہ آپ کے والد حضرت سید شاہ محمد علی علیہ رحمۃ نے ۱۲۶۰ھ میں وصال فرمایا اور آپ اپنے بڑے بھائی حضرت سید شاہ اولاد علی اور ہمیشیرہ کے ساتھ شرف آباد پار تھو سے اپنے ماموں شاہ اعظم علی بیکن کے پاس منیر شریف چلے آئے۔ آپ کی تعلیم و تربیت منیر شریف میں بڑے بھائی اور ماموں کے زیر سایہ ہوئی۔ حضرت شاہ اعظم علی عرف بیکن منیری نے اپنے بڑے بھانجے حضرت سید شاہ اولاد علی ابدالی کو سلسلہ فردوسیہ میں مرید کر کے اپنا مجاز، خلیفہ اور جانشین بنایا اور تمام سلسلوں کی اجازت و خلافت عطا فرمائی۔ حضرت سید شاہ

اولاد علی ابدالی فردوسی نے اپنا مجاز اور جانشین اپنے چھوٹے بھائی حضرت سید شاہ فرزند علی فردوسی منیری کو بنایا۔ اس طرح حضرت سید شاہ فرزند علی فردوسی قدس سرہ، کو خرقہ خلافت نایہاں سلسلہ میں اپنے بڑے بھائی سے عطا ہوئی۔

حضرت سید شاہ فرزند علی ابدالی فردوسی منیری قدس سرہ، کی ابتدائی تعلیم منیر شریف میں ہوئی۔ ابتدائی درسی کتابیں اپنے ماموں سے تمام کیں۔ عربی کی تعلیم حسام الدین حیدر منیری اور مولوی فیض اللہ پشاوری ساکن اسلام پور سے پڑھی۔ آپ کو کتب بینی کا بے حد شوق تھا۔ حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین یحییٰ منیری کے تمام مکتوبات و ملفوظات کا بڑے ذوق و شوق سے مطالعہ کیا۔ مشائخ کرام شطاریہ، خواجگان چشت، خواجہ عطار، سعدی شیرازی اور مولانا رومی کے تصانیف و تالیف پر پوری دستگاہ حاصل کی۔ آپ کے گہرے مطالعے اور صلاحیتوں کے پیش نظر آپ کے پیرو مرشد نے ”واقف اسرار الہی“ اور حضرت شاہ امین احمد قدس سرہ، سجادہ خانقاہ بہار شریف نے ”گنج استار“ ”محرم حقائق اسرار“ اور ”صوفی صافی“ کے لقب سے نوازا ہے۔ آپ کو کتابت کا بھی شوق تھا آپ کی تحریر صاف اور خوش خط تھی۔ فن حرب اور فن کشتی سے بھی بڑا لگاؤ تھا۔ شمشیر زنی اور بوٹ کے استاد تھے۔ آپ گوشہ گیر اور عزت گزین تھے۔ مجالس اور بھیڑ بھاڑ کو ناپسند فرماتے تھے۔ اپنے اوقات عزیز تصنیف و تالیف اور رشد و ہدایت خلق میں بسر فرماتے۔ حضرت مخدوم جہاں فردوسی بہاری اور حضرت خواجہ شیخ نجیب الدین فردوسی دہلوی قدس سرہ، سے عشق کی حد تک محبت تھی۔ اردو اور فارسی زبانوں میں آپ کی تصانیف کثیر موجود ہیں جن میں مطبوعہ کتابیں درج ذیل ہیں۔

۱- راحت روح - اردو ۲- عروۃ الوثقی - اردو ۳- وسیلہ شرف - اردو ۴- ذریعہ دولت - اردو

۵- اصول تکبیر - فارسی ۶- سر دوستان - فارسی

تصانیف غیر مطبوعہ :- ۱- مصطلحات المتصوفین - فارسی ۲- نختانہ - فارسی ۳- خط راست - اردو  
۴- نتیجہ بالخیر - اردو ۵- کشش عشق ۶- روش عشق وغیرہ

”مسلم شعرائے بہار“ میں حکیم سید احمد اللہ ندوی تحریر کرتے ہیں۔ ”آپ کو ادب کا فطری ذوق تھا، اردو اور فارسی کے غزل گو اور بلند پایہ شاعر تھے۔ نظم و نثر فارسی و اردو دونوں میں مہارت حاصل تھی، فارسی اور اردو نثر و نظم میں متعدد کتابیں یادگار ہیں۔ حضرت غالب دہلوی مرحوم سے تلمذ تھا۔“

حضرت سید شاہ مراد اللہ منیری مدظلہ العالی اپنی کتاب ”تذکرہ شعرائے منیر شریف“ میں لکھتے ہیں۔ ”آپ کو قطعہ تاریخ لکھنے کا خاص ملکہ تھا۔ آپ کی جو دت طبع کا ایک نمونہ شاہ اعظم علی عرف شاہ بھیکن منیری کا قطعہ رحلت ہے۔ گذشتہ صفحات میں ذکر ہو چکا ہے۔ اس قطعہ سے سات سو تیس ۳۰۰ طرح سے سن وصال لکھا ہے۔“ حضرت سید شاہ فرزند علی صوفی منیری نے خود اپنا تاریخ قطعہ پیدائش لکھا ہے جو درج ذیل ہے۔

در دل شب بہ نغم شب زمرہ عید الفطر  
شب شنبہ چو گلند بہ غربت مارا  
۱۲۵۳ھ ۱۲۵۳ھ

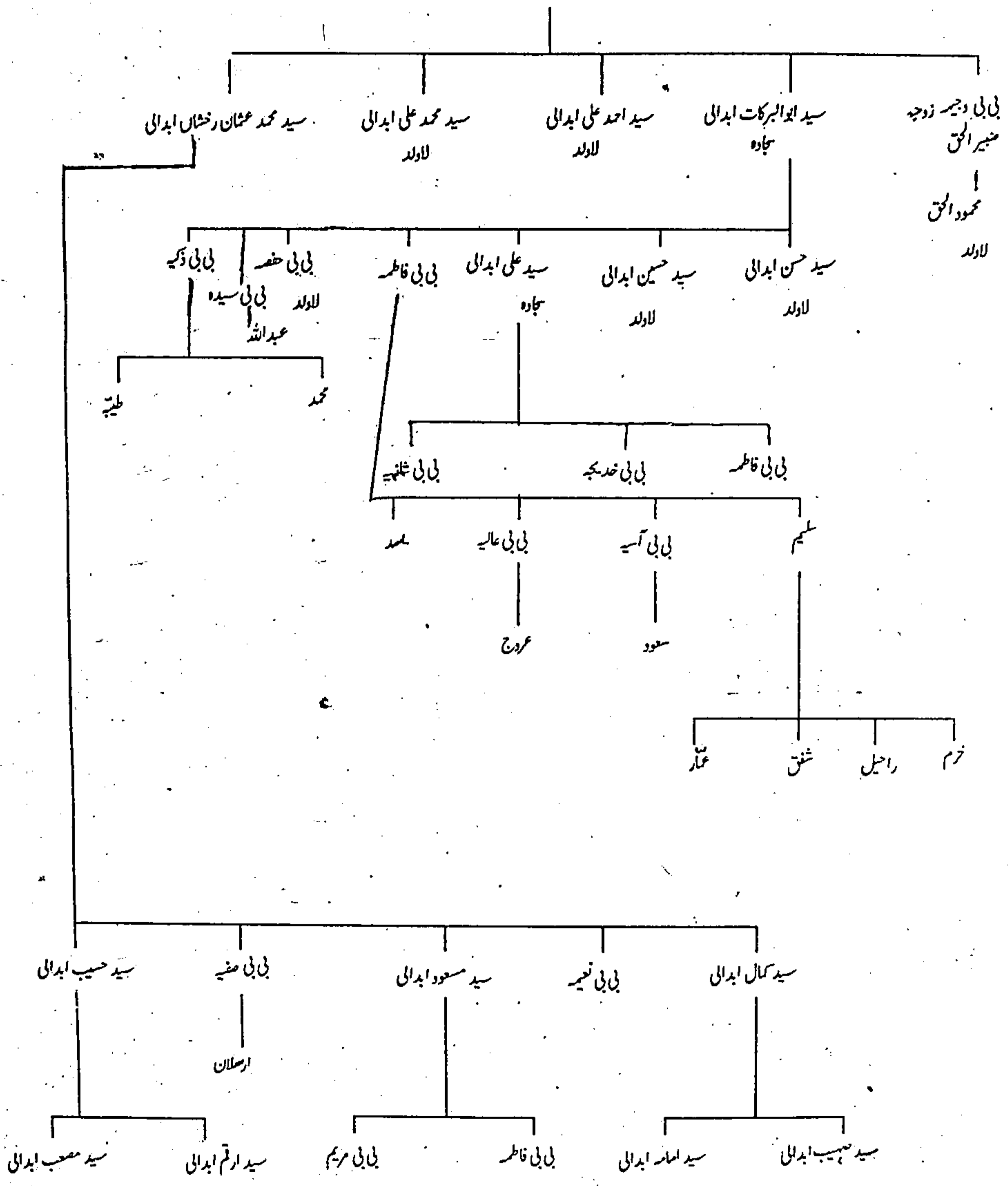
گفت ”لخت جگرو بمظر حق“ خواجہ ما  
شاہ اولاد علی سال ولادت مارا

حضرت شاہ صوفی منیری فردوسی قدس سرہ، کی شادی، حضرت شاہ ولایت علی ہمدانی اسلام پوری کی منجھلی صاحبزادی مسماہ بی بی قدیرن سے ہوئی جن کے بطن سے تین بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں۔ پسر اول سید شاہ عبد القادر جو اپنے نانا سید شاہ ولایت علی ہمدانی قادری ابوالعلائی منعمی کی سجادگی پر خانقاہ اسلام پور بٹھائے گئے۔ پسر دوم سید شاہ محمد عمر، پسر سوم سید شاہ سید علی۔ سید شاہ فرزند علی صوفی منیری نے ایک دوسرا نکاح غیر کفو میں بھی کیا تھا، جس سے شاہ اسد اللہ تھے۔ آپ کی دختر اول بی بی مجیدن لا ولد تھیں اور دختر دوم بی بی اما من زوجہ سید شاہ لطف الرحمن مرحوم تھیں۔

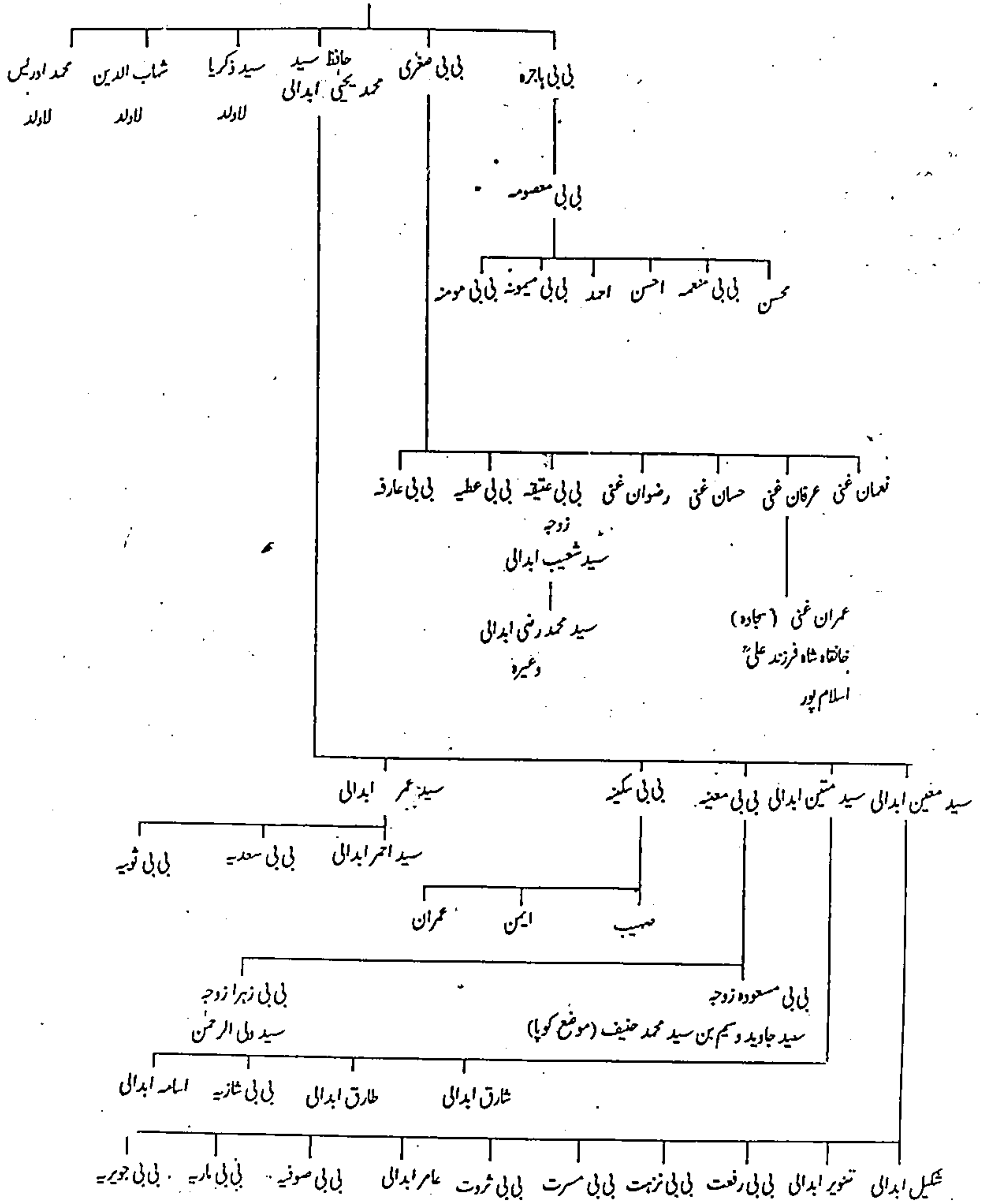
حضرت سید شاہ فرزند علی صوفی منیری الفردوسی قدس سرہ، نے ۶ ذی قعدہ ۱۲۱۸ھ کو موضع اسلام پور۔ ضلع پٹنہ میں وصال فرمایا۔



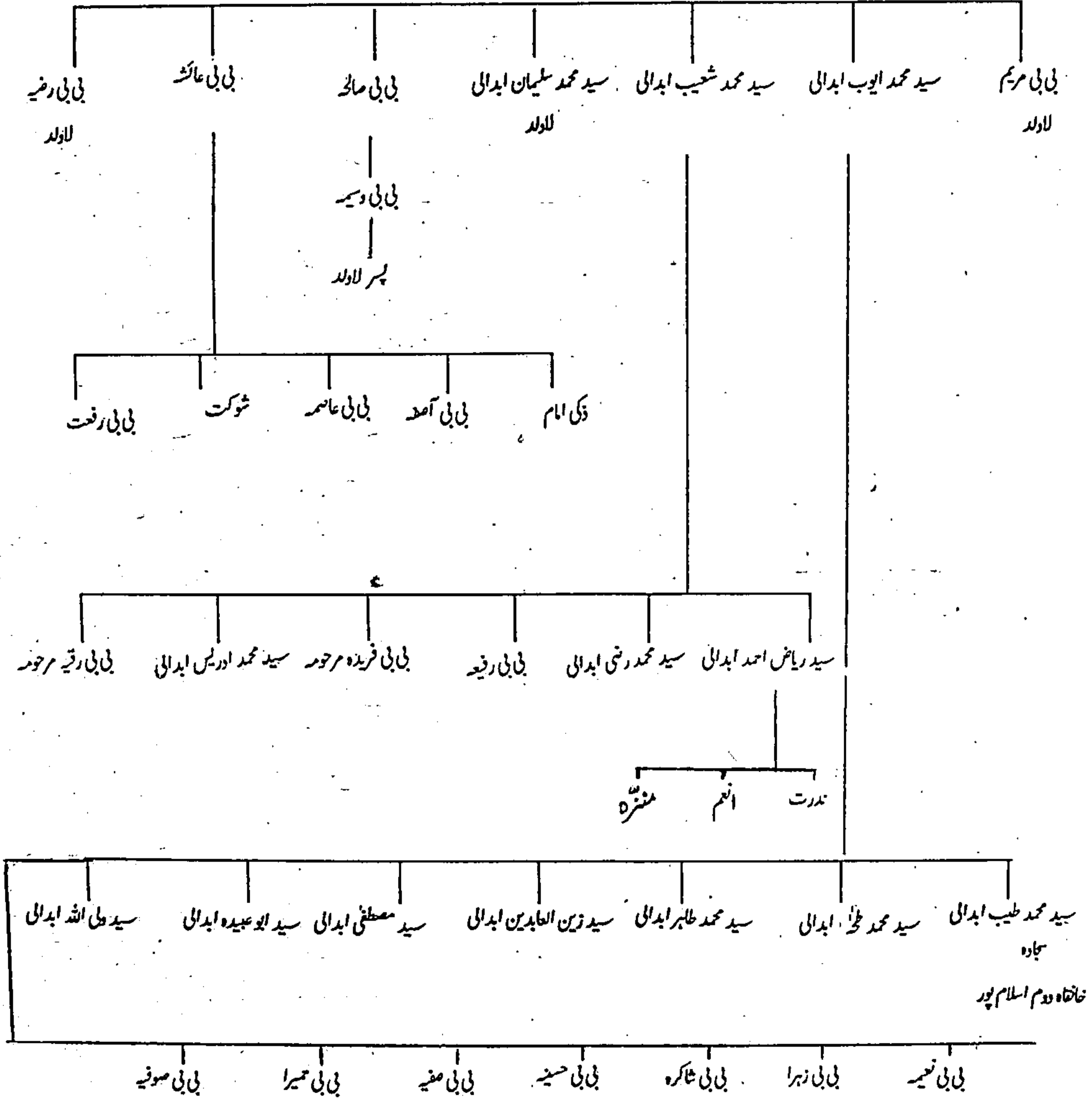
سید شاہ عبدالقادر ابدالی اسلام پوری



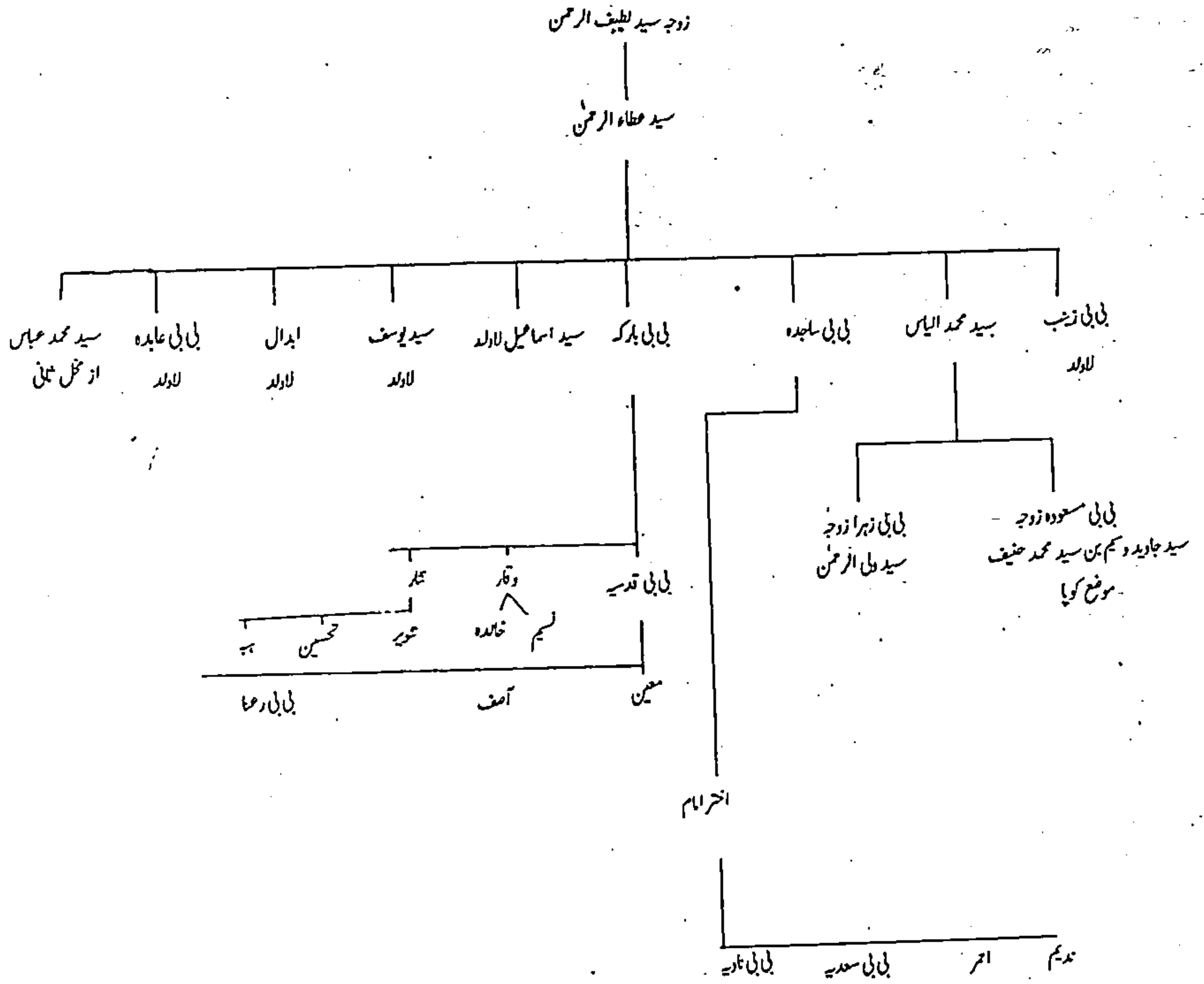
## سید شاہ محمد عمر ابدالی اسلام پوری



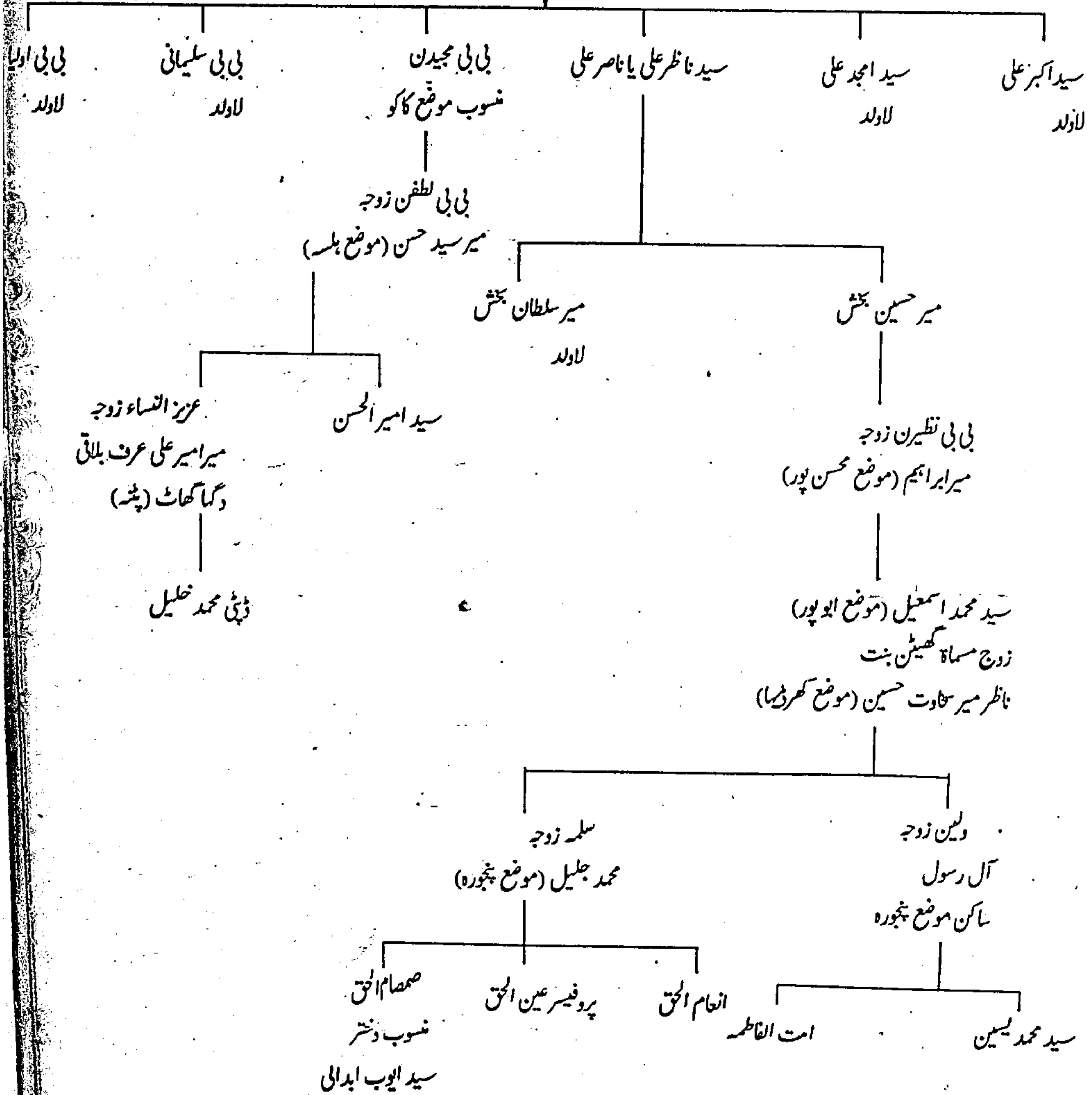
## سید شاہ علی ابدالی اسلام پوری



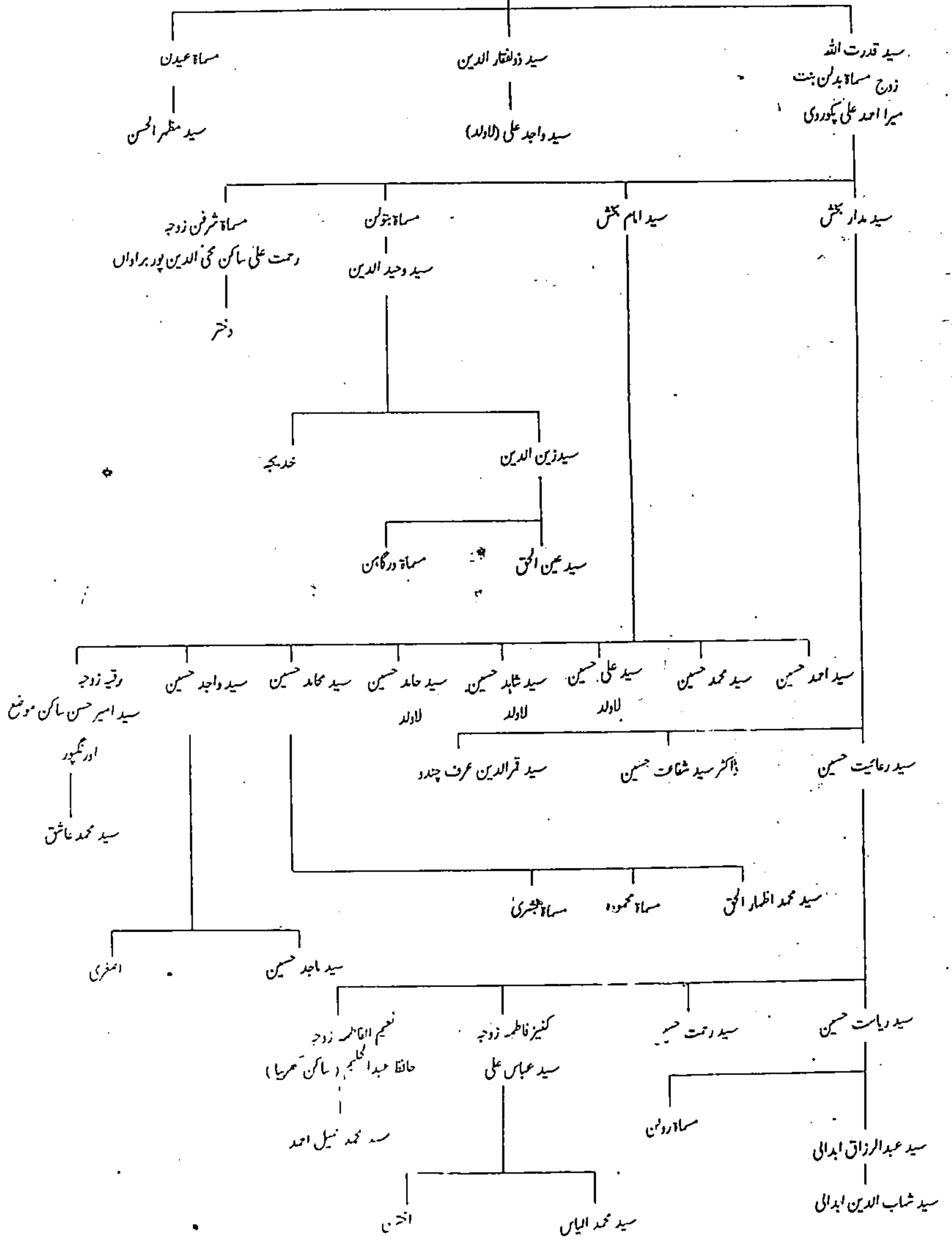
مسماء امام بنت سید شاہ فرزند علی منیری (ساکن اسلام پور)



## سید غلام امام ابو پوری

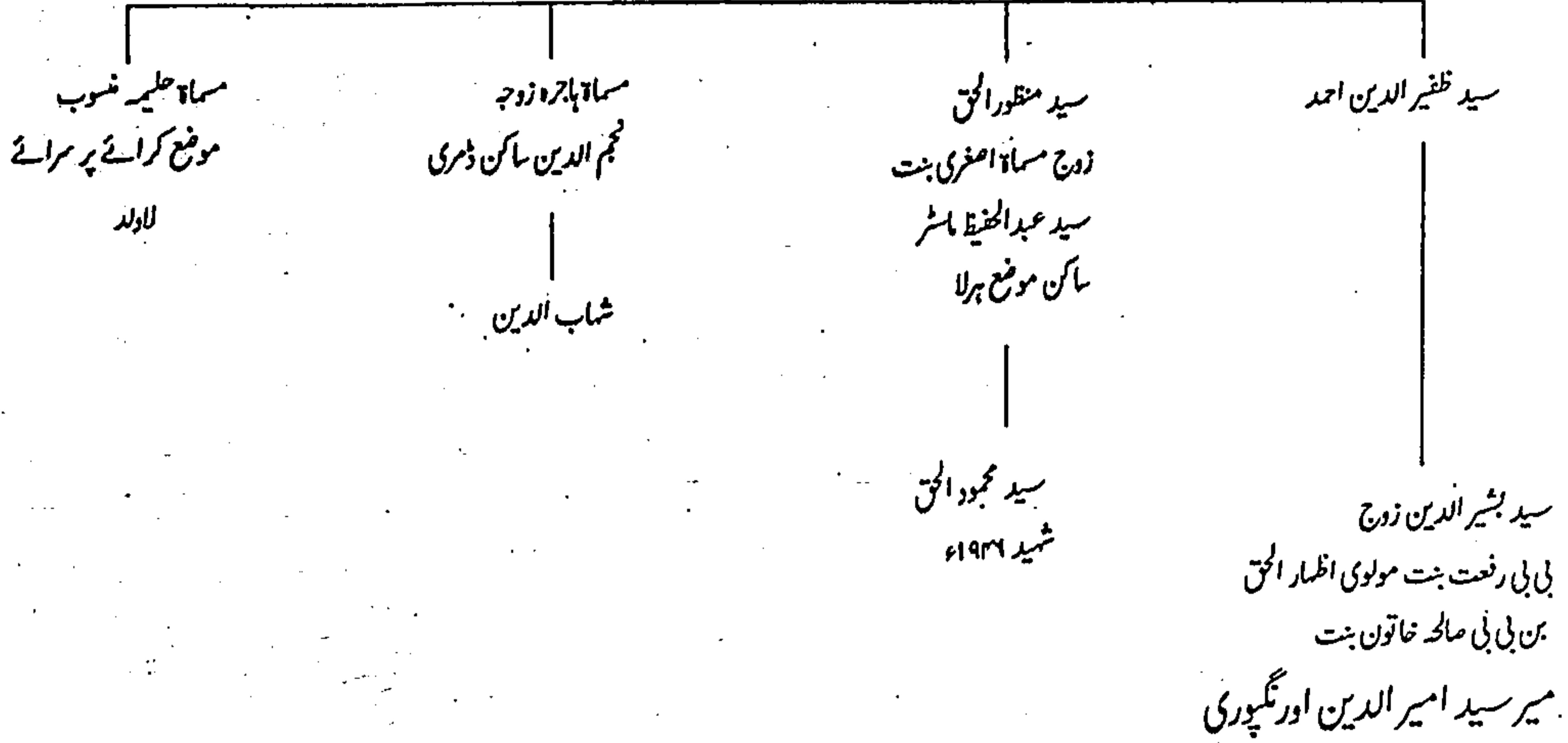


## سید باب اللہ ابو پوری

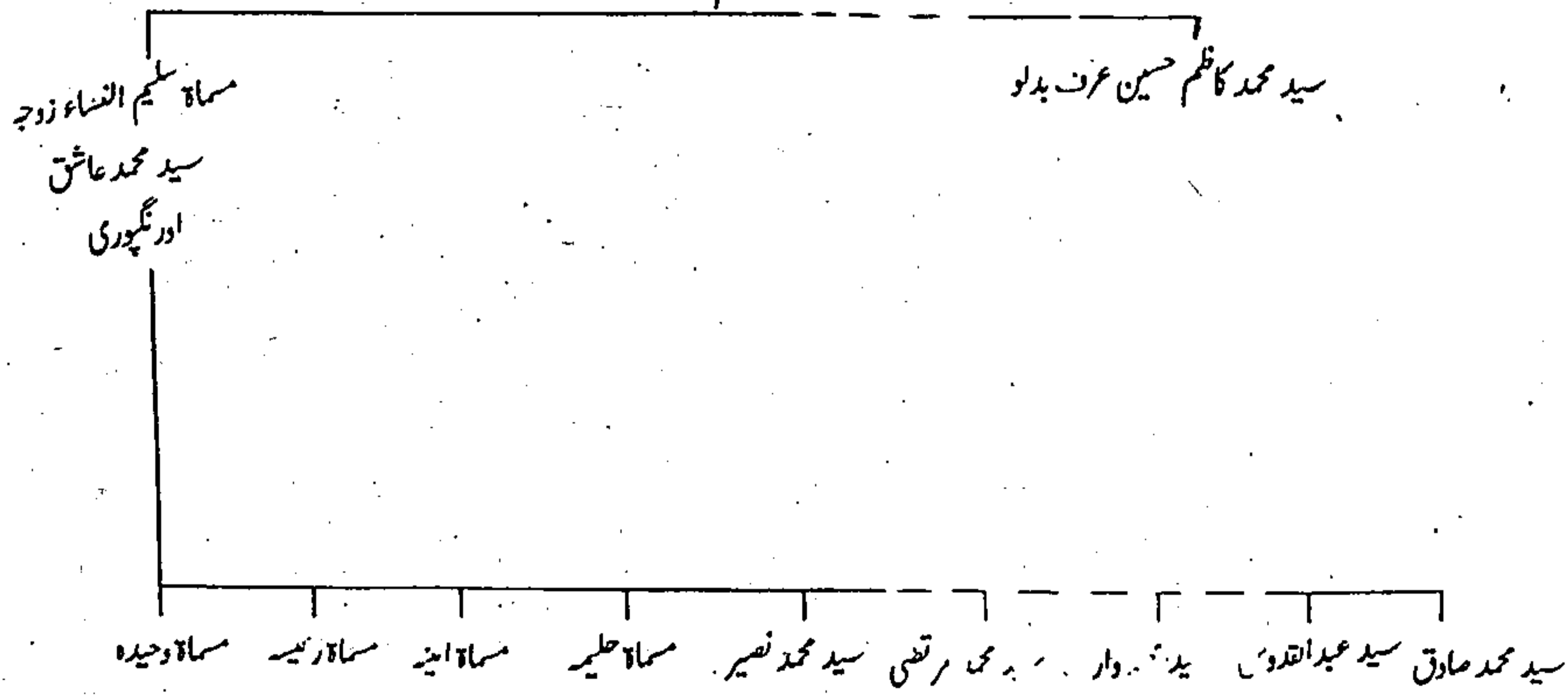




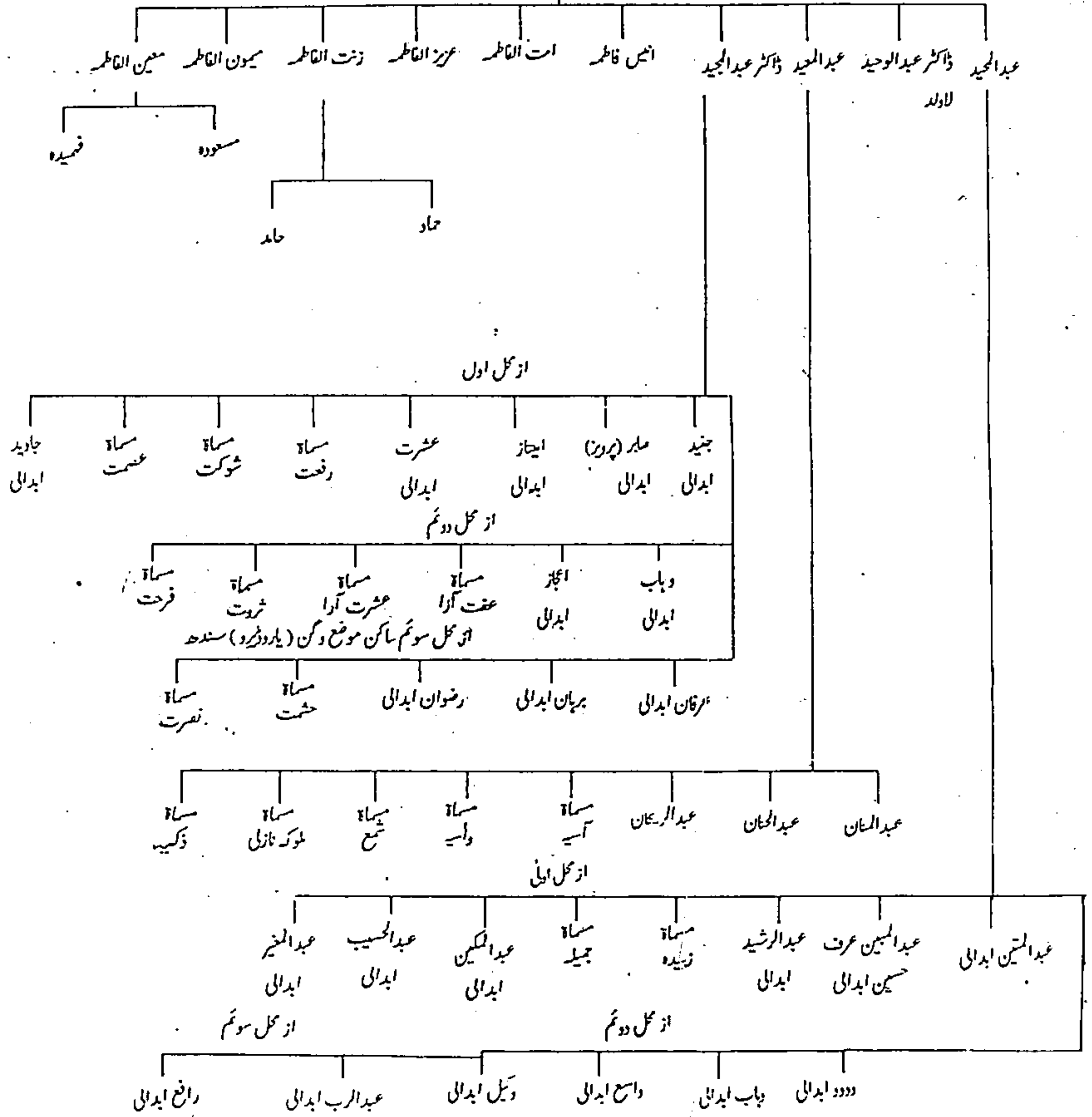
## سید احمد حسین ابو پوری



## سید محمد حسین ابو پوری



## ڈاکٹر سید شفاعت حسین ابویوری





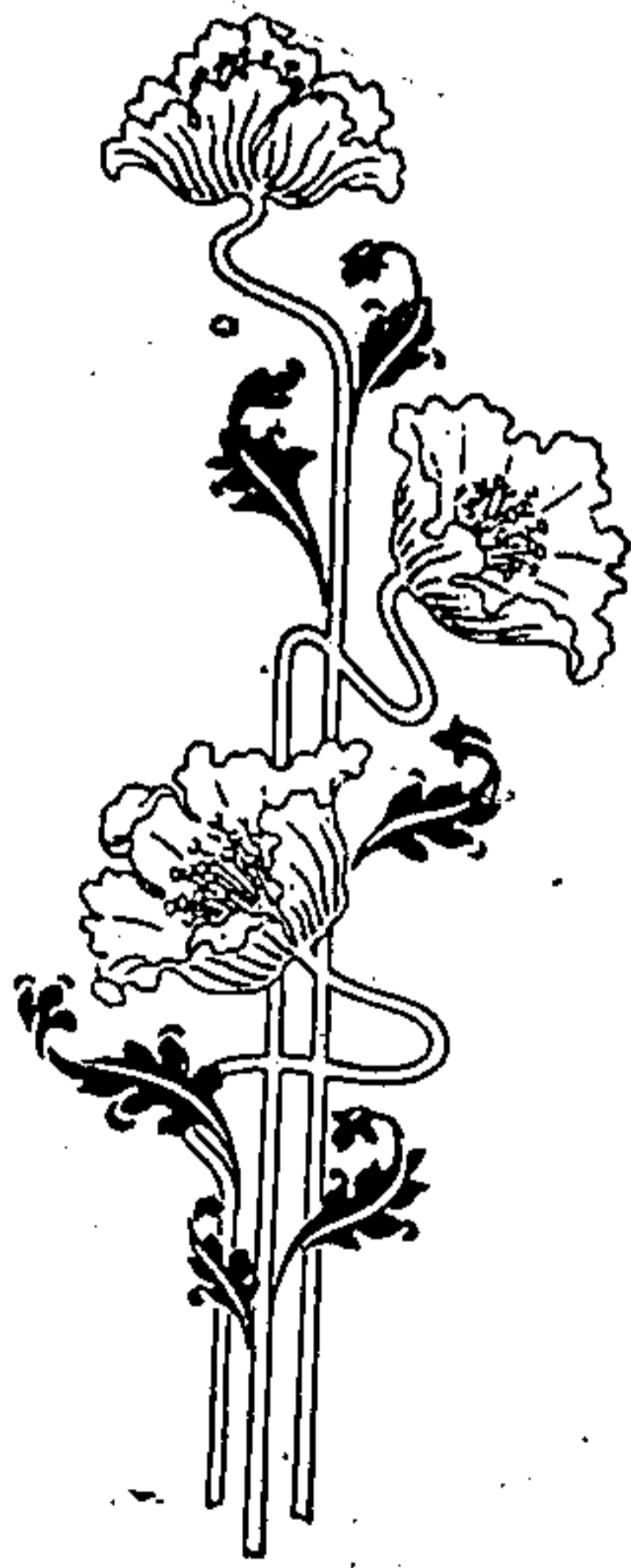
## موضع ابراہیم پور پکوره :-

ڈاکٹرانہ خلیل آباد نٹول - پرگنہ ساڑا - تھانہ مسوڑھی - ضلع پٹنہ - صوبہ بہار - ہندوستان میں سادات کی ایک پرانی بستی ہے۔ مسوڑھی ریلوے اسٹیشن سے جنوب مشرق کی طرف پانچ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ اس بستی کے مشرق جانب پانچ چھ میل کی دوری پر براڑی اور تلہاڑ کی مشہور بستیاں ہیں جو ۱۶۶۱ء کے ہندو مسلم فساد میں تباہ ہو گئیں۔ شمال کی جانب تین میل کی دوری پر برنی اور ساڑا کی بستیاں آباد ہیں۔ مغرب میں مسوڑھی اور جنوب میں علی نگر پالی اور کا کو کی بستیاں واقع ہیں۔ پکوره سے قریب ترین اور ملحق بستیاں اورنگپور، خلیل آباد نٹول، زراواں، براواں اور علی نگر پالی ہیں جن میں اکثریت سادات گھرانوں کی ہے۔ صرف خلیل آباد نٹول میں شیوخ زیادہ ہیں جو صاحب ثروت ہیں۔ پکوره، اورنگپور اور نٹول میں سب سے پرانی اور سادات کی بستی ابراہیم پور پکوره ہے۔ جس کا تذکرہ اکثر انساب کی کتابوں میں موجود ہے۔ جب ابراہیم پور پکوره کی آبادی بڑھی تو اس کی نئی آبادی کو اورنگپور کا نام دیا گیا۔ موضع خلیل آباد، موضع اورنگپور اور پکوره کے بہت بعد میں آباد ہوا۔

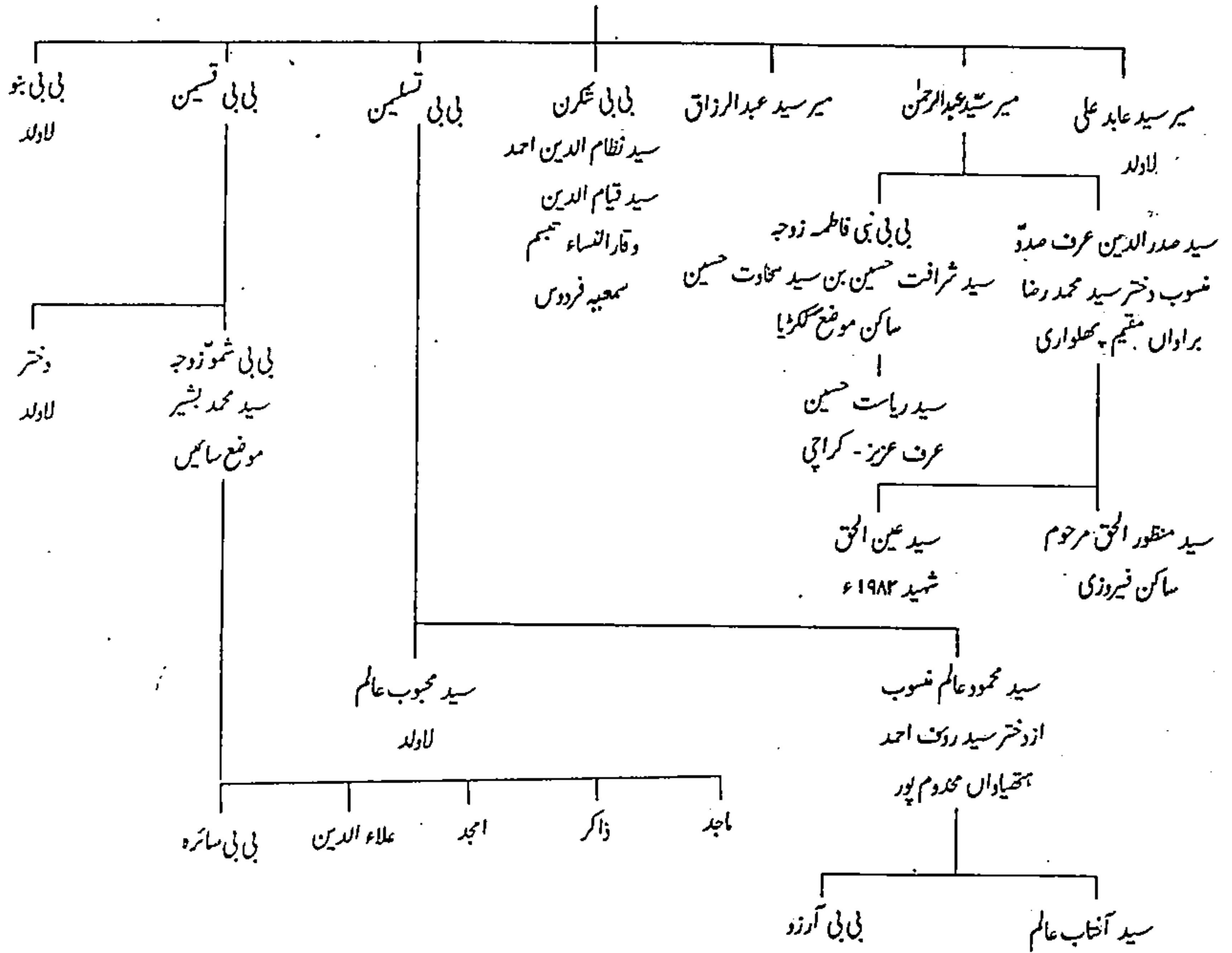
حضرت محموم سید سعادت علی شہید مشہدی "ساکن ابراہیم پور پکوره :- ابراہیم پور پکوره کو سب سے پہلے آباد کرنے والے بزرگ حضرت سید سعادت علی شہید مشہدی ہیں۔ آپ بسلسلہ رشد و ہدایت اور تبلیغ اسلام اپنے دو بھانجوں حضرت محموم سید علی حیدر مشہدی، حضرت سید جلال مشہدی اور دوسرے قرابت مندوں اور مریدوں کے ساتھ اس علاقہ غیر آباد میں تشریف لائے۔ اس پاس کی ہندو آبادی مزاحم ہوئی نوبت جنگ و جدل تک پہنچی۔ اس جنگ میں حضرت سید سعادت علی مشہدی "شہید ہو گئے۔ آپ کا مزار اقدس خام مٹی کا موضع پکوره میں اب تک موجود ہے۔ جو روضہ محموم سعد علی کے نام سے زبان زد خاص و عام ہے۔ آپ کے روضہ کے سرہانے ایک سیاہ پتھر نصب ہے۔ قرب و جوار کے مسلمان اور ہندو اپنے مریضوں کے لئے اس پتھر کو پانی سے دھو کر مریضوں کو پلاتے ہیں۔ وہ مقام جہاں ہندوؤں سے جنگ ہوئی تھی گنج شہیداں کہلاتا ہے۔ گنج شہیداں آبادی سے کچھ فاصلہ پر ہے اور اس وقت چھوٹی ٹائٹر کے نام سے مشہور ہے۔ اس جگہ ایک بزرگ حضرت محموم شاہ منصور کا مزار خام مٹی کا اب تک موجود ہے اور اس کے سرہانے بھی ایک سیاہ پتھر نصب ہے۔ موضع ابراہیم پور پکوره اور ہندوؤں کی ایک بستی بلداری چک کے درمیانی قطعہ میں جو مزار واقع ہے۔ حضرت محموم شاہ مظفر کی کہی جاتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ دونوں بزرگ حضرت محموم شاہ منصور اور محموم شاہ مظفر حقیقی بھائی تھے اور حضرت سید سعادت علی شہید قدس سرہ کی اولاد میں سے تھے۔ راقم الحروف سید قیام الدین نظامی الفردوسی کو حضرت محموم سید سعادت علی شہید مشہدی کا مکمل نسب نامہ اور ان کے ورثاء کی تفصیل حاصل نہ ہو سکی شاید ابراہیم پور پکوره آپ کے ورثاء سے خالی ہو گیا اور وہاں حضرت سید محمد فردوسی دروں حصاری بن سید محمد علیم الدین گیسو دراز کے ورثاء بسلسلہ ازدواج آباد ہو گئے۔ حضرت سید میر بیگاؤ علیہ رحمۃ بن سید امانت اللہ ابو پوری بن سید رحمت اللہ بن سید بہان الدین بن سید شاہ محی الدین بی بی پوری بن سید شاہ مسعود بن دیوان سید شاہ اعظم بن سید شاہ ولی بن سید شاہ جہانگیر بن سید شاہ محمود بن سید محمد فردوسی اور ان کی ہمشیرہ بی بی صحن بنت سید امانت اللہ ابو پوری کی شادی ابراہیم پور پکوره میں حضرت محموم سید سعادت علی شہید قدس سرہ کے خاندان میں ہوئی۔ اس طرح بعد میں حضرت سید میر بیگاؤ کے زمانہ سے موضع ابراہیم پور پکوره وارثان سید محمد فردوسی بن سید محمد علیم الدین گیسو دراز دانشمند نیشاپوری سے آباد ہوا۔ راقم سید قیام الدین نظامی الفردوسی کے والد سید نظام الدین احمد علیہ رحمۃ کی نانیہال موضع

ابراہیم پور پکوره ہے۔ یعنی میری دادی مسماۃ شکر النساء عرف بی بی شکر بنت میر سید بہادر علی علیہ رحمۃ یکے از اولاد حضرت سید محمد  
علیم الدین گیسو دراز دانشمند نیشاپوری قدس سرہ، اسی بستی پکوره کی رہنے والی تھیں۔

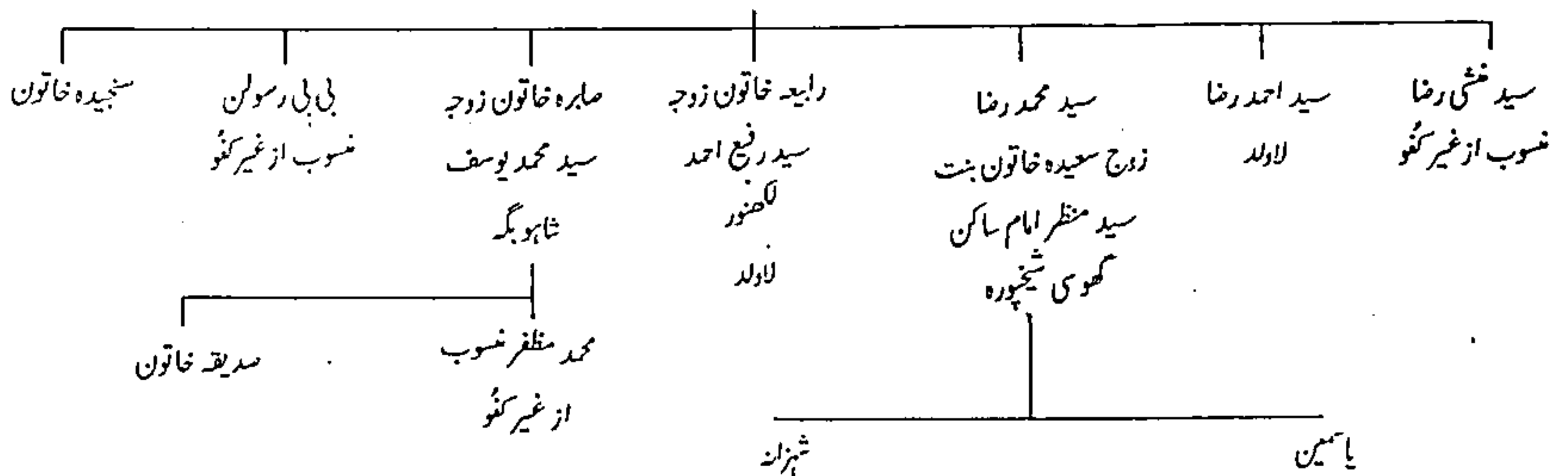
میر سید بہادر علی پکوری :- میر بیگم ابدالی بن میر سید امانت اللہ ابو پوری کی شادی موضع ابراہیم پور پکوره میں حضرت مخدوم  
سید سنادت علی شہید کے خاندان میں ہوئی آپ کے تین صاحبزادے میر سید محمد علی، میر سید قاسم علی اور میر سید عصمت علی تھے۔  
میر سید عصمت علی کے صاحبزادے میر سید چمن علی اور میر سید چمن علی علیہ رحمۃ کے ایک صاحبزادے میر سید بہادر علی اور ایک  
دختر تھیں۔ میر سید بہادر علی موصوف اور ان کی ہمشیرہ کی شادی گولٹ پالٹ موضع لکھنور میں میر سید چمن اور ان کی ہمشیرہ سے  
ہوئی۔ میر بہادر علی موصوف کی ہمشیرہ بنت میر سید چمن علی کے ورثاء میں سید عبدالرزاق ابدالی ابو پوری معہ اہل و عیال کراچی میں  
مقیم ہیں۔ میر سید بہادر علی پکوری کو مسماۃ بی بی شریفین ساکن موضع لکھنور کے بطن سے بفضلہ تین لڑکے اور چار لڑکیاں ہوئیں۔ پسر  
اول میر سید عابد علی زوج بی بی امت ساکن کرائی لسنہ لاوڈ۔ پسر دوم میر سید عبدالرحمن زوج بی بی زنتل ساکن پراسا میں۔ پسر سوم  
میر سید عبدالرزاق زوج مسماۃ ہاجرہ بنت سید غلام غوث بن سید رضی احمد ساکن بیٹھو۔ دختر اول میر سید بہادر علی پکوری مسماۃ بی بی  
شکر النساء عرف بی بی شکر کی شادی میر سید امیر الدین بن میر سید تفضل حسین عرف میر گنگو بن میر سید شجاعت علی بن میر  
سید رفیع الدین ساکن موضع اورنگپور سے ہوئی۔ دختر دوم بی بی تسلیم زوجہ میر سید محسن علی بن میر چمن ساکن موضع لکھنور۔ دختر  
سوم بی بی قسیم زوجہ سید حکیم علی ساکن موضع لکھنور۔ دختر چہارم بی بی بنو زوجہ سید شاہد حسین ساکن موضع سائیں لاوڈ۔



## تفصیل اولاد میر سید بہادر علی پکوری



## میر عبدالرزاق بن میر سید بہادر علی پکوری



مسماة بی بی شکر النساء عرف بی بی شکر بن بنت میر سید بہادر علی پکوری :- آپ کی شادی میر سید امیر الدین علیہ رحمۃ بن میر سید تفضل حسین عرف میر گنگو بن میر سید شجاعت علی بن میر سید رفیع الدین اور نگہوری بن میر سید مسیح الدین سے ہوئی۔ آپ نہایت نیک نفس اور خوش خلق خاتون تھیں۔ بستی کی تمام عورتیں اور بچے آپ سے بے حد مانوس تھے۔ عورتوں اور بچوں کا مجمع ہر وقت آپ کے گرد ہوتا۔ ضعیفی اور کبیر سنی کے باوجود ہر ایک کی دلجوئی اور خوشنودی کا خیال رکھتیں آپ کے نزدیک چھوٹے بڑے اور امیر و غریب کی کوئی تفریق نہ تھی۔ ہر ایک کے کام آتیں۔ ہمیشہ اپنے آپ کو گھریلو کاموں میں مشغول رکھتیں۔ آپ کی صحت آخر عمر میں بھی بری اچھی رہی۔ ضعیفی کی بنا پر کمر سے جھک گئی تھیں۔ لیکن آنکھ کی روشنی برقرار رہی، عینک کی آپ کو کبھی ضرورت نہ پڑی۔ سارے دانت موجود تھے۔ اسی سال کی عمر میں آپ پر فالج کا حملہ ہوا اور اس مرض میں ایک سال سے زیادہ صاحب فراش رہیں۔ مگر اس حالت میں بھی اشارے سے نماز پڑھا کرتی تھیں۔ وصال کے چند ماہ قبل سے ہر لمحہ توبہ استغفار میں مشغول رہنے لگی تھیں۔ مسماة بی بی شکر صاحبہ کے زمانہ علالت میں راقم الحروف سید قیام الدین کی عمر چھ سات سال کی تھی۔ ہر وقت اپنے قریب بٹھائے رکھتی تھیں۔ اور تمام کلمے اور درود شریف یاد کروا تیں۔ انتقال سے چند دنوں قبل مجھ سے فمائش کی کہ آخری لمحات میں کلمہ اور درود پڑھوانا اور استغفار کروانا۔ جب آپ پر نزع کی کیفیت طاری ہوئی تو میں نے کلمہ اور درود پڑھانا شروع کیا۔ جب کبھی درمیان میں طبیعت کچھ بحال ہوتی تو خود ہی کلمہ، درود اور استغفار کا ورد جاری رکھتیں۔

۱۹۴۹ء ماہ شوال کو صبح صادق کے وقت آپ کا وصال ہوا۔ اور موضع ابراہیم پور پکوری میں مہدم سید سعادت علی شہید قدس سرہ، العزیز کے مزار اقدس کے قریب جنوبی گوشے میں مدفون ہوئیں۔ مسماة بی بی شکر مرحومہ کو نو اولادیں ہوئیں۔ سات لڑکے اور دو لڑکیاں۔ لڑکوں میں چھ نے نوعمری میں وصال کیا۔ صرف ایک صاحبزادے اور دو لڑکیوں سے نسل جاری ہے۔ آپ کے صاحبزادے سید نظام الدین احمد صاحب اپنے تمام مرحوم بھائیوں سے چھوٹے تھے۔ جن کی شادی مسماة صالحہ خاتون بنت سید ظفر الدین رضوی بن سید نظیر الدین رضوی بن میر سید رضی الدین رضوی ساکن موضع پیلواں آدم پور سے ہوئی۔ مسماة شکر کی صاحبزادیاں مسماة بی بی صالحہ خاتون زوجہ مولوی ریاض الحق بن مولوی سرور الحق بن مولوی جسیم الدین ساکن موضع رہی ضلع پٹنہ اور مسماة بی بی قمر النساء زوجہ سید محمد حنیف کمپاؤنڈر بن ڈاکٹر سید عبد الحلیم بن سید عبدالکریم عرف میر بلاتی بن میر سید اشرف علی بن میر سید لطف علی بن میر سید محمود علی ساکن موضع کوپاسنگرہ ضلع پٹنہ سے نسل جاری ہے۔

سید نظام الدین احمد بن مسماة بی بی شکر بنت میر سید بہادر علی علیہ رحمۃ پکوری کے تفصیلی حالات اگلے صفحات پر بہ تذکرہ موضع اور نگہور موجود ہے۔ حضرت سید نظام الدین مرحوم کو مسماة بی بی صالحہ خاتون مرحومہ ساکن موضع پیلواں کے بطن سے چھ اولادیں ہیں پسر اول راقم الحروف سید قیام الدین نظامی قادری الفردوسی (بی۔ اے)، پسر دوم عزیزی سید امام الدین سلمہ (بی۔ کام)، پسر سوم عزیزی سید حسام الدین اشرف سلمہ، (ایف۔ اے)، پسر چہارم سید احتشام الدین ارشد سلمہ (ایم۔ اے سیاسیات)، دختر اول بی بی شگفتہ مٹوانہ عرف شہلا سلمہ زوجہ سید وصی احمد زیدی خسرو پوری اور دختر دوم بی بی شگفتہ فرزانہ عرف شیریں زوجہ ڈاکٹر خواجہ سید احسان ربانی بن خواجہ سید محمد کمال شہر گھاٹوی ضلع گیا۔

سید قیام الدین نظامی قادری الفردوسی بن سید نظام الدین احمد بن مسماة بی بی شکر بنت میر سید بہادر علی پکوری کا تذکرہ بھی کتاب ہذا میں تفصیل سے تحریر ہے۔ راقم قیام الدین کو مسماة بی بی نفیسہ خاتون ساکن موضع کوپاسنگرہ سے اللہ جل شانہ نے پانچ

اولادیں عنایت کی ہیں۔ سب سے بڑی بچی بی بی وقار النساء تبسم سلما کی شادی عزیز بن سید محمد احتشام سلمہ بن سید محمد محترم بن سید منظور احمد بن سید محمد اسماعیل ساکن موضع بہراواں ضلع پٹنہ سے کی ہے۔ تبسم سلما کو اس وقت ایک بچی ہے۔ تاریخ پیدائش ۲۰ رمضان المبارک ۱۴۱۳ھ مطابق ۱۵ مارچ ۱۹۹۳ء ہے۔ نام سمعیہ فردوس رکھا گیا ہے۔ راقم کے بڑے لڑکے کا نام سید ندیم احمد نظامی، دوسرے کا سید فرخ احمد نظامی اور تیسرے کا نام سید عون احمد نظامی ہے۔ تمام بچوں میں سب سے چھوٹی بچی عزیز بنی فاطمہ الزہرا زویٰ سلما کو ہم لوگ پیار سے گریٹا کہتے ہیں۔ میٹرک کا امتحان فرسٹ ڈویژن سے پاس کیا۔ اتر کے بعد اس وقت گورنمنٹ پولیٹیکنک انسٹیٹیوٹ برائے خواتین کراچی میں زیر تعلیم ہے اور گورنمنٹ ٹیکنالوجی میں ڈپلوما کر رہی ہے۔

سید ندیم احمد نظامی سلمہ :- ۲۷۔ اکتوبر ۱۹۶۷ء کو ڈھاکہ، مشرقی پاکستان میں پیدا ہوئے۔ تعلیمی سلسلہ کراچی میں شروع ہوا۔ این۔ ای۔ ڈی انجینئرنگ یونیورسٹی سے میکینیکل ٹیکنالوجی میں انجینئرنگ کرنے کے بعد ایک نجی ادارے میں ملازمت کی ابتدا کی ہے۔ تعلیمی کیریئر بڑا اچھا رہا ہے۔ میٹرک سے بی۔ ای تک سارے امتحانات میں ہمیشہ اول درجہ حاصل کیا ہے۔ صوم و صلوة کے پابند ہیں۔ سنت رسول مقبول کو چہرہ پر سجا رکھا ہے۔ شریعت کی پابندی کا خیال رکھتے ہیں۔ خوش خوراک اور خوش پوشاک ہیں۔ قد لاتبا، ہڈیاں چوڑی ہیں۔ بدن پر گوشت نہیں لیکن سینہ سڈول ہے۔ ناک لابی اور پیشانی کشادہ ہے۔ رنگ کھلتا ہوا ہے۔ مختصر یہ کہ اپنے پر دادا میر سید امیر الدین علیہ رحمۃ کی وجاہت ورثے میں پائی ہے۔ مزاج میں سادہ پن ہے۔ حالات و واقعات کے مطابق مصلحت کو مد نظر نہیں رکھتے۔ عملی زندگی میں اپنی تعلیمی صلاحیتوں اور محنت و کاوش سے انشاء اللہ ترقی کی منزلیں طے کریں گے۔

سید فرخ احمد نظامی سلمہ :- ۳۰ اپریل ۱۹۶۹ء کو ڈھاکہ، سابق مشرقی پاکستان میں پیدا ہوئے۔ میٹرک کے بعد جناح پولیٹیکنک انسٹیٹیوٹ۔ کراچی سے مکینیکل ٹیکنالوجی میں ڈپلوما کیا ہے۔ اس وقت بی ٹیک کے آخری سال میں ہیں اور گذشتہ دو سال سے صوبائی حکومت کے ادارہ آب (واٹر بورڈ) میں سب انجینئر کی حیثیت سے برسرکار ہیں۔ ماشاء اللہ بڑے ذہین اور ہوش مند نوجوان ہیں۔ بزرگوں کی نصیحتوں پر بڑی سنجیدگی سے توجہ دیتے ہیں اور اپنی عملی زندگی میں اس سے استفادے کی کوشش کرتے ہیں۔ دوستوں کی تعداد زیادہ رکھتے ہیں اور بہت سوشل ہیں۔ سیاست کا بھی شوق ہے۔ اچھی انتظامی (Managment) صلاحیت کے مالک ہیں۔ اپنے کام میں لگن اور شوق کے ساتھ محنت کرتے ہیں۔ کم خوراک ہیں اور لباس کے معاملہ میں سادگی کی طرف مائل ہیں۔ قد لاتبا، ہڈی چوڑی ہے۔ جسم دبلا مگر سینہ چوڑا ہے۔ ناک کھڑی اور پیشانی کشادہ ہے۔ رنگ گندمی ہے۔ اپنے منجھلے ماموں سے شکل و شباہت اور خیالات میں انتہائی حد تک مطابقت رکھتے ہیں۔ محنت کرتے رہے اور بزرگوں کے مشوروں پر عمل پیرا رہے تو انشاء اللہ دن دوئی رات چوگنی ترقی کریں گے۔

حافظ سید عون احمد نظامی ۲۳ مارچ ۱۹۷۲ء کو کراچی میں پیدا ہوئے اپنے دادا جان حضرت سید نظام الدین کی خواہش اور جدوجہد کے نتیجہ میں ساڑھے دس سال کی عمر میں صرف ڈھائی سال کے عرصہ میں حفظ کلام اللہ مکمل کر لیا۔ حفظ قرآن کے بعد مدرسہ میں درس نظامی کے لئے داخل کئے گئے۔ عزیز بن موصوف کو تعلیم اسلامیہ کے حصول میں بے انتہا رکاوٹوں کا سامنا ہے۔ تمام تر مشکلات اور رکاوٹوں کے باوجود عزیز بن موصوف اپنے مقصد کی تکمیل میں سرگرداں ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کے صدقے



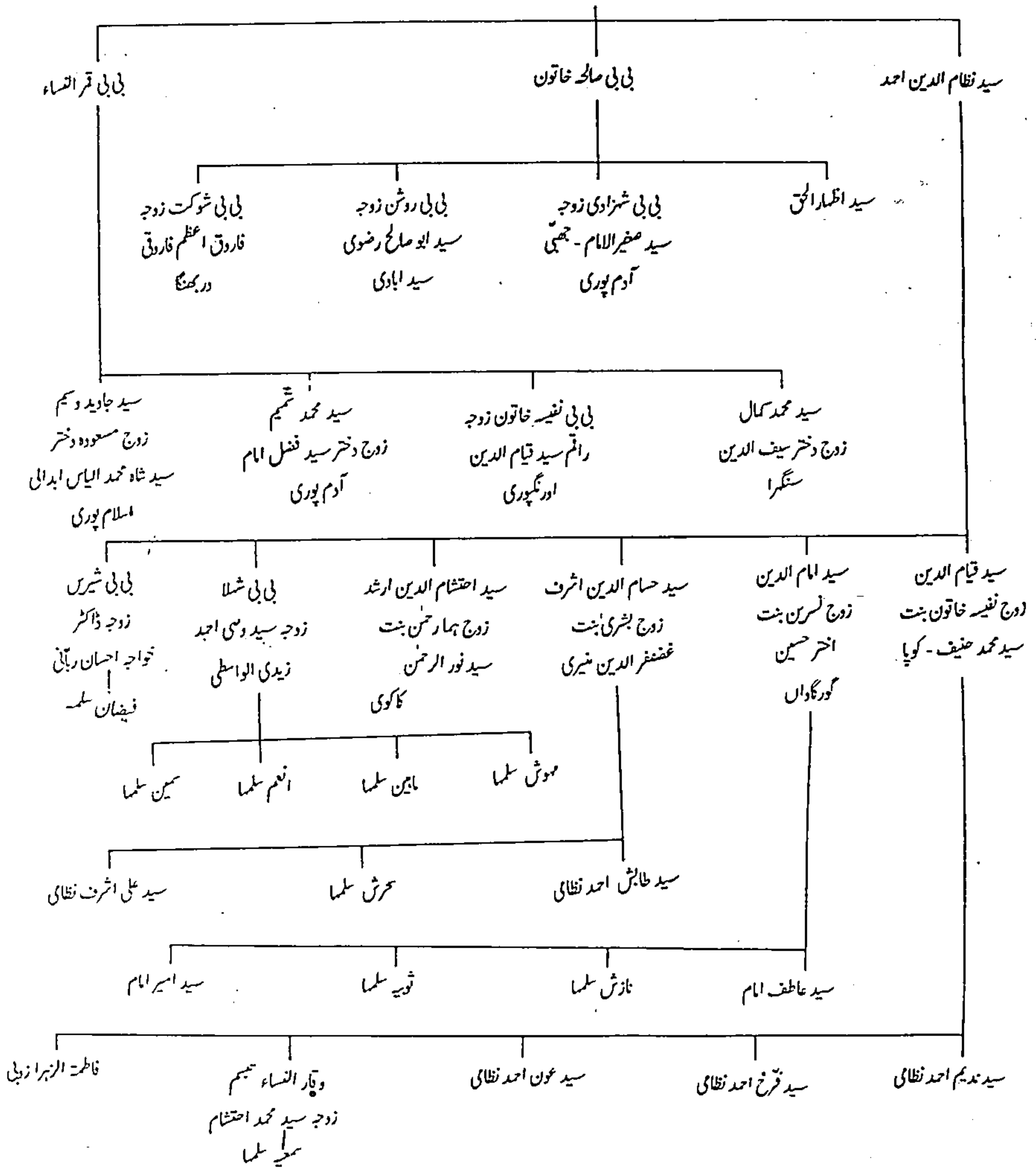
شرفاً پہناری کے وسیلے سے عالم باعمل بنائے۔ علم دین کو حصول رزق کے بجائے رشد و ہدایت خلق کے لئے استعمال کی توفیق عطا فرمائے آمین ثمہ آمین۔ عون احمد سلمہ اس وقت درس نظامیہ کے آخری سال میں ہیں۔ ایک اچھے حافظ اور خوش الحان قاری ہیں۔ ۱۹۹۳ء کو پہلی بار روشن باغ (النور سوسائٹی) کی جامع مسجد میں رمضان کے مہینہ میں تراویح پڑھانے کا موقع ملا۔ مقتدی سامعین نے بڑے ذوق و شوق سے سنا، پسند کیا اور تعریف و توصیف سے نوازتے ہوئے ہمت افزائی فرمائی۔ درس نظامیہ کے ساتھ انگریزی تعلیم کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ حافظ سید عون احمد نظامی سلمہ پر مولویت کا رنگ غائب ہے اور مجھ جیسے فقیر اور تصوف کے شائقین سے نظریاتی اختلاف کا اکثر اظہار فرمایا کرتے ہیں۔ گھر پر منعقدہ عرس رسول مقبول کے موقع پر محفل سماع اور دوسرے اعراس میں میری دلجوئی کے خیال سے شرکت کرتے ہیں اور قل شریف بھی پڑھتے ہیں۔ لیکن مجھے اکثر ان کی ناپسندیدگی کا احساس ہوتا ہے۔ مجھے امید ہے کہ علم ظاہری کے حصول کے بعد علم باطنی کی ابتدا کے ساتھ اللہ نے چاہا تو حقیقت ان پر منکشف ہو جائے گی۔

حافظ سید عون احمد نظامی سلمہ کا قد لاتبا اور جسم منحنی ہے۔ رنگ صاف ہے۔ ناک اور گردن لابی ہے۔ پیشانی اونچی اور آنکھیں متفکر ہیں۔ اپنے چھوٹے چچا احتشام الدین ارشد سلمہ سے ذہن اور مزاج کو خاص مطابقت حاصل ہے۔ لباس کے معاملہ میں نفاست پسند واقع ہوئے ہیں۔



## تفصیل اولاد مسماة شکر النساء عرف شکر

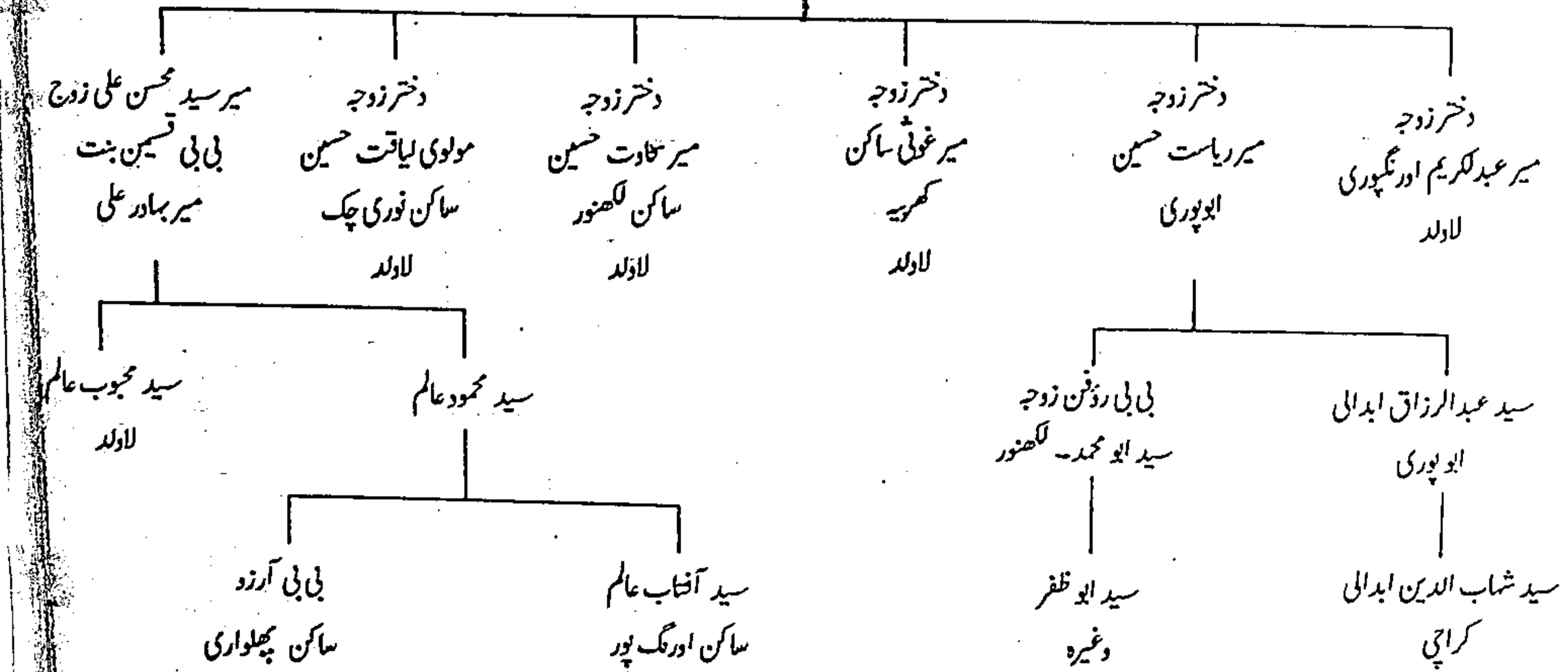
(دختر میر سید بہادر علی پکوری - زوجہ میر سید امیر الدین اورنگپوری)



میر سید علیم الدین بن میر سید راحت علی پکوری - آپ میر سید بہادر علی پکوری موصوف کے چچا زاد بھائی تھے۔ آپ نے بچپن کا زمانہ اپنے آبائی گاؤں پکوره میں گزارا۔ جوانی میں ہمیشہ کلکتہ میں رہے۔ اکثر و بیشتر دوچار دنوں کے لئے اپنے گاؤں تشریف لاتے۔ چونکہ آپ اپنے والدین کی اکلوتی اولاد تھے اس لئے آپ کا آبائی مکان بند رہتا۔ جب کبھی پکوره تشریف لاتے دوچار دنوں رہ کر اپنے چچا زاد بھائی میر بہادر علی اور ان کے بچوں سے مل کر واپس کلکتہ چلے جاتے۔ آپ کی شادی کلکتہ ہی میں ہوئی اور چالیس سال کی عمر میں مستقل طور پر اپنی اہلیہ اور ایک خورد سال بچہ مولوی عبدالغفور صاحب کے ساتھ پکوره واپس آگئے۔ اپنے آبائی مکان کی مرمت کرائی اور اپنی اہلیہ اور صاحبزادے مولوی عبدالغفور صاحب کو اس میں آباد کیا۔ اس کے بعد آپ برابر پکوره ہی میں مقیم رہے اور یہیں وصال فرمایا۔ مولوی عبدالغفور مرحوم کی شادی ملک برادری کی بستی ملاٹھی میں ہوئی۔ آپ کے ورثاء میں تمام لوگ کراچی کے علاقہ لائڈھی اور کورنگی میں آباد ہیں۔ جن میں ٹھہور عالم مرحوم، سرور عالم، محبوب عالم، انصار عالم مرحوم، ایک دختر اور ان کے بیچے خوش و خرم زندگی گزار رہے ہیں۔

دختر میر چمن علی پکوری (خواہر میر سید بہادر علی) - میر بہادر علی کی ہمیشہ کی شادی میر جمن ساکن لکھنور سے ہوئی اولاد کی تفصیل درج ذیل ہے۔

### اولاد خواہر میر بہادر علی

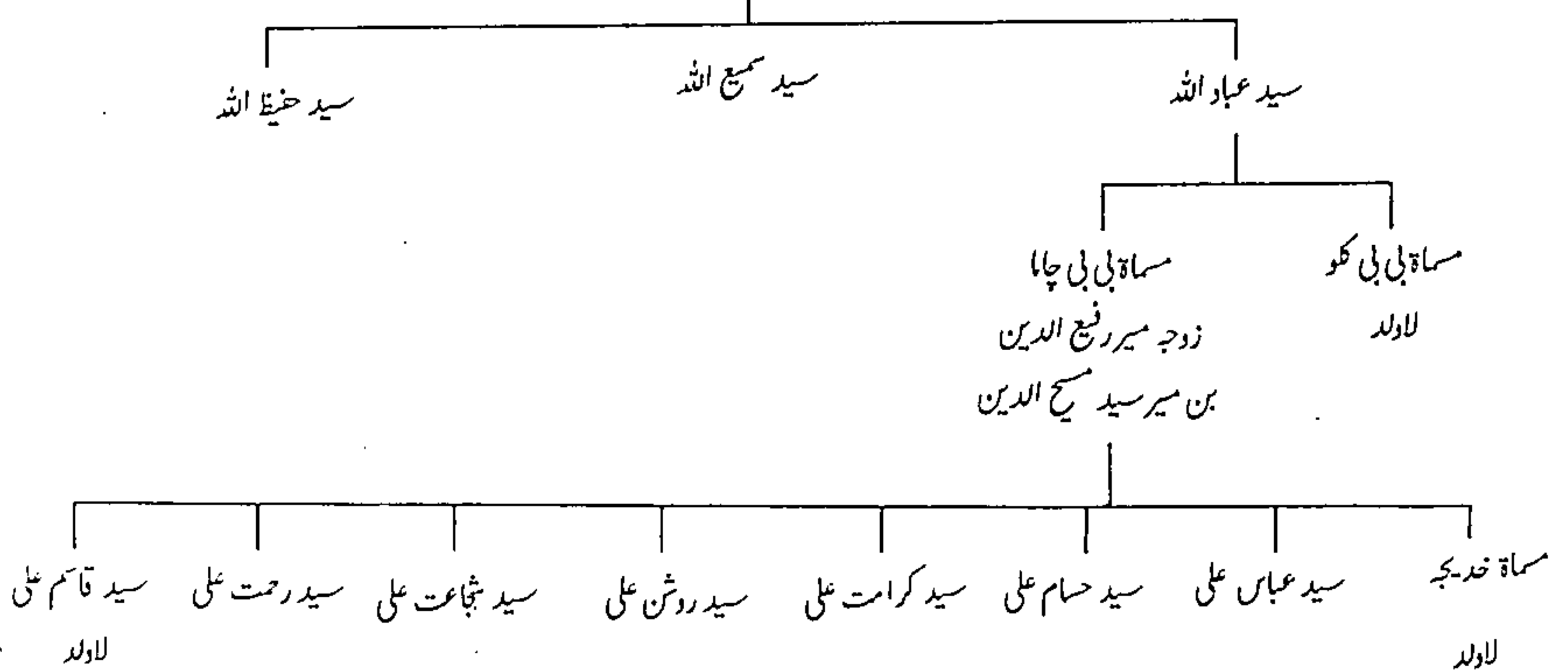


## موضع اورنگپور۔

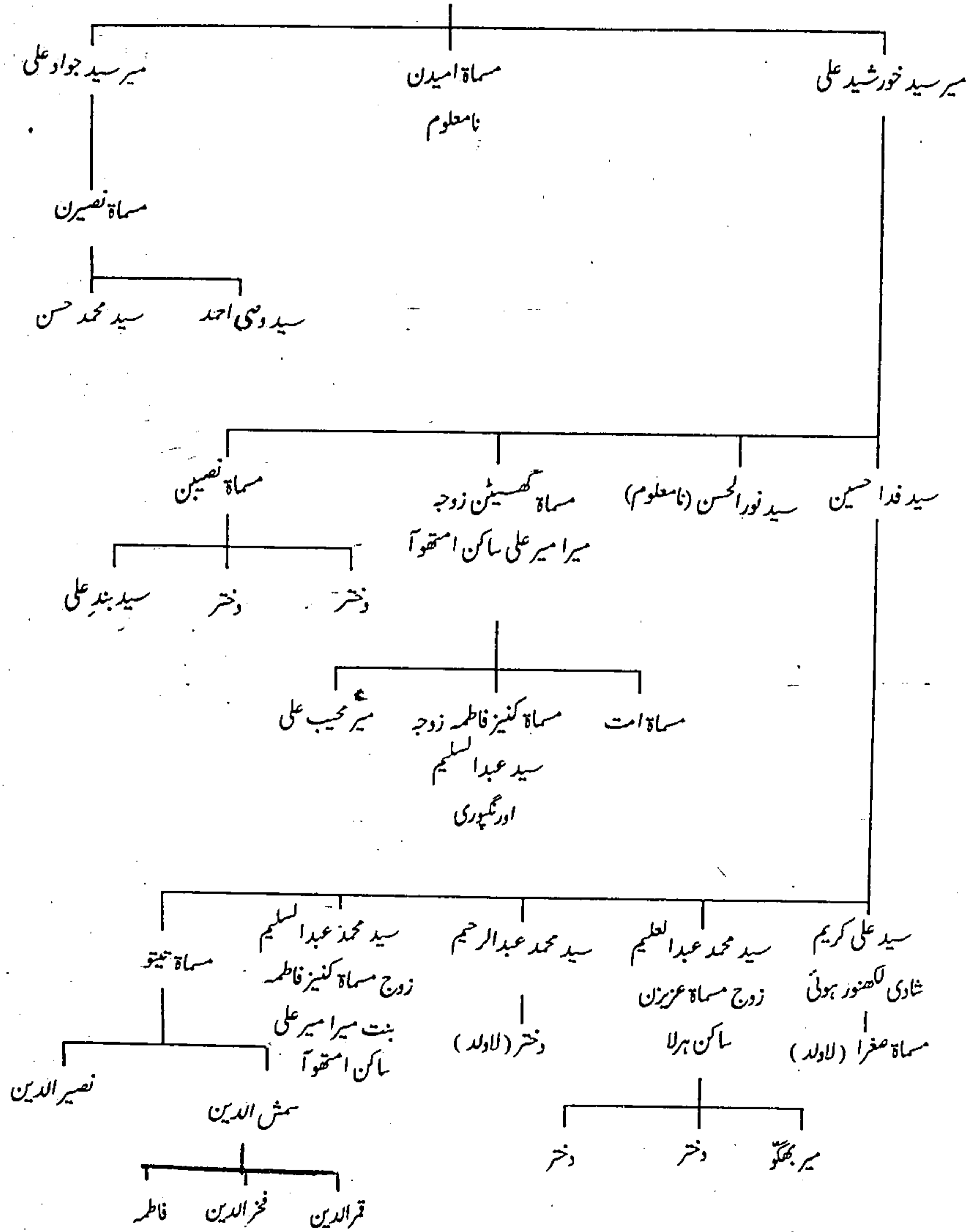
اورنگپور موضع پکوره سے بالکل ملحق بستی ہے۔ اس کے اکثر مکانات کے حصے پکوره کے حدود میں ہیں۔ یہاں حضرت محموم سید سعادت علی شہید پکوری کے بھانجے، حضرت محموم سید علی حیدر مشدی کی اولاد آباد ہوئی۔ حضرت محموم سید علی حیدر مشدی قدس سرہ العزیز کی صاحبزادی حضرت بی بی دولت تھیں۔ جن کے صاحبزادے سید فیروز احمد علیہ رحمۃ تھے۔ سید فیروز احمد کے لڑکے سید سید اللہ تھے۔ سید سید اللہ کے دو لڑکے سید عنایت اللہ جن کا حال معلوم نہیں، دوسرے لڑکے کا نام سید ثناء اللہ تھا۔ سید ثناء اللہ کے تین لڑکوں سید عباد اللہ، سید سمیع اللہ اور سید حفیظ اللہ سے نسل پھیلی جس سے اورنگپور کی آبادی میں کافی اضافہ ہوا۔ حضرت محموم سید علی حیدر مشدی اور آپ کے برادر حقیقی محموم سید جلال مشدی کا مزار اورنگپور میں ایک پختہ چبوترے پر ہے۔ چونکہ یہ بستی آپ کی اولادوں سے خالی ہو گئی ہے۔ اس لئے مزار مبارک منہدم ہو رہا ہے۔ راقم الحروف سید قیام الدین نظامی الفردوسی جولائی ۱۹۷۹ء میں جب ہندوستان گیا تو اپنے بزرگوں کے مزارات پر فاتحہ پڑھنے اور وطن کی محبت کے جذبات سے سرشار اپنے آبائی گاؤں اورنگپور پکوره پہنچا۔ مزار مقدس کی شکستہ حالت اور بستی کی ویرانی دیکھی نہ گئی۔ اورنگپور پکوره کی شادو آباد بستی جہاں ہر وقت چہل پہل رہتی تھی۔ عید و بقر عید کے موقع پر اور محرم کے زمانہ میں یہ بستی اپنے دور افتادہ فرزندوں کو اپنی آغوش میں کھینچ لاتی تھی۔ اب سنسان کھنڈر ہے۔ اتنی بڑی بستی میں صرف تین مکانات باقی ہیں۔ جس کے مکین بھی خزاں رسیدہ درخت کی طرح بے بس و بے حس زندگی گزار رہے ہیں۔ یہاں کی بیشتر آبادی پاکستان منتقل ہو گئی ہے۔ اس بستی میں میر سید بہادر علی پکوری کے خیش میر سید امیر الدین علیہ رحمۃ کا خاندان آباد تھا۔ اب اس خاندان کے تمام افراد شہر کراچی پاکستان آگئے ہیں۔

## تفصیل اولاد حضرت سید ثناء اللہ

### اورنگپوری



## سید عباس علی بن میر سید رفیع الدین اور نگپوری



## سید محمد عبدالسلیم بن سید فدا حسین

(زوج مسماہ کنیز فاطمہ بنت میرا میر علی)

ساکن امٹھوآ

سید محی الدین عرف دگڑو  
لاولد

سید صدیق عالم عرف مدو

سید فہیم الدین زوج  
مسماہ آمنہ خاتون بنت میر محیب علی  
ساکن امٹھوآ

مسماہ معینہ خاتون

مسماہ نعیمہ خاتون

سید وکیل احمد زوج  
مسماہ بلقیس بنت سید یونس اختر  
بن سید لطیف الرحمن ساکن  
سید آباد

از محل ثانی

از محل اولی

سید آفتاب عالم

سید شفیق عالم کراچی  
زوج مسماہ جمیلہ خاتون بنت  
غلام دستگیر ساکن دریاپور

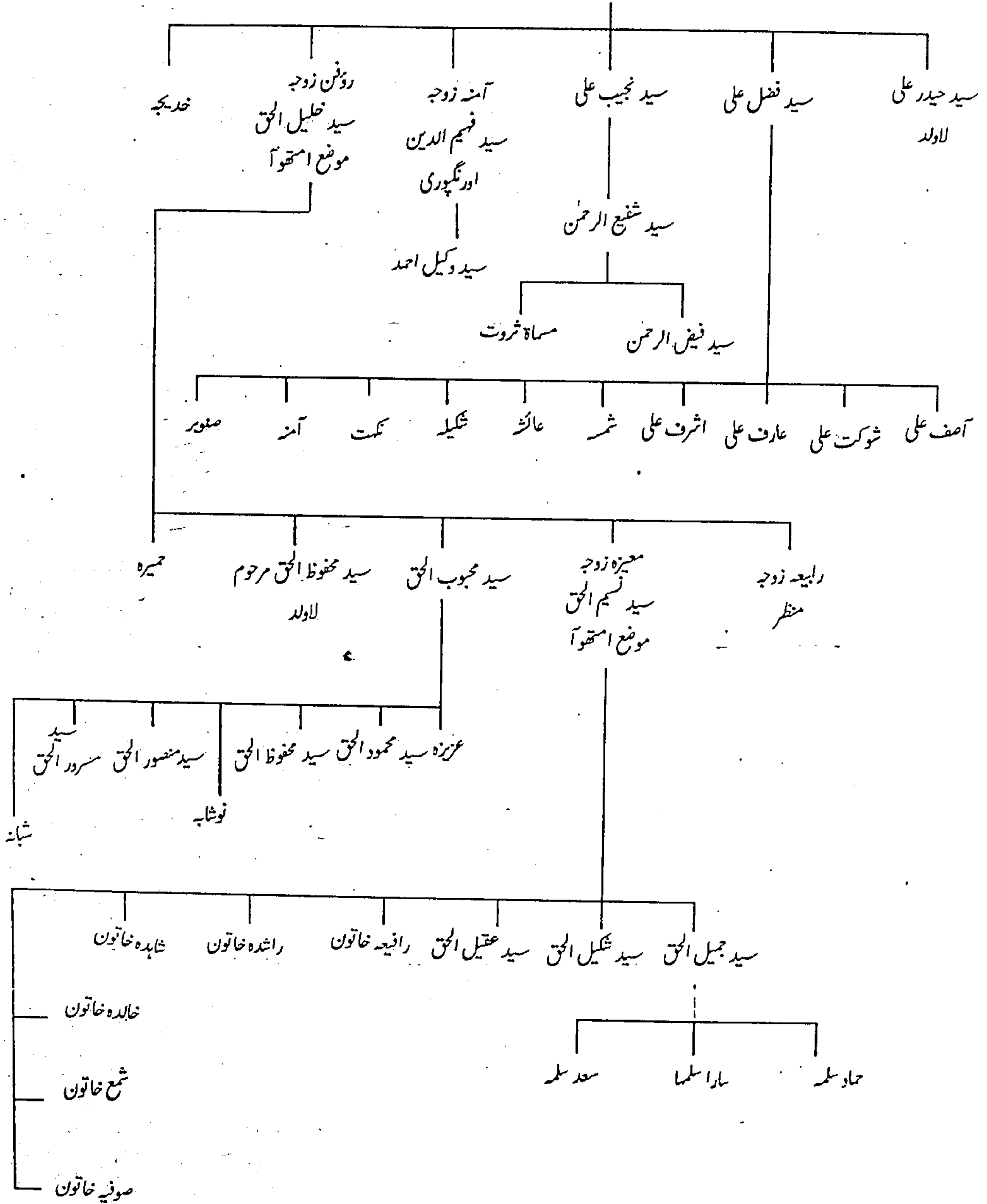
سید اقبال عالم

سید آفتاب عالم

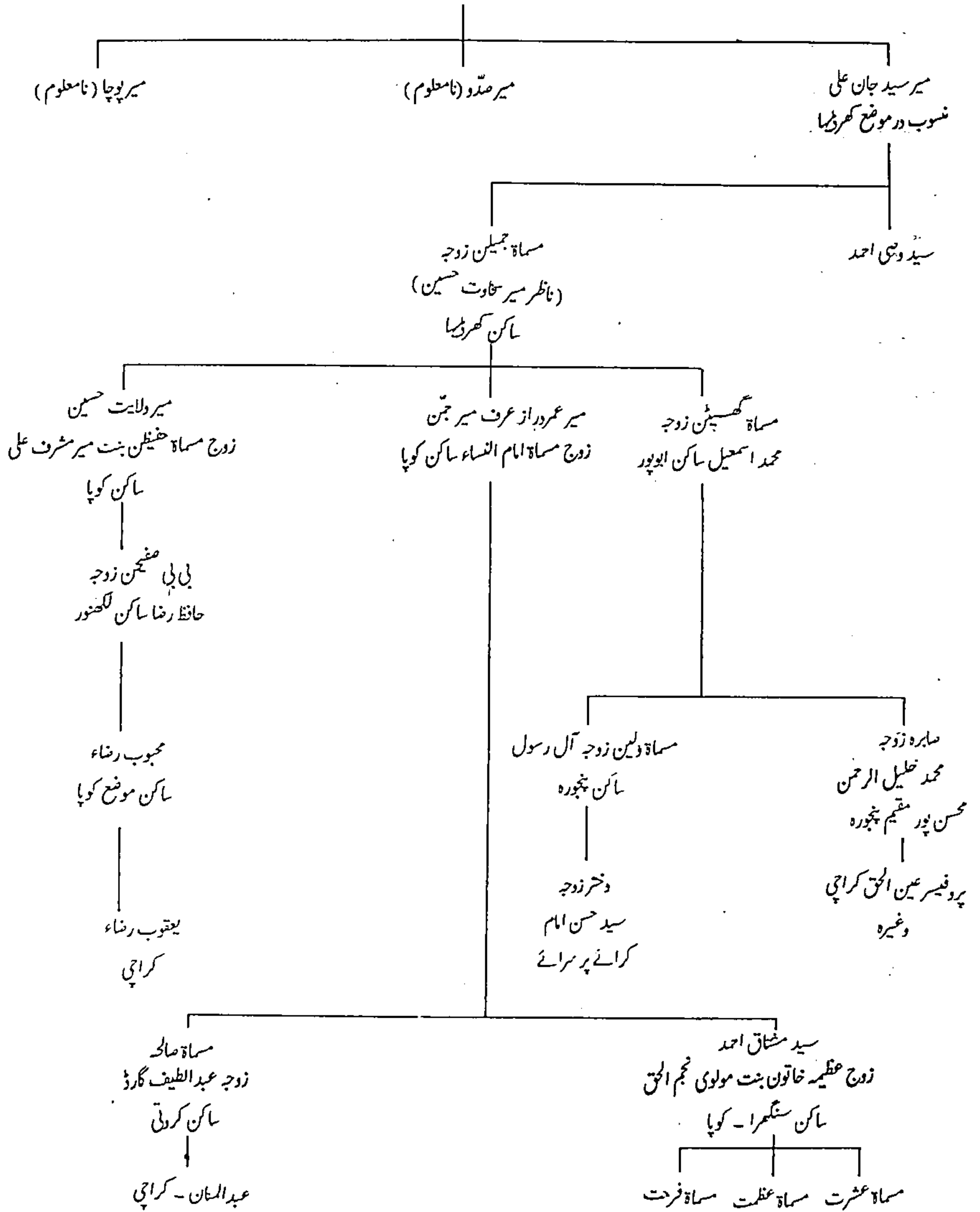
سید بدر عالم  
زوج مسماہ شاہدہ خاتون  
بنت پروفیسر عین الحق

ظہیر عالم  
صادقہ  
صائمہ  
تائیدہ

## سید محیب علی بن مسماة گھسیٹن اور نگپوری

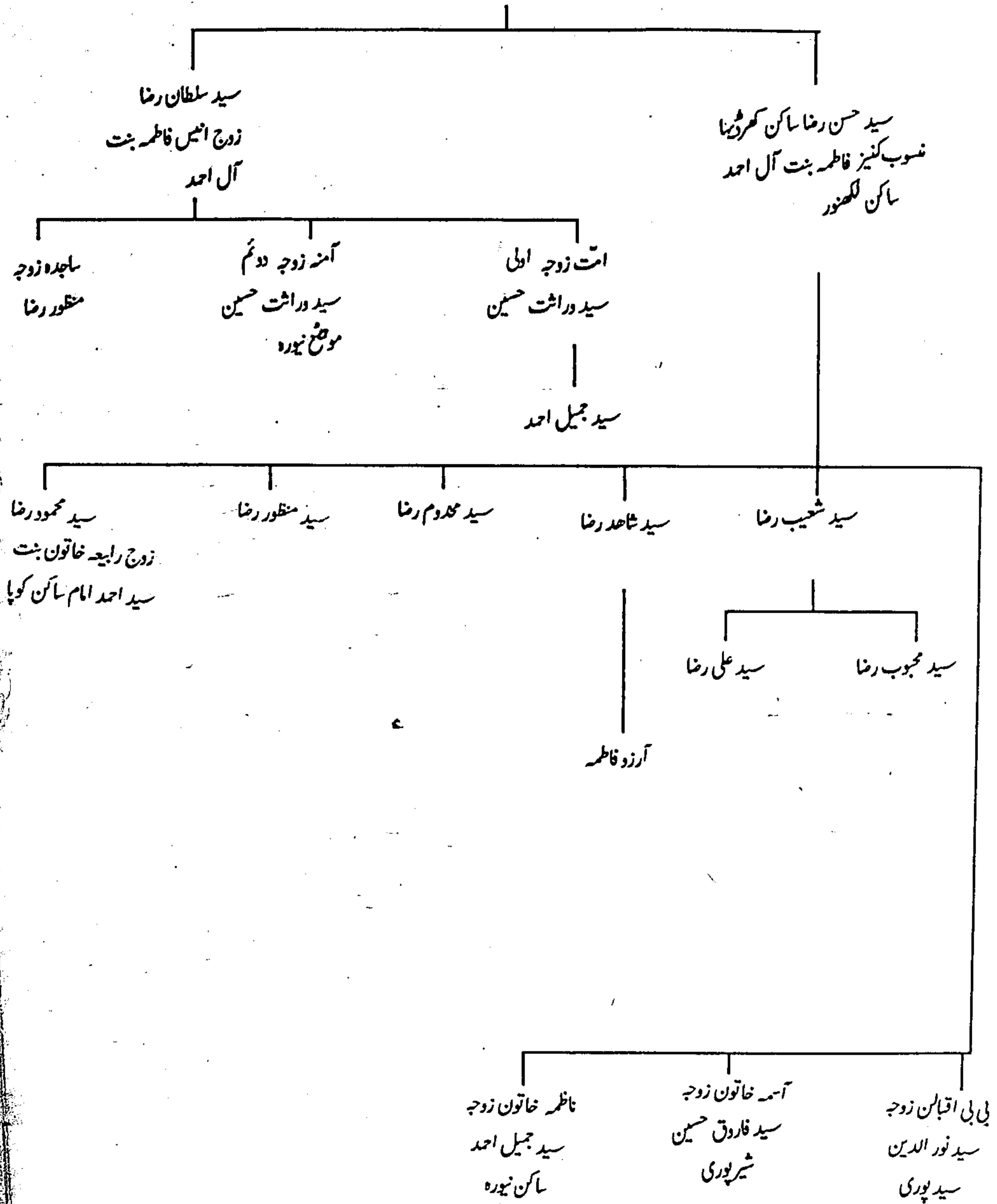


# سید حسام علی بن میر رفیع الدین اور نگپوری

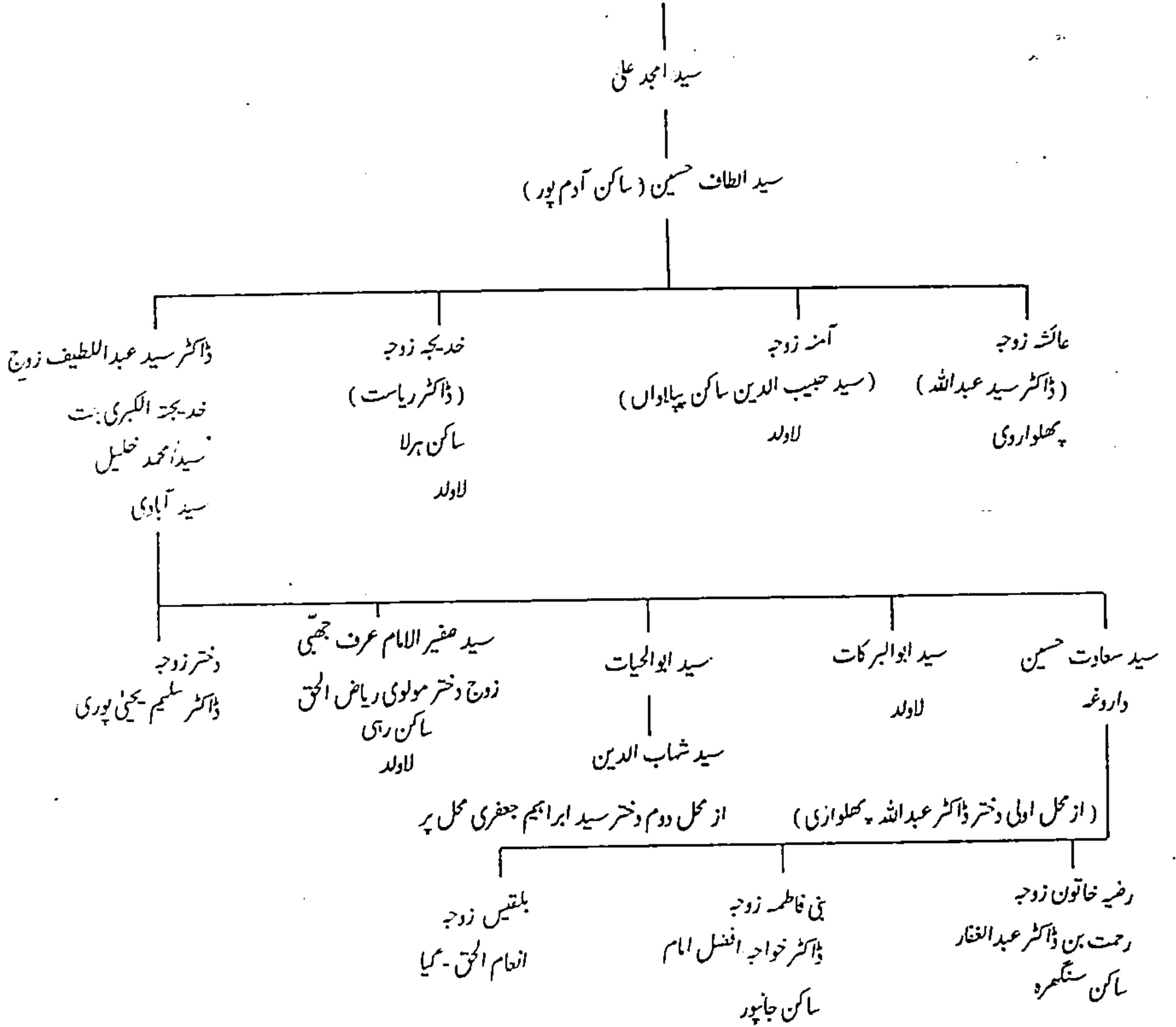




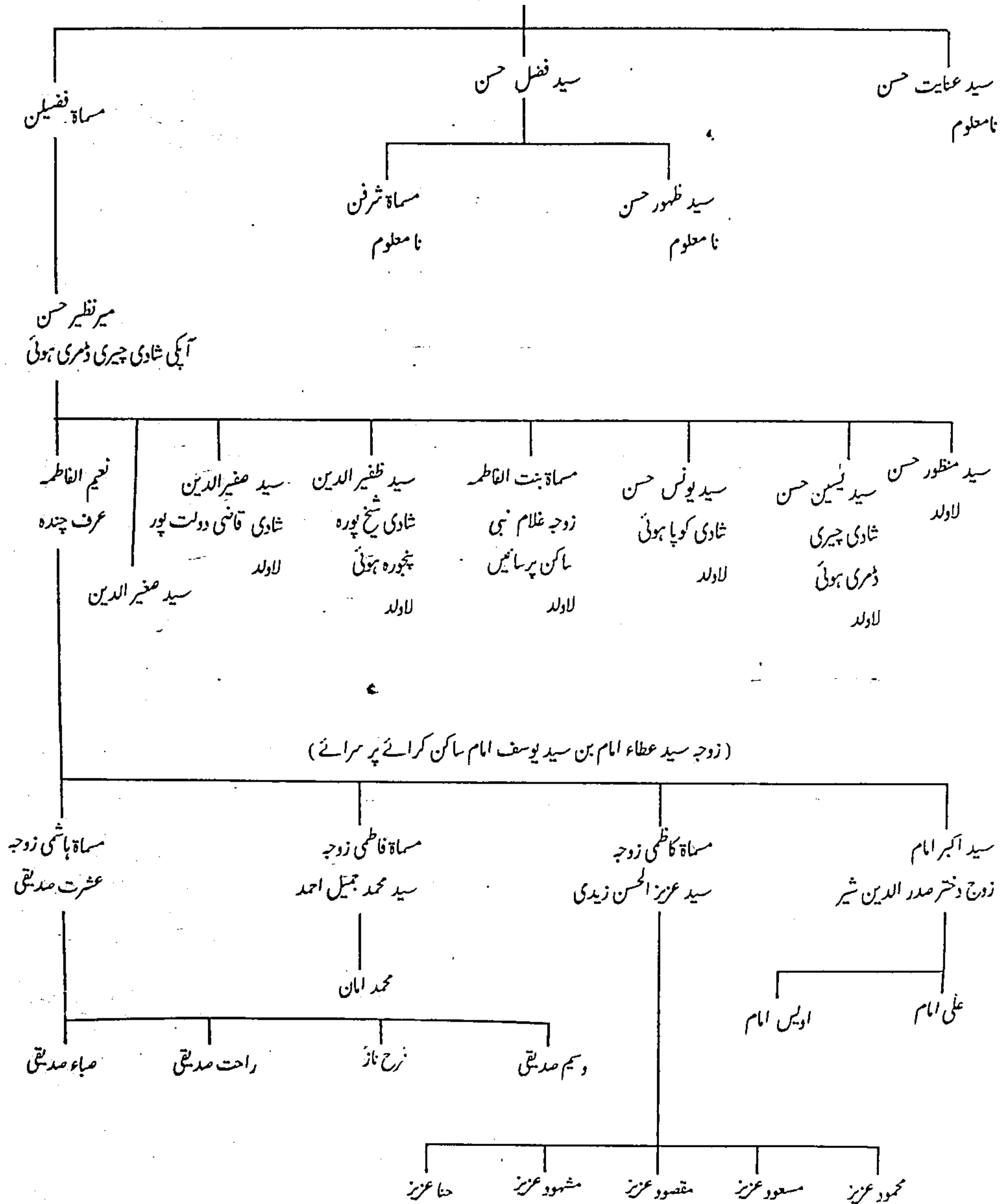
# سید وصی احمد ساکن کھرڈیہا بن سید جان علی اور نگپوری



## سید کرامت علی بن میر رفیع الدین اورنگپوری



# سید روشن علی بن میر رفیع الدین اور نگپوری



## میر سید شجاعت علی بن میر سید رفیع الدین اور نگپوری۔

آپ کی شادی بی بی ضمیر بنت سید حفیظ اللہ بن سید ثناء اللہ بن سید اللہ بن سید فیروز احمد بن مسماۃ بی بی دولت بنت محرم سید علی حیدر مشہدی قدس سرہ العزیز ساکن اورنگپور یکے از اولاد حضرت امام موسیٰ کاظمؑ سے ہوئی۔ جن سے صرف ایک صاحبزادے جناب سید تفضل حسین عرف میر گنگو علیہ رحمۃ تھے۔

میر سید تفضل حسین عرف میر گنگو بن میر شجاعت علی اور نگپوری۔

آپ کی شادی موضع کھرڈیہا میں آپ کے چچا زاد بھائی سید جان علی بن سید حسام علی بن میر سید رفیع الدین اور نگپوری کی سالی سے ہوئی۔ جن سے دو صاحبزادے میر سید جمال الدین اور میر سید امیر الدین اور دو صاحبزادیاں مسماۃ صغریٰ اور مسماۃ زہرا تھیں۔ صاحبزادیاں لا ولد اس دنیا سے گئیں۔ میر سید تفضل حسین عرف میر گنگو علیہ رحمۃ کی زیادہ تر زمینداریاں گنگا پار کے علاقے میں تھیں۔ آپ اپنی زمینداری کے انتظام و انصرام کے سلسلہ میں بیشتر اوقات ان علاقوں میں گزارتے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ خاندان اور برادری میں میر گنگو کے نام سے مشہور ہوئے۔

## میر سید جمال الدین بن میر سید تفضل حسین عرف میر گنگو اور نگپوری۔

سید جمال الدین علیہ رحمۃ دو بھائی تھے۔ ایک خود میر سید جمال الدین دوسرے میر سید امیر الدین علیہ رحمۃ۔ آپ کے والد میر گنگو علیہ رحمۃ آپ دونوں کو خوردسال چھوڑ کر وصال کر گئے۔ کچھ دنوں بعد والدہ کا سایہ بھی سر سے اٹھ گیا۔ ابھی آپ دونوں حضرات کم سن تھے اور سن بلوغ کو نہیں پہنچے تھے کہ ماں اور باپ کی شفقتوں سے محروم ہو گئے۔ گھر میں کوئی دوسرا بڑا بزرگ نگہداشت کرنے والا نہ تھا۔ اس لئے ان دونوں بھائیوں کی پرورش نہیال موضع کھرڈیہا میں ہوئی اور آبائی گاؤں اور نگپور سے ان کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔

میر سید جمال الدین کا قد درمیانہ، جسم چھمرہ، رنگ گورا، ناک کھڑی اور آنکھوں سے رعب و دبدبہ نمایاں تھا۔ ریش مبارک کسی حد تک گھنی تھی۔ طبیعت میں جلال تھا۔ گھر کے تمام افراد آپ کی طبیعت سے واقف تھے۔ آپ کی مرضی کے خلاف کوئی شخص کسی عمل اور لب کشائی کی جرات نہیں کرتا۔ خاص طور سے غیر اسلامی رسم و رواج کو آپ مطلقاً پسند نہیں کرتے۔ خوفِ خدا اور حبِ رسول سے سرشار تھے۔ حمد خدا، نعت رسول مقبول اور بزرگوں کی منقبت بڑے ذوق و شوق سے سنتے اور بے خود ہو کر جھومتے۔ تعلیم دینیہ کو قابل اکتساب جانتے اور انگریزی تعلیم کے شدید مخالف تھے۔ کسی پر ظلم برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ صاف اور کھری بات کرنے کے عادی تھے۔ اگر کسی پر ظلم ہوتا تو مظلوم کی دادرسی کے لئے مسلح ہو کر نکل کھڑے ہوتے۔ بڑے سے بڑا زور آور اور صاحب اقتدار بھی ان کی راہ نہ روک پاتا۔ یہی وجہ تھی کہ آپ کی موجودگی میں بستی کے حدود میں کوئی بھی بے جا ظلم و زیادتی کی جرات نہیں کر پاتا تھا۔ میر جمال الدین صاحب کو اپنے چھوٹے بھائی میر امیر الدین صاحب سے غایت درجہ محبت تھی۔ میر امیر الدین صاحب سیاحت پسند واقع ہوئے تھے۔ طبیعت کے اسی رحمان کی بناء پر ہندوستان کے دور دراز شہروں اور علاقوں کی سیاحت کو نکل جاتے۔ ایک مرتبہ دوران سفر ریلوے کی ملازمت کر لی اور اسسٹنٹ گارڈ کے عہدے پر فائز ہو گئے۔ ایک مدت تک گھر سے باہر رہے۔ میر صاحب

چھوٹے بھائی کی جدائی برداشت نہ کر سکے۔ جب آپ کو بھائی کا حال معلوم ہوا اور اس ملازمت کی خبر ہوئی تو تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔ منت سماجت کر کے ملازمت سے استعفیٰ دلا کر واپس لائے اور اس خیال سے کہ آئندہ کہیں نہ جائیں ان کی شادی کر دی اور اپنے آبائی گاؤں اورنگپور میں رہائش کی تاکید کی۔ امیر الدین صاحب نے اس طرح دوبارہ جدی مسکن کو آباد کیا اور جمال الدین صاحب اپنی سسرال موضع گورہواں میں مقیم ہوئے۔ امیر الدین صاحب کی خواہش تھی کہ بڑے بھائی کے ساتھ ہی موضع گورہواں میں آباد ہوں۔ آپ نے اپنی خواہش کی تکمیل کے لئے کچھ زمین رہائشی اور قابل کاشت موضع گورہواں میں خرید بھی لی۔ لیکن آپ کی اچانک جواں سال موت نے آپ کے پروگرام کو پورا نہ ہونے دیا۔

میر سید جمال الدین صاحب کی دو شادیاں ہوئیں۔ پہلی شادی میر رستم علی ساکن آدم پور کی دختر مسماۃ بی بی قسیم سے ہوئی۔ آپ شادی کے بعد موضع گورہواں نزد موڑھی، ضلع پٹنہ میں آباد ہو گئے۔ یہ بستی کرائی لسنہ اور موڑھی کے قریب ملک برادری کی بڑی پرانی بستی تھی۔ اس موضع میں میر رستم علی کی زمینداری تھی۔ جو میر صاحب کے حصہ میں آئی اور یہی وجہ تھی کہ آپ کو یہاں رہائش اختیار کرنی پڑی۔ آپ کی محل اولیٰ سے صرف ایک لڑکی مسماۃ کنیز فاطمہ ہوئیں۔ مسماۃ کنیز فاطمہ کی شادی مولوی سعید الدین بن مولوی نصیر الدین ساکن موضع گورگیاں سے ہوئی۔ جن سے ایک لڑکی مسماۃ اللہ رکھی ہوئیں۔ مسماۃ اللہ رکھی کی شادی سید وحی احمد وکیل بن میر باقر علی بن منشی میر محمد اسمعیل ساکن نیورہ سے ہوئی۔ مسماۃ اللہ رکھی کے اہل و عیال قصبہ جہان آباد ضلع گیا، صوبہ بہار، ہندوستان میں شادو آباد ہیں۔

میر سید جمال الدین کی دوسری شادی مسماۃ برات النساء بنت میر امجد علی ساکن رہوئی مقیم دگھا گھاٹ پٹنہ سے ہوئی۔ دوسری محل سے تین لڑکے، سید محی الدین عرف موہی، سید معین الدین شہید عرف سوہی اور سید ضیاء الدین عرف سکھو صاحبان اور ایک لڑکی مسماۃ بی بی فاطمہ ہوئیں۔ مسماۃ بی بی فاطمہ کی شادی سید علی حسن مختار ساکن نگلہ سے ہوئی جن سے ایک لڑکا اور دو لڑکیاں ہوئیں۔ لڑکا خورد سال فوت ہوا۔ مسماۃ بی بی فاطمہ کی لڑکیوں میں مسماۃ میمونہ خاتون زوجہ مولوی عبد السلام بن مولوی عبد الرزاق ساکن موضع نراواں (نزد براواں) ضلع گیا اور مسماۃ نسیمہ خاتون زوجہ مولوی عبد القیوم ساکن شیخپورہ منگیہ سے نسل جاری ہے۔

### سید محی الدین بن میر سید جمال الدین اورنگپوری۔

آپ نے شہر پٹنہ سے تعلیم مکمل کرنے کے بعد دگھا گھاٹ پٹنہ کی ایک مقامی جہاز کسپی میں ملازمت کر لی۔ آپ کی شادی مسماۃ عزیز النساء بنت میر تاجل حسین ساکن دگھا پٹنہ سے ہوئی جن سے ایک صاحبزادے جناب سید عظیم الدین حیدر اور دو لڑکیاں ہوئیں۔ دختر اول مسماۃ صالحہ خاتون کی شادی سید معین الدین بلخی بن سید شاہ غلام معیز الدین بلخی بن غلام شرف الدین بلخی بن سید ابو الحسن بلخی عدلپوری سے ہوئی جن سے ایک لڑکی نزہت سلما ہیں۔ دختر دوم مسماۃ نفیسہ خاتون کی شادی سید ریاض الرحمن عرف مسلم بن سید محمد حمید ساکن سائیں سے ہوئی۔

### سید عظیم الدین حیدر بن سید محی الدین۔

آپ نیک سیرت اور پاک طینت واقع ہوئے ہیں۔ کم گو اور گوشہ گیر فطرت رکھتے ہیں۔ ورد و وظائف میں مشغول

رہتے ہیں۔ سادگی پسند کرتے ہیں۔ اولیا اللہ اور بزرگانِ دین سے خاصی عقیدت و ارادت رکھتے ہیں۔ حضرت مولانا سید شاہ عبدالحی اشرفی علیہ رحمۃ سجادہ خانقاہ حضرت سید اشرف جہانگیر قدس سرہ کچھو چھو شریف سے بیعت ہیں۔ مزار اقدس حضرت اشرف جہانگیر قدس سرہ کی زیارت کے لئے ہر سال ہندوستان کا سفر کرتے ہیں۔ آپ کی طبیعت اور فطرت کا میلان بہت حد تک آپ کے چھوٹے دادا میر سید امیر الدین علیہ رحمۃ کے فطری میلان سے مطابقت رکھتا ہے۔ طبیعت کی فطری نہج، بزرگوں کی صحبت و ارادت اور حضرت مہدوم سید اشرف جہانگیر قدس سرہ سے روحانی وابستگی نے زندگی میں صوفیانہ رنگ پیدا کر دیا ہے۔ تصوف کے اسرار و رموز سے آشنائی کا یہ عالم ہے کہ جب کبھی عشقِ خدا، عشقِ رسول اور عشقِ شیخ سے سرشار ہو کر بے خودی میں یوں شروع کرتے ہیں تو ایسی ایسی باتیں زبانِ مبارک سے نکلتی ہیں کہ اس دور میں بہت کم لوگوں سے سننے میں آتی ہیں۔

آپ بچپن ہی میں والد کے سایہ سے محروم ہو گئے اور والدہ صاحبہ کی زیر نگرانی پرورش پائی۔ تعلیم کا سلسلہ دگھاگھاٹ کے ایک مقامی اسکول سے شروع ہوا۔ طب کے میدان میں اچھی دست گاہ رکھتے ہیں۔ ہومیوپیتھ کے سند یافتہ ڈاکٹر ہیں۔ تعلیم کی تکمیل کے بعد زمینداری کا مشغلہ رہا۔

قد نکلتا ہوا، ہڈی چوڑی، جسم سڈول، رنگ کھلتا ہوا اور ناک کھڑی ہے، چہرہ باریش۔ لباس نہایت سادہ، قمیض، خالت پانجامہ اور سیاہ مخملی ٹوپی مستقل لباس ہے۔ قناعت، صبر و تحمل اور بے نیازی آپ کا خاصہ ہے۔

سید عظیم الدین حیدر بن سید محی الدین موصوف کی شادی مسماۃ قمر النساء بنت سید محمد یوسف بلخی بن محمد یعقوب بلخی بن شاہ غلام مظفر بلخی فتوحوی بن سید شاہ عظیم الدین بلخی بن سید شاہ محمد تقی بلخی بن غلام معز بلخی بن سید شاہ برہان الدین بلخی سے ہوئی۔ جن سے دو صاحبزادے سید فاروق حیدر اور سید انوار حیدر اور تین لڑکیاں رضیہ خاتون سلمہا، عشرت خاتون سلمہا اور اصغری سلمہا ہیں۔ رضیہ سلمہا کی شادی سید شمیم کاردار بن سید انوار کریم صاحب ساکن فتح پور سے ہوئی ہے۔ عشرت سلمہا کی شادی نیاز احمد بن محمد اشرف ساکن شہسرام سے ہوئی ہے۔ عزیزم سید انوار حیدر عرف فیروز سلمہ فلپائین سے ایم بی اے کر کے ایک نجی ادارے میں برسرکار ہیں۔

## سید فاروق حیدر بن سید عظیم الدین حیدر۔

عزیز موصوف بمقام دگھاگھاٹ پٹنہ میں پیدا ہوئے۔ تعلیمی سلسلہ کا آغاز بھی عظیم آباد پٹنہ میں ہوا۔ پٹنہ بورڈ سے میٹرک کیا اور اس کے بعد سابق مشرقی پاکستان کے شہر ڈھاکہ آگئے اور حبیب بینک لمیٹڈ میں ملازمت شروع کی۔ سید فاروق حیدر سلمہ از حد محنتی اور جفاکش نوجوان ہیں۔ دوزین نگاہیں رکھتے ہیں۔ ملازمت کے ساتھ تعلیم کا سلسلہ جاری رکھا اور ڈھاکہ یونیورسٹی سے بی کام کا امتحان اچھے نمبروں سے پاس کیا بینکنگ ڈیپلوما بھی کیا ہے۔ اس وقت حبیب بینک لمیٹڈ کراچی میں وائس پریسیڈنٹ ہیں۔ عزیز موصوف کی ذاتی صلاحیتوں، کاوشوں اور بزرگوں کی دعاؤں سے امید ہے کہ اپنی زندگی میں ترقی کی زیادہ سے زیادہ منزلیں طے کریں گے۔ اور بامِ عروج کو پہنچیں گے۔ نہایت خوش خلق اور متسار طبیعت رکھتے ہیں۔ حد درجہ سوشل اور کثیر البلاقات ہیں۔ ان کی شادی مسرت خاتون بنت نجم الہدیٰ فاطمی ساکن ابدال پور ضلع پٹنہ سے ہوئی ہے۔ جن سے اس وقت چار اولادیں سید شاہ رخ سلمہ، سید شرجیل سلمہ، شائلہ حیدر سلمہ اور سیدہ فاطمہ حیدر سلمہا ہیں۔ شاہ رخ سلمہ کیڈٹ کالج

سے میٹرک کرنے کے بعد کالج میں زیر تعلیم ہیں۔

## سید معین الدین شہید بن میر سید جمال الدین اور نگپوری۔

آپ کی شادی پھلواری میں سید نور عالم صاحب کی دختر سے ہوئی۔ ڈاکٹر نور عالم صاحب ڈاکٹر عبد اللہ صاحب پھلواری کے سگے بھانجے تھے۔ آپ کو تین لڑکیاں اور دو لڑکے ہوئے۔ سب سے بڑی لڑکی کی شادی جناب سید ولی عالم صاحب مرحوم ساکن دریاپور سے ہوئی تھی۔ جنہوں نے مح ایک بچے کے اپنے والدین کے ساتھ ۱۹۳۶ء کے ہندو مسلم فساد میں شہادت پائی۔ سید معین الدین شہید نہایت خوش خلق اور نیک طبیعت کے مالک تھے۔ اعزہ و اقارب سے بڑے خلوص و محبت کا سلوک کرتے۔ ۱۹۳۶ء میں بہار کے ہندو مسلم فساد میں معہ اہل و عیال شہید ہوئے۔ کوئی نشانی باقی نہ بچی۔

بہار میں ہندو مسلم فساد۔ سلطان شہاب الدین غوری کے حملے کے بعد برصغیر پاک و ہند میں مسلم حکومت کی بنیاد پڑی اور ۱۸۵۷ء تک آٹھ سو سال مسلمانوں نے ہندوستان پر پوری شان و شوکت سے حکومت کی۔ ہندوستان کے تمام غیر مسلموں بشمول ہندو قوم کے ساتھ مکمل رواداری اور انصاف کا برتاؤ کیا۔ اکبر اعظم نے تو ہندوؤں سے ازدواجی تعلقات بھی قائم کئے۔ اپنے دربار میں بڑے بڑے عمدوں پر ہندوؤں کو متعین کیا۔ مسلمانوں کے مقابلہ میں کوئی امتیازی سلوک ان سے نہ کیا گیا۔ مسلمانوں کی اسی رواداری اور عدل و انصاف کا نتیجہ تھا کہ برصغیر میں ہندوؤں اور مسلمانوں نے ایک قوم کی حیثیت سے رہنا سیکھ لیا تھا۔ لیکن بھائی چارے کی یہ فضا فرنگیوں کو پسند نہ آئی۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی (جو ہندوؤں اور مسلمانوں نے مشترکہ طور پر انگریزوں سے لڑی تھی) کے بعد جب ہندوستان پر انگریزوں کا مکمل قبضہ ہو گیا تو انہوں نے لڑاؤ اور حکومت کرو کی سیاست پر عمل کیا۔ ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان نفرت کی خلیج پیدا کرنے کی کوشش شروع کی۔ اس طرح صدیوں سے قائم ہندو مسلم بھائی چارگی کی فضا ختم ہو گئی۔ ہندو مسلم اختلافات بڑھتے چلے گئے۔ سیاسی، سماجی اور اقتصادی اختلافات نے بڑھتے بڑھتے بلوؤں کی شکل اختیار کر لی۔ اس طرح دونوں قوموں کے درمیان فسادات اور خون خرابے کا لانتناہی سلسلہ چل پڑا۔ برصغیر میں اس نوعیت کا سب سے بڑا اور پہلا فساد ۱۹۱۹ء میں صوبہ بہار کے ضلع شاہ آباد (آرہ) میں رونما ہوا۔ جس میں ہزاروں مسلمان شہید ہوئے۔ دوسرا ہندو مسلم فساد عظیم بھی ۱۹۳۶ء میں پورے صوبہ بہار میں ہوا۔ اور اس کے اثرات پورے صوبہ جات ہند پر پڑے۔ لاکھوں مسلمان تہہ تیغ کئے گئے۔ بہار کے علاوہ بنگال، یوپی، اور سی پی میں بھی مسلمانوں کا قتل عام شروع ہوا۔

جب مسلمانان ہند نے قائد اعظم محمد علی جناح کی قیادت میں اپنے لئے ایک علیحدہ وطن کے حصول کی جدوجہد کا آغاز کیا تو اس جنگ کے ہراول دستہ میں مسلمانان بہار ہی تھے۔ مسلم لیگ مسلمانوں کی وہ واحد سیاسی جماعت تھی جو مسٹر مظہر الحق کے مشورے پر ڈھاکہ میں قائم کی گئی۔ مسلم لیگ کے پرچم تلے جو سینہ سپر افراد کسی نام و نمود اور مادی منفعت سے بے پروا نظر آتے ہیں ان میں مسلمانان بہار سب سے آگے ہیں۔ ۱۹۳۸ء کے مسلم لیگ کے پٹنہ اجلاس نے ہی ۱۹۳۰ء کے لاہور سیشن کو ضیاء بخشی اور قرار داد پاکستان پیش کرنے کے قابل بنایا۔ جب مطالبہ پاکستان کو کانگریس کی پر زور مخالفت کا سامنا ہوا تو ہندوستان کی انگریزی حکومت کی طرف سے بھی سرد مہری کا مظاہرہ ہوا اور مسلم لیگ کے رہنماؤں کو اس بات کا اندازہ ہوا کہ ہندو اور انگریز مطالبہ پاکستان کو شرمندہ تعبیر نہ ہونے دیں گے تو قائد اعظم نے کانگریس اور حکومت کی بے جا

مخالفت کے خلاف راست اقدام (Direct Action) کا فیصلہ کیا۔ آپ نے ایک اخباری بیان کے ذریعہ حکومت کو آگاہ کیا کہ اگر کانگریس کو مسلمانوں کی مخالفت سے نہ روکا گیا اور خود حکومت نے مسلمانوں کے مطالبات پر سنجیدگی سے غور نہ کیا تو ہم اس کے لئے Direct Action لیں گے۔ قائد اعظم کے اس بیان نے ہندوؤں کو آگ بگولہ کر دیا انہوں نے یہ سوچا کہ مسلمانوں کو اس لائق ہی نہ چھوڑا جائے کہ وہ اپنے پروگرام کو عملی جامہ پہنا سکیں۔ انہوں نے ہندوستان کے مسلم اقلیت کے صوبہ بہار میں مسلمانوں کے قتل عام کا سلسلہ شروع کر دیا۔ مسلمانوں کے پر زور مطالبے اور صوبہ بہار کے بڑے پیمانے پر مسلمانوں کے قتل عام کا نتیجہ لندن کی گول میز کانفرنس ہے۔ اس کانفرنس میں ہندوستان کے تمام مذاہب کے رہنما بلائے گئے۔ برصغیر کی تقسیم کا مسئلہ سامنے آیا۔ نئے شدہ اجلاسوں کی کاروائی کے اختتام پر تقسیم کا ایجنڈا اور پاکستان کا مطالبہ ایک حد تک مسترد ہو چکا تھا۔ آخر ایک بہاری رہنما نے قائد اعظم کو مشورہ دیا کہ آخری اجلاس میں بہار رائٹ کی فائل پیش کریں اور حکومت کو مسلمانوں کی اتنی بڑی تعداد کے قتل عام سے آگاہ کریں۔ اور اس کو مد نظر رکھتے ہوئے ہندوستان کی آزادی کے بعد مسلمانوں کے مستقبل کی ضمانت طلب کریں۔ انگریز ناخداؤں کے سامنے جب بہار میں مسلمانوں کے قتل عام کی صحیح تعداد، ان کے نقصانات اور ہندوؤں کے ظلم و بربریت کا ثبوت پیش کیا گیا تو ان کے لئے فرار کا کوئی راستہ نہ تھا۔ انہیں پاکستان کا مطالبہ منظور کرنا پڑا۔ اگر تاریخ کا بے لاگ مطالعہ کیا جائے تو حقیقت کو قبول کرنے کی جرأت پیدا ہو اور تعصب کی عینک خود بخود اتر جائے۔ یہ بات مانی پڑے گی کہ اگر بہار رائٹ نہ ہوتا، اس سانحہ عظیم کی رپورٹ جسٹس شریف الدین عظیم آبادی تیار نہ کرتے، مسلمانان بہار اپنا خون نہ بہاتے اور اپنی جان کی حفاظت کی فکر کر لیتے تو آج میں یہ بات بہ بگ وہل کہتا ہوں کہ پاکستان وجود میں نہ آتا۔ ہندوؤں نے بہار میں مسلمانوں کا قتل عام اس لئے کیا تھا کہ تحریک پاکستان ناکام ہو جائے۔ لیکن جب پاکستان ان کی اسی حماقت سے بن گیا تو اپنی ناکامی کا غصہ پنجاب کے مسلمانوں پر اتارا۔ پاکستان کے مطالبہ کی منظوری کا اعلان ہوتے ہی پنجاب میں مسلمانوں کا قتل عام شروع ہو گیا۔ مشرقی پنجاب سے مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد پاکستان میں پناہ لینے کے لئے داخل ہوئی۔ قیام پاکستان سے چند ماہ قبل قائد اعظم کی خواہش پر مسلمانان بہار کی ایک چھوٹی سی ٹولی جن کی تعداد چند سیکڑے سے زیادہ نہ تھی کراچی آکر آباد ہوئی۔ قیام پاکستان کے بعد سابق مشرقی پاکستان کے ریلوے، ڈاک و تار اور دوسرے سرکاری ہندو ملازمین ہندوستان چلے گئے۔ سرکاری اداروں کا نظام درہم و برہم ہو گیا۔ مشرقی پاکستان کی مقامی مسلم آبادی ناخواندہ تھی۔ سرکاری ملازمت میں ان کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر تھی۔ قائد اعظم محمد علی جناح نے بہار کے مسلمان سرکاری ملازمین کو پاکستان آپٹ کرنے کا مشورہ دیا۔ تاکہ حکومت کا کام انجام دیا جاسکے۔ قیام پاکستان کے سلسلہ میں خون دینے والے بہاری مسلمانوں کی تربیت یافتہ اور باصلاحیت کھیپ مشرقی پاکستان پہنچنے لگی۔ انہوں نے اپنا گھر بار، کھیت کھلیان، باغات اور زمینداریاں چھوڑ دیں اور پاکستان کی بقاء کے لئے ہجرت کی زندگی کو اپنایا۔ اسٹیشنوں پر کھڑے انجنوں کو درختوں کی لکڑیوں سے چلا کر دکھایا۔ ڈاک و تار کے نظام کو دوبارہ بحال کیا اور بے سرو سامانی کے عالم میں دوسرے سرکاری دفاتر میں کام کا آغاز کیا۔ مہینوں بغیر کسی اجرت کے کام کرتے رہے۔ خیموں، جھگیوں اور ریلوے کی بوگیوں میں اپنے خاندان کے ساتھ زندگی کے دن گزارتے رہے۔ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ پاکستان کے مشرقی خطے کے ساتھ مغربی خطے کے مختلف سرکاری اداروں کے لئے Man Power بہار نے ہی مہیا کیا تھا۔

مختصر یہ کہ ۱۹۴۶ء کے بہار رائٹ میں مسلمانان بہار نے اپنی جان و مال اور ہر قسم کی قربانیوں کا تحفہ نئی مملکت کے



لئے پیش کیا۔ سید معین الدین شہید بھی مملکت خداداد پاکستان کے لئے اپنے پورے کنبے کے ساتھ قربان ہوئے۔ اللہ تعالیٰ اپنے اس نیک بندے اور پاکستان کے اس گمنام سپاہی کے صدقے پاکستان کے لئے کوئی ایسا مورخ پیدا کر دے جو تحریک پاکستان کی سچی تاریخ مرتب کر دے۔ کوئی سچا مجاہد بھیج دے جو مملکت خداداد پاکستان کو مکمل تباہی سے بچالے۔ آمین ثم آمین۔

### سید ضیاء الدین بن میر سید جمال الدین اور نگپوری۔

آپ میر صاحب کے سب سے چھوٹے صاحبزادے ہیں۔ آپ کی پیدائش موضع گورہواں ضلع پٹنہ صوبہ بہار میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم گھر پر اپنے والد بزرگوار سے حاصل کی۔ اردو، فارسی اور عربی کی تعلیم کی تکمیل کے بعد آپ کے بڑے بھائی سید محی الدین صاحب مرحوم آپ کو موضع گورہواں سے عظیم آباد (پٹنہ) لے آئے اور انگریزی تعلیم کے لئے اسکول میں داخل کرادیا۔ آپ نے پٹنہ سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد ملازمت کا پیشہ اختیار کیا۔ اپنے بڑے بھائی کے ساتھ پٹنہ کے ایک مقامی جہازراں کمپنی میں برسر کار رہے۔

جناب سید ضیاء الدین کی شادی سید شاہ مقبول حسین مرحوم ساکن کھرانٹ کی دختر عزیزہ خاتون سے ہوئی جن سے چار لڑکے اور پانچ لڑکیاں ہوئیں۔ ایک لڑکی اور دو لڑکے خورد سال ہی اللہ کو پیارے ہوئے۔ صاحبزادوں میں پسر اول سید غیاث الدین سلمہ اور پسر دوم سید انور ضیائی سلمہ ہیں۔ لڑکیوں میں دختر اول مسماة عروسہ مرحومہ کی شادی سید علیم اختر بن سید عبد الرشید بن سید عبد الوحید بن سید واجد حسین بن سید وارث حسین ساکن قاضی دولت پور سے ہوئی تھی۔ دختر دوم صدیقہ سلمہ کی شادی انوار الہدیٰ بن مولوی محمد قمر الہدیٰ بن مولوی مکرم الحق بن مولوی محمد اسلم بن مولوی عبد القادر ساکن شہر چھپرا سارن سے ہوئی ہے۔ دختر سوم رضیہ سلمہ کی شادی عروسہ مرحومہ کے انتقال کے بعد سید علیم اختر موصوف سے ہوئی۔ دختر چہارم رحمانہ سلمہ کی شادی ممتاز الہدیٰ برادر اصغر انوار الہدیٰ ساکن چھپرا سے ہوئی۔

عم محترم جناب سید ضیاء الدین مدظلہ العالی ایک محبت کرنے والی اور پر وقار شخصیت کے مالک ہیں۔ لکھتا ہوا قد، چھریا بدن، گورا رنگ، کھڑی ناک اور چہرہ مبارک پر گھنی ریش مبارک ہے۔ صوم و صلوة کے پابند ہیں۔ معاشرے میں مذہب کی طرف سے بیگانگی پر متفکر رہتے ہیں۔ اس پیرانہ سالی میں بھی ہر لمحہ معاشرے میں مذہبی روح پیدا کرنے میں سرگرداں ہیں۔ غیر اسلامی رسم و رواج کو پسند نہیں کرتے۔ اسلام کی تعلیم وحدانیت اور شریعت کی پابندی کے لئے واعظ و نصیحت کرتے رہتے ہیں۔ طبیعت کے اس رحمان اور مذہبی جذبہ کا نتیجہ ہے کہ آپ گزشتہ ۲۸ سال سے تحریک جماعت اسلامی سے وابستہ ہیں۔ سابق مشرقی پاکستان کے شہر ڈھاکہ میں اپنے علاقے کے سرگرم رکن کی حیثیت سے کام انجام دیتے رہے۔

## سید غیاث الدین بن سید ضیاء الدین۔

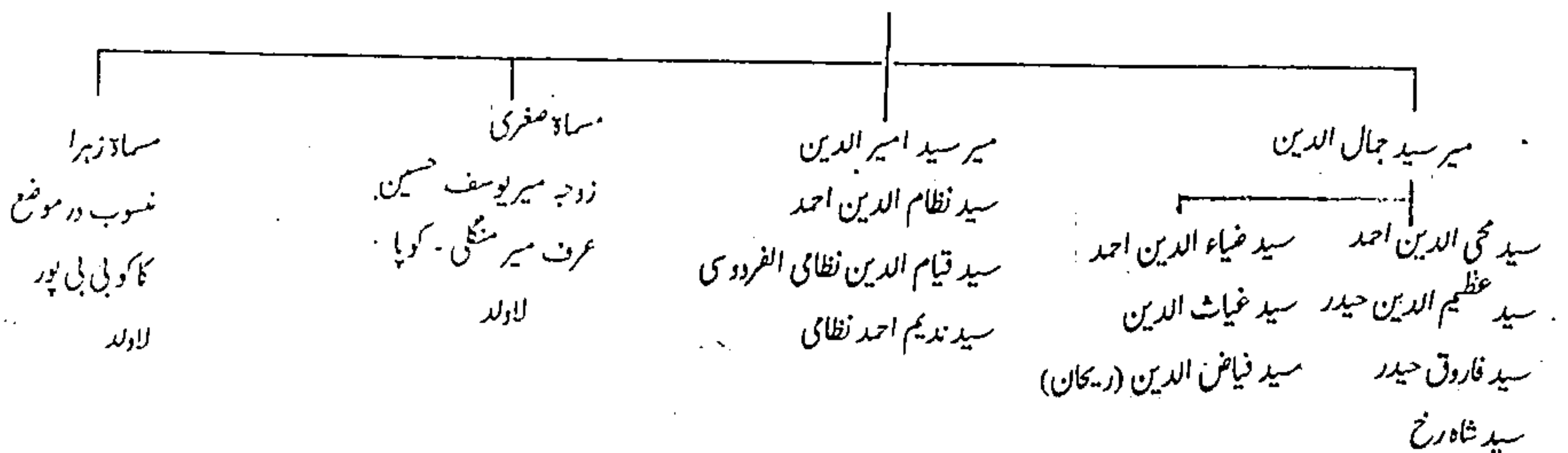
برادر م سید غیاث الدین راقم الحروف سے چھ ماہ چھوٹے ہیں۔ ابتدائی تعلیم ہم دونوں کی ایک ساتھ عم محترم جناب سید ضیاء الدین مدظلہ سے ہوئی۔ رحمت اللہ ماڈل ہائی اسکول، ڈھاکہ (سابق مشرقی پاکستان) سے ۱۹۵۹ء میں میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ موصوف نے میٹرک کے بعد ڈھاکہ پولیٹیکنک انسٹیٹیوٹ سے الیکٹریکل ڈپلومہ کر کے ٹھیکہ داری کا پیشہ اختیار کیا۔ ان کا رحمان بچپن سے تجارت کی طرف تھا۔ اور اس پیشہ سے بہت کچھ حاصل کیا۔ چونکہ طبیعت شاہ خرچ پائی ہے۔ اس لئے اس میدان میں جس حد تک آگے بڑھنا چاہئے تھا نہ بڑھ سکے۔ ان دنوں کراچی میں بھی ٹھیکہ داری کرتے ہیں۔ خوش و خرم زندگی گزار رہے ہیں۔ موصوف میں ان کے دادا میر جمال الدین اور میر امیر الدین صاحبان کا امتزاج پایا جاتا ہے۔ اپنے دادا میر جمال الدین علیہ رحمۃ کی طرح صاف گو اور دو ٹوک بات کرنے کے عادی ہیں۔ اور عمر کے ساتھ اپنے چھوٹے دادا میر امیر الدین علیہ رحمۃ کی طرح کم گوئی کی طرف مائل نظر آتے ہیں۔ جلال و جمال کے اس امتزاج نے میانہ روی اختیار کر لی ہے۔ جب کبھی جلال عود کر آتا ہے تو جلد ہی طبیعت میں چھپی ہوئی نرمی اور شرافت اپنا اثر دکھا جاتی ہے۔

سید غیاث الدین سلمہ کی شادی مسماۃ رضیہ سلطانہ بنت سید ابو الخیر مرحوم بن سید عبد الحمی ساکن موضع کوسی، ضلع مونگیر سے ہوئی ایک لڑکا سید فیاض الدین سلمہ ہے۔ عزیز موصوف نے ایم ایس سی کیا ہے۔ اور حبیب بینک میں برسرکار ہیں۔ پانچ لڑکیاں رابعہ سلمہ، عاصمہ سلمہ، غوثیہ سلمہ، زقیہ سلمہ اور ماریہ سلمہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان تمام بچوں کو زیورِ تعلیم سے آراستہ کرے اور خوش و خرم رکھے۔ آمین۔

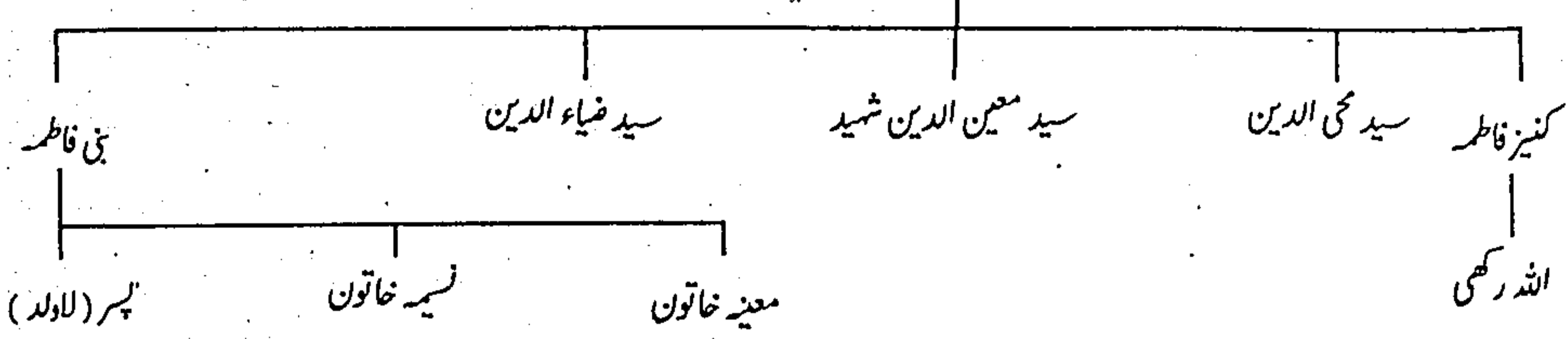
برادر م سید انور ضیائی سلمہ بن سید ضیاء الدین کی شادی دختر مغیرہ صاحب سے ہوئی ہے۔ نیک خو اور ملتسار طبیعت رکھتے ہیں۔ خلوص و محبت کے پیکر اور بناوٹ سے پاک ہیں۔ انور سلمہ کی دو خرد سال بچیاں ہیں۔

## نقشہ اولاد میر سید شجاعت علی بن میر رفیع الدین اور نگپوری

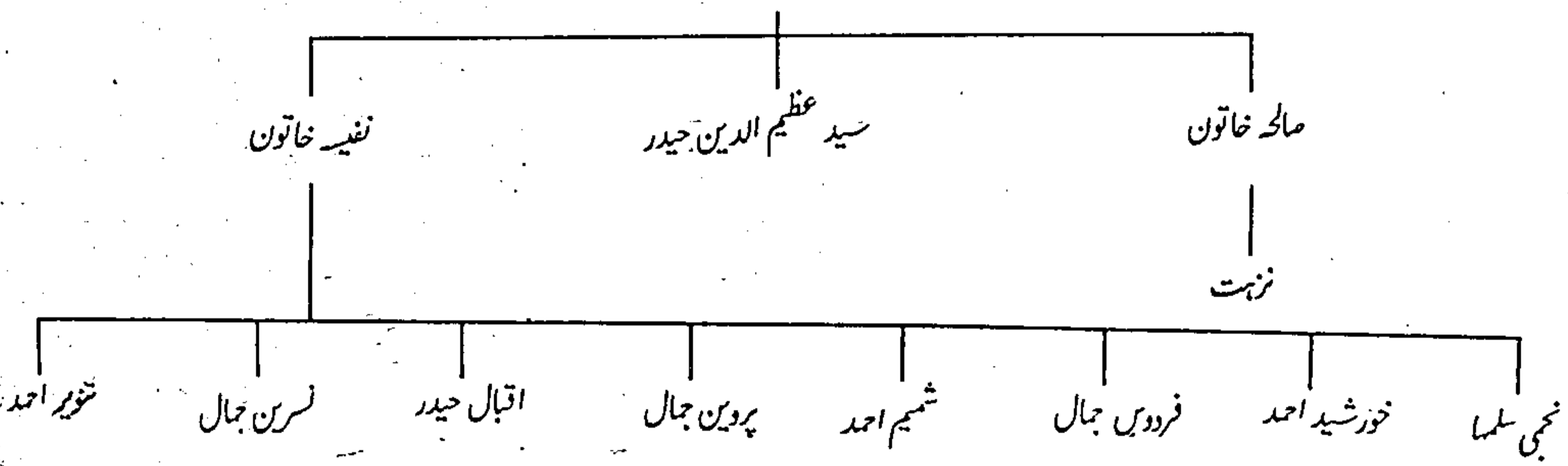
میر سید تفضل حسین عرف میر گنگو اور نگپوری



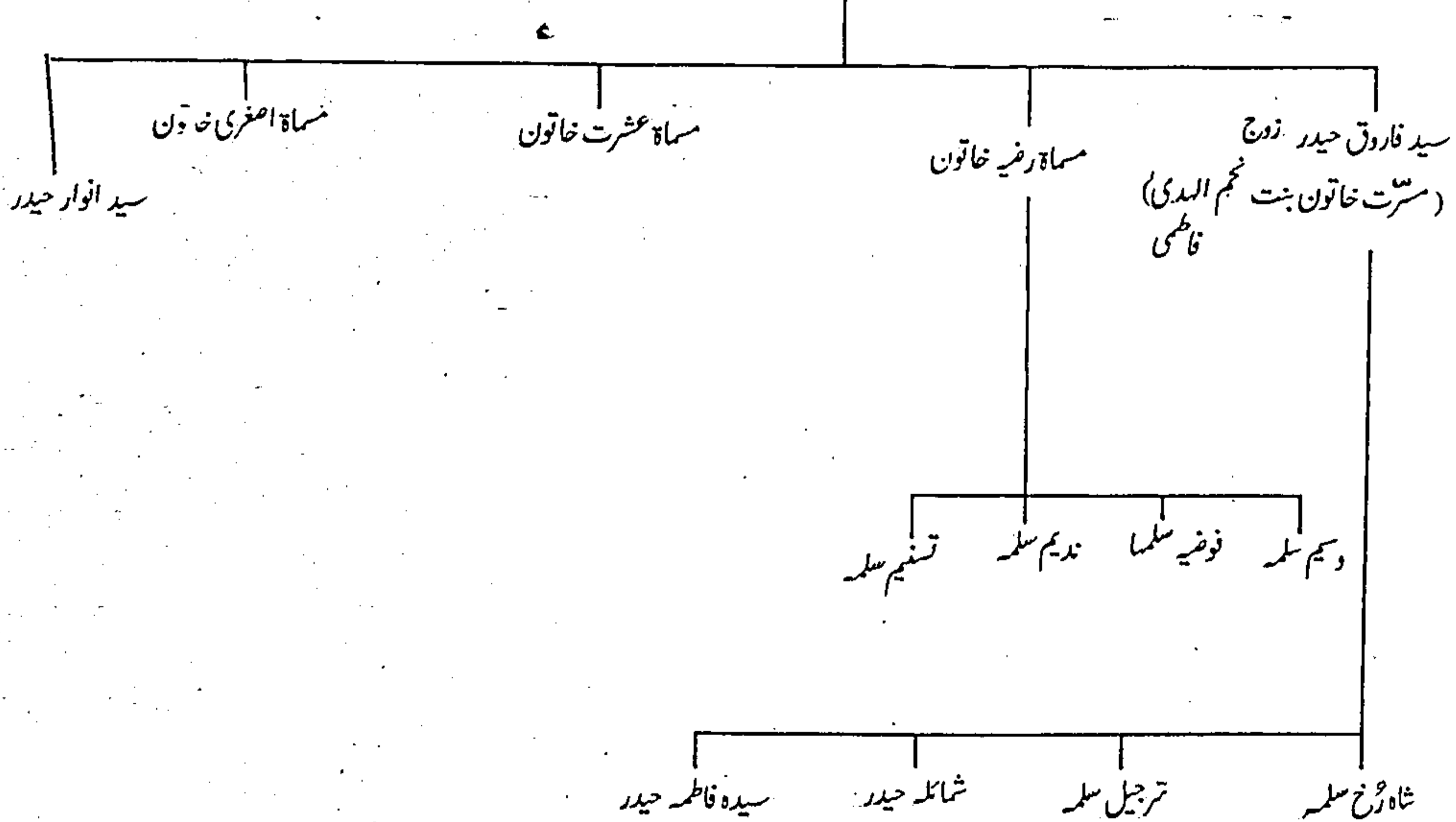
## نقشہ اولاد میر جمال الدین بن سید تفضل حسین اور نگپوری



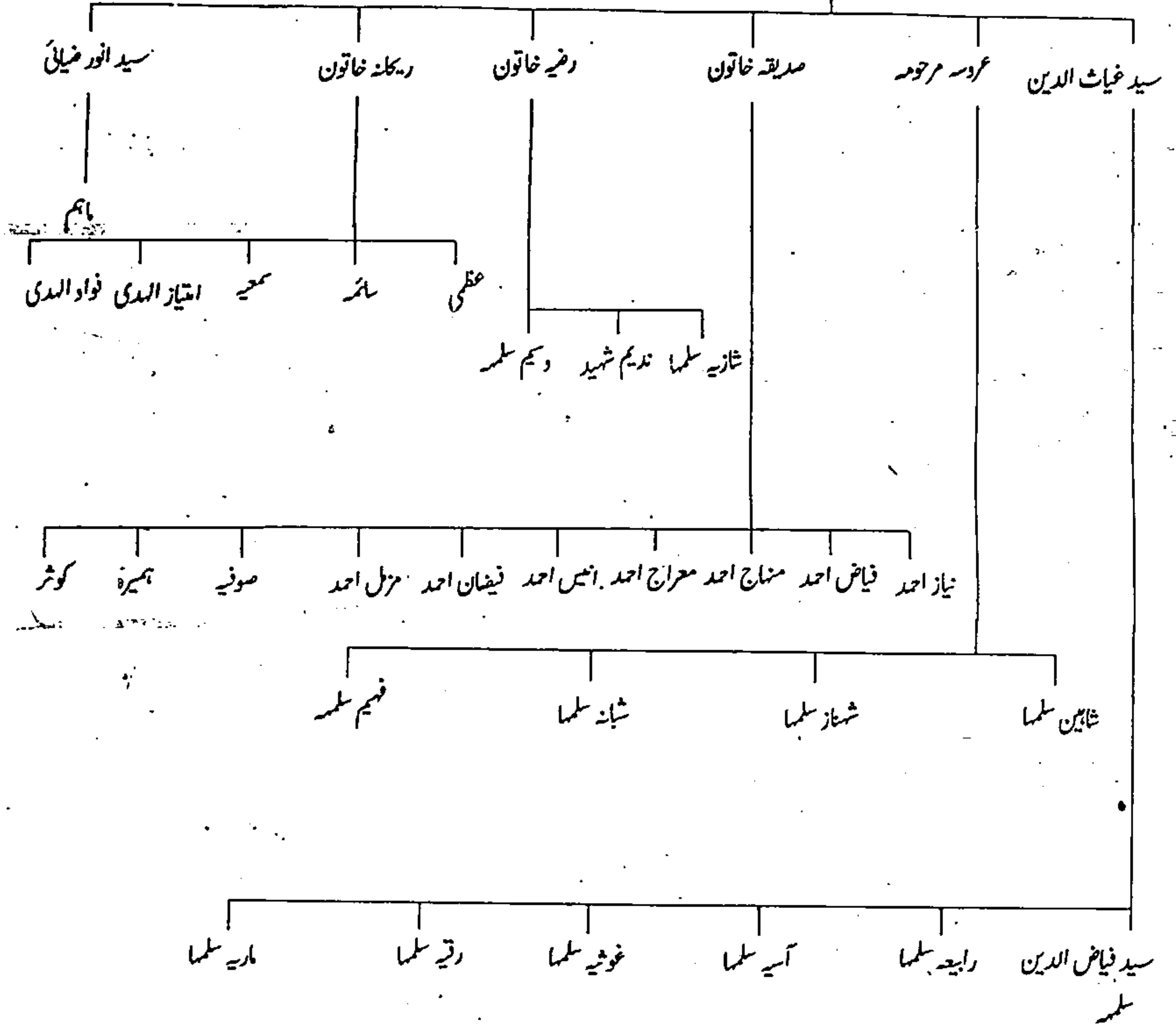
## نقشہ اولاد سید محی الدین بن میر جمال الدین اور نگپوری



## تفصیل اولاد سید عظیم الدین حیدر بن سید محی الدین اور نگپوری

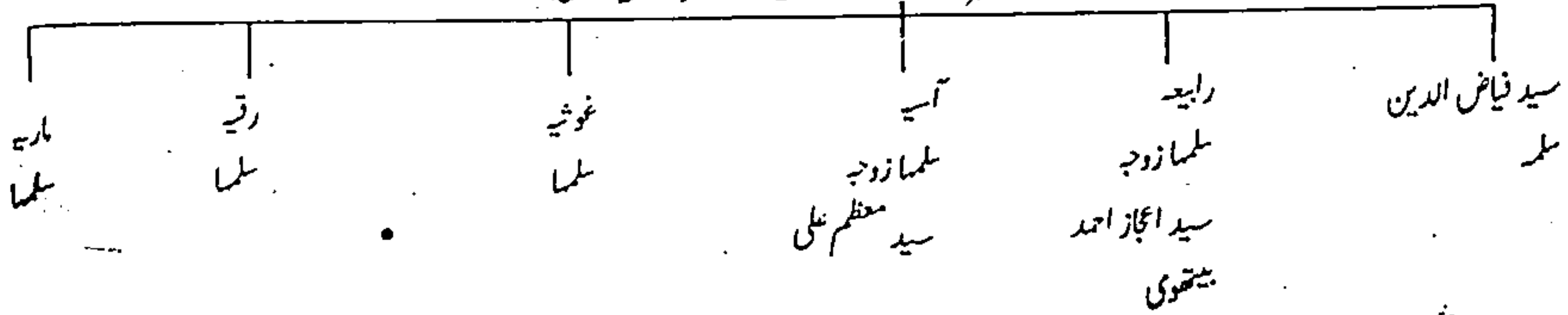


## نقشہ اولاد سید ضیاء الدین احمد بن میر جمال الدین اور ننگپوری



## نقشہ اولاد سید غیاث الدین بن ضیاء الدین اور ننگپوری

(زوج مسالہ رضیہ سلطانہ بنت سید ابو الخیر ساکن کوسی)



## میر سید امیر الدین بن میر سید تفضل حسین علیہ رحمۃ اور نگپوری۔

آپ کا مختصر تعارف آپ کے بڑے بھائی میر جمال الدین علیہ رحمۃ کے تذکرہ میں ہو چکا ہے۔ یہاں آپ کے حالات تفصیل سے درج کئے جاتے ہیں۔ جیسا کہ قبل تحریر کیا جا چکا ہے کہ بچپن ہی میں آپ دونوں بھائی والدین کے سائے سے محروم ہو گئے۔ پرورش نہیال موضع کھرڑیہا میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم اپنے نہیالی بزرگوں اور گاؤں کے مدرسہ میں حاصل کی۔ فارسی اور عربی کی تعلیم پھلواری شریف کے مدرسہ سے مکمل کی۔ چونکہ قصبہ پھلواری شریف، موضع کھرڑیہا سے قریب ہی واقع ہے۔ اس لئے تعلیم کا موقع آسانی فراہم ہو گیا۔ آپ نے انگریزی تعلیم بھی حاصل کی۔

قصبہ پھلواری شریف:- یہ قصبہ تقریباً ایک ہزار سال سے آباد ہے۔ آبادی سے قبل اس سرزمین پر راجہ اشوک کا نادر روزگار باغ تھا۔ جو راجہ کی پھلواری کہلاتا تھا۔ انقلاب زمانہ نے اس باغ کو ویران کر دیا اور اس کی حیثیت ایک کھنڈر کی ہو گئی۔ بعد میں اس علاقے میں انسانوں کی آبادی ہوئی۔ ہندو فقراء اور سادھوؤں کا مسکن بنا۔ ورود اسلام سے قبل تک یہ قصبہ ہندو مذہب کے لئے ایک متبرک مقام کی حیثیت سے مشہور و متعارف رہا۔ جب ہندوستان میں مسلم مبلغین کی آمد شروع ہوئی تو اس سرزمین پر بھی بکثرت مبلغین اسلام اور بزرگان دین تشریف لائے۔ ساتویں صدی ہجری میں اس قصبہ میں جن بزرگوں کی آمد کا پتہ چلتا ہے ان میں حضرت محموم عاشق شہید، حضرت محموم شاہ الہ داد، حضرت محموم عنایت شہید، حضرت محموم خاصہ خلاصہ سروردی (ہمشیرہ زادہ محموم سید منہاج الدین راستی)، حضرت محموم حاجی الحرمین وغیرہم کا نام نامی لیا جاتا ہے۔ ان بزرگوں نے اس علاقے میں تبلیغ کا کام انجام دیا لیکن اکثر نے ہندوؤں سے جنگ کے دوران شہادت پائی۔ آخر سلطان فیروز شاہ کے عہد حکومت میں ایک بزرگ حضرت محموم سید شاہ منہاج الدین راستی قدس سرہ العزیز جیلان سے بہار تشریف لائے اور حضرت محموم شیخ شرف الدین یحییٰ مینری کی صحبت فیض رجت میں حاضر ہو کر علم و عرفان سیکھا۔ ان کے دست حق پرست پر بیعت کی اور خرقہ خلافت سے مستفیض ہوئے۔ محموم الملک حضرت شیخ شرف الدین بن یحییٰ مینری نے آپ کو اس قصبہ میں لا کر مسند ہدایت پر بٹھایا اور اس کا نام ”بستان نجات“ رکھا۔

حضرت محموم سید منہاج الدین راستی جیلانی حضرت امام علی رضا رضی اللہ عنہ کی اولاد میں تھے۔ قصبہ پھلواری شریف میں آپ کی تشریف آوری ۷۶۲ھ میں ہوئی۔ جس کے بعد سے اس قصبہ سے کفر و ضلالت دور ہوئی۔ صدہا مشرکین مشرف باسلام ہوئے۔ آپ کی محل دوم بی بی آمنہ بنت شاہ محمد اسمعیل کرجوی کے بطن سے جو اولاد ہوئی وہ قصبہ پھلواری اور اس کے آس پاس کے مختلف دیہاتوں میں آباد ہوئی اور بسلسلہ ازدواج آپ کی جزییت موضع اور نگپور پکورہ کے سادات گھرانوں (میر بہادر علی اور میر رفیع الدین علیہ رحمۃ) میں بھی پہنچی۔ آج بھی خانقاہ مجیبہ قادریہ (بڑی خانقاہ) سے رشد و ہدایت کی روشن کرنیں عموماً پورے ہندوستان اور خصوصاً صوبہ بہار کو منور کر رہی ہیں۔ حضرت محموم راستی قدس سرہ کی اولاد میں ڈاکٹر سید عبد اللہ پھلواری کی شادی مسماۃ عائشہ بنت سید الطاف حسین بن سید امجد علی بن سید کرامت علی بن میر رفیع الدین اور نگپوری سے ہوئی۔ ڈاکٹر نور عالم پھلواری کی دختر سید معین الدین شہید بن میر سید جمال الدین اور نگپوری سے منسوب ہوئیں اور ڈاکٹر سید عبد اللہ پھلواری مرحوم کی دختر کی شادی داروغہ سید سعادت حسین بن ڈاکٹر عبد اللطیف بن سید الطاف حسین بن سید امجد علی بن سید کرامت علی بن میر رفیع الدین اور نگپوری سے ہوئی۔

میر سید امیر الدین بن میر سید تقضل حسین اور نگپوری شرافت اور نیکی کا پتلا تھے۔ کم گوئی اور تنہا پسندی آپ کی فطرت تھی۔ ہنگامے اور بھیڑ بھاڑ سے دور رہنا پسند تھا۔ بحث و مباحثہ اور ترکی بہ ترکی سوال و جواب کو برا جانتے تھے۔ بہت دھیے اور پروقار انداز میں ٹھہر ٹھہر کر بات کرتے۔ بدخواہوں اور شریکوں سے ملنا جلنا کم کرتے۔ بدخواہی اور دشمنی کا جواب خلوص و محبت سے دیتے۔ انتہائی صلح جو واقع ہوئے تھے۔ پوری زندگی گھریا گھر سے باہر کسی سے اختلاف کی صورت پیدا نہ ہوئی۔ اپنے اوقات مشغولیت میں گزارتے۔ زمینداری اور کھیتی باڑی میں مشغولیت کے ساتھ جانوروں اور مختلف اقسام کے پرندوں کے پالنے کا شوق تھا۔ یہی وجہ تھی کہ آپ نے ہمیشہ گھر پر پلے ہوئے جانور سے عید الفضحی کی قربانی کی۔ بڑے اور اچھے لسل کے بکرے اور مرغیاں پالنے کا بے حد شوق تھا۔ کبوتر، طوطے، تیترا اور مختلف پرند آپ نے پال رکھے تھے اور اپنے فاضل اوقات ان ہی بے زبان مخلوق کی خدمت میں صرف کرتے۔ جسمانی صحت اور تندرستی کو بڑی اہمیت دیتے۔ صبح کے وقت نماز فجر کے بعد اور شام میں بعد نماز عصر ورزش کا مشغلہ بھی رہتا۔ ورزش کے مختلف آلات اپنے گھر میں راقم الحروف سید قیام الدین نظامی الفردوسی نے خود دیکھے ہیں جو حضرت کے استعمال میں رہا کرتے تھے۔ آپ کا رنگ گورا، قد لاتبا، سینہ چوڑا، بدن سڈول مگر زیادہ پر گوشت نہ تھا۔ ناک کھڑی اور آنکھیں پر وقار تھیں۔ جسم کی بناوٹ بڑی حسین تھی۔ لیکن چال میں متانت اور چہرہ مبارک سے انکساری نمایاں تھی۔ گردن جھکائے اور آنکھیں نیچی کئے راستہ سے گزر جاتے۔ میر صاحب کے دوستوں کی تعداد بہت کم تھی۔ چند مخصوص لوگوں کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا تھا۔ خدا اور اس کے پیارے نبی کی محبت سے سرشار تھے۔ صحابہ کرام اور اہل بیت سے از حد ارادت و محبت رکھتے تھے۔ فارسی حمد و نعت اور بزرگوں کی منقبت کے اشعار زیر لب گنگنایا کرتے۔ بستی میں محرم کی تقریب بڑے تزک و احترام سے منائی جاتی۔ تعزیه داری، اکھاڑوں اور محرم کے مجلسیں بڑی دھوم دھام سے منعقد ہوتیں۔ آپ اس میں واجبی طور پر شرکت فرماتے۔ لیکن مجالس شہدائے کربلا اور عید میلاد النبی کی مجلسوں کو پسند فرماتے تھے۔ رمضان اور محرم کے مہینوں میں عبادات اور ورد و وظائف میں زیادہ مشغول ہوتے۔ تذکرہ رسول ﷺ، واقعات کربلا اور بزرگان دین کے واقعات بیان کرتے وقت آنکھیں آبدیدہ اور رقت طاری ہو جاتی۔ میر صاحب اپنی زندگی کے ابتدائی دور میں سیاحت پسند واقع ہوئے تھے۔ ہندوستان کے مختلف شہروں اور علاقوں کو دیکھنے اور تاریخی و مذہبی مقامات کی زیارت کا شوق ایسا تھا کہ جس نے آپ کو سال دو سال بھی مستقل گھر پر رہنے نہ دیا۔ آپ کے اسی شوق سیاحت کی بنا پر آپ کے بڑے بھائی نے آپ کی شادی کر دی۔

میر سید امیر الدین علیہ رحمۃ کی شادی برادری ہی میں مسماۃ بی بی شکر النساء عرف بی بی شکر بنت میر سید بہادر علی پکوروی سے ہوئی۔ جن کا تذکرہ پچھلے اوراق میں گزر چکا ہے۔ آپ کی نو اولادیں ہوئیں۔ چھ لڑکے خورد سال یکے با دیگرے اللہ کو پیارے ہوتے گئے۔ سب سے چھوٹے صاحبزادے سید نظام الدین احمد اور دو صاحبزادیوں مسماۃ بی بی ضاحکہ خاتون مرحومہ اور مسماۃ بی بی قمر النساء سے نسل جاری ہے۔

### سید نظام الدین احمد بن میر سید امیر الدین اور نگپوری۔

جناب سید نظام الدین احمد مرحوم کے والد میر امیر الدین صاحب نے آپ کو اور آپ کی دو بہنوں کو خورد سال چھوڑ کر انتقال فرمایا۔ آپ کی پرورش والدہ محترمہ مسماۃ بی بی شکر النساء صاحبہ کی نگرانی میں موضع اور نگپور پکورہ میں ہوئی۔ آپ کی والدہ نے اکلوتا بیٹا ہونے کی وجہ سے بڑے ناز و نعم میں پرورش کی۔ ابتدائی تعلیم گھر پر اور گاؤں کے مدرسہ میں ہوئی۔ انگریزی تعلیم کی تکمیل

شہر عظیم آباد (پٹنہ) میں ہوئی۔ تعلیم کی تکمیل کے بعد پٹنہ ہی میں بلازمت کا پیشہ اختیار کیا اور سنگر سیوگ کمپنی کے شہر عظیم آباد کی شاخ، نئے محلہ جھاوگنج میں منیجر کی حیثیت سے برسرکار رہے۔

ریگ گورا، قد میانہ، منہنی جسم، ناک کھڑی اور آنکھوں میں ایک خاص چمک، چہرے پر گھنی داڑھی، وضع دار شخصیت کے مالک، مشرقی لباس زیب تن کرتے۔ حالتہ پاجامہ، کرتا، شروانی اور پلے کی ٹوپی آپ کا مستقل لباس تھا۔ آپ نے ذاتی صلاحیتوں، مسلسل جدوجہد اور انتھک محنت سے اپنے خاندان کی بے سروسامانی اور گرتی ہوئی ساکھ کو سہارا دیا۔ والد کی جواں سال موت سے خاندان کو جو نقصان ہوا تھا اس کو پر کرنے کے لئے جان توڑ کوشش کی۔ گھریلو ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ ملازمت کے سلسلہ میں اپنے پیشہ ورانہ صلاحیتوں کا بھرپور مظاہرہ کیا۔ جس کے صلے میں آپ کو سنگر کمپنی کی طرف سے بہتر کارکردگی کا ایوارڈ بھی ملا۔ آپ ابتدائے جوانی سے سوشل واقع ہوئے تھے۔ مذہبی، معاشرتی، اور سیاسی تحریکوں سے ہمیشہ وابستہ رہے۔ بچپن سے نماز پچگانہ کے پابند تھے۔ ہر نماز باجماعت مسجد میں ادا کرتے۔ ساری زندگی موسم کی سختی اور معمولی علالت بھی آپ کو باجماعت نماز کی ادائیگی سے نہ روک سکی۔ مذہبی احکام کی بجا آوری میں شدت تھی۔ دوسرے معمولات میں میانہ روی پسند تھی۔ حد سے زیادہ عیش و آرام، نمائش اور ظاہرداری ناپسند فرماتے۔ اپنے آبائی گاؤں میں مذہبی، معاشرتی اور سیاسی رجحانات کے فروغ کے لئے ہمیشہ کوشاں رہے۔ آپ سیاسی طور پر بڑے بیدار مغز واقع ہوئے تھے۔ ساری زندگی عملی اور ذہنی طور پر مسلم لیگ سے وابستہ رہے۔ قیام عظیم آباد کے دنوں میں آپ مسلم لیگ کے ایک سرگرم رکن رہے۔ اپنے آبائی گاؤں اور نگپور پکورہ اور نتول میں مسلم لیگ کی ذیلی شاخ قائم کی۔ ۱۹۳۸ء کے مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس واقع عظیم آباد (پٹنہ) میں آپ اپنے علاقے کے وفد کے سربراہ تھے۔ اس موقع پر آپ نے اپنے ذاتی خرچ سے بینروں، جھنڈیوں اور پرچموں کا انتظام کیا۔ وفد کے دوسرے ارکان کی رہائش اور خورد و نوش کی ذمہ داری خود لی۔ اپنے علاقے سے نوجوانوں کی ایک بڑی تعداد کے ساتھ اس اجلاس میں شرکت کی۔ بہار مسلم لیگ کے رہنما عزیز ملت سید عبد العزیز، نیشنل گارڈ بہار کے سالار اعظم سید مظہر امام اور شریف رپورٹ کے خالق جسٹس سید شریف الدین سے آپ کے دیرینہ اور گہرے تعلقات تھے۔ مسلم لیگ اور مسلم لیگی رہنماؤں سے قلبی لگاؤ کا یہ عالم تھا کہ اگر کوئی مسلم لیگ، قائد اعظم اور پاکستان پر تنقید کی زبان کھولتا، تو غم و غصہ کی انتہا نہیں رہتی۔ وہ وہ نکتے اور شواہد پیش کرتے کہ محض لاجواب ہو جاتا۔

آپ مسلسل دو سال بستر علالت پر رہے۔ آخر بروز جمعہ ۲۱ فروری ۱۹۸۶ء کو بعد نماز عصر خالق حقیقی سے جا ملے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ آپ سخی حسن قبرستان، کراچی میں آرام فرما رہے ہیں۔

جناب سید نظام الدین احمد علیہ رحمۃ کی شادی مسماۃ بی بی صالحہ خاتون بنت سید ظفر الدین رضوی بن سید نظیر الدین رضوی بن سید رضی الدین رضوی ساکن پیلاواں ضلع پٹنہ بہار سے ہوئی۔ جن سے چار لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں۔ پسر اول راقم المحرم سید قیام الدین اور پسر دوم عزیز سید امام الدین سلمہ، پسر سوم عزیز سید حسام الدین اشرف سلمہ، پسر چہارم عزیز سید احتشام الدین ارشد سلمہ، دختر اول شگفتہ مٹوانہ عرف شہلا سلمہ، دختر دوم شگفتہ فرزانہ عرف شیرین سلمہ زوجہ سید احسان ربانی بن خواجہ سید محمد کمال شہر گھاٹوی۔

شگفتہ مٹوانہ عرف شہلا سلمہ کی شادی عزیز سید وحی احمد سلمہ بن سید محمد سعید بن سید شاہ ابو الحیات (ساکن خسروپور) بن سید شاہ محمد واجد بن سید حسین علی بن محمود سید مظہر ولی عرف سید شاہ یحییٰ علی قدس سرہ خسروپوری زیدی الواسطی سے ہوئی۔ شہلا سلمہ کی چار خورد سال بچیاں مہوش سلمہ، ماہین سلمہ، انعم سلمہ اور شہین سلمہ ہیں اور راقم کو دل و جان سے عزیز ہیں۔ اللہ تعالیٰ

اپنے حبیب کے صدقے میرے ان پیاروں کو شادو آباد رکھے، حیات خضری عطا کرے اور شرافت و نجابت میں خاندان کے لئے طرہ امتیاز بنائے۔ آمین ثم آمین۔

### سید قیام الدین بن سید نظام الدین احمد اور نگپوری۔

راقم ۳۱ اکتوبر ۱۹۴۳ء کو اپنی بڑی نانی مسماۃ بی بی قمر النساء زوجہ سید شاہ عظیم الدین کے گھر واقع موضع کوپا، ڈاکخانہ سنگرہ، تھانہ بکرم ضلع پٹنہ، صوبہ بہار میں پیدا ہوا۔ راقم سات ماہو (Immature Birth) پیدا ہوا تھا اور نہایت نحیف اور کمزور تھا۔ زندہ بچ رہنے کی کوئی امید نہ تھی۔ لیکن میری نانا جان مسماۃ بی بی عزیز النساء مرحومہ اور بڑی نانی مسماۃ بی بی قمر النساء مرحومہ کی بروقت، شب و روز محنت اور دعاؤں نے موت کے منہ سے بچالیا۔ دادی مرحومہ مسماۃ بی بی شکر النساء نے اپنی زندگی کے آخری لمحات تک میری نگہداشت میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ ان بزرگ اور شفیق ہستیوں کے طفیل آج میں زندگی کی پچاسویں منزل طے کر رہا ہوں۔ دائمی اور پیدائشی کمزوری بہر نوع میری زندگی کی ساتھی ہیں۔ موسم کی شدت آج تک برداشت کرنے کی صلاحیت حاصل نہ کر سکا۔ سید شاہ امام الدین علیہ رحمۃ کوپوی نے میرے کانوں میں اذان دی اور پیدائش کی چھٹی رات کو میرے ہاتھ میں قلم اور شمیر پکڑوایا گیا۔ میری پھوپھی زاد بہن محترمہ شہزاد جعفری کی فمائش پر میرا نام قیام الدین رکھا گیا۔

میری ابتدائی تعلیم و تربیت کا انتظام میری شفیق ماں نے کیا۔ میری والدہ محترمہ بی بی صالحہ خاتون نے میری ابتدائی تعلیم و تربیت جس انداز سے شروع کی، آج میری زندگی کی عمارت اسی بنیاد پر کھڑی ہے۔ جب میری تعلیم کا سلسلہ شروع ہوا، تو پورے ہندوستان اور خصوصاً صوبہ بہار کے لئے بیچینی اور بے اطمینانی کا تھا۔ والدہ محترمہ نے اردو کی ابتدائی چند کتابیں اور قرآن مجید حتم کرایا۔ باضابطہ تعلیم کا سلسلہ تقسیم ہند کے بعد مشرقی پاکستان کے شہر ڈھاکہ میں شروع ہوا۔ ۱۹۵۱ء کو مجھے رحمۃ اللہ ماڈل ہائی اسکول کی تیسری جماعت میں داخل کیا گیا۔ ابتدائی درسی کتابیں والد محترم سید نظام الدین مرحوم اور عم محترم سید ضیاء الدین مدظلہ سے پڑھی۔ ۱۹۵۹ء میں ڈھاکہ یورڈ سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ میرے اندر مذہبی پختگی استاد محترم ملک عبدالرحمن صاحب مرحوم بن ملک حفیظ اللہ اسلام پوری اور ملک مصباح الحق بن سجاد حسین ساکن موضع پیٹھانہ کی کوششوں کا ثمر ہے۔ نانا جان محترمہ کی تحریک اور استاد محترم سید محمد حسن رضاء داروی، استازی قاضی سید ظہور الحسن رمز کسمری کی کوششوں اور حافظ سید شاہ نذر الرحمن حفیظ عظیم آبادی، مولانا محمد سعید حسرت عظیم آبادی کے اشعار و نگارشات نے مجھ میں ادبی شعور پیدا کیا۔

۱۹ سال کی عمر میں اپریل ۱۹۶۰ء کو میری شادی چھوٹی پھوپھی کی دختر نفیسہ خاتون بنت سید محمد حنیف بن ڈاکٹر سید عبدالحکیم بن سید عبدالکریم عرف بلالی بن سید اشرف علی بن سید لطف علی بن میر سید محمود علی ساکن کوپا، ڈاکخانہ سنگرہ، تھانہ بکرم، ضلع پٹنہ سے ہوئی۔

میری اہلیہ محترمہ نفیسہ خاتون ایک نیک شریف تعلیم یافتہ اور دیندار گھرانہ سے تعلق رکھتی ہیں۔ ان کے بزرگ اعلیٰ میر سید محمود علی علیہ رحمۃ موضع کوپا، ضلع پٹنہ کے سربراہ اور بزرگ ہستیوں میں شمار کئے جاتے تھے۔ میر سید محمود علی کے پرپوتے سید عبدالکریم عرف بلالی یعنی محترمہ کے پردادا ایک بڑے زمیندار اور دیندار لوگوں میں تھے۔ آپ قصبہ منیر شریف کے قریب موضع کجاواں میں حضرت مہدوم تاج الدین عطاء اللہ بن مہدوم سلیمان لنگر زمین کاکوی بن سید عبدالعزیز بن امام محمد تاج فقیرہ فاتح منیر کے خاندان میں بیابے گئے۔ موضع کجاواں کو مہدوم عطاء اللہ نے آباد کیا تھا اور یہیں آپ کی اولاد آباد ہوئی جن میں آپ کے پسر اول



تاج الدین عطا پسر دوم منہاج الدین عطا، پسر سوم صلح الدین عطا اور پسر چہارم سراج الدین عطا تھے۔ موقع کجاواں میں محدود  
بہاء الدین، محدود عیسیٰ اور محدود الوبکر پسران شیخ ابراہیم بن شیخ اسمعیل بن امام محمد تاج تھمہ کی اولاد بھی آباد تھی۔

محترمہ نفیسہ خاتون کے دادا ڈاکٹر سید عبد الحکیم صاحب ایک کامیاب ڈاکٹر اور ہمدرد و غریب پرور انسان تھے۔ غریاء کا  
مفت علاج کرتے۔ آپ کی شادی موضع کرریا کے سادات گھرانے میں مسماہ بی بی نعیم سے ہوئی تھی۔

راقم سید قیام الدین کی اہلیہ نفیسہ خاتون بنت سید محمد جنیف بن ڈاکٹر عبد الحکیم ذاتی طور پر نیک اور دفاع شعار

خاتون ہیں۔ اصول خانہ داری اور بچوں کی نگہداشت میں اپنے اوقات بسر کرتی ہیں۔ میں اپنی ازدواجی زندگی سے ہر طرح مطمئن  
ہوں۔ محترمہ کے بطن سے اللہ نے مجھے پانچ اولادیں عطا کی ہیں۔ سب سے بڑا لڑکا سید ندیم احمد نظامی سلمہ ۲۷ اکتوبر ۱۹۶۷ء

کو پیدا ہوا۔ عزیزی موصوف نے اپریل ۱۹۸۲ء میں فرسٹ ڈویژن سے میٹرک کا امتحان پاس کیا اور این ای ڈی انجینئرنگ یونیورسٹی،  
کراچی سے ۱۹۹۳ء میں بی ای کیا ہے۔ سید فرخ احمد نظامی سلمہ پولی ٹیکنک سے ڈپلوما کرنے کے بعد واٹر بورڈ میں برسرکار ہیں۔

ان کی تاریخ پیدائش ۱۹۶۹ء ہے۔ عزیزی حافظ سید عون احمد نظامی سلمہ ۲۳ مارچ ۱۹۷۲ء کو یوقت بارہ بجے شب پیدا ہوئے۔  
عزیزی موصوف کو اکتوبر ۱۹۷۹ء میں حفظ کلام اللہ کے لئے حافظ محمد جاگیر صاحب کے پاس مسجد فلاح نصیر آباد فیڈرل ”بی“

ایریا، کراچی میں بیٹھایا گیا۔ اور اپنے دادا سید نظام الدین مرحوم کی کوششوں سے نومبر ۱۹۸۱ء میں دس سال آٹھ ماہ کی عمر میں  
حفظ کلام اللہ مکمل کر لیا۔ حفظ کلام اللہ کی تکمیل کے بعد شوال ۱۴۰۲ھ میں عزیزی موصوف کو درس نظامی کے درجہ اعدادیہ

میں داخل کیا گیا۔ اس وقت دورہ حدیث کے آخری سال میں ہیں۔ لڑکیوں میں سیدہ وقار النساء مہسم سلمہ ۱۹۶۶ء میں پیدا ہوئی  
اپنے تمام بھائی بہنوں میں سب سے بڑی ہے۔ بڑی سلیم الطبع اور محبت کرنے والی بچی ہے۔ تمام اعزہ و اقارب سے بے لوث

محبت کرتی ہے۔ سیدہ فاطمہ الزہرا سلمہ اپنے تمام بھائی بہنوں میں سب سے چھوٹی ہے۔ ۱۹۷۵ء میں پیدا ہوئی ماشاء اللہ بہت  
ذہین اور ہوشیار بچی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اپنے حبیب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے میں میرے

ان تمام بچے بچیوں کو میرے گناہوں کے زہریلے اثرات سے محفوظ رکھے۔ اپنی اور اپنے محبوب کی محبت سے سرشار کرے، سچا  
دین پر چلنے والا مسلمان اور اچھا انسان بنائے۔ دنیا میں تمام بلاؤں، مصیبتوں اور پریشانیوں سے دور رکھے۔ علم کی دولت اور

تندرستی کی نعمت سے مالا مال کرے آمین یا رب العالمین۔

سید امام الدین بن سید نظام الدین اور نگپوری۔

راقم سید قیام الدین کے منجھلے بھائی ہیں۔ ۱۹۶۶ء میں اپنے آبائی گاؤں اور نگپور میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گھر پر والدہ

محترمہ سے حاصل کی ابتدائی درسی کتابوں اور قرآن مجید کی تعلیم والد صاحب سے حاصل کی۔ پھر راقم کے ساتھ رحمت اللہ ماڈل ہائی  
اسکول ڈھاکہ، مشرقی پاکستان کے درجہ اول میں داخل کئے گئے۔ چند سال اس اسکول میں زیر تعلیم رہنے کے بعد اپنی پھوپھی زاد

بہن بی بی روشن تاج کے پاس کراچی آگئے اور کراچی بورڈ سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ موصوف نے بی کام تک تعلیم حاصل کی ہے۔  
اس وقت محمد فاروق ٹیکسٹائل مل کے صدر دفتر میں بحیثیت اسسٹنٹ اکاؤنٹنٹ برسرکار ہیں۔ عزیزی موصوف محنتی، باسلیقہ، خوش

پوش، خوش گفتار اور روشن خیال نوجوان ہیں۔ بادہ کھن سے بیزار اور جدید تہذیب، نئے معاشرہ و ماحول سے سرشار ہیں۔  
برادر عزیزی کی شادی مسماہ شگفتہ لہرن بنت سید اختر حسین بن داروغہ سید انوار کریم بن سید فضل کریم مختار ساکن

گورگانواں سے ہوئی ہے، سید فضل کریم مختار دراصل رہنے والے موضع امستھوا کے تھے۔ آپ کا شاندار بنگلہ اور حویلی اب تک امستھوا میں موجود ہے۔ سید امام الدین سلمہ کے اس وقت چار بچے ہیں۔ عزیزی سید عاطف امام سلمہ میٹرک کے بعد کالج میں زیر تعلیم ہیں۔ نازش سلمہ اور ثویہ سلمہ اسکول میں تعلیم حاصل کر رہی ہیں۔ سید امیر امام سلمہ ابھی شیرخوار ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان بچوں کو حیاتِ خضریٰ عطا فرمائے اور زیورِ تعلیم سے آراستہ کرے۔ آمین۔

### سید حسام الدین اشرف بن سید نظام الدین اور نگپوری۔

راقم سید قیام الدین کے بچھلے برادر سید حسام الدین اشرف سلمہ شگلن اپنے دادا میر سید امیر الدین کے ہم شکل اور مزاجن اپنے بڑے دادا میر سید جمال الدین سے مناسبت رکھتے ہیں۔ طبیعت میں جلال اور غصہ کی کیفیت ہے۔ لیکن دل کی کشادگی اور نرمی، جلال اور غصہ کو زیادہ دیر برقرار نہیں رہنے دیتی۔ ۱۹۳۸ء میں اپنے گاؤں اور نگپور پکوره میں پیدا ہوئے۔ اپنے تمام بھائی بہنوں میں وجیہہ، تندرست اور گداز جسم کے مالک تھے۔ لیکن موصوف کی بے توجہی اور غصہ کی کیفیت سے صحت اور تندرستی برقرار نہ رہ سکی۔ بچپن سے اسپورٹس سے دلچسپی رہی اور اس میں عملی طور پر حصہ لیتے رہے۔ ہاکی اور فٹ بال کے اچھے کھلاڑی رہے۔ اردو ادب اور تحریر و تقریر کا بھی ذوق ہے۔ راقم کے مشورے اور تحریک پر ایک رسالہ ماہنامہ ”شرف“ کا اجراء ۱۹۷۹ء میں شروع کیا اور تجرباتی طور پر اس کے دو مجلے نکالے جو بہت پسند کئے گئے۔ یہ رسالہ باضابطہ ۱۹۸۹ء سے جاری ہوا۔

عزیزی سید حسام الدین اشرف سلمہ نے کراچی یورڈ سے میٹرک کا امتحان پاس کیا اور ایف اے تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد تجارت کا پیشہ اختیار کیا۔ کراچی میں ایک پریس قائم کیا ہے اور پرنٹنگ اسٹیشنری کا کام کرتے ہیں۔ ماشاء اللہ محنتی نوجوان ہیں اگر استقلال اور محنت سے کام کرتے رہے تو کامیابی و کامرانی ان کے قدم چومے گی۔

عزیزی موصوف کی شادی مسماۃ بشری خاتون بنت سید غضنفر الدین بن داروغہ مظفر الدین بن مظہر الدین ساکن در بھنگ بن حکیم ولایت حسین منیری مقیم در بھنگ سے ہوئی۔ جن سے عزیزی سید تابش احمد سلمہ، سحر سلمہ اور سید علی اشرف سلمہ ہیں۔ اللہ تبارک تعالیٰ میرے ان پیاروں کو دن و دن رات چوکنی ترقی کی منزلیں طے کرائے۔ آمین

## سید احتشام الدین ارشد بن سید نظام الدین اور نگپوری -

میرے سب سے چھوٹے بھائی عزیزی سید احتشام الدین ارشد سلمہ ۱۹۵۳ء کو سابق مشرقی پاکستان کے شہر ڈھاکہ میں پیدا ہوئے۔ پیدائش کے چھ ماہ بعد سخت علیل ہوئے جس کا صحت پر بہت برا اثر ہوا اور آج تک وہ کمی پوری نہ ہو سکی۔ ڈھاکہ یورڈ سے ۱۹۶۸ء میں میٹرک اور ۱۹۷۰ء میں ایف اے پاس کیا۔ کراچی یونیورسٹی سے بی اے آنرز اور پالیٹکل سائنس میں ایم اے کیا۔ مشرقی پاکستان میں ان کی تعلیم کا زمانہ ایک ہنگامی زمانہ تھا۔

ان حالات میں برادر م احتشام الدین ارشد کا تعلیمی زمانہ بھی طے پاتا رہا۔ نتیجہ کے طور پر مشرقی پاکستان میں ایک طالب علم رہنما کی حیثیت سے میدان میں آئے۔ خاص طور سے بہاریوں کے سیاسی حقوق کے حصول کی جدوجہد میں مصروف ہو گئے۔ مشرقی پاکستان کے شہر ڈھاکہ میں دیوان وراثت حسین خان مرحوم کی سربراہی میں مہاجر حقوق کے لئے جدوجہد کا آغاز کیا۔ ۱۹۷۰ء کو کراچی یونیورسٹی میں داخلہ ہوا اور ایک طالب علم رہنما کی حیثیت سے پہچانے گئے۔ ۱۶ دسمبر ۱۹۷۱ء کو جب پاکستان کا ایک بازو کٹ گیا اور وہاں کی اردو بولنے والی آبادی کسمپرسی کا شکار ہوئی تو سب سے پہلے سید احتشام الدین ارشد سلمہ نے این ای ڈی انجینئرنگ کالج کے طالب علم رہنما صباح الدین مجاہد اور پروفیسر اے کے شمس کے ساتھ مل کر ۱۷ دسمبر ۱۹۷۱ء کو مشرقی پاکستانی طلبہ، کراچی کا ایک جلوس نکالا اور اسلام آباد کا دورہ کیا۔ اسلام آباد سے واپسی کے بعد مشرقی پاکستان طلبہ ایکشن کمیٹی کا قیام عمل میں آیا اور لائق اعظم، ممتاز عالم، سید احسان الحق، سید امتیاز احمد، حسن امام صدیقی اور سید محمود الحق وغیرہ کے ساتھ باضابطہ منتقلی کی تحریک کا آغاز کیا۔ محصورین مشرقی پاکستان کی منتقلی کی جدوجہد میں ارشد سلمہ نے اپنی تعلیم اور تدرستی کو داؤ پر لگا دیا۔ عزیزی موصوف ۱۹۷۶ء میں شدید علیل ہوئے اور زندگی کی امید نہ رہی۔ اللہ جل شانہ نے کرم کیا اور چھ ماہ کی مسلسل علالت کے بعد صحت یاب ہوئے۔ بیماری کے دوران سید تمیز احمد، اکرام مدنی، محمد علی، ظفر عالم، ایس ایم صلاح الدین، ڈاکٹر اظفر حسین اور تحسین جمالی جیسے مخلص دوستوں نے خلوص و محبت کا بھرپور مظاہرہ کیا۔

مشرق پاکستان کے سیاسی حالات و واقعات کا سید احتشام الدین ارشد کے ذہن پر خاصہ اثر تھا۔ ایف اے کے امتحان پاس کرنے کے بعد والد بزرگوار نے انہیں منجھلے بھائی سید امام الدین کے پاس کراچی بھیجا تو اس لئے تھا کہ یہاں سے اعلیٰ تعلیم کے لئے بیرون ملک بھیجا جاسکے۔ لیکن مشرقی پاکستان کی علیحدگی اور والد کے وہاں محصور ہو جانے کی وجہ سے یہ ارادہ ملتوی کرنا پڑا۔ جامعہ کراچی میں تعلیم کے دوران، محصور پاکستانیوں کی منتقلی کے لئے شروع کی جانے والی تحریک آگے چل کر ایک عالمی تحریک بنی۔ ارشد سلمہ نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ ملک کے کونے کونے کا دورہ کیا۔ ہر شہر میں جلسے اور مظاہرے کئے۔ ہندوستان سے ہجرت کر کے پاکستان آنے والوں کے بارے میں عوام کو آگاہ کیا۔ مشرقی پاکستان سے محصورین کی وطن واپسی کے لئے رائے عامہ ہموار کیا۔ اس سلسلے میں انہوں نے صدر، وزیر اعظم، مرکزی وزراء اور غیر ملکی سفیروں سے کئی کئی بار ملاقاتیں کیں۔ وکلاء کے بار ایسوسی ایشن کے اجلاس سے بھی خطاب کر کے مہاجرین مشرقی پاکستان کے حالات زار بیان کئے۔ کئی سال کی انتھک محنت اور جدوجہد کے نتیجے میں جو اخبارات کے ریکارڈ پر موجود ہیں، ۱۹۷۳ء کو تقریباً دو لاکھ محصورین پاکستان منتقل ہوئے۔ میرے علم میں یہ بات ہے کہ احتشام ارشد سلمہ نے سیکشن آفیسر کینٹ ڈویژن جناب خواجہ طارق سے ملاقاتیں

کیں اور انہیں محصورین کی حالتِ زار سے آگاہ کیا اور طارق صاحب نے منقلی کے سلسلہ میں ذاتی ہمدردانہ رویے کا مظاہرہ کیا۔ اللہ تعالیٰ موصوف کو جزائے خیر عطا کرے آمین۔ احتشام الدین ارشد سلمہ کے خدمات کے نتیجے میں ان کے حلقہ احباب میں ایسے کئی قومی رہنما بھی ہیں جو ملک کی مختلف سیاسی جماعتوں میں اہم عہدوں پر فائز ہیں۔ اور ملکی و عالمی سطح پر جانے پہچانے جاتے ہیں۔ تادم تحریر بنگلہ دیش سے محصور پاکستانیوں کی تحریک جاری ہے اور احتشام الدین ارشد اب بھی فعال کردار ادا کر رہے ہیں۔ بین الاقوامی سطح پر قائم ”عالمی مجلس محصورین پاکستان“ کے چیئرمین ہیں۔ جس کا مرکزہ جدہ میں ہے۔ انجینئر سید احسان الحق بحیثیت کنوینر جدہ میں بہت ہی فعال کردار ادا کر رہے ہیں۔ اس موقع پر میں ضروری سمجھتا ہوں کہ اس بات کا تذکرہ ضرور کروں کہ ۱۹۹۲ء میں جب راقم سید قیام الدین نے ادائیگی حج بیت اللہ کے سلسلے میں حجاز مقدس کا سفر کیا تو سید احسان الحق، سید امتیاز احمد، شمس افروز، اسلم پرویز اور دیگر نوجوانوں نے میری جس انداز میں مدد فرمائی تھی اسے میں تازلیست فراموش نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ ان عزیزوں کو جزائے خیر عطا کرے۔ آمین

سید احتشام الدین ارشد سلمہ حبیب بینک لیڈ میں ملازمت کر رہے ہیں اور خوش و خرم زندگی گزار رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں دنِ دونی راتِ چوگنی ترقی اور کامیابی و کامرانی سے ہمکنار کرے۔ آمین ثم آمین۔ عزیز موصوف کی شادی بی بی ہما رحمان بنت سید نور الرحمن بن سید حفیظ الرحمن بن حافظ سید لطف الرحمن ساکن کاکو سے ہوئی ہے۔ جن سے ایک بچی صالحہ احتشام ابھی شیر خوار ہے۔

### بی بی صالحہ خاتون بنت میر سید امیر الدین اور نگپوری۔

آپ کی پرورش خاص مشرقی ماحول میں آپ کی والدہ مسماہ بی بی شکران کی زیر نگرانی ہوئی۔ آپ نے اپنی زندگی ایک خاص اصول کے تحت گذاری۔ بزرگوں کی عزت اور چھوٹوں سے شفقت آپ کی اہم خصوصیات تھیں۔ بڑوں کی باتوں اور نصیحتوں کو خاموشی سے سنتی تھیں۔ اور اپنے سے چھوٹوں اور عزیزوں کی نصیحت اور تلقین کرنا اپنا فرض سمجھتی تھیں۔ بڑے بزرگ آپ کو جو کچھ کہہ دیں جائز ہو یا ناجائز آپ اس کا جواب دینا تو درکنار، اپنی صفائی پیش کرنا بھی گوارا نہ کرتیں۔ اس کے برعکس اگر کوئی چھوٹا معمولی غلطی کر جاتا تو خاموش رہنا ان کے بس میں نہ تھا۔ اگر ان کی نصیحت اور تلقین کے جواب میں کوئی چھوٹا سوال و جواب شروع کر دیتا تو آپ خاموش ہو جاتیں اور اس سے بات کرنا اپنی بے عزتی تصور کرتیں۔ جس طرح وہ خود بڑوں کی عزت اور ان کا احترام کرتی تھیں۔ اسی طرح چھوٹوں سے ویسے ہی برتاؤ کی توقع رکھتیں۔ کھیل تماشوں، سیر و تفریح اور جا و بیجا خوش گپیوں سے آپ کو کوئی دلچسپی نہ تھی۔ شادی سے قبل والدہ اور بڑے بھائی کی خدمت گذاری کی شادی کے بعد شوہر کی فرمانبرداری اور بچوں کی نگہبان بن کر رہیں۔ آپ نے ساری زندگی والدین یا شوہر سے کوئی فرمائش نہیں کی۔ صبر و قناعت کی جیتی جاگتی تصویر تھیں۔ زندگی برقرار رکھنے کے لئے دو وقت کا کھانا تن دھانکنے کے لئے کپڑا اس کے علاوہ آپ کو کسی چیز کی طلب نہ تھی۔ یہ دونوں چیزیں اچھی ملیں تو شکر کیا اور معمولی ملیں تو صبر۔ واہ رے طبیعت کہ مرتے دم تک اسی اصول پر قائم رہیں۔ چند دنوں کی علالت کے بعد وصال کیا اور کسی سے خدمت نہ لیا۔ تازلیست ہو، بیٹیوں، پوتے پوتیوں اور نواسوں کی خبر گیری کا مشغلہ رہا۔

آپ کی شادی مولوی ریاض الحق مرحوم بن مولوی سرور الحق ساکن رہی ضلع پٹنہ سے ہوئی۔ جن سے ایک پسر اور تین دختر ہیں۔ آپ کے پسر جناب سید اطہار الحق ۱۹۲۳ء کو اپنی نانہیال اور نگپور میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم جامعہ ملیہ دہلی سے حاصل کی

ہے۔ ۱۹۳۵ء میں میٹرک کیا اور علی گڑھ یونیورسٹی سے ایف اے کیا۔ موصوف کی دو شادیاں ہوئیں پہلی شادی برادری ہی میں مسماہ بی بی کمالہ خاتون بنت مولوی اکرام الحق ساکن سنگھریہ کو پا سے ہوئی۔ جو لاولد فوت ہوئیں۔ مسماہ کمالہ خاتون مرحومہ حسن صورت اور حسن سیرت دونوں سے آراستہ تھیں۔ حسن اخلاق، خلوص و محبت صبر و تحمل، نرم دلی، بے غرضی اور دوسروں کی خیر خواہی جیسی کوئی خوبیاں تھیں جو مرحومہ میں نہ تھیں۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو جوار رحمت میں جگہ دے اور ان کے درجات بلند کرے۔ آمین۔

سید اظہار الحق صاحب کی محل ثانی سے نو اولادیں ہیں۔ لڑکوں میں وسیم الحق سلمہ اور نسیم الحق سلمہ۔ لڑکیوں میں دختر اول نوشابہ سلمہ زوجہ خواجہ ریاض الحق بن خواجہ محمد عبد الحق بن خواجہ محمد وحید الدین ساکن جانیپور۔ دختر دوم رفعت سلمہ زوجہ سید بشیر الدین بن سید ظفر الدین ابدالی الہ پوری۔ دختر سوم کوثر سلمہ زوجہ جاوید مسعود بن مسعود عالم۔ دختر چہارم کشور سلمہ زوجہ سید سرور عالم بن سید اختر عالم مرحوم ساکن براوان۔ دختر پنجم فوزیہ سلمہ، دختر ششم روبابہ سلمہ اور دختر ہفتم زیبا سلمہ۔

مسماہ بی بی صالحہ خاتون بنت سید امیر الدین اور نگپوری کی دختر اول بی بی شہزادی کی شادی سید صفیر الامام بن ڈاکٹر سید عبد اللطیف بن میر الطاف حسین ساکن آدم پور سے ہوئی۔ دختر دوم بی بی روشن زوجہ سید ابو صالح رضوی بن سید عبد الجلیل ساکن سید آباد سے ایک لڑکا جمال فرید سلمہ اور ایک لڑکی صوفیہ سلمہ ہیں۔ دختر سوم شوکت سلمہ کی شادی فاروق اعظم فاروقی بن غلام شبیر فاروقی کریم چک در بھنگہ سے ہوئی ہے۔ جن سے عرشی سلمہ، عرفی سلمہ، جانی سلمہ اور شازیہ سلمہ ہیں۔

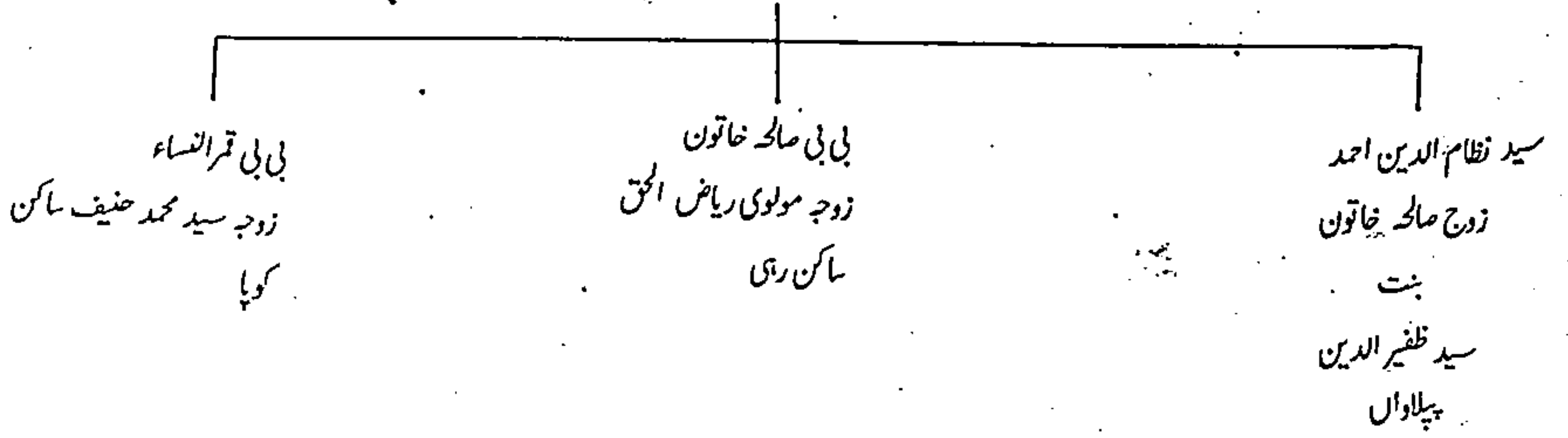
### مسماہ بی بی قمر النساء بنت سید امیر الدین اور نگپوری۔

آپ کی شادی سید محمد حنیف کمپنڈر بن ڈاکٹر سید عبد الحکیم بن سید عبد الکریم بن سید اشرف علی بن سید لطف علی بن سید محمود علی ساکن کوپا، ضلع پٹنہ سے ہوئی ہے۔ آپ نہایت نیک نفس اور کم گو خاتون ہیں۔ صوم و صلہ کی پابندی کا خاص خیال ہے۔ اس ضعفی میں گھر کے تمام کام خود انجام دیتی ہیں۔ قناعت اور صبر و تحمل آپ کی فطرت ہے۔ آپ کا ہر عمل اور چہرہ مبارک فقیرانہ توکل کا آئینہ دار ہے۔ آپ کو اللہ نے دو لڑکیاں اور عین لڑکے عطا کئے ہیں۔ دختر اول نفیہ خاتون زوجہ راقم الحروف سید قیام الدین بن سید نظام الدین بن سید امیر الدین اور نگپوری۔ دختر دوم نے چند سال زندہ رہ کر وصال کیا۔

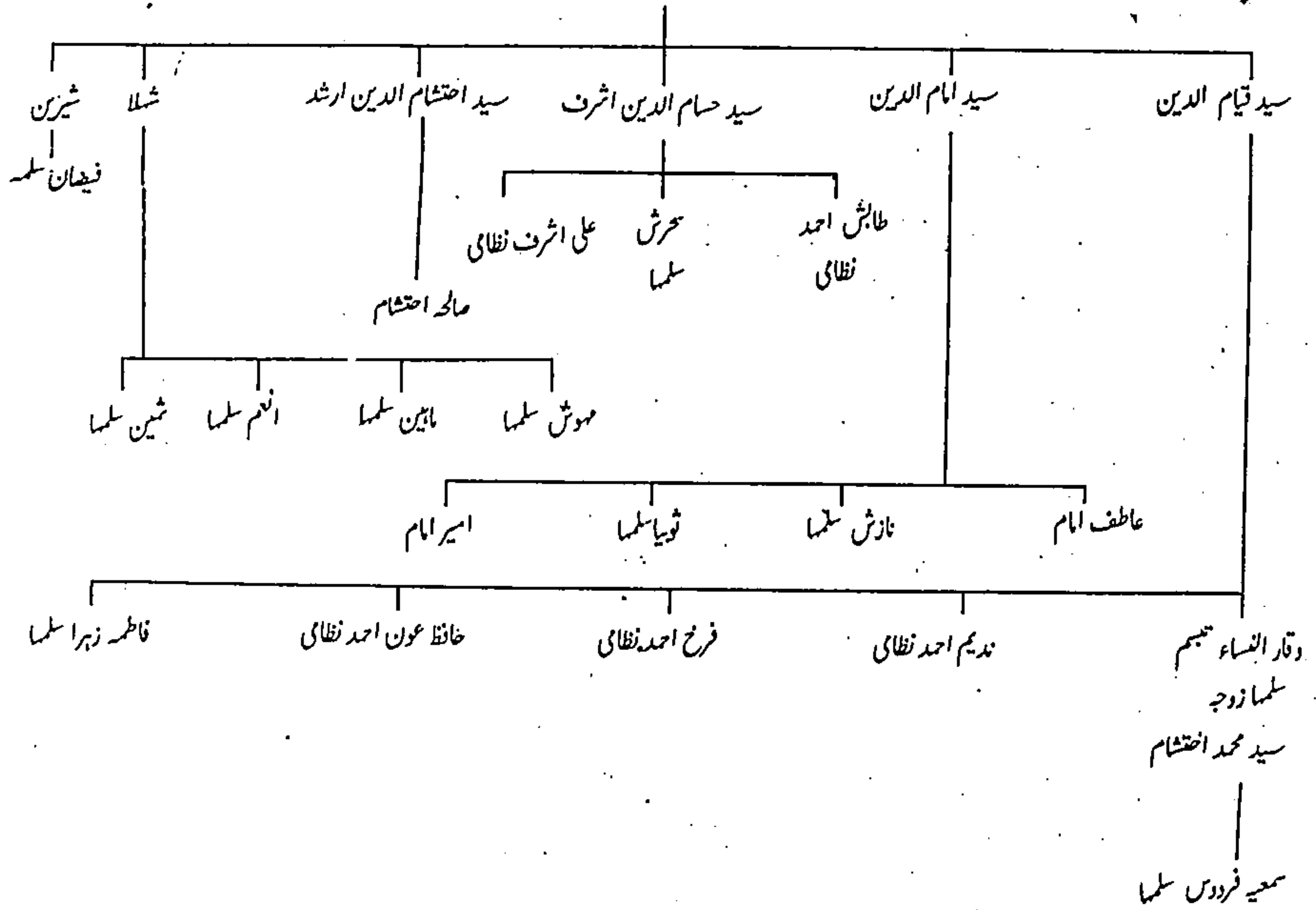
مخترہ قمر النساء صاحبہ کے پسر اول سید محمد کمال ہیں۔ جن کی شادی مولوی سیف الدین بن مولوی سراج الدین صاحب ساکن سنگھریہ کی دختر سے ہوئی جن سے چار لڑکے سید آفتاب عالم سلمہ، سید ممتاز عالم سلمہ، سید ممتاز عالم سلمہ۔۔۔۔۔ اور ایک لڑکی بے بی سلمہ ہے۔ پسر دوم سید محمد نسیم سلمہ نے پٹنہ یونیورسٹی سے بی اے آرز کیا ہے اور جمشید پور ٹائٹا میں اسکول ٹیچر ہیں۔ موصوف کی شادی سید فضل حق ساکن آدم پور کی لڑکی سے ہوئی ہے۔ جن سے چار لڑکیاں عفت سلمہ، رفعت سلمہ، کنکشاں سلمہ، جی سلمہ اور عین لڑکے دانش سلمہ، کاشف سلمہ اور راشد سلمہ ہیں۔ پسر سوم سید جاوید وسیم سلمہ صغریائی ہسپتال کراچی میں کمپنڈر ہیں۔ جاوید سلمہ کی شادی مسماہ خدیجہ الکبریٰ عرف مسعودہ بنت سید شاہ محمد الیاس ابدالی بن سید شاہ عطاء الرحمن بن سید شاہ لطف الرحمن ساکن اسلام پور سے ہوئی ہے۔

## نقشه اولاد سید امیر الدین بن میر تقی فضل حسین اورنگپوری

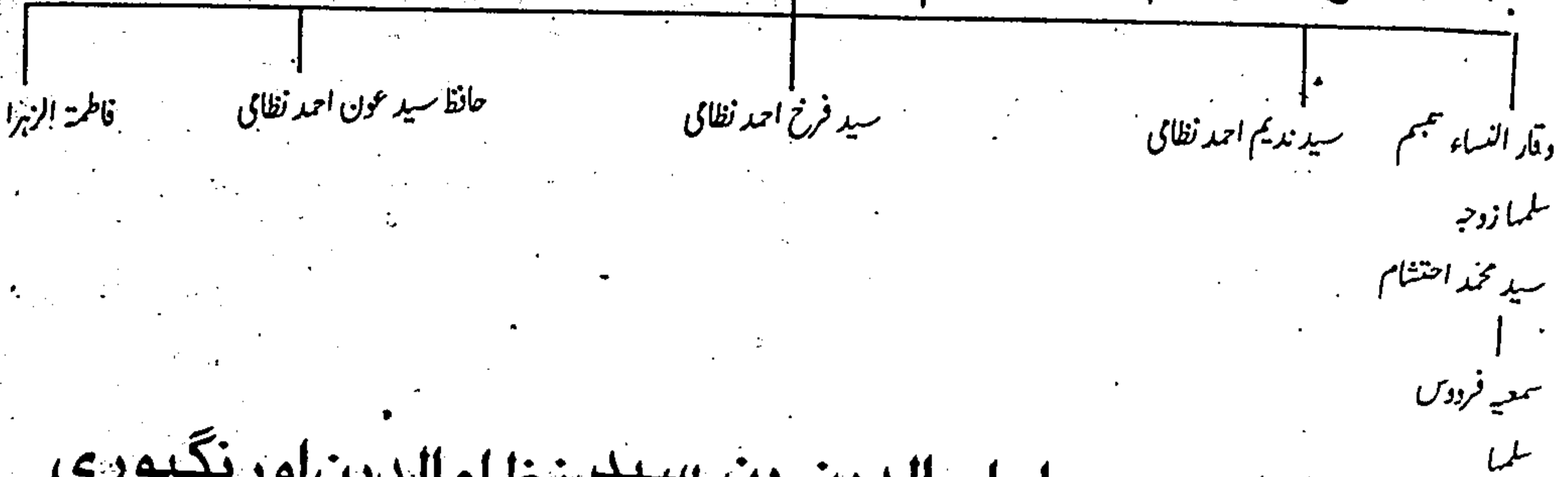
(زوج مسماة بٹکر بنبت میر بہادر علی پکوری)



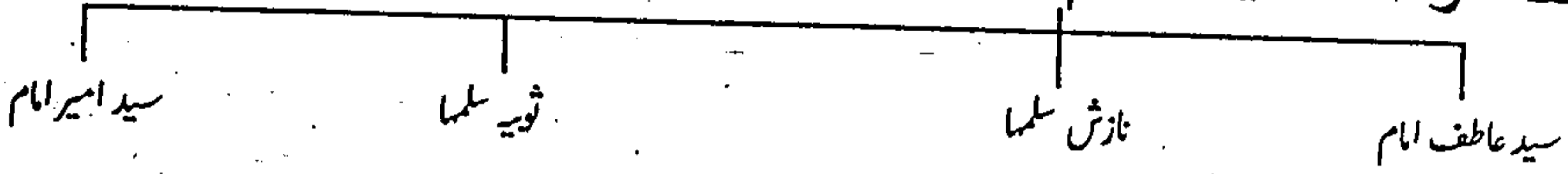
## نقشه اولاد سید نظام الدین بن میر امیر الدین اورنگپوری



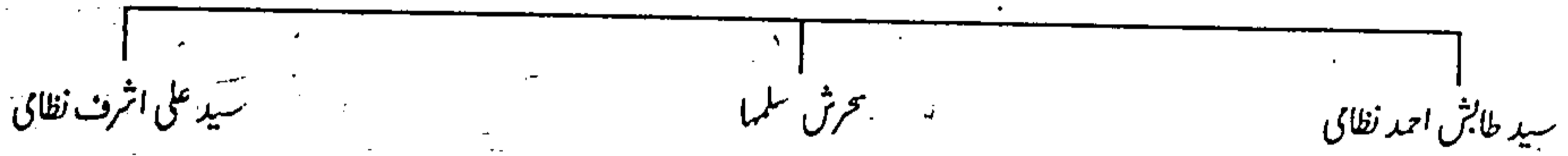
## نقشه اولاد راقم سید قیام الدین بن سید نظام الدین اور نگپوری



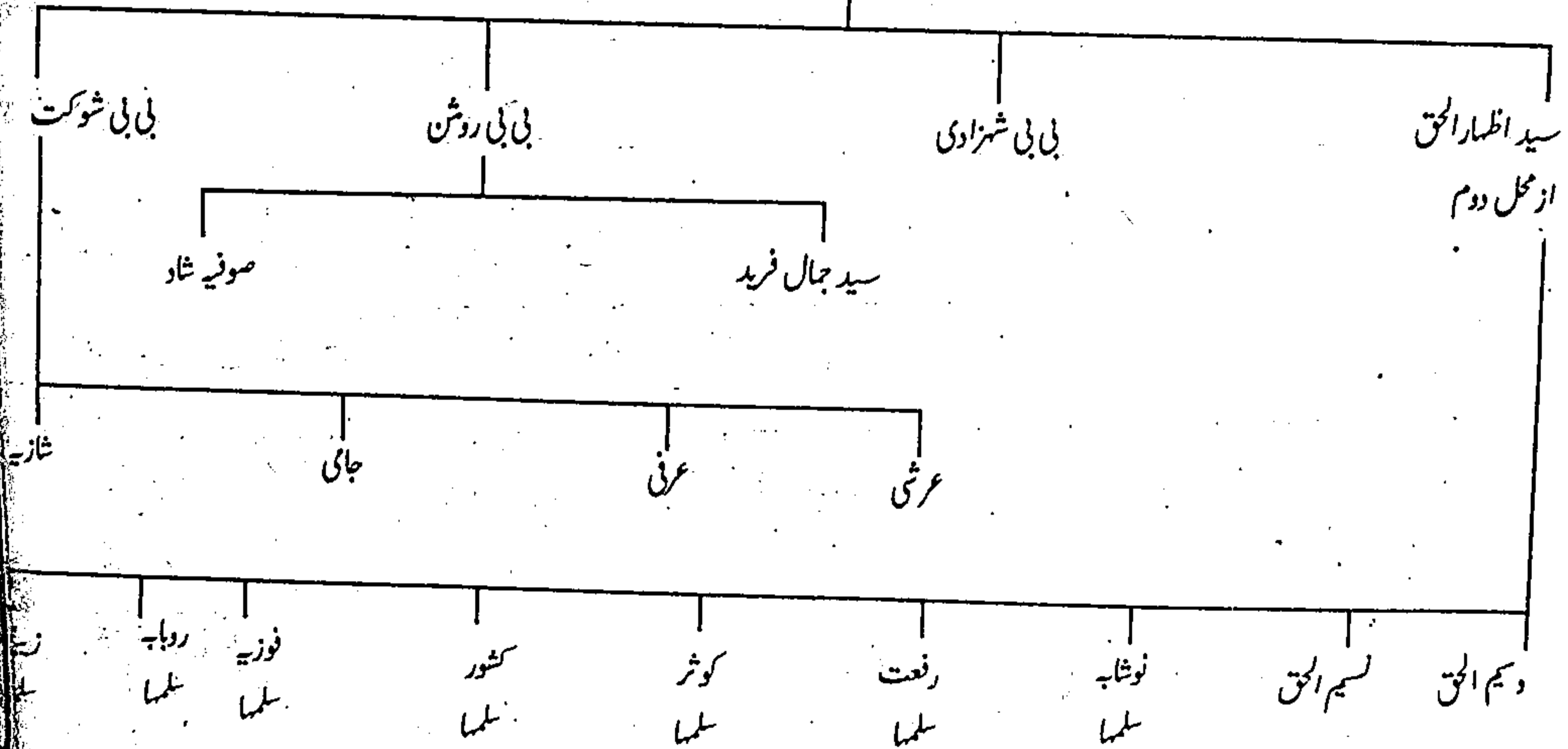
## نقشه اولاد سید امام الدین بن سید نظام الدین اور نگپوری



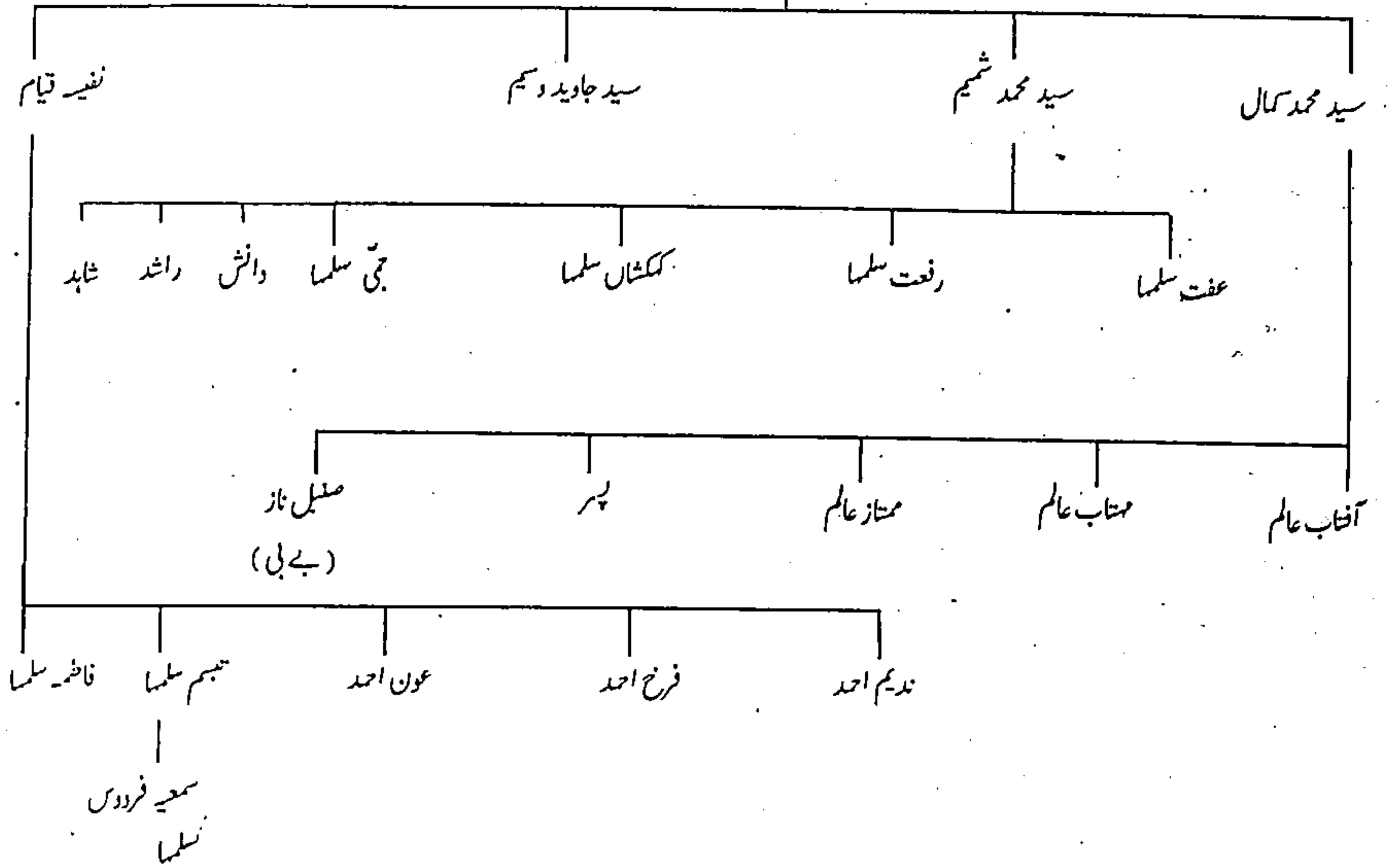
## نقشه اولاد سید حسام الدین اشرف بن سید نظام الدین اور نگپوری



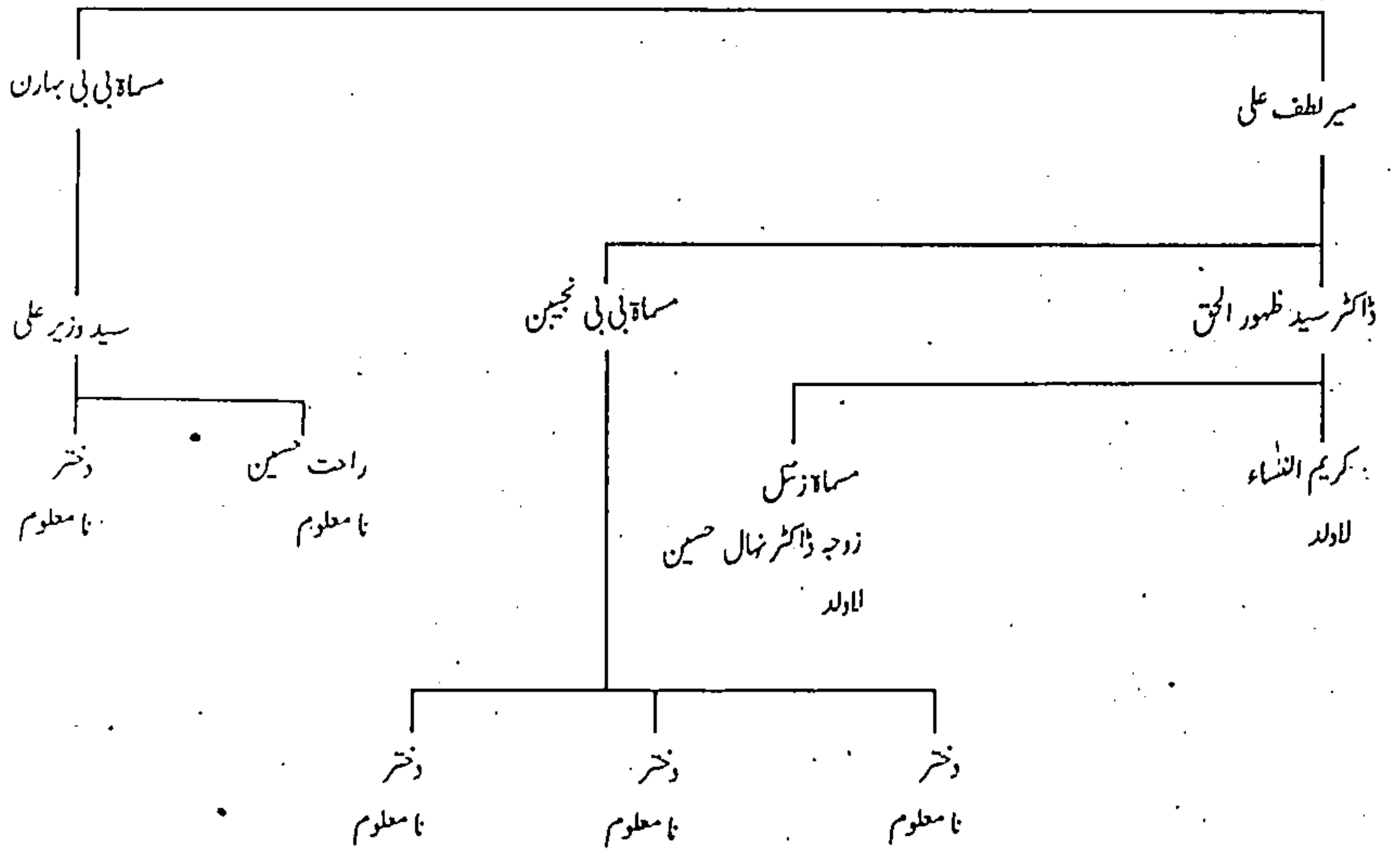
## اولاد مسماة صالحہ خاتون بنت میر سید امیر الدین اور نگپوری



## نقشه اولاد مسماة قمر النساء بنت امير الدين اورنگپوری

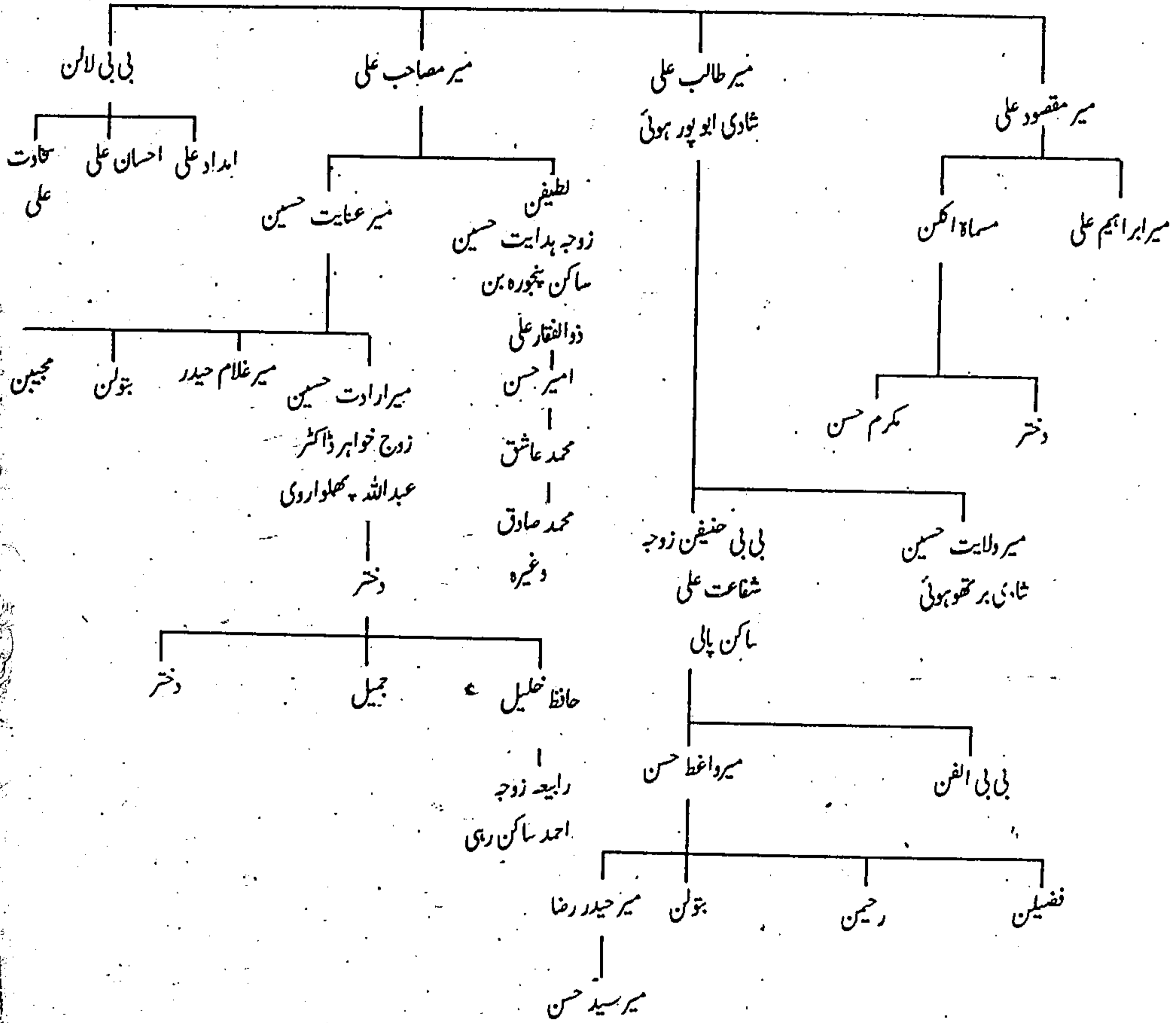


## میر سید رحمت علی بن میر سید رفیع الدین اورنگپوری

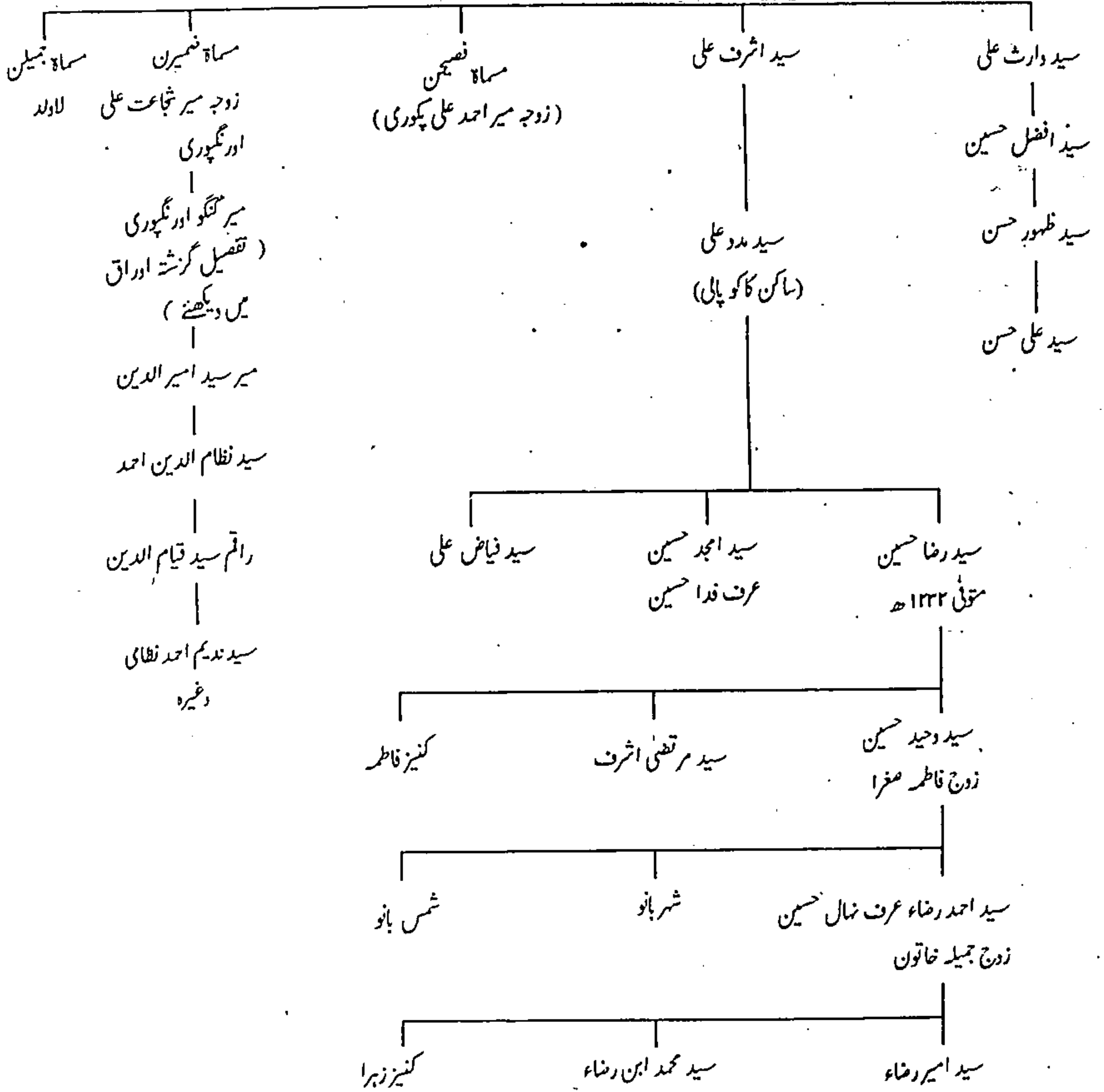




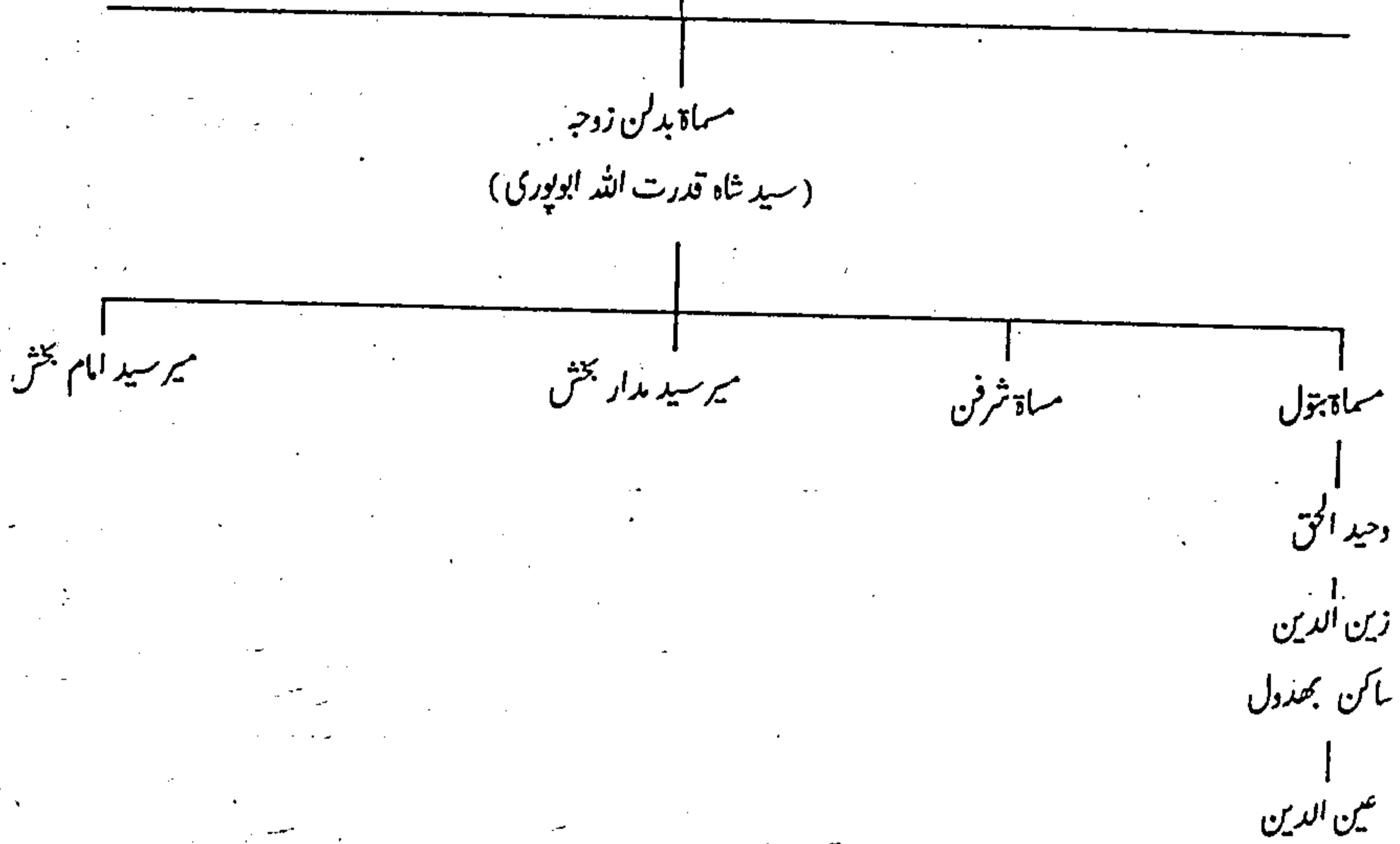
## سید سمیع اللہ بن سید ثناء اللہ اور نگپوری



## سید حفیظ اللہ بن سید ثناء اللہ اور نگپوری



## مسماة فصیح بننت سید حفیظ اللہ اور نگپوری



(تفصیل گزشتہ ادراک میں درج ہو چکے ہیں)

## حضرت سید قطب الدین ابو محمد عطاء اللہ بغدادی چشتی قدس سرہ

حضرت سید قطب الدین ابو محمد عطا اللہ بغدادی چشتی قدس سرہ ۷۰۸ھ میں بغداد میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد حضرت حسینؒ نے آپ کا نام قطب الدین رکھا۔ روحانی طور پر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عطاء اللہ نام رکھنے کی بشارت دی گئی اور آپ اسی نام سے مشہور ہوئے۔ والد کے وصال کے بعد بغداد میں اپنے خاندانی سلسلہ کی سجادگی پر رونق افروز ہوئے۔ کچھ دنوں بعد آپ بغداد سے مدینہ منورہ تشریف لائے اور علم ظاہری کی تکمیل میں مشغول رہے۔ آپ نے اپنی تعلیم مدینہ منورہ اور بغداد کے جید علمائے دین سے مکمل کی۔ علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد باطنی تعلیم کے حصول کے لئے ہندوستان کے صوبہ بنگال تشریف لائے۔ بنگال میں اس وقت حضرت نور قطب عالم پنڈوی قدس سرہ کا بڑا شہرہ تھا۔ حضرت عطاء اللہ بغدادی حضرت نور قطب عالم پنڈوی کے حلقہ ارادت میں داخل ہو کر ریاضت و مجاہدہ نفس میں مشغول ہوئے اور مدت دراز تک حضرت کی رہنمائی میں سلوک کی منزلیں طے کرتے رہے جس زمانہ میں آپ حضرت نور قطب عالم کے دربار سے منسلک تھے، بہار میں محرم جہاں حضرت شیخ شرف الدین احمد یحییٰ نیری البہاری قدس سرہ تبلیغ دین کا کام انجام دے رہے تھے۔ اور سلسلہ فردوسیہ کی ترویج و اشاعت میں مشغول تھے۔ محرم جہاں نے اجتماعی تبلیغی اہمیت کے پیش نظر اپنے وقت کے جید علمائے دین اور کامل صوفیائے کرام کو مختلف ممالک سے دعوت دے کر بہار آنے کی درخواست کی۔ آپ نے بنگال میں حضرت نور قطب عالم کے دربار سے منسلک چار مشائخ کرام کو دعوت نامے ارسال کئے۔ اس طرح حضرت عطا اللہ بغدادی قدس سرہ، محرم جہاں کی دعوت پر بنگال سے صوبہ بہار تشریف لائے اور شہر بہار شریف کے پانچانوے ندی کے کنارے ایک ویران جگہ کو اپنی رہائش کے لئے منتخب فرمایا۔ ندی کے کنارے جہاں آپ کی کٹیا تھی اب شاہ عطاء گھاٹ کے نام سے مشہور و معروف ہے۔ آپ نے اس جگہ کو اپنی عبادت و ریاضت اور گوشہ تنہائی کے لئے منتخب فرمایا تھا اور یہی وہ مرکز تھا جہاں سے آپ تبلیغ دین کے لئے سرگرم عمل ہوئے۔ آپ کے ذریعہ بکثرت بندگانِ خدا نے راہ ہدایت پائی اور ہزاروں بت پرست حلقہ اسلام میں داخل ہو کر توحید کی روشنی سے آشنا ہوئے۔ آپ کو حضرت نور قطب عالم سے سلسلہ چشتیہ میں تعلیم روحانی حاصل ہوئی تھی اور دوسرے سلاسل کی اجازت و خلافت بھی حاصل تھی۔ سلسلہ فردوسیہ کی نعمت حضرت محرم جہاں سے پہنچی۔ آپ نے شاہ عطاء گھاٹ میں ایک خانقاہ کی بنیاد ڈالی۔

حضرت سید عطاء اللہ بغدادی چشتی بہاری قدس سرہ کو اپنے استاد حضرت نور قطب عالم سے بڑی عقیدت و محبت تھی اور حضرت نور قطب عالم بھی آپ سے از حد انس رکھتے تھے۔ حضرت نور قطب عالم پنڈوہ شریف علاقہ بنگال میں سلسلہ چشتیہ کے بڑے مشہور و معروف بزرگ تھے۔ آپ حضرت علاء الحق خلیفہ حضرت انی سراج الدین ابو دھنی کے مرید و خلیفہ تھے۔ حضرت عطاء اللہ بغدادی قدس سرہ کو منسلک چشتیہ بابا فرید الدین گنج شکر اور حضرت نظام الدین اولیاء سے ہوتا ہوا حضرت نور قطب عالم سے ملا۔

حضرت سید عطا اللہ بغدادی چشتی قدس سرہ کا وصال ۸ جمادی الاول ۸۱۷ھ کو بہار میں ہوا۔ آپ کا مزار اقدس

پچانوے ندی کے کنارے پر واقع ہے۔ جو پیر شاہ عطا گھاٹ کے نام سے موسوم ہے۔ آپ کے وصال کی خبر جب حضرت نور قطب عالم کو پہنچی تو انہوں نے آپ کی تاریخ وفات لکھ کر ان کے صاحبزادے حضرت سید یوسف گنج بخش کی خدمت میں بہار شریف ارسال فرمایا۔ آپ اس میں اپنی انتہائی محبت و عقیدت کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

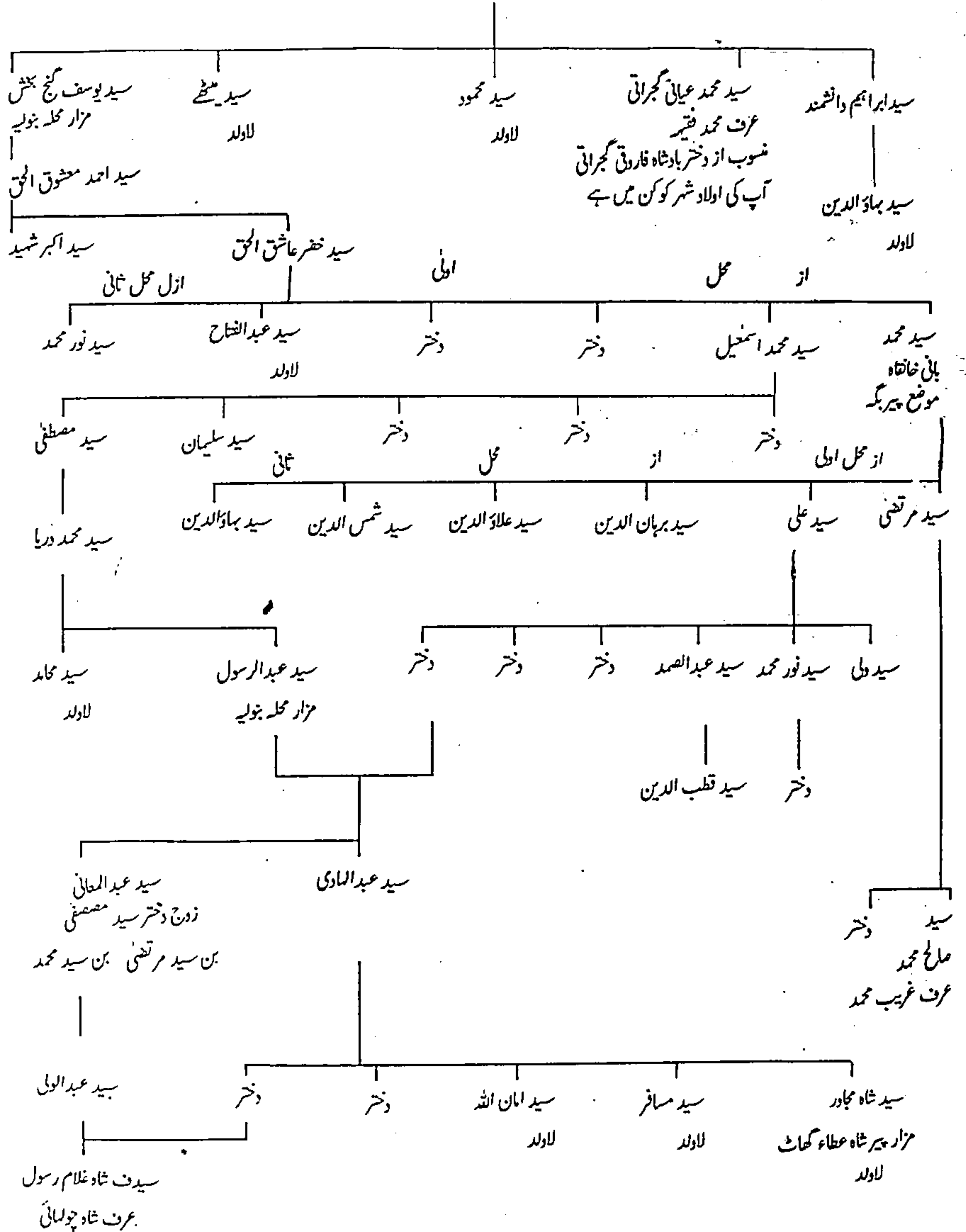
بجنت برقت و نمودہ مقام	خلیفہ محمد علیہ السلام
بہ سن ہفت صد ہشت آں شہ ولی	بہ بغداد پیدا شدہ وقت شام
چونامش قطب الدین پذیرش نہاد	پیمبر نہادہ عطاء اللہ نام
و لب ارادت و بے واسطہ	زاندر معاملات خیر الا نام
و ہم پیر خرقہ پدر او حسین	زفرزند رزاق پاک کرام
بحکم بنی سرور انبیاء	خلیفہ شدہ خاندان نظام
خلیفہ محمد سن فوت اوست	ندا داد ہاتف زغیب این کلام
بتاریخ ہشتم جمادی الاول	بدیدند قبرش ہمہ خاص و عام
ندا ند کس غسل و کفن و دفن	و ہم نہ خبر مرد کے آں امام
شدہ نور را نور از نور او	و نور علی نور گشتم تمام
خدا یا زید جملہ فرزند ہاش	تو جاری بکن شجرہ من تا قیام

مندرجہ بالا تاریخ وصال اب تک حضرت سید عطا اللہ بغدادی چشتی قدس سرہ کی اولادوں کے پاس خانقاہ چشتیہ میرداد بہار شریف میں موجود ہے۔ آپ پیران پیر حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی کی اولاد سے تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب اس طرح ہے۔

سید شاہ عطا اللہ بغدادی بن سید حسین بن سید علاء الدین بن سید ابراہیم گیسو دراز بن سید حاجی احمد بن سید حسن ثانی بن سید موسیٰ ثانی بن سید امیر علی بن سید محمد بن امیر سید سیف احمد بن امیر سید ابی نصر محی الدین بن امیر سید شاہ ابو صالح بن سیدنا عبد الرزاق پاک بن حضرت پیران پیر دستگیر سیدنا محی الدین عبدالقادر جیلانی۔

حضرت سید عطاء اللہ بغدادی چشتی قدس سرہ کی شادی مدینہ منورہ میں حضرت سید تاج الدین مدنی کی صاحبزادی سے ہوئی تھی۔ وصال کے بعد آپ کے صاحبزادے حضرت سید شاہ یوسف گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ آپ کی سجادگی پر رونق افروز ہوئے۔ سجادگی کا سلسلہ سلاسل اب تک آپ کی اولادوں میں جاری ہے۔ اس وقت خانقاہ حضرت سید شاہ عطاء اللہ قدس سرہ پر جناب سید شاہ انوار عالم بن سید شاہ احمد علی غوثی بن سید شاہ عبدالشکور تشریف فرما ہیں۔

## نقشہ اولاد حضرت سید عطاء اللہ بغدادیؒ



## حضرت سید محمدن القادری البغدادی الامجھریؒ

حضرت سید محمدن القادری البغدادی الامجھری قدس سرہ کا مولد و مسکن بغداد تھا جہاں آپ ۸۱۰ھ کو پیدا ہوئے۔ بہار کے لوگ آپ کو سیدنا کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ آپ بیعتاً و نسباً دونوں سلسلوں سے قادری ہیں۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت غوث الاعظم شیخ محی الدین عبد القادر جیلانیؒ سے ہوتا ہوا حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ تک جا پہنچتا ہے۔

نسب: حضرت سید محمدن القادری الامجھری بن سید درویش ابو محمد شمس الدین بن سید کلاں عالم ابو الخیر قطب الدین بن سید عبد الرحیم بن سید عبد الفتاح بن سید عبد الوہاب بن سید عبد الرحمن بن سید عبد اللطیف بن سید عبد الحئی بن سید عبد الخلیل بن سید عبد الرحیم ابو القاسم کرم اللہ رزاقی بن صاحب الحکم والاشفاق تاج الدین عبد الرزاق القادری بغدادی بن حضرت امیر محبوب سمائی قطب ربانی غوث صمدانی غوث الاعظم شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی الحسنى والحنینی۔

تعلیم و تربیت: حضرت سیدنا سات سال کی عمر میں شیخ خلیل اللہؒ کے مدرسہ میں داخل کئے گئے جہاں آپ نے قرآن کریم حفظ کیا۔ اور قرأت سیکھی۔ اس کے بعد ادب، فقہ، اصول فقہ اور حدیث کی تعلیم حضرت شیخ ابو اسحاق کوفی سے حاصل کی۔ علم مناظرہ اور سماع حدیث کے علاوہ دوسرے علوم حضرت شیخ ابو المکارم جنیدی، شیخ عبد اللہ سعد، شیخ ابو الخیر عبد الرحیم اور شیخ عبد الغفار نجفی وغیرہم نے پڑھائے۔ آپ نے علم تصوف اور تفسیر میں حضرت ابو الفرج جنیدی سے استفادہ کیا۔ ۲۳ سال کی عمر میں علوم ظاہری سے فراغت حاصل کرنے کے بعد اپنے والد سے علم باطنی کی تکمیل کی۔ والد بزرگوار کے حکم سے دو سال تک قرن کے جنگل میں تہذیب قلب اور اصلاح نفس کے لئے چلہ کش رہے۔ اس دوران آپ کے مرید خاص حضرت طلحہ عرف شیخ حسنؒ آپ کے ساتھ رہے۔ جن کا بیان ہے کہ دو سال کی مدت میں آپ اکثر روزے سے رہتے تھے۔ درختوں کی پتیوں کے علاوہ کوئی دوسری غذا استعمال نہیں کیا۔ بعد اس کے امام موسیٰ کاظمؑ حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ اور دوسرے اولیائے کبار کے مزارات پر معتکف رہ کر فیوض و برکات حاصل کئے۔ چھ ماہ تک نجف اشرف میں حضرت علی مرتضیٰ کے روضہ اقدس پر قیام کیا۔ اس دوران حج کا زمانہ آیا توجج کے لئے تشریف لے گئے۔ بعد حج بیت المقدس میں انبیائے کرام کے مزارات اور کوہ طور کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ آپ اس طویل سفر کے بعد اور انبیائے کرام و اولیائے عظام کے فیوض و برکات سے مالا مال ہو کر جب والد بزرگوار کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہیں بے حد خوشی ہوئی۔ والد بزرگوار کے حکم کے مطابق آپ نے دوبارہ چار سال بیابان کی خاک چھانی اور عبادت الہی میں مشغول رہے۔ پھر مدینہ منورہ جا کر چھ ماہ مسجد نبوی میں معتکف رہے۔ بحکم و بشارت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ ۸۳۷ھ میں دعوت حق اور تبلیغ دین اسلام کی طرف متوجہ ہوئے اور مدینہ منورہ سے اپنے کام کا آغاز فرمایا۔

دعوت حق: سب سے پہلے آپ کے دست حق پرست پر توبہ کرنے اور مرید ہونے والوں میں حضرت طلحہ الملقب بہ شیخ حسن علیہ رحمۃ تھے۔ حضرت شیخ حسنؒ کو خرقہ خلافت بھی عطا ہوا۔ دوسرے بزرگ حضرت شیخ محمد مجذوب ہیں جنہیں اس نعمت سے سرفراز کیا گیا۔ اس کے بعد سے مدینہ منورہ میں حضرت سیدنا قدس سرہ کے حلقہ ارادت میں داخل ہونے والوں کا تاتنا بندھ گیا۔ آپ ابھی مدینہ منورہ ہی میں مقیم تھے کہ حج کا زمانہ آگیا اور آپ دوبارہ حج کی نیت سے مکہ معظمہ تشریف لے گئے۔ حج کے بعد آٹھ

سال تک آپ مکہ معظمہ ہی میں قیام فرما رہے۔ جہاں بکثرت لوگوں نے آپ کے دست مبارک پر بیعت کی جن میں حضرت شیخ کریم الدین کی خادم حرم کعبہ اور حضرت علی شیر شیرازی وغیرہم کا نام نامی بہت مشہور ہے۔ آٹھ سال کے بعد حضرت سید محمدن القادری البغدادی قدس سرہ مکہ معظمہ سے والد کی قدمبوسی کے لئے بغداد آئے اس وقت آپ کے والد جیال (جیلان) میں مقیم تھے۔ اس لئے آپ جیلان اپنے والد کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور چھ ماہ قیام پذیر رہے۔ اسی دوران خواب میں حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہوا کہ آپ ہندوستان تشریف لے جائیں اور وہیں مقیم ہو کر دعوتِ حق اور تبلیغِ دین میں مشغول رہیں۔ اس اجمال کی تفصیل کچھ اس طرح ہے۔ حضرت علی شیر شیرازی رحمۃ اللہ علیہ اپنے پیرو مرشد سیدنا قدس سرہ کے حالاتِ زندگی تحریر کرتے ہوئے اپنی کتاب ”منقبتِ محمدیہ“ میں ایک جگہ لکھتے ہیں (ترجمہ) ”جب سیدنا رضی اللہ عنہ کو مکہ معظمہ میں آٹھ سال گزرے، آپ کو اپنے والد بزرگوار کی قدمبوسی کا شوق ہوا۔ بغداد آئے ان دنوں آپ کے والد قدوة المحققین سید درویش محمد قادری جیال میں اقامت پذیر تھے۔ کیونکہ آپ دونوں جگہوں میں کبھی یہاں اور کبھی وہاں رہا کرتے تھے۔ اس لئے سیدنا بھی وہیں تشریف لے گئے اور چھ ماہ تک آپ کے ہمراہ رہے۔ ایک دن صبح کی نماز کے بعد حضرت سیدنا اپنے والد بزرگوار کے پاس بیٹھے تھے۔ مگر خلاف معمول دونوں حضرات کے چہرہ مبارک پر حزن و ملال نمایاں تھے اور آبدیدہ ہو کر حیرت سے ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہے تھے۔ میں (علی شیر شیرازی) نے باادب اس افسردگی کی وجہ دریافت کی۔ حضرت سید درویش محمد قادری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے نور نظر سید محمد کو بارگاہ رسالت سے ہندوستان جانے اور وہیں رہنے کا حکم ہوا ہے۔ اس لئے کہ ایک مظلوم کی داد رسی ان کے وہاں جانے پر موقوف ہے۔ علاوہ بریں دیار ہند کی اکثر مخلوق ان سے راہ ہدایت حاصل کرے گی۔ چونکہ الہجر اشد من القتل یعنی ہجر و فراق کی کوفت تلوار کی کاٹ سے زیادہ تکلیف دہ ہے۔ ان کی جدائی کا خیال ہے۔ بقاضائے بشریت اس رنج و ملال کا باعث ہو رہا ہے۔ میں (علی شیر شیرازی) نے مظلوم اور ظالم کی نسبت دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا اس ستم رسیدہ مظلوم کو تم ابھی دیکھ لو گے شیخ علی (ہندی) ان کا نام ہے۔ اور بلحاظ علم و فضل علامہ دہر ہیں۔ اس ظالم کو جس کے دست ستم سے تنگ آکر انہیں وطن مالوف کو خیر باد کہنا پڑا تم سر زمین ہند میں جا کر دیکھو گے۔“ حضرت شیخ حسن علیہ رحمۃ کا کہنا ہے کہ ”حضرت سیدنا کی عمر پندرہ سال کی تھی کہ میں نے آپ کی صحبت اختیار کی لیکن میں نے کبھی آپ کو رنج و راحت سے متاثر نہ پایا مگر جس دن شیخ علی ہندی قصبہ جیال میں آئے اس دن سے حضرت کے قیام سے بے حد غم و الم کا اظہار ہوتا تھا۔ اور جس وقت آپ ہندوستان کو روانہ ہوئے اس وقت سے زیادہ میں نے آپ کو خوش و خرم کبھی نہیں دیکھا۔ میں نے اس کی وجہ آپ سے دریافت کی تو آپ نے فرمایا پہلے پہل تو بقاضائے بشریت وطن مالوف کی جدائی اور والد بزرگوار کی مجبوری سے طبیعت کو رنج ہوتا تھا۔ لیکن اب اس امر سے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے بموجب ہندوستان جا رہا ہوں اپنے دل میں غیر معمولی خوشی اور مسرت محسوس کرتا ہوں۔“

سفر ہندوستان۔

آخر پروگرام کے مطابق حضرت سید محمدن القادری البغدادی الالبھری قدس سرہ اپنے چالیس خلقاء، مریدوں اور خادموں کے ساتھ ہندوستان کے لئے روانہ ہوئے۔ دوران سفر جب آپ کا گذر قندھار سے ہوا تو والی قندھار نے خدمت میں حاضر



ہو کر شرف ملاقات حاصل کیا اور بڑی عزت و احترام سے اپنے محل میں لے گیا۔ ایک بزرگ حضرت سید نصیر الدین تبریزی کی ملاقات حضرت سید سے مکہ معظمہ اور ملک روم میں دو مرتبہ ہو چکی تھی۔ اور حضرت سید نصیر الدین نے والی قندھار کو آپ کے مقام و مرتبہ سے آگاہ کر دیا تھا۔ والی قندھار اور بکثرت دوسرے افراد جوق در جوق آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے۔ یہاں بیعت ہونے والوں میں آپ نے حضرت سید علاء الدین تبریزی بن سید نصیر الدین تبریزی کو خرقہ خلافت عطا کیا۔ حضرت سید علاء الدین اپنے والد کی اجازت سے حضرت سیدنا کے قافلہ میں شامل ہو کر ہندوستان روانہ ہوئے۔ تین دن قیام کے بعد حضرت سیدنا کے قافلہ نے قندھار سے کوچ کیا اور سفر کرتا ہوا ملتان پہنچا۔ آپ نے چند دنوں ملتان میں قیام فرمایا۔ یہاں آپ کی ملاقات حضرت محموم سید انی سراج الملک والدین محدث اور ان کے صاحبزادوں سید محمود علی، سید سلیمان اور سید محموم مشہدی سے ہوئی۔ حضرت سیدنا ملتان سے کچھ چھ شریف کے قریب موضع سرپرور پہنچے۔ موضع سرپرور میں حضرت سید حسن بن سید تاج الدین ابو عبد الرزاق بن سید ابو صالح احمد یکے از اولاد حضرت شیخ عبد القادر جیلانی پہلے سے مقیم تھے۔ حضرت سید حسن نے آپ کو اپنے مکان میں مہمان لٹھرایا اور جب انہیں معلوم ہوا کہ آپ بھی حضرت غوث الاعظم کی اولاد میں سے ہیں تو انہوں نے اپنی ہمیشہ کا آپ سے نکاح کر دیا۔ حضرت سیدنا قدس سرہ نے پندرہ دنوں موضع سرپرور میں قیام فرمایا۔ بعد اس کے آپ اپنی منزل صوبہ بہار کے ضلع گیا ۸۳۶ھ میں پہنچے۔ اور موضع زہنا میں قیام فرمایا۔ یہ وہی مقام ہے جہاں کے راجہ جیون نے حضرت شیخ علی ہندی پر ظلم و ستم ڈھایا تھا۔ اور آپ کے اہل و عیال کو شہید کر دیا تھا۔ موضع زہنا ایک گھنا جنگل تھا جس کے درمیان میں راجہ کا محل واقع تھا۔ حضرت سید محمدن القادری البغدادی قدس سرہ حضرت شیخ علی ہندی کو ساتھ لے کر راجہ کے محل میں تشریف لے گئے۔ راجہ کو اس کے ظلم و ستم پر لعنت و ملامت کی اور فرمایا کہ خیر اسی میں ہے کہ اسلام قبول کرو اور کفر سے باز آجاؤ۔ راجہ نے آپ کی دعوت حق کو رد کر دیا اور غرور و تکبر کے عالم میں آپ کو محل سے واپس کر دیا۔ آپ اپنی قیام کی جگہ تشریف لائے اور رات کی تاریکی میں اللہ عزوجل کے حضور سجدہ ریز ہو کر اور گڑ گڑا کر راجہ جیون کی سرکشی اور ظلم کے خلاف انصاف کے خواستگار ہوئے۔ آپ کی دعاء قبول ہوئی، آسمان پر سیاہ بادل نمودار ہوا اور اس قدر تیز بارش ہوئی کہ پورا علاقہ زیر آب آگیا۔ راجہ کا محل اس سیلاب میں بہ گیا اور راجہ اپنے اہل و عیال اور ساتھیوں سمیت اس عذاب الہی سے نیست و نابود ہوا۔ زہنا کے قیام کے دوران ایک ہندو چرواہا آپ کی کرامات سے متاثر ہو کر مسلمان ہوا جس کا نام آپ نے صادق رکھا۔ حضرت سیدنا کی ایک برہمی کرامت یہ تھی کہ آپ کا گزر جس علاقہ سے ہوتا اس علاقہ کے لوگوں سے ان ہی کی زبان میں بلا تکلف گفتگو کیا کرتے تھے۔ صادق سے بھی اس کی مادری زبان ہندی میں روانی سے گفتگو کرتے تھے۔ اسی زمانہ میں والی بہار دریا خان کے دو ملازم خاص حاجی خان اور حاجی خان نے جو آپس میں گئے بھائی تھے۔ آپ کے دست حق پرست پر بیعت کیا۔ والی بہار کو جب اپنے آدمیوں سے حضرت کے حالات معلوم ہوئے تو وہ بھی آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہو گیا۔ اور ایک چشمے کے کنارے ایک مکان اور مسجد تعمیر کرا دی۔ زہنا کے مقام پر خلائق کے ہجوم سے آپ تنگ آگئے اور اس مقام کو چھوڑ کر موضع امجد شریف چلے آئے۔ امجد شریف کو آپ نے اپنے مستقل رہائش کے لئے پسند فرمایا۔ جب یہاں آپ کی رہائش کا انتظام ہو گیا تو آپ اپنے مرید خاص حضرت شیخ حسن کو موضع سرپرور روانہ فرمایا کہ آپ کی اہلیہ کو بہار لے آئیں۔ سرپرور پہنچنے کے بعد شیخ حسن علیل ہو گئے اور چند دنوں کی علالت کے بعد آپ کا انتقال ہو گیا۔ آپ کی تجمیز و تکفین کے بعد حضرت سیدنا کے برادر نسبتی

حضرت سید حسن قادریؒ آپ کی اہلیہ کو بہار لے کر آئے۔ حضرت سید محمدن القادری الہجری قدس سرہ کا وصال ۱۱ مئی ۱۹۳۰ھ کو ہوا۔ جہاں آپ کا روضہ مرجع خلائق ہے۔ ربیع الاول کے مہینہ میں ہر سال آپ کا عرس ہوتا ہے جس میں ملک کے طول و عرض سے زائرین شرکت کرتے ہیں۔

## حلفاء و مریدان خاص:

(۱) حضرت شیخ حسنؒ: آپ کا نام طلحہ اور لقب حسن تھا۔ حضرت سیدنا کے مرید خاص اور خلیفہ تھے۔ آپ نے پچھن کے زمانہ سے ہی حضرت کی صحبت اختیار کی سفر و حضر میں ہمیشہ ساتھ رہے۔ آپ کے ساتھ ہند تشریف لائے۔ حضرت شیخ حسنؒ اپنے وقت کے جید عالم دین اور صاحب کشف و کرامت بزرگ تھے۔ حضرت علی شیر شیرازیؒ کہتے ہیں۔ ”جب شیخ احمد ہانسوی نے آپ کے (حضرت سیدنا کے) ہاتھ پر توبہ کی تو انہوں نے سیدنا اور آپ کے رفقاء کی دعوت کی اور انہیں ہانسی پور لے گئے۔ وہاں کے مالک کا نام قادن تھا۔ وہ سیر و شکار سے واپس ہو کر شیخ احمد کی خانقاہ کے قریب سے گزرا تو خلاف معمول ہجوم دیکھ کر دریافت کیا کہ یہ کون لوگ ہیں۔ انہوں نے (یعنی شیخ حسن) جواب دیا کہ ہمارے شیخ اور سردار کے رفیق ہیں۔ اس نے کہا کہ دم تو یہ فقیر کا بھرتے ہیں لیکن کھانے کے لئے گلے کوچوں میں مارے مارے پھرتے ہیں۔ شیخ حسن نے فرمایا کہ دعوت کا قبول کرنا سنت ہے۔ اس نے جواب دیا کہ ہاں اگر ایک دن تمہیں کھانا ملے تو اپنے سر کھا جاؤ۔ شیخ حسن کو یہ بات ناگوار گذری۔ انہوں نے کہا تو ہمیں سر کھانے کو کہتا ہے اپنا ہی سر کیوں نہیں کھاتا۔ قادن معاً گھوڑے سے گرا اور اس کی گردن کے مڑے ٹوٹ گئے اور اس کا سر پیٹ کے قریب آیا۔ اس کے لڑکوں نے اسے اٹھا کر فوراً حضرت سیدنا کے قدموں پر ڈال دیا۔ آپ کی دعا سے اس کی گردن درست ہو گئی۔“ حضرت شیخ حسنؒ کا مزار موضع سرہر پور، یوپی میں ہے۔

(۲) حضرت علی شیر شیرازیؒ: آپ صاحب ولایت بزرگ تھے۔ آپ کا وطن مالوف شیراز تھا۔ ابتدائے جوانی سے خوف خدا سے سرشار اور ریاضت و مجاہدہ سے نفس کشی کے شائق تھے۔ اس سفر روحانی کے لئے آپ کو ایک کامل رہنما کی تلاش تھی۔ آپ اکثر فکر مند رہا کرتے تھے کہ اس سفر کی صعوبتوں کو ہلکا کرنے کے لئے کس کا دامن تھاما جائے۔ ایک دن آپ نے اللہ جل شانہ کے حضور سجدہ ریز ہو کر اس کی بارگاہ سے رہنمائی چاہی۔ آخر ایک رات خواب میں آپ کی حضرت سید محمدن القادری الہجری قدس سرہ سے ملاقات ہوئی۔ حضرت نے آپ کی بیعت لی، خرقہ عطا کیا اور مکہ معظمہ آنے کا حکم دیا۔ حضرت علی شیر شیرازی اپنی کتاب ”منقبت محمدیہ“ میں تحریر فرماتے ہیں ”اپنے والد سے اجازت لے کر مکہ معظمہ کا رخ کیا۔ جس وقت وہاں پہنچا تو حضرت سیدنا ایک مجمع کثیر میں تشریف فرما تھے۔ مجھے دیکھتے ہی آپ نے فرمایا اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اور ارشاد کیا کہ شیرازی تم اپنے وعدہ پر آگے۔ میں نے سلام کا جواب دیا اور قدم یوس ہوا۔ آپ نے مجھے بیعت سے مشرف فرمایا۔ آپ اس وقت اسی طرح کا خرقہ پہنے ہوئے تھے۔ جو مجھے بحالت خواب شیراز میں عطا فرمایا تھا۔ چنانچہ وہی خرقہ اس وقت مرحمت فرمایا اور ارشاد ہوا کہ اے علی شیر ہم نے تمہیں ظاہر و باطن دونوں نعمتیں بخشیں۔“

حضرت علی شیر شیرازیؒ بیعت ہونے کے بعد سے تازندگی حضرت سیدنا کی خدمت میں حاضر رہے۔ اور آپ کے

ساتھ ہندوستان تشریف لائے۔ حضرت سیدنا نے اپنے وصال سے چند دنوں قبل موضع کٹبہ، اورنگ آباد اور اس کے قرب و جوار کی ولایت سے سرفراز کیا۔ حضرت علی شیر شیرازی علیہ رحمۃ کا مزار موضع کٹبہ ضلع گیا میں ہے۔

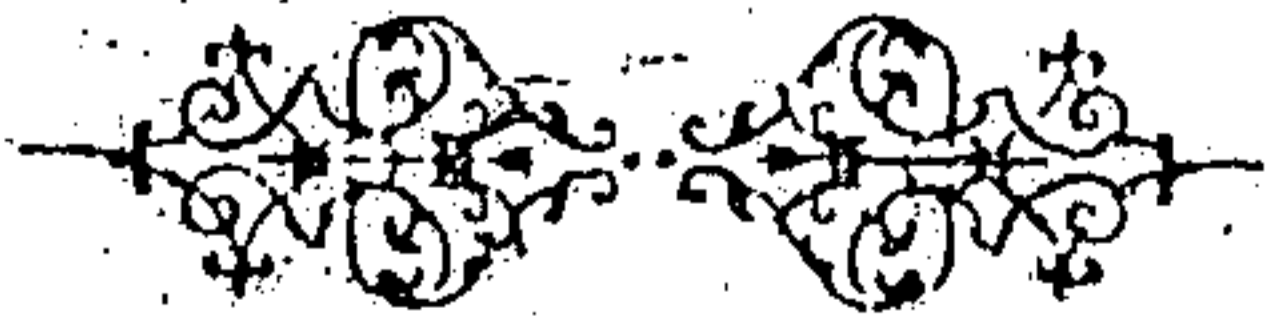
(۳) حضرت شیخ محمد مجذوب: آپ وہ دوسرے بزرگ ہیں جو حضرت شیخ حسنؒ کے بعد مدینہ منورہ میں بیعت سے مشرف ہوئے اور خرقہ خلافت سے سرفراز کئے گئے۔

(۴) حضرت شیخ کریم الدین حسین مکی: علمائے مکہ مکرمہ اور خدام کعبہ میں سے ہیں۔ حضرت سیدنا کے قیام مکہ کے زمانہ میں شرف بیعت حاصل کیا اور عارف باللہ ہوئے۔ آپ نے حضرت سیدنا کے مفصل حالات زندگی پر ایک کتاب ”تاریخ حسینی“ لکھی جس میں آپ کے کشف و کرامات کا ذکر موجود ہے۔

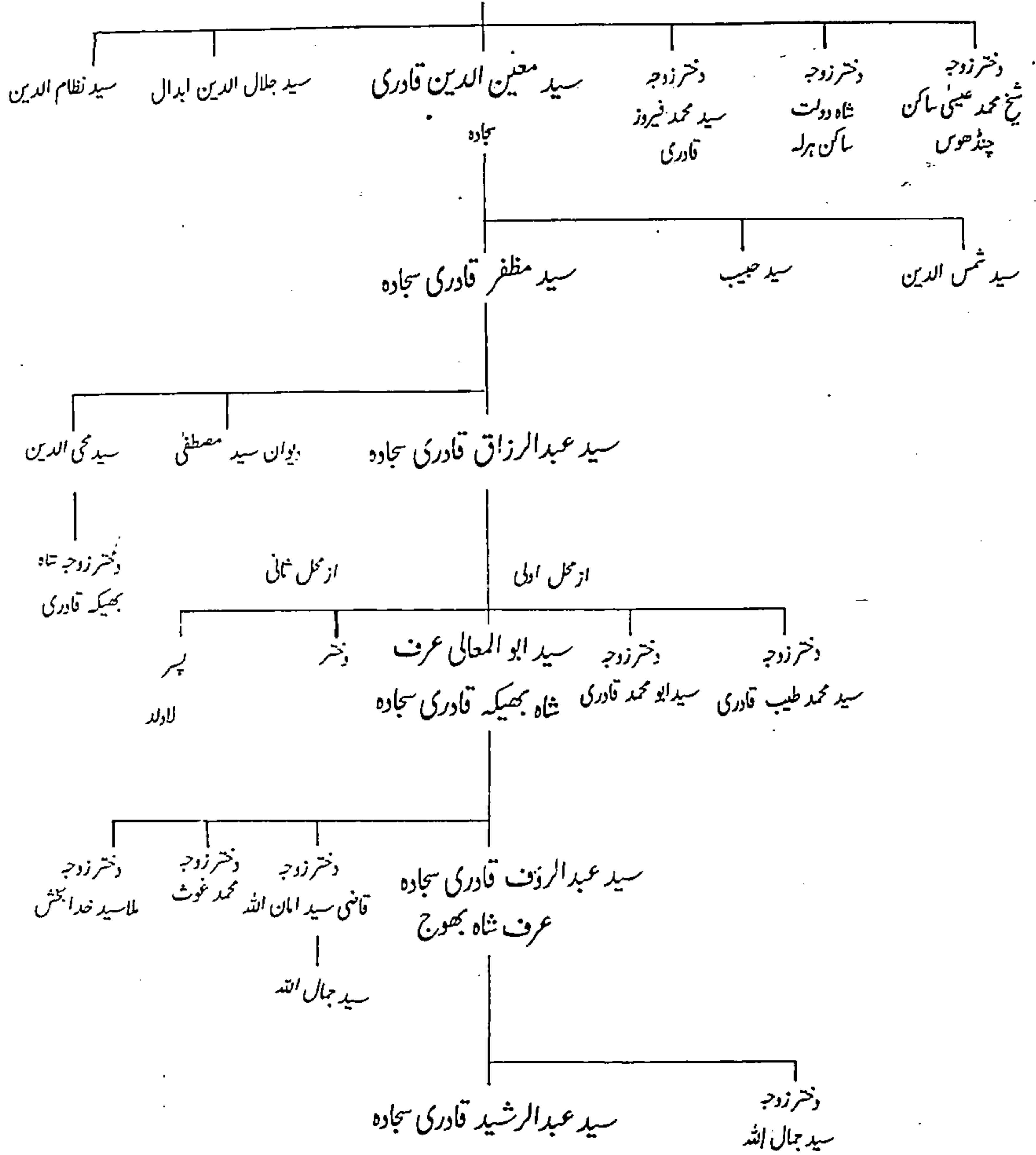
(۵) حضرت سید علاء الدین تبریزی: حضرت کا وطن تبریز تھا۔ آپ کے والد سید نصیر الدین تبریزی علیہ رحمۃ کو حضرت سید محمدن القادری امجھری قدس سرہ سے از حد ارادت و عقیدت تھی۔ حضرت سید نصیر الدین تبریزیؒ کی ملاقات حضرت سیدنا سے تین بار ہوئی پہلی ملاقات مکہ میں دوسری روم میں اور تیسری ملاقات قندھار میں ہوئی جبکہ سیدنا ہندوستان کے سفر پر تھے۔ قندھار ہی میں سید علاء الدین حضرت کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے اور اپنے والد سید نصیر الدین تبریزیؒ کی اجازت سے حضرت سیدنا کے ہمراہ بہار آئے۔ حضرت سیدنا نے حضرت سید علاء الدین تبریزیؒ کو خرقہ خلافت عطا کرتے وقت فرمایا تھا کہ ”اے علاء الدین میرے والد بزرگوار نے مجھے خرقہ خلافت پہنا کر فرمایا تھا کہ فرزند جب میں نے تجھ کو مردہ صفت پایا تو یہ خرقہ جو بمنزلہ کفن ہے تمہیں عطا کیا۔ اس لئے میں تمہیں بھی کہے دیتا ہوں کہ آج سے تم بھی مردہ صفت ہو جانا۔“

(۶) حضرت حکیم سید منور کٹبوی۔ (۷) سید سلیمان مشہدی۔

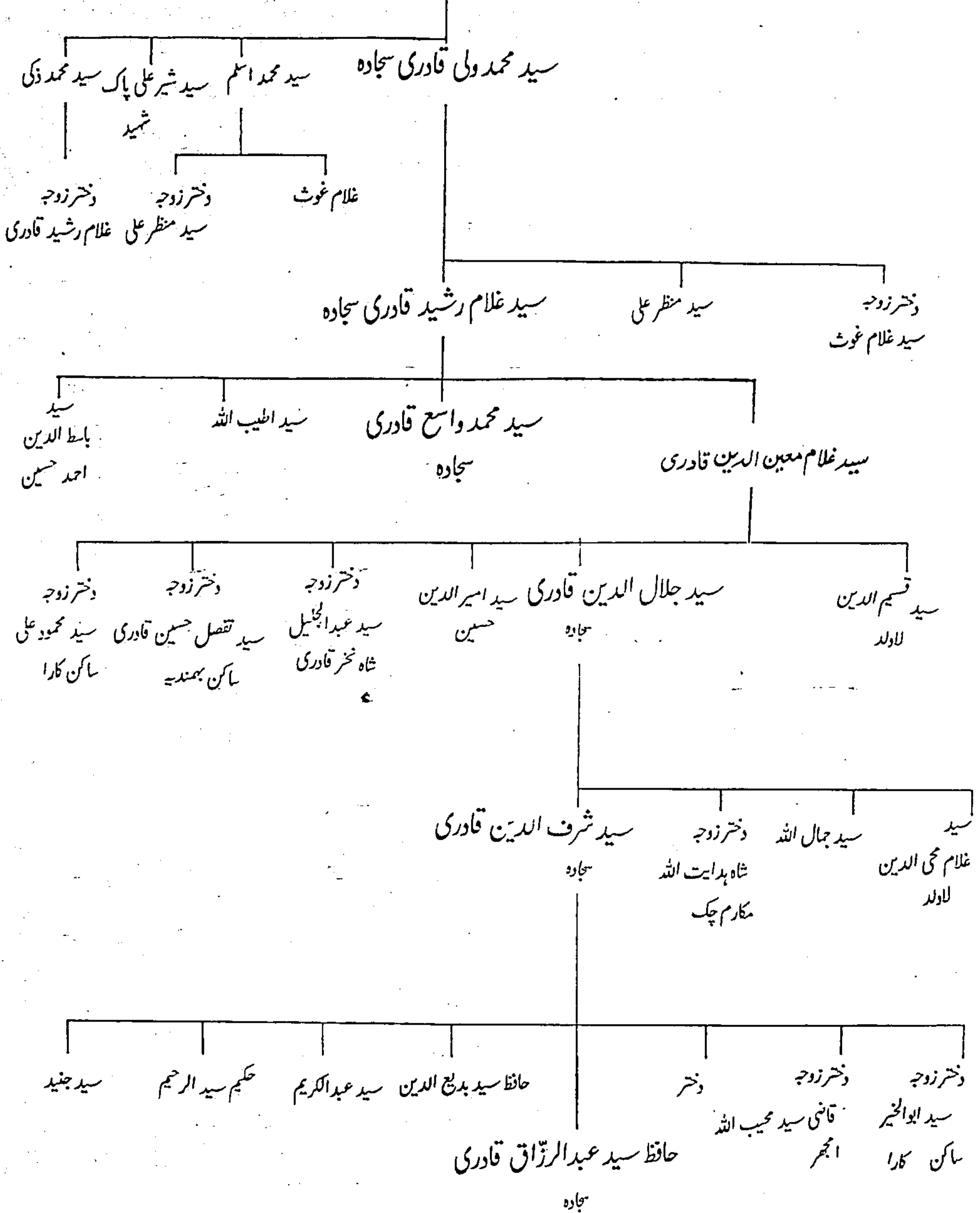
حضرت سید محمدن القادری البغدادی امجھری قدس سرہ کی اہلیہ مسماۃ بی بی فاطمہ عرف پیارن بنت حضرت سید تاج الدین ابو عبد الرزاق محمد بن حضرت سید ابو صالح ساکن موضع سرہرپور (پوپی) حضرت غوث الاعظمؒ کی اولاد سے تھیں۔ حضرت بی بی فاطمہ کے بطن سے حضرت سیدنا کے تین لڑکے اور تین لڑکیاں تھیں۔ پسر اول سید معین الدین، پسر دوم سید جلال الدین ابدال، پسر سوم سید نظام الدین صوفی مزاج، دختر اول زوجہ شیخ محمد عیسیٰ بن شیخ ضیاء الدین جنڈھوسی، دختر دوم زوجہ سید شاہ دولت ساکن موضع ہرلہ اور دختر سوم زوجہ سید شاہ محمد فیروز قادری۔



## نقشه اولاد حضرت سید محمدن القادری البغدادی امجهریؒ



## اولاد سید عبدالرشید قادری سجاده



## حضرت مخدوم سید شاہ درویش چشتی اشرفیؒ

حضرت مخدوم سید شاہ درویش چشتی اشرفی قدس سرہ نویں صدی ہجری میں صوبہ بہار کے مشہور و معروف بزرگ گذرے ہیں۔ آپ کے والد سید شاہ مبارک اشرف بلبلہ کا تعلق حضرت سلطان سید اشرف جمانگیر سمنانیؒ کچھو چھوی قدس سرہ کے پسر معنوی و سجادہ نشین حضرت سید شاہ عبد الرزاق نور العین کے خانوادہ سے ہے۔ حضرت سید شاہ مبارک اشرف بلبلہ کا مولد و مسکن آبائی کچھو چھو شریف تھا۔ آپ نے کچھو چھو شریف میں اپنے بزرگوں سے علم ظاہری و باطنی کی تکمیل کی۔ حضرت سلطان سید اشرف جمانگیر سمنانی قدس سرہ کے چلہ گاہ پر چلہ کش رہے اور برسوں عبادت و ریاضت میں مشغول رہے۔ اپنے خاندانی سلسلہ چشتیہ کے علاوہ دوسرے تمام سلاسل کی اجازت و خلافت سے سرفراز کئے گئے۔ حضرت سید شاہ مبارک اشرف بلبلہ کی شادی بی بی خاص بنت شاہ برہان اللہ جونپوری سے ہوئی تھی۔ جن کے بطن سے تین فرزند ہوئے۔ فرزند اول حضرت سید شاہ درویش چشتی اشرفی قدس سرہ، فرزند دوم حضرت سید مظہر اشرف لاؤد اور فرزند سوم حضرت سید شاہ بوڈھن اشرف لاؤد، حضرت شاہ مبارک علیہ رحمۃ اپنے فرزند حضرت سید شاہ درویش قدس سرہ اور اہلیہ کے ساتھ بہار تشریف لائے اور موضع سیخ پورہ پنجورہ میں مقیم ہوئے۔

حضرت مخدوم سید شاہ درویش قدس سرہ ابتدائے جوانی سے سیر و تفریح کے بڑے شوقین تھے۔ آپ کو فن کشتی اور پہلوانی سے خاص شغف تھا۔ یہی وجہ تھی کہ آپ بڑی جاباز شخصیت کے مالک تھے۔ آپ فوج میں بھی مختلف اعلیٰ عہدوں پر فائز رہے۔ لیکن ایک خاص واقع نے آپ کی زندگی میں انقلاب برپا کر دیا۔ اس واقع کو جناب منیر قرنی بیٹھوی نے اپنے کتابچہ ”نقش درویش“ میں اس طرح نقل کیا ہے۔

”لیکن جب ایک دن نصیب نے رہبری فرمائی اور آپ کے قدم مبارک راہ حق میں بڑھنے کے لئے پھل پڑے تو آپ کے والد بزرگوار نے فرمایا ہمارے وظیفہ کا بستہ اٹھا لاؤ۔ حضرت مخدوم شاہ درویش نے حکم کے تحت وظیفہ کا بستہ اٹھانے کی بے حد کوششیں کیں لیکن خدا جانے آج کیا ہو گیا تھا کہ تمام تر کوشش اور زور آزمائی کے باوجود بستہ اس مقام سے ہل نہ سکا۔ اس کے درمیان آپ کے والد بزرگوار متعدد بار حکم فرماتے رہے۔ حضرت مخدوم شاہ درویش بے حد پریشان ہوئے۔ آپ کی جبین نیاز باعث شرمندگی خم ہو گئی۔ آپ کے والد بزرگوار نے فرمایا اتنا چھوٹا سا بستہ تم نے اٹھا سکے اور تمہاری قوت جواب دے گئی جبکہ تم نے بڑے بڑے پہلوانوں کو اکھاڑے میں مغلوب کر دیا ہے۔ آپ کے لبوں کو جنبش ہوئی اور اصرار کیا کہ میں اس علم کے اکھاڑے کا پہلوان نہیں ہوں۔ مجھے اس کی تعلیم سے نوازیں۔۔۔۔۔ آپ کی آنکھیں اشکبار تھیں۔۔۔ آخر کار ایک شب جمعہ کو آپ کے والد بزرگوار نے دو بیڑہ پان آپ کو عنایت فرمایا اور کہا کہ صبح کی نماز کے قتل دریا کے کنارے جاؤ ایک مجذوب ملیں گے ان کو سلام کہنا وہ جواب دیں تو انہیں یہ شے (پیش) کر دینا۔ وہ بزرگ کھائیں یا جو تم کو عطا کریں اس سے ہرگز انکار نہ کرنا۔ اپنے والد بزرگوار کے مطابق آپ نے دریا کی جانب رخ کیا۔ مجذوب سے سامنا ہوا۔ علیک سلیک ہوئی۔ آپ نے پان مجذوب کی طرف برہمایا جو (بغیر) کسی پس و پیش کے مجذوب نے قبول کر لیا۔ مجذوب نے (پان) خود کھایا اور فرمایا منہ کھولو اور جب انہوں نے منہ کھولا تو مجذوب نے (کوئی شے ان کے منہ میں) بھر دیا۔ حضرت مخدوم شاہ درویش فرماتے ہیں کہ مجھے کچھ پتہ نہ چل سکا کہ میرے منہ میں نہ جانے کون سی شے انہوں نے ڈال دی۔

اس کے بعد مجذوب نے کہا اپنے والد سے میرا سلام کہنا اور نظروں سے غائب ہو گئے۔ محرم شاہ درویش اس قدر مد ہوش ہوئے کہ کئی دن تک کھانے پینے کا خیال جاتا رہا۔ آپ پر ایک سرور کی کیفیت طاری ہو گئی۔ چند دنوں کے بعد جب آپ معمول پر آئے تو زندگی کا مقصد ہی بدل چکا تھا۔ جس کی بنا پر ہی آپ نے ایک دوسری دنیا اختیار کر لی۔“

حضرت محرم شاہ درویش چشتی اشرفی قدس سرہ کی زندگی میں ایک نیا انقلاب برپا ہو چکا تھا۔ آپ اپنے والد سے علم ظاہری و باطنی کے حصول میں ایسے منہمک ہوئے کہ مختصر مدت میں درجہ کمال کو پہنچے۔ حضرت شاہ مبارک اشرف بلبلہ نے آپ کو تمام سلاسل کی اجازت اور خلافت سے سرفراز فرمایا اور تبلیغ و اشاعت دین محمدی اور رشد و ہدایت خلق کے سلسلہ میں موضع شیخ پورہ پنجورہ سے جنوب سمت سفر کرنے کی تاکید فرمائی۔ حضرت محرم شاہ درویش قدس سرہ تن و تنہا خالی ہاتھ گھر سے نکل کھڑے ہوئے اور شر گیا پہنچے جو صوبہ بہار کا ایک ضلع بھی ہے اور صوبہ کا دوسرا بڑا شہر بھی۔ قدامت کے ساتھ ساتھ اس کو ایک تاریخی حیثیت حاصل ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پانچ سو سال قبل اسی شہر گیا میں مہاتمہ گوتم بدھ کو گیان یعنی روشنی ملی تھی۔ اور یہ مقام بدھ مت کے ماتے والوں کے لئے مرکزی مذہبی حیثیت رکھتا ہے۔ جب برصغیر پاک و ہند میں مسلمانوں کی آمد شروع ہوئی تو صوبہ بہار کا یہ ضلع گیا بھی اللہ جل شانہ کا کلمہ پڑھنے والوں سے آباد ہوا۔ شہر گیا کے قرب و جوار کے بکثرت دیہاتوں، قصبوں، بستیوں اور مواضع میں آج بھی مسلمانوں کی بہت بڑی تعداد آباد ہے۔ اس سر زمین پر حضرت محرم منجھن قتال بخاری، حضرت سید محمد درون حصاری فردوسی، حضرت محرم جلال الدین ہلسوی، حضرت بی بی کمال کا کوئی، حضرت محرم سمن ارولی، حضرت خواجہ سید داؤد چشتی، حضرت سید محمد بغدادی امجھری اور حضرت محرم سید شاہ درویش بیٹھوی جیسے صاحب ولایت بزرگان دین اور مشائخ کرام آسودہ خاک ہیں۔ حضرت محرم شاہ درویش علیہ رحمۃ ویرانے کی تلاش میں شہر گیا سے تقریباً تین میل شمال موضع بیٹھو شریف پہنچے اور ایک بزرگ حضرت بازید شہید کے مزار کے قریب قیام فرمایا۔ آپ کو یہ مقام بے حد پسند آیا اور اپنی عبادت و ریاضت کے لئے منتخب فرمایا۔ اس وقت یہ جگہ ایک ویرانہ تھا۔ یہاں اونچے اونچے بکثرت گڈھ تھے۔ اس مقام کے اطراف و جوانب میں کولہ اور سیوتار قوم آباد تھی۔ جن کا مذہب بت پرستی تھا۔ دریائے پھلگو کے ساحل پر یہ موضع بٹھو کے نام سے جانا جاتا تھا۔ لیکن حضرت محرم کے تشریف لانے کے بعد بیٹھو شریف کے نام سے مشہور ہوا۔ پانچ سو سال قبل آپ کی آمد سے بیٹھو شریف کی تاریخ کی ابتدا ہوتی ہے۔ تھوڑے ہی دنوں میں آپ کی آمد کی خبر پورے علاقے میں پھیل گئی۔ عقیدتمندوں، حاجتمندوں، حق کے متلاشی اور علم کے طلب گاروں کا مجمع امٹ پڑا۔ ہزاروں بت پرستوں نے آپ کے سامنے کلمہ شہادت پڑھا، لاکھوں مسلمانوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی، بکثرت علم کے پیاسے آپ سے سیراب ہوئے اور بندگان خدا کی ایک بڑی تعداد نے سلوک کے منازل طے کئے۔ مختصر یہ کہ جو آتا اپنی جھولی بھر لے جاتا۔

آج موضع بیٹھو شریف میں حضرت محرم شاہ درویش قدس سرہ کی قائم کردہ ایک عظیم خانقاہ ہے۔ یہاں تین مسجدیں ہیں جن میں سب سے بڑی اور جامع مسجد بیس فٹ کی بلندی پر آپ ہی کی تعمیر کردہ ہے۔ آپ کا مزار اقدس آبادی سے کچھ فاصلہ پر برب دریائے پھلگو واقع ہے۔ جو درگاہ کے نام سے مشہور ہے۔ درگاہ کے احاطہ کے اندر آپ کے اہل خانہ اور سجادگان کے مزارات، ایک مسجد، ایک پختہ لنگر خانہ اور کشادہ سماع خانہ ہے۔ درگاہ شریف سے چند فرلانگ پر آپ کا حجرہ اور چلہ گاہ ہے اور اس کے قرب و جوار میں بڑے بڑے پختہ مسافر خانے بنے ہوئے ہیں۔ حضرت محرم سید شاہ درویش چشتی

اشرفی قدس سرہ کی شادی بی بی جان ملکہ بنت شاہ سلطان علی عرف شاہ بقاء منیری سے ہوئی تھی جن سے تین صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں تھیں۔ فرزند اول حضرت سید شاہ محمد اشرف، فرزند دوم حضرت سید شاہ فیض اللہ اشرف لاولد اور فرزند سوم سید شاہ چاند اشرف۔ حضرت سید شاہ محمد اشرف علیہ رحمۃ آپ کے بعد خلیفہ اور سجادہ نشین ہوئے۔ حضرت سید شاہ محمد اشرف کی شادی بی بی حمزہ بنت سید شاہ سلیمان ساکن مہولی سے ہوئی جن کی اولاد بیٹھو شریف میں رہی۔ حضرت سید شاہ چاند اشرف کی شادی بی بی حسینہ بنت شاہ محمد عاقل ساکن باز پور سے ہوئی جن کی اولاد باز پور اور بیٹھو دونوں جگہ آباد ہوئی۔

حضرت مخدوم سید شاہ درویش چشتی اشرفی قدس سرہ حسنی سادات سے ہیں۔ آپ کا سلسلہ لب حضرت غوث الاعظم شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ سے ہوتا ہوا حضرت امام حسن بن حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔

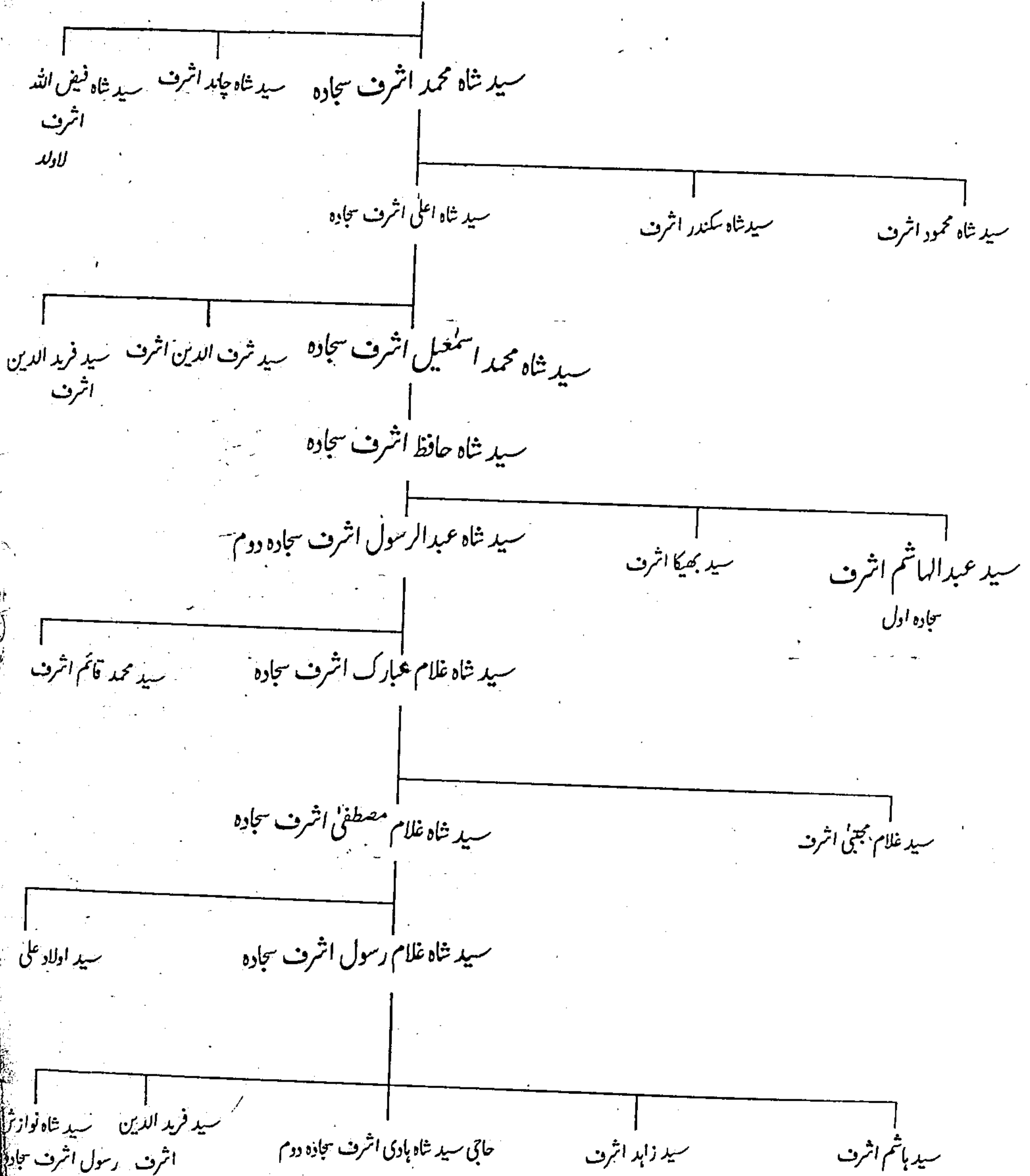
حضرت سید شاہ درویش بن سید شاہ مبارک بن سید ابو سعید جعفر عرف لادکڑ نواز بن سید حسین قتال چشتی بن سید شاہ عبد الرزاق نور العین بن سید حسن جلی عبد الغفور بن سید حسین شریف دوم بن سید موسیٰ شریف بن سید ابو علی شریف بن سید محمد شریف بن سید حسین شریف بن سید احمد شریف بن سید ابی نصیر محی الدین بن سید ابی صالح نصر بن سید عبد الرزاق جیلانی بن حضرت غوث الاعظم شیخ عبد القادر جیلانی بن ابی صالح جیلانی بن سید موسیٰ جنگی دوست بن سید عبد اللہ بن سید محمد مورث بن سید داؤد بن سید یحییٰ زاہد بن سید موسیٰ بن سید عبد اللہ ثانی بن سید ابو موسیٰ الجون سبز رنگ بن سید عبد اللہ محض بن امام حسن ثنی بن حضرت امام حسن بن حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ۔

حضرت مخدوم سید شاہ درویش قدس سرہ کا وصال ۱۰ شعبان المعظم ۹۰۲ھ کو ہوا۔ آپ بیٹھو شریف میں برب دریا کے پھلگو آسودہ خاک ہیں جو شرگیا سے تین میل شمال میں واقع ہے۔ آپ کا عرس ہر سال ۱۰ تا ۱۲ شعبان المعظم کو بڑے تزک و احتشام سے منایا جاتا ہے۔ جس میں قل شریف، چادر پوشی، محفل سماع اور تقسیم لنگر کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ عرس شریف کے موقع پر حضرت شاہ درویش قدس سرہ کے تبرکات کلاہ، عمامہ، بدھی، خرقد اور تسبیح حضرت علی مرتضیٰ کی زیارت کرائی جاتی ہے۔

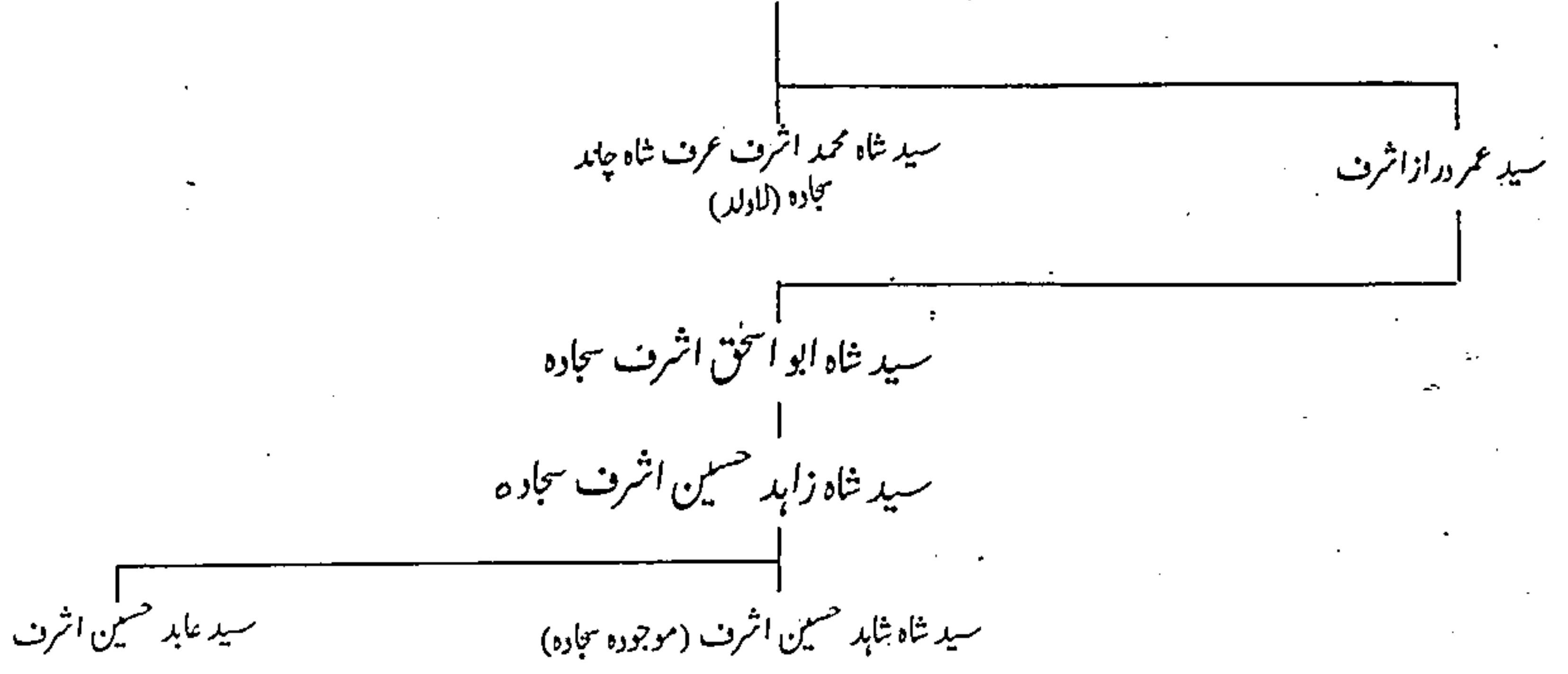




## نقشه اولاد و سجادگان شاه درویش بیتھوی قدس سره



## اولاد سید شاہ ہادی اشرف



مزار اقدس حضرت سید محمد بن البغدادی البجریؒ - (صفحہ نمبر ۱۹۲ دیکھئے)

## حضرت سید محمد علاء الدین بخاری شطاریؒ

حضرت محدوم سید محمد علاء الدین بخاری شطاری قدس سرہ کا وطن بخارا ہے۔ جہاں آپ ۸۵۸ھ میں پیدا ہوئے۔ جب آپ کی عمر پانچ سال کی تھی تو آپ کے والد سید شمس الدین کا وصال ہوا اور آپ کی پرورش و پرورش و پرداخت، تعلیم و تربیت آپ کے پر دادا حضرت سید فرید الدین بخاری نے کی۔ آپ بڑے ذہین و ذکی تھے۔ اس لئے بڑی مختصر مدت اور کم عمری میں تمام علوم دینیہ کی تکمیل کر لی۔ عبادت و ریاضت سے بھی آپ کو بچپن سے شغف تھا۔ تقویٰ و پرہیزگاری میں آپ بے مثل تھے۔ علوم دینیہ میں مہارت اور تقویٰ و پرہیزگاری کی بنا پر آپ اپنے ہم عصر علماء و مشائخ میں ممتاز حیثیت کے مالک تھے۔ آپ کو اپنے والدین اور بزرگوں سے وراثت میں کافی دولت ملی تھی۔ خلیفہ وقت نے امیر بخارا کا خطاب بھی عطا کیا تھا۔ مختصر یہ کہ حضرت سید محمد علاء الدین بخاری شطاری قدس سرہ ملک بخارا کے ایک متمول گھرانے کے چشم و چراغ تھے۔ علم کی دنیا کے ایک درخشندہ ستارہ تھے۔ عبادت و ریاضت اور پرہیزگاری میں اپنے اوقات عزیز بسر فرماتے۔ کثرت عبادت کے نتیجے میں جو کیفیت اور لذت آپ نے محسوس کی، اس نے آپ کا دل دنیا اور ہنگام دنیا سے اچاٹ کر دیا۔ آپ نے اپنی ساری جائیداد اور دولت غرباء و فقراء میں تقسیم کر دی۔ بادشاہ کا عطا کردہ خطاب واپس کر دیا۔ اور انوار حقیقت و معرفت اور روحانیت کے اعلیٰ مقام کے حصول کے شوق میں بخارا سے نکل کھڑے ہوئے۔ ایک رہنماء، مرشد کامل اور عارف حق کی تلاش میں سرگرداں سفر کرتے ہوئے بہار کے علاقہ رہتاس پہنچے۔ رہتاس میں آپ کی ملاقات ایک بزرگ حضرت خواجہ شاہ نور اللہ شطاری قدس سرہ سے ہوئی۔ حضرت محدوم سید علاء الدین بخاری علیہ رحمۃ حضرت خواجہ شطاری قدس سرہ کے حلقہ ارادت میں داخل ہو گئے، آپ کے دست حق پرست پر بیعت کی اور مدت دراز تک اپنے پیر کی صحبت سے فیضاب ہوتے رہے۔ مرشد نے بھی اپنے لائق و ہونہار شاگرد کو روحانیت کے اعلیٰ مدارج تک پہنچایا اور تمام سلاسل کی اجازت و خلافت عطا فرما کر شمالی بہار میں رشد و ہدایت خلق کی تاکید فرمائی۔ جب حضرت محدوم بخاری اپنے پیرو مرشد کے حکم سے رہتاس سے روانہ ہوئے تو مرشد نے آپ کو خرقة، مصلا، تسبیح، عمامہ، ٹوپی، عصا اور سفینہ ورد عطا کیا اور فرمایا یہ چیزیں ہمارے پیران طریقت کی یادگار ہیں۔ حفاظت سے رکھنا۔ حضرت خواجہ نور اللہ قدس سرہ سلسلہ شطاریہ کے بڑے پائے کے بزرگ تھے۔ آپ سلسلہ شطاریہ کے بانی حضرت خواجہ شیخ عبد اللہ شطاری رحمۃ اللہ علیہ کے مرید خاص اور اجل حلقاء میں تھے۔

حضرت سید محمد علاء الدین بخاری شطاری قدس سرہ رہتاس سے واپس اپنے وطن بخارا پہنچے اور اپنے اہل و عیال کو ساتھ لے کر شمالی بہار کے لئے روانہ ہوئے۔ اٹھائے راہ آپ نے بے شمار بزرگان دین، علماء، اہل اللہ اور مشائخ کرام سے ملاقاتیں کیں۔ اور ان سے فیوض و برکات حاصل کئے۔ آپ نے بزرگوں کے مزارات اور مقامات مقدسہ کی زیارتیں بھی کیں۔ اس طرح آپ برصغیر پاک و ہند کے مختلف علاقوں کی سیر و سیاحت کرتے ہوئے یکم ربیع الاول ۹۰۰ھ مطابق ۱۴۹۳ء کو بمر ۲۳ سال معہ اہل و عیال شمالی بہار کے ایک قصبہ بڑی بلیا تشریف لائے۔ موضع بڑی بلیا شمالی بہار کے ضلع بیگو سرائے میں واقع ہے۔ اس کا ریلوے اسٹیشن لکھنویا ہے۔ یہ بستی نیشنل ہائی وے کے بالکل کنارے آباد ہے۔ یہ بہت پرانی بستی ہے۔ منہدم عمارات، پختہ کونیں اور دوسرے آثار اس کی قدامت کا پتہ دیتے ہیں۔ پرانی منہدم مسجد کی ایک دیوار اور اس پر موجود کتبہ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ مسجد ۶۹۰ھ میں سلطان علاء الدین خلجی نے تعمیر کرائی تھی۔ یہ بستی زمانہ قدیم

سے شاد و آباد ہے۔ اس کو ایک فوجی چھاؤنی کی حیثیت حاصل تھی۔ جب حضرت مہدوم بخاری قدس سرہ اس قصبہ میں تشریف لائے اس وقت بھی یہ مرکزی فوجی چھاؤنی تھی۔ کسی غلط فہمی کی بناء پر اس قصبہ کے لوگ آپ کے مخالف ہو گئے اور فوجی افسر سے جا کر آپ کی شکایت کی۔ فوجی افسر آپ کے پاس آیا اور آپ کو بڑی بلیا سے نکل جانے کا حکم دیا۔ آپ نے اس افسر کو سمجھانے کی کوشش کی لیکن وہ نہ مانا اور آپ کو برا بھلا کہنے لگا۔ حضرت کو جلال آگیا، آپ نے فرمایا میں جس طرح چاہوں گا اپنے خدا کے حکم سے یہاں رہوں گا تم لوگ اپنی اور اپنے گھروں کی فکر کرو۔ اتنا کہنا تھا کہ پوری بستی آگ کی لپیٹ میں آگئی، یہاں تک کہ فوجی افسر کا گھر بھی جل کر خاکستر ہو گیا۔ آخر بستی والے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی غلطی کی معافی چاہی۔

حضرت مہدوم سید محمد علاء الدین بخاری شطاری قدس سرہ نے قصبہ بڑی بلیا میں خانقاہ کی بنیاد ڈالی جو خانقاہ شطاریہ کے نام سے موجود ہے۔ آپ اپنی ساری زندگی اس مقام سے تبلیغ دین، اشاعت سلسلہ شطاریہ، رشد و ہدایت حلق اور علوم دینیہ کے درس و تدریس کا کام انجام دیتے رہے۔ اس مقام سے علوم ظاہری و باطنی کے علاوہ تصوف و روحانیت اور تجلیات عرفانی کی روشن کرنیں پھیلنے لگیں۔ اس خانقاہ سے غرباء و مساکین کی پرورش ہونے لگی، یہاں سیکڑوں نہیں ہزاروں میں لنگر تقسیم ہوتا۔ خدا کے فضل و کرم سے یہ خانقاہ آج بھی قائم ہے اور حضرت مہدوم بخاری کا فیض عام اور تبلیغ دین کا کام جاری و باری ہے۔ حضرت سید شاہ افتخار الحق بخاری مدظلہ بن سید شاہ ضیاء الحق عرف مکی بابو علیہ رحمۃ سجادگی خانقاہ شطاریہ بڑی بلیا پر رونق افروز ہیں اور اپنے روحانی فیوض و برکات کے علاوہ ظاہری علوم دینیہ کی ترویج و اشاعت کے سلسلہ میں ہر لمحہ کوشاں رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ حضرت کی زیر سرپرستی بڑی بلیا کا یہ تبرک قصبہ زمانہ سابقہ کی طرح آئندہ بھی منیارہ نور اسلامی کا مرکز ثابت ہو اور یہ مقام ایک بڑی اسلامی درس گاہ کے طور پر ابھر کر سامنے آئے۔ آمین۔

جناب سید شاہ ہاشم شطاری صاحب نے حضرت مہدوم محمد علاء الدین بخاری شطاری قدس سرہ کے حالات زندگی کو ایک مختصر کتابچہ میں چھپوا کر شائع کرا دیا ہے۔ اس رسالہ میں آپ تحریر فرماتے ہیں۔

”ایک بار آپ نے سفر کرتے ہوئے جون پور میں قیام فرمایا وہاں کے علماء و فضلاء اور عمائدین شہر نے آپ کے کمالات، زہد و تقویٰ سے متاثر ہو کر آپ کی حلقہ بگوشی اختیار کی اور عوام نے آپ کے دست حق پرست پر بیعت کر لی۔ الغرض شہرت اور کمال نے وہاں کے علماء ظواہر کو دشمنی پر آمادہ کیا اور انہوں نے مخالفت شروع کر دی جن میں سید طاہر، شیخ اودھی، مولانا عماد چندی، شیخ قطب الدین فرزند شیخ وجیہ الدین، شیخ بدیع، شیخ محمود ولد شیخ عبد القادر گجراتی صاحبان نے ہر چند آپ کو عوام میں رسوا کرنا چاہا مگر اللہ تعالیٰ جسے عزت بخشے اسے کون ذلیل کر سکتا ہے۔۔۔۔۔ ایک دن ان لوگوں نے آپ کو بلایا اور چندیری محلہ کی جامع مسجد میں آپ سے رویت باری پر بحث کرنے لگے۔ بحث کے دوران آپ نے ان لوگوں کو اس انداز میں جواب دیا کہ تمام حضرات قائل ہو گئے اور پھر مخالفت ترک کر دی۔ درمیان مناظرہ نماز کا وقت آگیا۔۔۔۔۔ علماء نے آپ کو امامت کے لئے آگے بڑھایا۔ جب آپ نماز پڑھا رہے تھے تمام علماء درمیان نماز کعبہ کو دیکھ رہے تھے۔۔۔۔۔“

حضرت مہدوم بخاری کی کرامت کو بیان کرتے ہوئے جناب ہاشم شطاری صاحب مزید تحریر فرماتے ہیں: ”تذکرہ میں ہے کہ راجہ چیر سنگھ چک سامون کا باشندہ تھا اس کو اولاد نہیں ہوتی تھی۔ راجہ موصوف آپ کی بزرگی کا شہرہ سن کر آپ کے پاس آیا اور عرض کی کہ میرے لئے دعا کیجئے کہ مجھ کو اولاد ہووے۔ حضرت مہدوم بخاری نے راجہ کو دو انار دیئے اور

فرمایا کہ ایک تو خود کھا لینا دوسرا اپنی بیوی کو کھلا دینا۔ الشاء اللہ اولاد ہوگی اور جتنے دانے اس انار میں ہیں انہیں کے شمارے اولاد کی نسل بڑھے گی۔ چنانچہ راجہ کو بیٹا پیدا ہوا۔۔۔ دو سو سال بعد راجہ چیر سنگھ کے لڑکے کی نسل سے راجہ شیودت سنگھ پیدا ہوا جو اپنے وقت کا بہت بڑا راجہ گزرا ہے۔ انہوں نے موضع بلیا کے اراضیات موازی پانچ ہزار دو سو اونتیس بیگہ بتاریخ یکم جماد الثانی ۱۱۲۶ھ میں بنام حضرت سید شاہ مسیح الدین بخاری لاخراج کر کے حضرت محموم بخاری کی خانقاہ و درگاہ میں نذر۔۔۔ کیا راجہ شیودت سنگھ کی نسل سے آج کل بارہ مواضع آباد ہیں۔۔۔ ان سب مواضع کے اکثر باشندے بہت عزو شرف رکھتے ہیں۔“

حضرت سید شاہ محمد علاء الدین بخاری شطاری قدس سرہ کا وصال ۵۵ سال کی عمر میں برہی بلیا میں ۱۲ ربیع الاول ۹۳۳ھ مطابق ۲۶ مارچ ۱۵۲۶ء میں ہوا۔ آپ کا مزار اقدس برہی بلیا میں درگاہ محموم بخاری کے نام سے مشہور اور زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ آپ کا عرس ہر سال بڑے شان و شکوہ سے منایا جاتا ہے۔ حضرت کا سلسلہ نسب حضرت سید جلال الدین سرخ بخاری اور حضرت امام جعفر صادقؑ سے ہوتا ہوا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مل جاتا ہے۔

سید محمد علاء الدین بخاری شطاری بن سید شمس الدین بخاری ثانی بن سید قطب الدین بخاری بن سید فرید الدین بخاری بن سید نظام الدین بخاری بن سید شمس الدین بخاری اول بن سید ضیاء الدین بخاری بن سید سراج الدین بخاری بن سید امام الدین بخاری بن سید علیم الدین بخاری بن سید محمود زناصر الدین بخاری بن سید جلال محموم جہانیاں جہاں گشت بن سید احمد کبیر بخاری بن سید جلال الدین سرخ بخاری بن سید علی ابو المویذ بخاری بن سید جعفر ثالث بخاری بن سید محمد بخاری بن سید محمود بخاری بن سید احمد بخاری بن سید عبد اللہ بخاری بن سید علی اصغر بخاری بن سید جعفر جواد بخاری بن امام علی نقی بن امام تقی بن امام علی موسیٰ رضا بن امام موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام علی زین العابدین بن حضرت امام حسین شہید دشت کربلا بن حضرت علی کرم اللہ وجہہ داماد رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

حضرت سید شاہ مسیح الدین حسن بخاری شطاری بلیاوی علیہ رحمۃ اپنے آبائی وطن قصبہ برہی بلیا بیگو سرانے بہار میں پیدا ہوئے۔ آپ حضرت محموم سید محمد علاء الدین بخاری شطاری قدس سرہ کی ساتویں پشت کے پوتے ہیں۔ آپ اپنے والد سید شاہ قدم رسول بخاری کے بعد خانقاہ بخاری شطاری برہی بلیا کی سجادگی پر بٹھائے گئے۔ آپ کا تعلق روحانی سلسلہ شطاریہ سے تھا اور آپ عقیدتاً حنفی سنی تھے لیکن آپ کو اہل بیت سے از حد محبت تھی۔ محرم الحرام کے مہینہ میں آپ مقامی کربلا قصبہ برہی بلیا تشریف لے جاتے۔ دسویں محرم کو آپ پر جلال کی سی کیفیت طاری رہتی اور آنکھیں سرخ رہا کرتی تھیں۔ آپ عزاداری بھی کرتے تھے اور خانقاہ میں مجلس محرم منعقد ہوا کرتی تھی۔ محرم کے مہینہ میں آپ اکثر زیر لب یہ شعر گنگناتے ہوتے تھے۔

حیدری ام قلندر ہستم بندہ مرتضیٰ علی ہستم

آپ اردو اور فارسی دونوں زبانوں کے قادر الکلام شاعر تھے حسن تخلص فرماتے تھے۔ ولی دکنی سے قبل کے شاعر

اشرف کے ہم عصر تھے۔ اگر حضرت حسن بہاری اور اشرف دکنی کی شاعری کا تقابلی جائزہ لیا جائے تو معلوم ہو گا کہ بہار میں اردو شاعری دلی دکنی سے پہلے ہی اپنے عروج کو پہنچ چکی تھی۔ حضرت سید شاہ مسیح الدین حسن بخاری علیہ رحمۃ کا فارسی دیوان اور بکثرت اردو اشعار خانقاہ بڑی بلیا میں موجود ہیں۔

### اردو کلام حضرت حسن بہاری

۶۱۷۱۹

الہی عشق موہم کو ڈوبا دے  
میرے دل کو بھی اس میں بہا دے  
براہ عشق خوش ثابت قدم رکھ  
بہ تیغ درجہ لبسمل دم بدم رکھ

### اردو کلام حضرت اشرف دکنی

۶۱۷۱۲

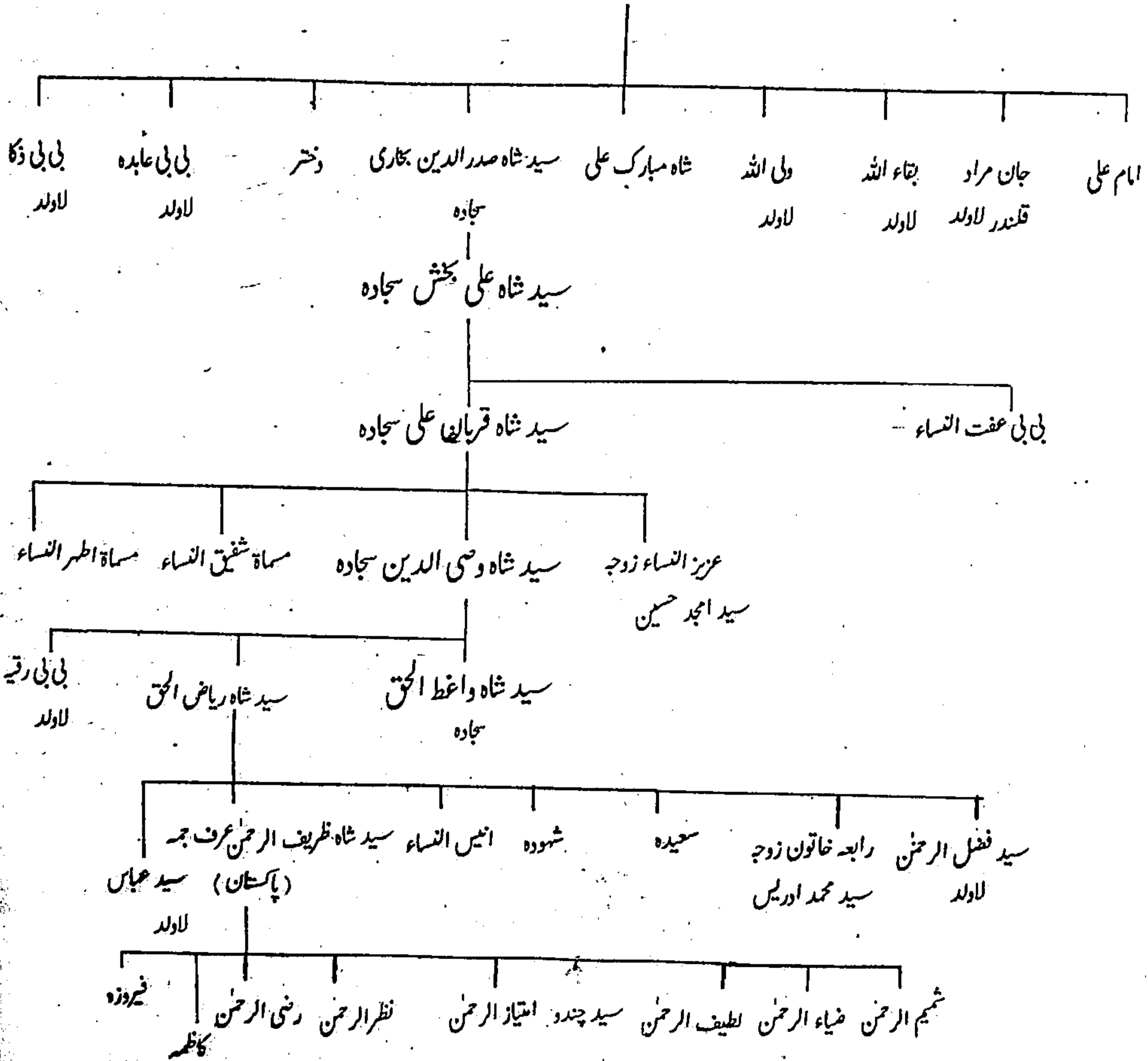
اگن سون ماتم شہ کے جلا ہے تن بدن میرا  
برنگ برق خرمن سوزِ دل ہے ہر سخن میرا  
ہوس گلگشت رضواں کی کرے کیوں عندلیب دل  
محبت کی لگی میں شاہ دیں کے ہے وطن میرا

حضرت حسن بخاری علیہ رحمۃ کا وصال ۱۸ محرم الحرام ۱۱۹۳ھ مطابق ۶۱۷۷۹ء کو ہوا۔ آپ درگاہ حضرت مخدوم بخاریؒ میں آسودہ خاک ہیں۔ آپ کی چار شادیاں ہوئیں۔ جن سے نسل کافی پھیلی۔



## نقشه اولاد مخدوم سید شاہ علاء الدین بخاری

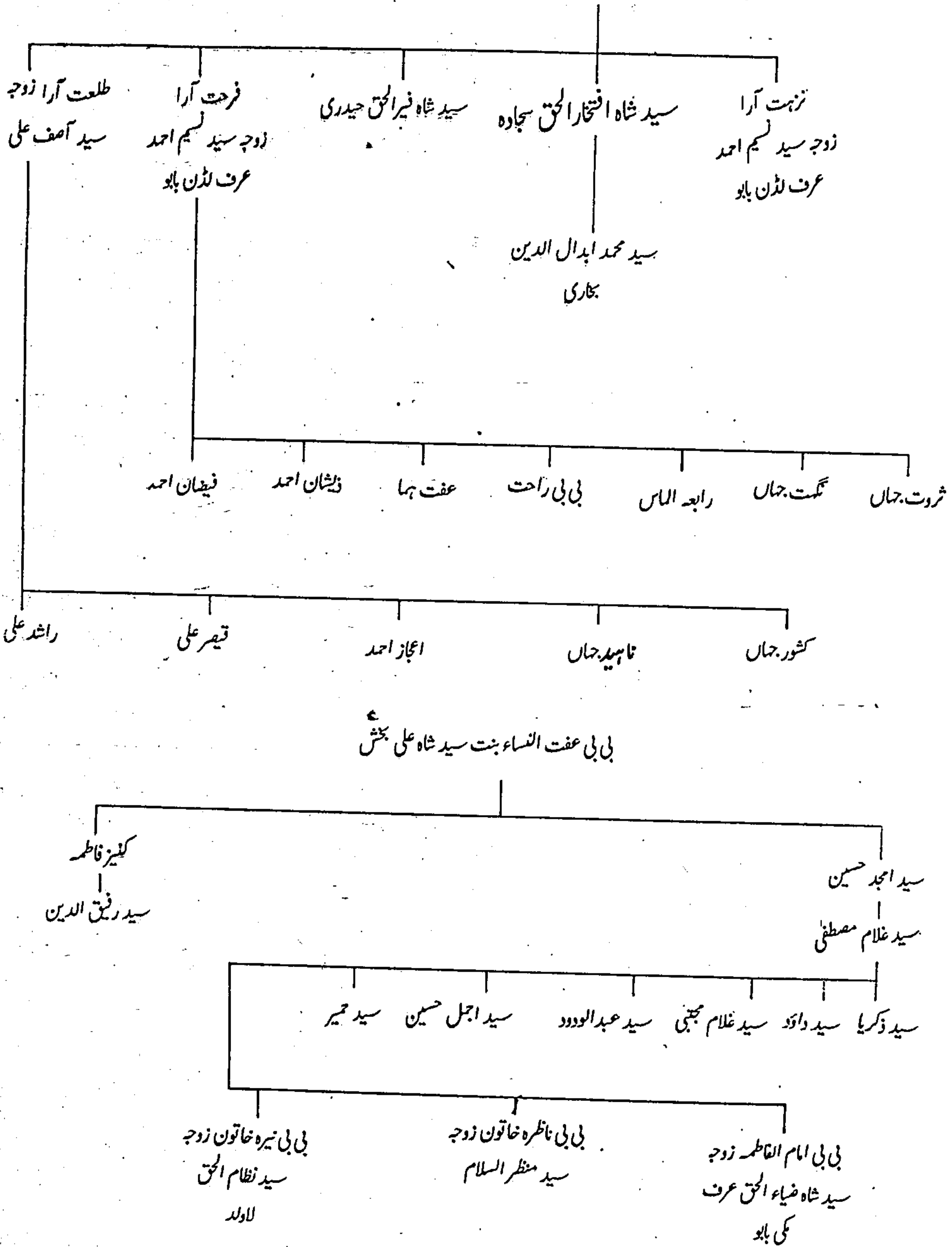
سید شاہ عبد الرسول بخاری  
 سید شاہ علی ولی اللہ بخاری  
 سید شاہ مناء الحق بخاری  
 سید شاہ قطب الدین باب اللہ بخاری  
 سید شاہ مراد الحق بخاری  
 سید شاہ قدم رسول بخاری  
 سید شاہ سیح الدین حسن بخاری







## نقشہ اولاد سید شاہ ضیاء الحق عرف مکی بابو



## سید شاہ محمد یسین چشتی دانا پوری

حضرت سید شاہ محمد یسین دانا پوری قدس سرہ اپنے وقت کے ولی اللہ اور عارف کامل تھے۔ آپ ۵ ربیع الاول ۱۰۹۷ھ کو اپنی ننھیال دانا پور میں پیدا ہوئے۔ حضرت سید شاہ محمد باصر کے صاحبزادے اور اپنے نانا حضرت سید جہانگیر رضوی دانا پوری کے سجادہ اور خلیفہ تھے۔ جناب شاہ محمد کبیر ابوالعلا دانا پوری نے اپنی کتاب تذکرۃ الکرام میں آپ کا مفصل نسب نامہ تحریر کیا ہے۔ لیکن درج ذیل نسب نامہ سید عطاء حسین دانا پوری کی کتاب کنز الانساب سے نقل کیا گیا ہے۔

### پدری سلسلہ نسب :

سید شاہ محمد یسین بن سید محمد باصر بن سید حسین بن سید اولیا بن سید صدر جہاں بن سید قطب الدین بن سید تقی الدین عرف سید بوڑھے کاپی بن سید جلال الدین کاپی بن سید محمد کاپی بن سید جمال الدین کاپی بن سید علاء الدین کاپی بن سید تاج الدین کاپی بن سید اسماعیل دہلوی بن سید محمد اسحاق لاہوری بن سید داؤد لاہوری بن سید محمد یعقوب لاہوری بن سید یوسف طوسی بن سید عبد اللہ طوسی بن سید حسن طوسی بن سید ابوالقاسم طوسی بن سید ابراہیم مدنی بن سید اسماعیل مدنی بن سید حسین مدنی بن سید علی رضا مدنی بن سید جعفر مدنی بن سید محمد محسن مدنی بن سید ہاشم بن امام عبد اللہ بن امام محمد باقر۔

### مادری سلسلہ نسب :

سید شاہ محمد یسین بن دختر سید محمد رضوی دانا پوری بن سید جہانگیر بن سید اکبر بن قاضی عماد الدین بن قاضی سید عبد الفتاح عرف قاضی بڑے بن سید عالم بن سید ابو فتح بن سید میر بن سید محمد بن سید زین العابدین بن سید مبارک بن سید علی شیر (جاجینری) بن سید علی اکبر بن سید علی اصغر بن سید عبد اللہ بن سید زین العابدین بن سید محمد علی بن سید نوح بن سید ابراہیم بن سید زین العابدین بن سید حسین عرف سید عبد المطلب بن امام علی موسیٰ رضا۔

آپ کے مادری نسب نامے میں حضرت سید علی شیر جاجینری بن سید علی اکبر کا نام آیا ہے۔ یہ بزرگ سید علی شیر جاجینری نہیں۔ بلکہ ان کا اصل نام سید علی شیر شہید ہے جو سید علی اکبر کے بیٹے ہیں اور سادات رضویہ سے ہیں۔ حضرت سید علی شیر شہید بن سید علی اکبر کے ورثا میں شاہ صاحبان دانا پور شاہ ٹولی، سادات رہوئی اور شیر خاندان محسن پور، محلہ لودی کٹرہ، پٹنہ سٹی اور شہر بہار شریف ہیں اور یہ سارے سادات رضویہ سے ہیں۔ حضرت سید علی شیر جاجینری بن سید احمد جاجینری دوسرے بزرگ ہیں جو زیدی سادات سے ہیں۔

حضرت سید شاہ محمد یسین قدس سرہ کا خاندان دربار شاہی میں اعلیٰ عہدوں پر بھی فائز رہا اور زہد و تقویٰ میں بھی یکتائے روزگار تھا۔ آپ کے والد سید محمد باصر معظم شاہ بن اورنگزیب عالمگیر کے اراکین خاص سے تھے اور ایک عمران کے

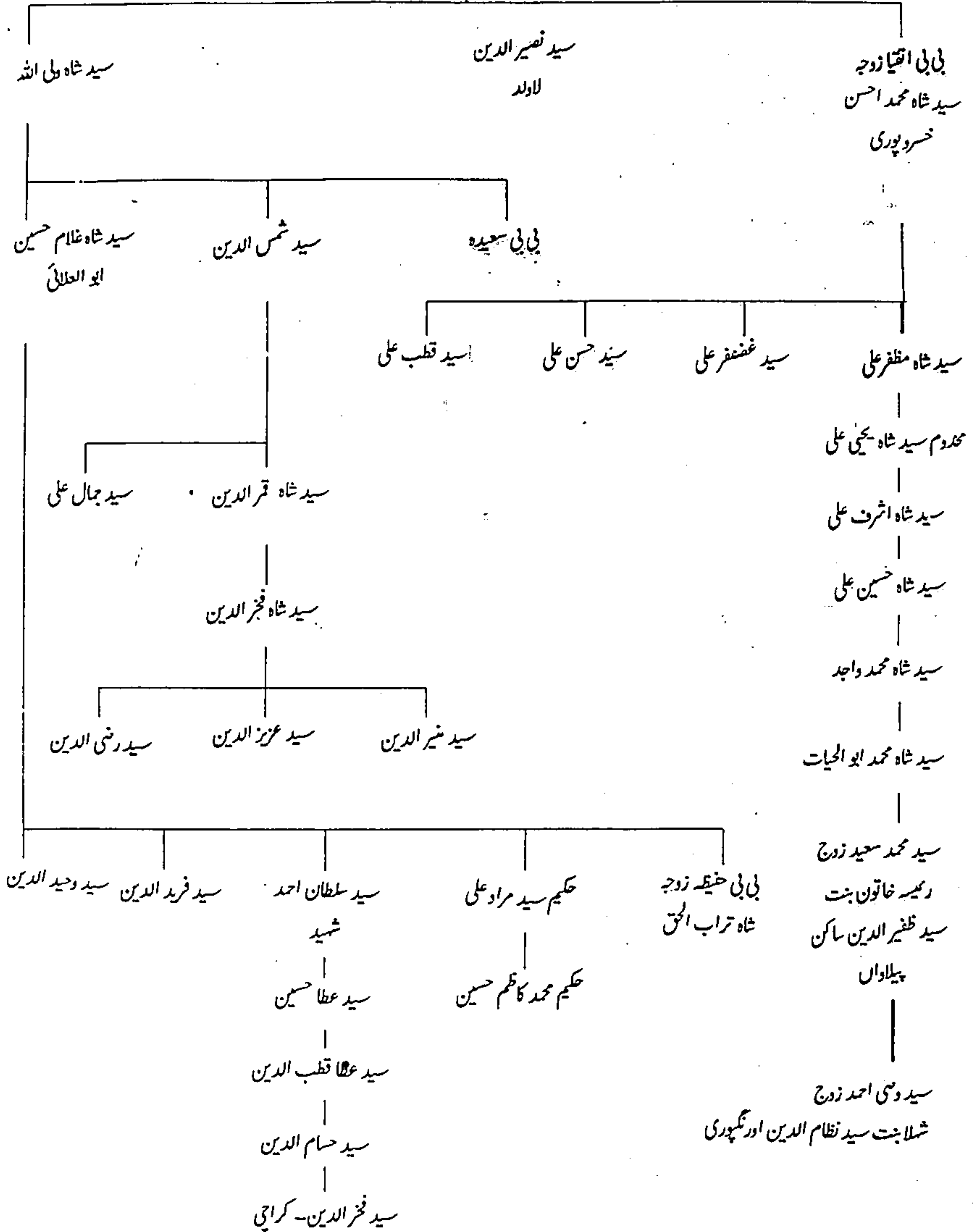
ساتھ بسر کی۔ آپ کے اجداد فاسدہ میں حضرت قاضی سید عبد الفتاح عرف سید بڑے جاگیر بادشاہ کے عہد میں پرگنہ پھلواری کے قاضی مقرر ہوئے۔ اور یہ عہدہ کئی پشت تک اس خاندان میں رہا۔

حضرت سید محمد یسین قدس سرہ کے نانا حضرت سید محمد جاگیر بڑے عارف و کامل تھے۔ اور اپنے آبائی سلسلہ چشتیہ میں اجازت و خلافت رکھتے تھے۔ حضرت شاہ محمد یسین قدس سرہ نے آپ ہی کی آغوش شفقت میں پرورش پائی۔ اجازت و خلافت بھی آپ ہی سے حاصل کی۔ حضرت شاہ یسین قدس سرہ بڑے کاملین سے گذرے ہیں۔ اکثر باتیں بطور پیشین گوئی کے فرماتے اور وہ درست ثابت ہوتے۔

حضرت سید شاہ محمد یسین دانا پوری قدس سرہ کے ورثاء کے پاس خانقاہ شاہ ٹولی دانا پور میں حضرت پیران پیر دستگیر شیخ محی الدین عبد القادری جیلانی کا خرقہ اور نعلین مبارک موجود ہے۔ جس کی زیارت ہر سال ۱۵ ربیع الثانی کو کرائی جاتی ہے۔ حضرت سید شاہ محمد یسین قدس سرہ کا وصال ۱۱۷۲ھ کو ہوا آپ کا مزار اقدس محلہ شاہ ٹولی، دانا پور، ضلع پٹنہ میں مرجع خلائق ہے۔

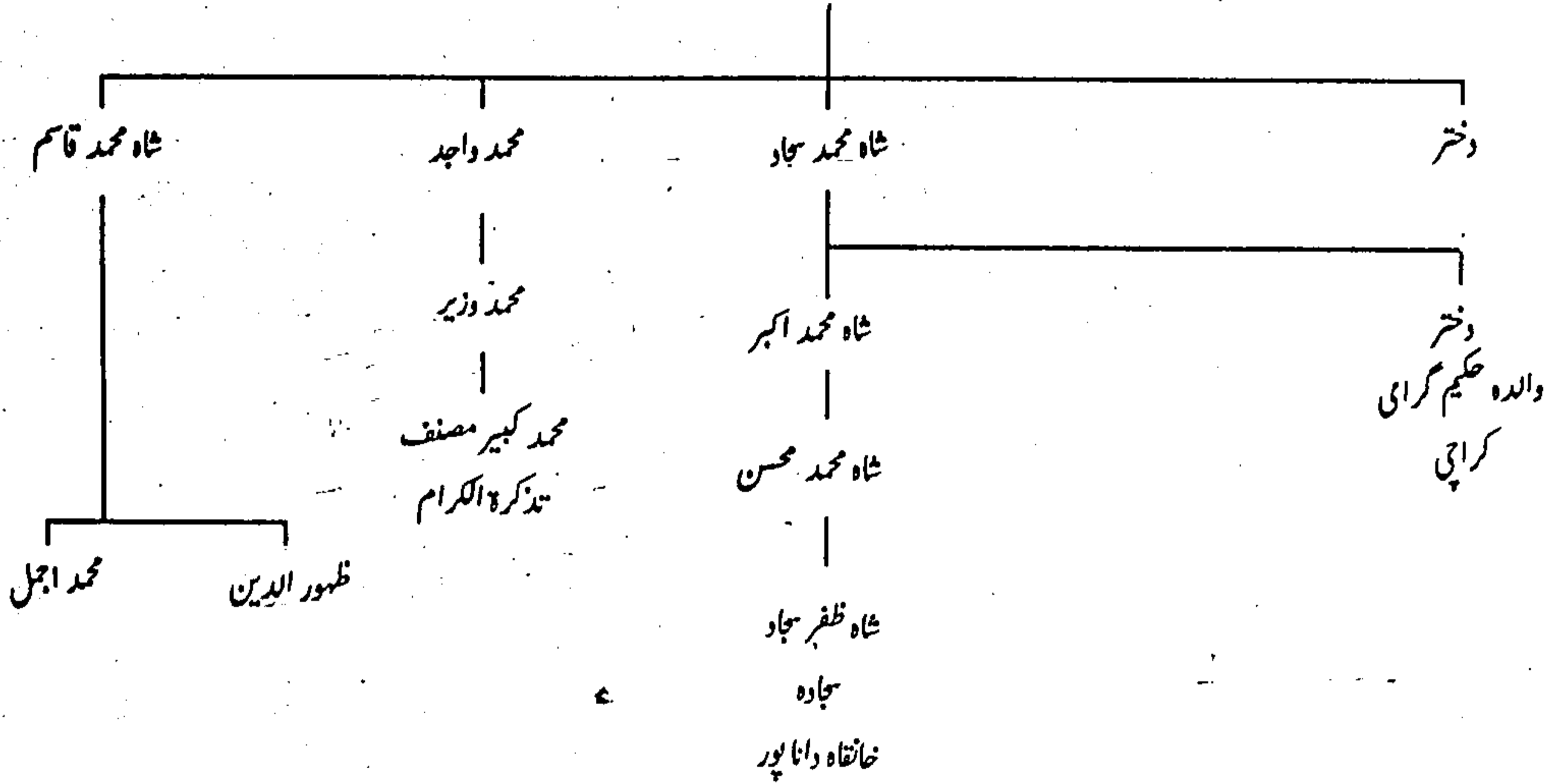


## نقشہ اولاد سید محمد یسین چشتی دانا پوری



## نقشہ اولاد بی بی حفیظہ بنت سید شاہ غلام حسین دانا پوری

زوجہ شاہ تراب الحق موڑوی



## حضرت محموم سید شاہ یحییٰ علی قدس سرہ

حضرت محموم سید شاہ یحییٰ علی قدس سرہ اپنے وقت کے عارف کامل اور صاحب کرامت بزرگ تھے۔ آپ کے ہم عصر علماء و مشائخ نے آپ کا تذکرہ بڑی عقیدت و احترام سے کیا ہے۔ آپ زیدی واسطی سادات گھرانے کے ایک روشن و تابناک ستارے تھے۔ بہار کے تمام تذکرہ نگاروں اور سوانح نگاروں نے آپ کا ذکر پورے اہتمام سے کیا ہے۔ بہار میں لکھی جانے والی تمام نسب ناموں کی کتابوں میں آپ کے نسب نامے، آپ کے آباء و اجداد اور ورثاء کی تفصیل موجود ہے۔ چونکہ گھر کی بات گھر کے افراد ہی بہتر طور پر جانتے ہیں اور اس میں غلطی کے امکانات بہت کم ہوتے ہیں۔ اس لئے ان سطور میں آپ کا نسب نامہ پدری آپ کے نبیرہ حضرت سید شاہ محمد واجد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر کردہ کتاب ”تذکرۃ الابرار“ مطبوعہ یونین پریس، بانگی پور، پٹنہ (جس کا فوٹو کاپی راقم کے پاس موجود ہے) سے نقل کیا جاتا ہے۔

سید شاہ محمد واجد بن سید شاہ حسین علی بن سید شاہ اشرف علی بن محموم سید شاہ یحییٰ علی بن سید شاہ مظفر علی بن سید شاہ محمد احسن بن سید وجہ الدین عرف لولن بن سید حسن زید بن سید قطب الدین داؤدک تارنگھوی بن سید قاسم بن سید عالم بن سید مسعود بن سید قطب الدین اولیا مکیری بن سید محمد اولیا بن سید علاء الدین بن سید خواند میر بن سید ناصر ہانسوی بن سید فیض اللہ بن سید معز الدین بن سید علی شیر جاجنیری بن سید ابو الفتح بن سید ابو الفوارش عرف محمد فراس بن مولانا سید ابو الفرح واسطی بن سید داؤد بن سید عیسیٰ بن سید ابو الحسن زید بن سید حسن بن سید محمد اکرم بن سید منصور بن سید عمر بن سید یحییٰ شبیہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم بن سید حسین بن سیدنا امام زید شہید بن سیدنا امام زین العابدین بن سیدنا امام حسین شہید کربلا۔

حضرت محموم سید شاہ یحییٰ علی قدس سرہ ۱۱۹۱ھ میں اپنی ننھیال محلہ چاند پورہ بہار شریف میں پیدا ہوئے۔ آپ کے نانا سید شاہ احسان اللہ چشتی چاند پوری نے آپ کا تاریخی نام مظفر ولی رکھا۔ ایک بزرگ درویش ساکن رہوہ درگاہ مظفر پور نے جو آپ کے والد حضرت سید شاہ مظفر علی کے دوستوں میں تھے۔ آپ کا نام یحییٰ علی رکھا۔ اس طرح آپ کا تاریخی نام مظفر ولی ہے اور آپ محموم شاہ یحییٰ علی کے نام سے مشہور و معروف ہوئے۔ آپ کا ننھیالی نسب حضرت محموم سید فرید الدین طویلہ بخش بن سید ابراہیم بن سید جمال الدین بدایونی برادر زادہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء سے ہوتا ہوا حضرت امام جعفر صادق سے جا کر مل جاتا ہے۔ حضرت سید شاہ یحییٰ علی کے اجداد مدینہ منورہ سے واسطہ، جاجنیر، ہالسی، مکیر اور دہلی وغیرہ ہوتے ہوئے بہار آئے۔ یہ گھرانہ پہلے بہار شریف سے قریب موضع بیتار سے شمال ۸ میل کی دوری پر ایک بستی مصطفیٰ پور عرف تارنگہ میں آباد تھا۔ حضرت شاہ صاحب کی چوتھی پشت کے دادا حضرت سید قطب الدین داؤدک کا مزار اسی بستی میں ہے۔ جو اپنے وقت کے جید عالم دین اور صاحب کشف بزرگ تھے۔

حضرت محموم شاہ یحییٰ علی قدس سرہ کسی ہی سے زہد و تقویٰ کی طرف مائل تھے۔ کھیل کود میں شریک نہ ہوتے تھے۔ بچپن ہی سے ایک حزن کی کیفیت آپ پر طاری رہتی تھی۔ آپ کو حصول علم کا بے حد شوق تھا اور ذہن و حافظہ بھی بہت تیز تھا۔ جس کتاب کو ایک بار دیکھ لیتے بھولتے نہ تھے۔ آپ کو فقراء اور درویشوں سے بہت محبت تھی۔ آپ کے

یہاں کوئی فقیر آتا اس کی خدمت کرتے اور شہر میں کسی بزرگ کے آنے کی خبر پاتے تو اس سے ملنے ضرور جاتے۔ حضرت کے والد سید شاہ مظفر علی کا قیام زیادہ تر حضرت شاہ علی ابدال قدس سرہ کے مزار اقدس (رہوا درگاہ) مظفر پور پر رہا کرتا تھا۔ جب آپ کی عمر شریف سات برس کی ہوئی تو تعلیم کی غرض سے والد بزرگوار نے مظفر پور میں رہوا درگاہ بلوایا۔ اس طرح ابتدائی تعلیم آپ نے اپنے والد سے حاصل کی۔ کچھ دنوں بعد والد کی اجازت سے حضرت محموم شاہ علی ابدال (رہوا درگاہ) کے صاحبزادے حضرت محموم شاہ احمد ابدال کے مزار پاک سے ملحق خانقاہ عظیم آباد میں رہائش پذیر ہو کر حصول علم میں مشغول ہوئے۔ بعد حصول تعلیم ایک مدت تک یہیں مقیم رہے اور درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا، زہد و تقویٰ، ادائیگی فرائض و سنن اور ورد و وظائف میں اپنے آپ کو مشغول رکھا۔ اکثر خانقاہ کے کسی گوشہ میں حزن و ملال کے عالم میں عزت نشیں رہا کرتے۔ مختصر یہ کہ حضرت محموم احمد ابدال کی خانقاہ واقع محلہ مغلپورہ، عظیم آباد، پٹنہ کے دوران قیام آپ نے عبادت و ریاضت اور درس و تدریس میں اپنے اوقات عزیز بسر کئے۔ یوں تو آپ کی ظاہری تعلیم فقہ و اصول میں شرح و قایہ و نور الانوار اور معقولات میں قطبی میر درسالہ رشیدیہ تک تھی لیکن قدرتی طور پر تمام کتب درسیہ پر آپ کو عبور حاصل تھا۔ ایک رات آپ نے خواب میں حضرت محموم سید احمد ابدال قدس سرہ کو دیکھا کہ حضرت محموم آپ کو ایک بزرگ صاحب جاہ و جلال، شکل نورانی، ہنستا و منور چہرہ اور خندہ رو کے سپرد کیا اور حکم بیعت و اجازت کا فرمایا۔ چند دنوں بعد آپ نے اپنے ایک عزیز جناب سید شاہ غلام حسین دانا پوری سے اپنا خواب بیان کیا اور فرمایا۔ میرے دل میں ایک محبت، تڑپ اور عقیدت ان بزرگ سے پیدا ہو گئی ہے۔ جس سے بیچین رہتا ہوں۔ جناب شاہ غلام حسین دانا پوری نے جواب دیا آؤ میں تمہیں ان بزرگ تک پہنچا دیتا ہوں۔ اور آپ کو حضرت محموم شاہ محمد منعم پاک قدس سرہ کے خلیفہ اکمل اور نواسہ حضرت محموم شاہ حسن علی قدس سرہ کے پاس لے گئے۔ حضرت محموم سید شاہ یحییٰ علی قدس سرہ نے آپ کو عین اسی حلیہ مبارک میں پایا جیسا کہ خواب میں دیکھا تھا۔ حضرت محموم شاہ حسن علی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو طریقہ عالیہ قادریہ منعمیہ ابو العلامیہ میں بیعت کیا اور اجازت و خلافت بھی عطا فرمائی۔ آپ چندے صحبت پیر میں رہے۔ آپ کو مسلسل جذب رہنے لگا تھا۔ یہاں تک جذب میں ترقی ہوئی کہ ایک ساعت بھی عالم صحو میں نہیں رہتے تھے۔ آخر ایک دن پیر و مرشد کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ جذب سے بہت پریشان رہتا ہوں۔ کسی وقت افاقہ ہی نہیں رہتا۔ سچ نے سنا اور کہا اب جذب نہیں رہے گا۔ اس دن سے جذبی کیفیت جاتی رہی اور مقام صحو میں آگئے۔ آپ کے پیر و مرشد حضرت محموم شاہ حسن علی قدس سرہ آپ کے خاندان کی بڑی تعریف فرمایا کرتے تھے۔ انہوں نے آپ کے جد بزرگ حضرت سید شاہ وجہ الدین عرف یونس سے درس بھی حاصل کیا تھا۔ اس لئے اکثر آپ کو استاد زادہ فرماتے تھے۔ حضرت شاہ حسن علی قدس سرہ نے خلافت و اجازت بیعت عطا کرنے کے بعد فرمایا کہ جن لوگوں کے آباؤ اجداد تمہارے خاندان سے مرید ہیں انہیں اپنے ہی خاندانی سلسلہ میں مرید کرنا اور اس کے علاوہ دوسروں کے بیعت کے معاملہ میں ہمارے سلسلہ کا لحاظ ملحوظ رکھنا۔

شجرہ عالیہ قادریہ منعمیہ ابو العلامیہ۔

حضرت محموم سید شاہ یحییٰ علی کو بیعت و ارشاد حضرت محموم شاہ حسن علی قدس سرہ سے تھی ان کو حضرت شاہ محمد منعم پاک قدس سرہ، سے ان کو حضرت محموم سید خلیل الدین قدس سرہ، سے ان کو

حضرت مخدوم سید محمد جعفر قدس سرہ سے ان کو حضرت مخدوم شاہ اہل اللہ قدس سرہ سے ان کو حضرت مخدوم سید شاہ نظام الدین قدس سرہ سے ان کو حضرت مخدوم سید تقی الدین قدس سرہ سے ان کو حضرت مخدوم سید نصیر الدین قدس سرہ سے ان کو حضرت مخدوم سید محمود قدس سرہ سے ان کو حضرت مخدوم سید فضل اللہ عرف سید گوشائیں قدس سرہ سے ان کو حضرت مخدوم شاہ قطب الدین بیبا دل سے ان کو حضرت مخدوم شاہ نجم الدین قلندر قدس سرہ سے ان کو حضرت مخدوم سید مبارک غزنوی قدس سرہ سے ان کو حضرت مخدوم سید نظام الدین قدس سرہ سے ان کو حضرت مخدوم شہاب الدین سروروی قدس سرہ سے ان کو حضرت پیر دستگیر سید محی الدین شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ سے۔

دسویں ذیقعدہ کو صبح صادق کے وقت ۱۲۶۲ھ میں حضرت مخدوم سید شاہ یحییٰ علی زیدی الواسطی قادری منعمی الو العلالی رحمۃ اللہ علیہ ساکن خسرو پور نو آبادہ کا وصال ہوا۔ ہفتی پور میں جو خسرو پور اسٹیشن کے قریب ہے۔ دریا کے کنارے مدفون ہوئے۔ ایک وسیع و عریض پختہ چبوترے پر آپ کا اور آپ کے سجادہ نشینان کا مقبرہ اس وقت بھی مرجع خلایق ہے۔ حضرت مخدوم سید شاہ یحییٰ علی قدس سرہ کے خلفاء میں آپ کے صاحبزادے حضرت سید شاہ اشرف علی عارف واسطی آپ کے وصال کے بعد آپ کے جانشین ہوئے۔ دوسرے حاجی حافظ مولانا امیر الحسن ساکن محلہ دوندی بازار، پٹنہ۔ تیسرے حضرت شاہ جمال علی بلخی سجادہ مخدوم شاہ شعیب، چوتھے حضرت سید شاہ ولایت علی قادری الو العلالی سجادہ خانقاہ اسلام پور و غیر ہم اپنے وقت کے جید بزرگوں میں شمار ہوتے تھے۔

حضرت مخدوم سید شاہ یحییٰ علی قدس سرہ نے اپنی زندگی کا ایک معمول بنا لیا تھا جس پر آپ ساری زندگی کار بند رہے۔ آپ آخر شب بیدار ہوتے اور نماز فجر تک مراقبہ کرتے۔ بعد نماز فجر اوراد و تسبیح میں مشغول ہوتے اور نماز اشراق تک دلائل الخیرات و سورہ یسین شریف پڑھتے۔ بعد نماز اشراق تلاوت کلام پاک کرتے اور پھر زناخانہ میں تشریف لے جاتے۔ اہل و عیال اور برادری کے لڑکوں کے ساتھ شفقت و مرحمت فرماتے۔ آپ کی نظر میں غریب و امیر کا فرق مطلق نہ تھا۔ امیر و غریب، اپنے پرانے، اہل و عیال اور قرابت دار سب آپ کے حسن اخلاق سے راضی تھے۔ یتیموں اور بیگسوں کی دلجوئی کا خاص خیال رہتا۔ آپ اکثر فرماتے ان کی دلشکنی سے عرش کو لرزش ہوتی ہے۔ دوپہر کا کھانا تناول فرماتے تو اپنے اور برادری کے بچوں کو اپنے ساتھ کھانا کھلاتے۔ نوآبادہ میں کسی عزیز مہمان کے آنے کی خبر سنیے تو اس سے ملاقات کو تشریف لے جاتے اور کوئی عزیز مہمان آپ کی ملاقات کو آتا تو بہت خوش ہوتے اور اس پر پوری توجہ فرماتے۔ دوپہر کے کھانے کے بعد اکثر کچھ دیر کے لئے قیلوہ فرماتے اور پھر درس و تدریس میں مشغول ہوتے۔ دوران درس نصیحت بھی فرماتے جاتے اور استقامت شریعت کی تاکید فرمایا کرتے۔ ساتھ ہی حضرت سعدی علیہ رحمۃ کا یہ شعر ضرور پڑھتے۔

خلاف پیہر کے رہ گزید کہ ہر گز بمنزل نخواہد رسید

بعد درس کتب تقاسیر، تواریح اتقیا اور ملفوظات اولیاء کرام اور خصوصیت کے ساتھ مکتوبات و ملفوظات حضرت مخدوم جہاں بہاری قدس سرہ ملاحظہ فرماتے۔ پھر افضل وقت میں نماز پیشین ادا فرما کر اوراد و تسبیح میں مشغول ہوتے اور حاضرین کو توجہات عینی و قلبی فیض ایثار فرماتے۔ ایثار فیض کا یہ حال تھا کہ جو شخص حاضر ہوتا فیض سے مالا مال ہو جاتا۔ بعد نماز



عصر تا مغرب عام ملاقات کا وقت تھا۔ بعد نماز مغرب تا نماز عشاء، مسجد میں قیام ہوتا اور مراقبہ اوراد و تسبیح کا شغل رہتا۔ اس درمیان پانچ سو بار درود اور پانچ سو بار استغفار ضرور پڑھتے۔ بعد نماز عشاء دو لٹکانہ پر تشریف لاتے اور تلاوت پنج سورہ کے بعد سو جاتے۔

حضرت محمدم سید شاہ یحییٰ علی قدس سرہ اپنی حالت کو پوشیدہ اور مخفی رکھتے تھے۔ کبھی کسی بات سے آپ کی اپنی حالت کا اظہار نہیں ہوتا۔ اگر اتفاقاً کسی وجہ سے کوئی شخص آپ کے کسی راز یا کرامت سے مطلع ہو جاتا تو اس کو دوسروں کے سامنے بیان کرنے سے منع فرمادیتے تھے۔ آپ اپنی زندگی عام انسانوں کی طرح بسر فرماتے تھے۔ گفتگو میں عرفان کی باتیں نہیں ہوتی تھیں۔ بلکہ کسب و عرفان کی باتیں ہمیشہ تخلیہ میں بتایا کرتے تھے۔

ایک بار آپ سفر میں تھے، علاقہ مظفر پور کا تھا۔ گرمی کا زمانہ تھا اور شدت کی تپش تھی۔ شاہ صاحب کو تشویش ہوئی اور میدان اور ہمراہیوں سے فرمایا۔ اس شدت کی گرمی میں تم لوگوں سے راستہ کیونکر کٹے گا۔ اگر اللہ جل شانہ اس وقت ابر کا ایک ٹکڑا عنایت فرمائیں تو تمام بندگان خدا کو راحت حاصل ہو جائے۔ قافلہ رواں دواں تھا کہ یکایک بادل کا ایک ٹکڑا اس پر سایہ دار ہوا، ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چلنے لگی۔ رحمت خداوندی اگلی منزل موضع رسول پور تک ساتھ رہی اور سفر آرام سے طے ہوا۔

ایک رات کا واقعہ ہے کہ خادم خاص شیخ صفدر علی کی نصف شب کو آنکھ کھل گئی اور حضرت محمدم سید شاہ یحییٰ علی کا پلنگ خالی پایا۔ اس خیال سے کہ کہیں آنکھ کا دھوکا نہ ہو پلنگ پر ہاتھ لگا کر ٹٹولا پھر ادھر ادھر تلاش کرنے کے بعد انہیں تشویش ہوئی۔ ایک صاحب جو حضرت کے قریب ہی دوسری پلنگ پر سو رہے تھے۔ انہیں جگانے کے لئے بڑھے کہ یکایک حضرت شاہ صاحب نے اپنے پلنگ سے آواز دی صفدر! ”تمہاری یہ کیا حالت ہے ادھر آؤ“ جب شیخ صفدر علی قریب آئے تو آپ نے پیر دبانے کو ارشاد فرمایا۔ شیخ صاحب شاہ صاحب کے خاص اور بے تکلف خادم تھے۔ پیر دباتے ہوئے انہوں نے پوچھا حضرت آپ کہاں تشریف لے گئے تھے۔ میں نے آپ کو بہت ڈھونڈا۔ آپ خاموش رہے۔ لیکن شیخ صفدر علی صاحب نے حقیقت حال جاننے کی ضد کی۔ آپ نے فرمایا فقیروں کے افشائے راز میں آدمی نکبت میں گرفتار ہوتا ہے۔

حضرت سید شاہ محمد سلطان چشتی النظامی سجادہ نشین خانقاہ حضرت محمدم طویلہ بخش ”محلہ چاند پورہ، بہار شریف جو حضرت محمدم سید شاہ یحییٰ علی قدس سرہ، کے برادر نسبتی اور ہم عمر بھی تھے۔ فرماتے ہیں کہ آپ ایک بار چاند پورہ تشریف لائے۔ آپ کے پاس ایک مخصوص بڑی اچھی تسبیح تھی۔ جس کو شاہ محمد سلطان صاحب اٹھا کر بھاگے۔ تسبیح واپس حاصل کرنے کے لئے آپ ان کے پیچھے پکڑنے کے لئے دوڑ پڑے۔ بھاگتے ہوئے شاہ محمد سلطان صاحب نے تسبیح کو قریب ہی ایک کنوئیں میں ڈال دیا اور کھڑے ہو گئے۔ حضرت محمدم سید شاہ یحییٰ علی کنوئیں کے قریب پہنچے اور ہاتھ بڑھا کر کنوئیں سے تسبیح لئے اس طرح واپس ہوئے جیسے تسبیح اوپر ہی رکھی تھی۔ شاہ محمد سلطان صاحب فرماتے ہیں کہ مجھے بڑی حیرت ہوئی اس لئے کہ تسبیح کے پانی میں گرنے کی آواز میں نے سنی تھی۔

حضرت محمدم سید شاہ یحییٰ علی قدس سرہ کی شادی حضرت عبد العزیز بن امام محمد تاج فقیرہ کے خاندان میں مسماہ بی بی محمدم بنت شیخ ضیاء الحق صاحب ساکن نو آبادہ سے ہوئی۔ جن سے آپ کے دو صاحبزادے سید شاہ اشرف علی و سید شاہ

یوسف علی اور دو لڑکیاں تھیں۔ دختر اول زوجہ شاہ مظہر الحق و دختر دوم اہلیہ شاہ غفور الحق پسران شاہ معین الحق ساکن نو آبادہ خرد۔ حضرت سید شاہ اشرف علی : محرم سید شاہ یحییٰ علی قدس سرہ کے بڑے صاحبزادے تھے۔ ۱۲۱۷ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کا تاریخی نام اظہار علی تھا۔ کتاب عقیدۃ المسلمین آپ کی تصنیف سے یادگار ہے۔ آپ نے اپنے والد ماجد سے بیعت کی اور اجازت و خلافت سے سرفراز کئے گئے۔ حضرت محرم کے وصال کے بعد سجادگی پر بٹھائے گئے۔ آپ اردو اور فارسی دونوں زبانوں کے اچھے شاعر تھے۔ حضرت سید شاہ اشرف علی قدس سرہ نے ۲۴ محرم ۱۲۷۳ھ میں بمقام رہوا درگاہ جو ضلع مظفر پور سے جانب شرق دو کوس (چار میل) کے فاصلہ پر ہے بعارضہ فالج انتقال فرمایا اور رہوا درگاہ میں ہی اسودہ خاک ہیں۔ آپ کی شادی مسماۃ بی بی بخش بنت شیخ حسین بخش کورجوی یکے از اولاد حضرت بابا فرید الدین گنج شکر سے ہوئی جن سے دو صاحبزادے حضرت سید شاہ حسین علی اور سید شاہ ولایت علی صاحبان اور تین لڑکیاں تھیں۔ دختر اول اہلیہ شاہ محمد خلیل فاروقی نیری دختر دوم اہلیہ سید شاہ علی حسن چشتی چاند پوری اور دختر سوم محمد فاضل صاحب کی والدہ تھیں۔

حضرت سید شاہ حسین علی بن سید شاہ اشرف علی بن محرم سید شاہ یحییٰ علی قدس سرہ اپنے والد کے مرید خلیفہ اور سجادہ تھے۔ آپ کی پہلی شادی حضرت بابا فرید الدین گنج شکر کے خاندان میں مسماۃ مریم بنت مولوی فرحت علی ساکن کورجی سے ہوئی جن سے دو صاحبزادے سید شاہ محمد قاسم اور سید شاہ محمد واجد صاحب مرحوم تھے۔ آپ کی محل دوم دختر سید شاہ حیدر بخش چشتی چاند پوری سے تین لڑکے تھے۔

حضرت سید شاہ محمد واجد بن سید شاہ حسین علی بن سید شاہ اشرف علی بن محرم سید شاہ یحییٰ علی قدس سرہ ساکن خسرو پور نو آبادہ کی شادی دختر سید شاہ امیر الدین باقری ساکن نو آبادہ سے ہوئی جن کے صاحبزادے حضرت سید شاہ ابو الحیات رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ شاہ ابو الحیات صاحب علیہ رحمۃ کی محل اولیٰ سے ایک صاحبزادے ڈاکٹر سید شاہ محمد سمیع صاحب مرحوم اور ایک دختر تھیں۔ محل دوم مسماۃ حاجرہ خاتون بنت سید وحی احمد صاحب زیدی الواسطی کے بطن سے تین صاحبزادے سید محمد سعید صاحب ، حافظ سید شاہ رشید احمد مرحوم اور سید شاہ محمد اصغر حسین زیدی صاحب اور تین صاحبزادیاں ہیں۔



# نقشه اولاد حضرت مخدوم سید شاہ یحییٰ علی قدس سرہ

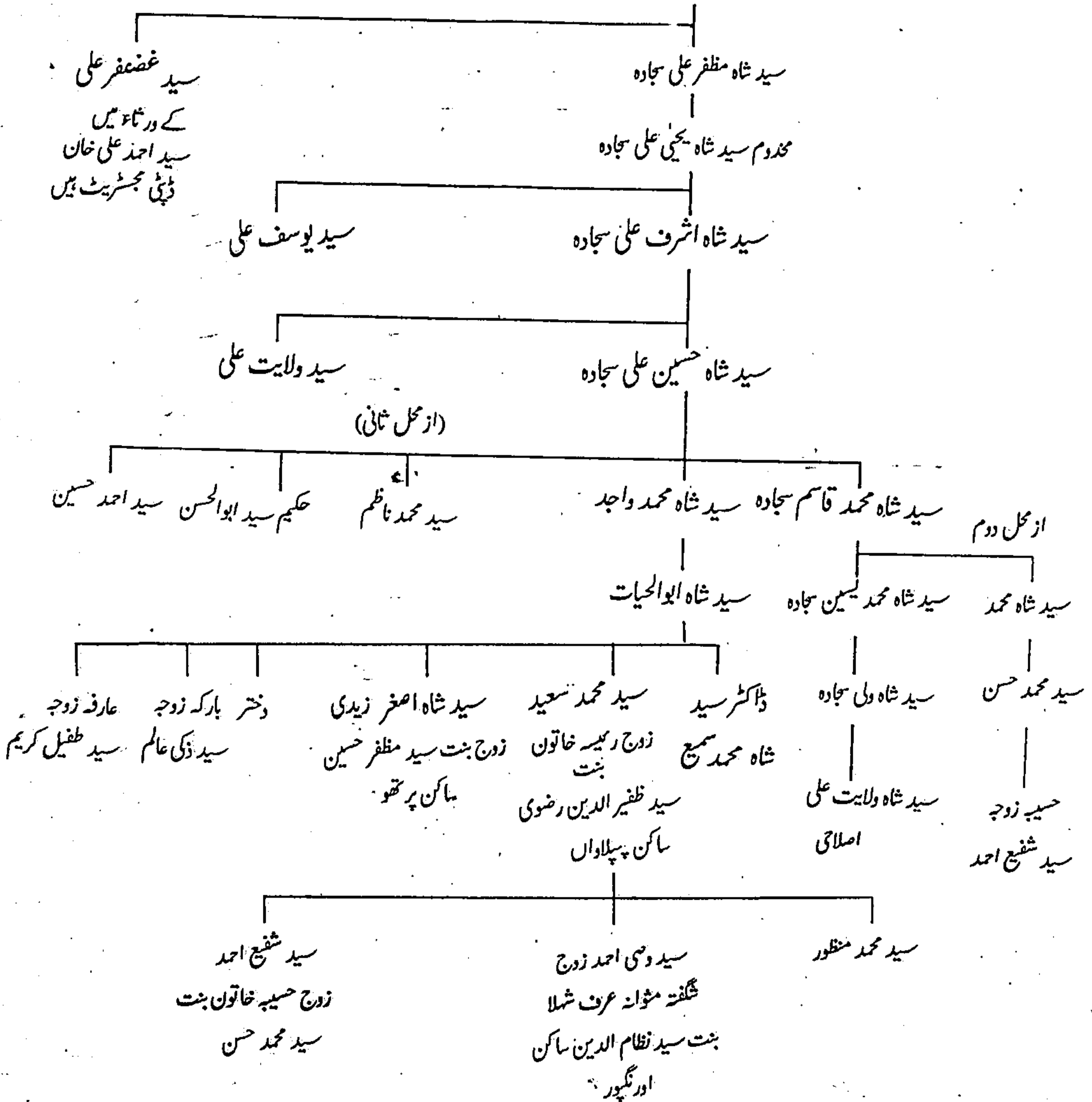
زیدی الواسطی قادری منعی ابو العلالی

سید قطب الدین دادبک مصطفیٰ پوری (عرف تاریکھوی)

سید حسن زید

سید وحتم الدین عرف بولن

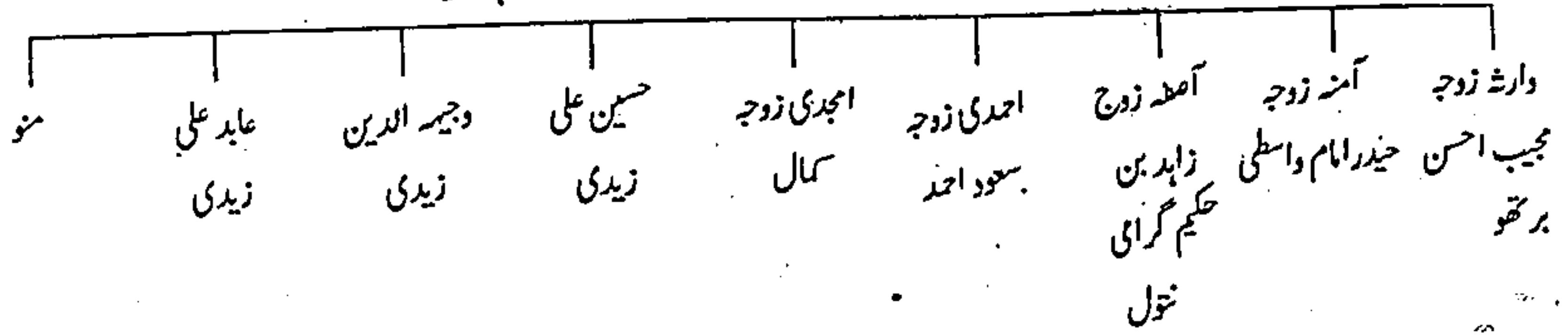
سید شاہ محمد احسن



## ڈاکٹر سید شاہ سمیع احمد زیدی الواسطی

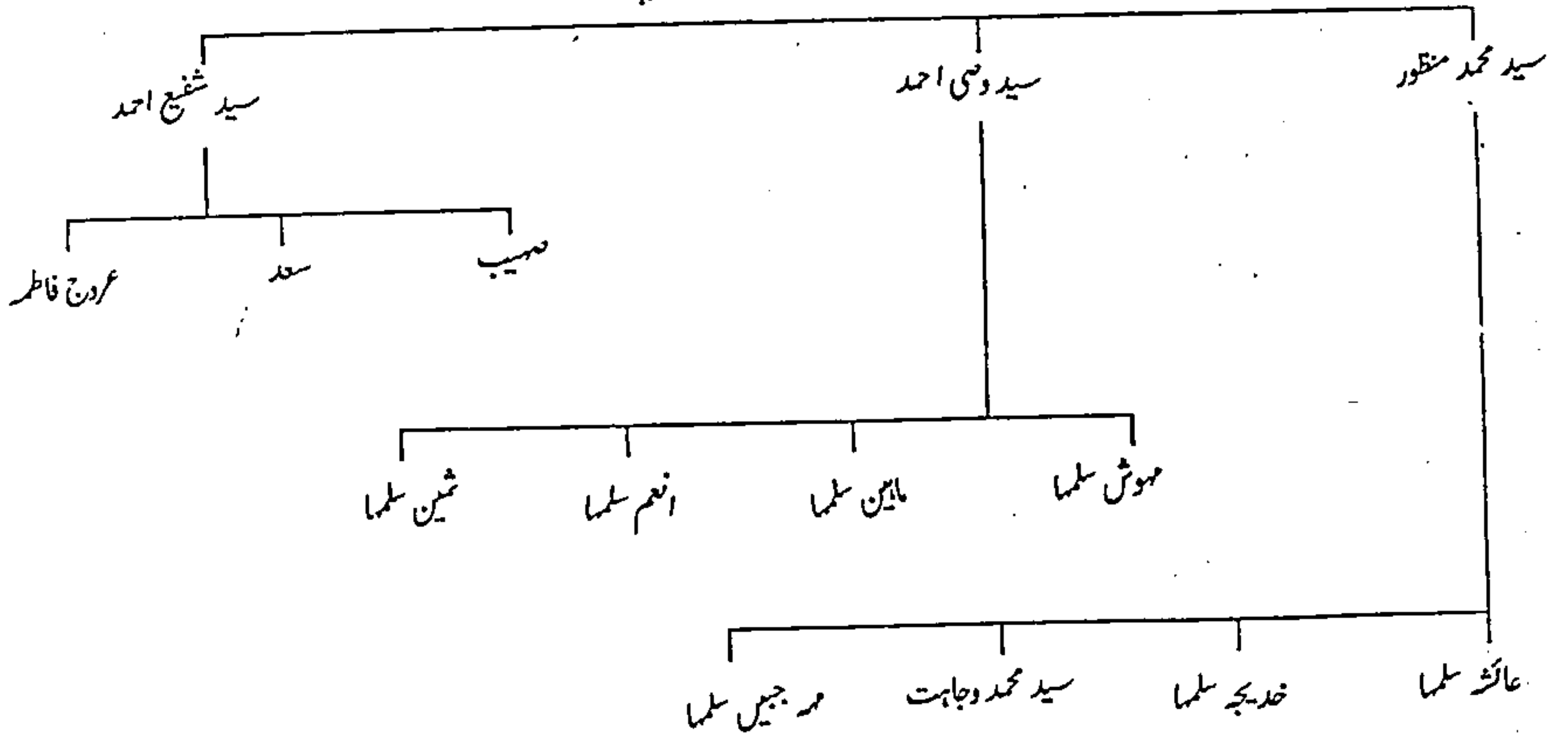
زوج مسماۃ زہرا بنت محمد عیسیٰ ساکن پپلاواں

از محل اولی

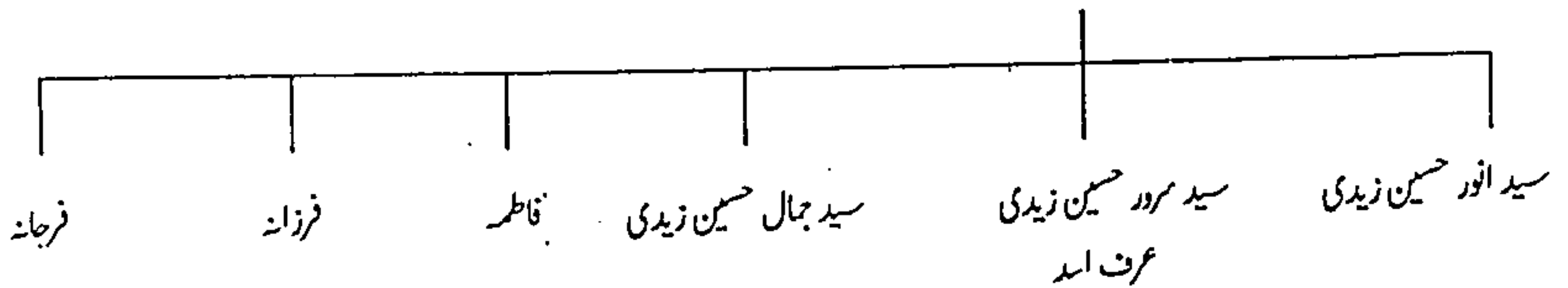


## سید محمد سعید (زیدی الواسطی)

زوج ربیعہ خاتون بنت سید ظفر الدین رضوی پپلاواں



## سید شاہ اصغر حسین زیدی الواسطی

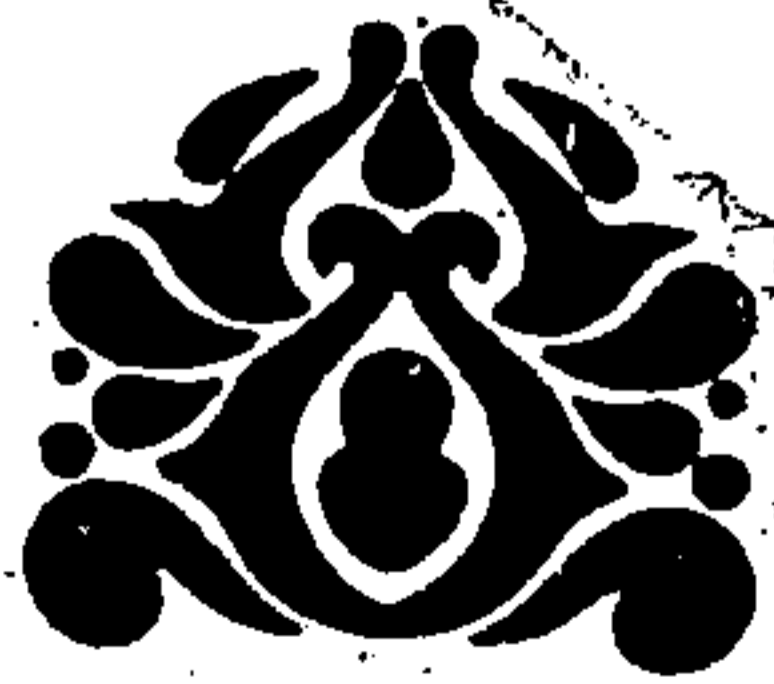


## حضرت میر سید حسن زیدؒ!

مخدوم سید شاہ یحییٰ علی رحمۃ اللہ علیہ کی چوتھی پشت کے دادا تھے۔ حضرت میر سید حسن زیدؒ کی شادی مخدوم شاہ صفیؒ کے خاندان میں مسماۃ بی بی عابدہ سے ہوئی۔ مسماۃ بی بی عابدہ حضرت سید احمد ابدال جعفری عظیم آبادی بن سید علی ابدال بن سید حسین بن سید احمد شاہ جعفری کی نواسی تھیں۔ جناب سید کریم الدین صاحب نے اپنی کتاب مخزن الانساب میں تحریر کیا ہے کہ ”سید احمد شاہ جعفری اپنے نانا نقیب شاہ بادشاہ کوڑہ کلاں، بنگال کے وصال کے بعد تخت شاہی پر بٹھائے گئے۔ لیکن کچھ دنوں بعد بنگال کی حکمرانی چھوڑ کر رہوہ درگاہ مظفر پور میں یاد الہی میں مشغول ہو گئے۔ رہوہ درگاہ پر آپ کے عقیدت مندوں کا ہجوم جب بہت بڑھ گیا تو آپ نے اپنے صاحب زاوے سید علی ابدالؒ کو اپنا جانشین بنا کر خود عوام کی نظروں سے پوشیدہ ہو گئے۔ حضرت سید علی ابدالؒ کی شادی حضرت امام محمد تاج فقیہؒ کے خاندان میں حضرت شاہ دانیالؒ کی دختر مسماۃ بی بی معصومہ سے ہوئی۔ جن کے صاحبزاوے حضرت سید احمد ابدال جعفری عظیم آبادی تھے۔ صاحب تذکرہ مخزن الانساب جناب سید کریم الدین صاحب کے مطابق رہوہ درگاہ کی سجادگی حضرت مخدوم سید شاہ یحییٰ علی قدس سرہ کے خاندان میں رہی۔ یہاں تک کہ آپ کے والد حضرت سید شاہ مظفر علیؒ کا قیام برابر رہوہ درگاہ پر رہا اور یہیں آپ کا مزار اقدس مرجع خلافت ہے۔ اسی نسبی تعلق کا فیض تھا کہ حضرت مخدوم سید شاہ یحییٰ علی قدس سرہ، کی مکمل تعلیم و تربیت اور باطنی رہنمائی خانقاہ حضرت سید شاہ احمد ابدالؒ واقع محلہ مغل پورہ، عظیم آباد سے ہوئی۔

## حضرت سید وجہہ الدین عرف شاہ بولنؒ :-

حضرت سید وجہہ الدین عرف شاہ بولن بن سید حسن زید۔ حضرت سید شاہ یحییٰ علی قدس سرہ، کے تیسرے پشت کے دادا ہیں۔ حضرت شاہ بولنؒ کے پسر میر سید محمد احسن تھے جن کی شادی حضرت سید شاہ محمد یسینؒ وانا پوریؒ کی دختر سے ہوئی۔ حضرت سید محمد احسنؒ کے دو صاحبزاوے تھے۔ پسر اول حضرت سید شاہ مظفر علیؒ یعنی پدر بزرگوار حضرت مخدوم سید شاہ یحییٰ علی اور پسر دوم حضرت سید غضنفر علی۔



## ۲۲۳ خاندان کھریا

اہل کھریا حضرت امام موسیٰ رضاؑ کی اولاد سے ہیں۔ اس خاندان کے مورثِ اعلیٰ سب سے پہلے مضافات بہار شریف میں آباد ہوئے۔ کئی پشتوں کے بعد یہ خاندان کھریا میں مقیم ہوا۔ پھر بعد میں اس خاندان کی مختلف شاخیں مختلف جگہوں پر آباد ہوئیں۔ کچھ لوگ کھریا میں مقیم رہے۔ کچھ موضع کویا، ضلع پٹنہ میں بسلسلہ ازدواج آباد ہوئے۔ اس خاندان سے ایک بزرگ میر سید تجمل حسین صاحب پٹنہ سٹی کے محلہ مغل پورہ میں آباد ہو گئے۔ لیکن بسلسلہ زمینداری کھریا سے آپ کا تعلق تاحیات قائم رہا۔ یہ تعلق آپ کے اگوتے صاحبزادے حافظ سید شاہ نذر الرحمن حفیظ عظیم آبادی نے بھی اپنی زندگی تک قائم رکھا۔ خاندان میں جو نسب نامہ موجود ہے۔ وہ اس طرح ہے۔

حاجی حافظ مولانا سید شاہ نذر الرحمن حفیظ عظیم آبادی بن سید تجمل حسین بن ناظر میر سید تفضل حسین بن سید میر علی بن سید شاہ غلام صمدانی بن سید شاہ غلام محوم بن سید شاہ محمد معشوق بن سید شاہ غریب محمد عرف چھجا بن سید عبد الشکور بن سید عبد القفور بن میران سید عبد الفتاح بن میران سید بڑے بن مولانا سید شاہ حسام الدین بن مولانا سید شاہ نظام الدین تا حضرت امام علی موسیٰ رضا۔

راقم نے اہل کھریا کا ایک مکمل نسب نامہ جناب سید محبوب الحق وفاء امٹھوی کی بیاض سے نقل کیا ہے۔ جناب وفاء امٹھوی بفضل خدا اس وقت یعنی ۱۹۹۵ء میں بقید حیات ہیں اور اس کی تصدیق کی جاسکتی ہے۔ وہ نسب نامہ اس طرح ہے۔

مساءة عزیز النساء بنت حاجی حافظ مولانا سید شاہ نذر الرحمن حفیظ عظیم آبادی بن حاجی سید تجمل حسین بن ناظر میر سید تفضل حسین بن سید میر علی بن سید شاہ غلام صمدانی بن سید شاہ غلام محوم بن سید شاہ محمد معشوق بن سید غریب محمد عرف چھجا بن سید عبد الشکور بن میران سید عبد القفور بن میران سید عبد الفتاح بن میران سید بڑے بن سید شاہ نظام الدین بن مولانا سید شاہ حسام الدین بن سید شاہ امام الدین بن سید شاہ ابو محمد عرف محمد بہاری بن سید عبد اللہ بن محوم سید وحید الدین چلہ کش مشدی رضوی بن سید علاء الدین جیوڑوی بن سید محمد سلیمان بن سید سلطان سعید بن سید حسین بن سید عباس بن سید قاسم بن علی الہادی التقی بن محمد الجواد التقی بن امام علی موسیٰ رضاؑ۔

مختصر یہ کہ اہل کھریا سادات رضویہ سے ہیں اور حضرت محوم وحید الدین چلہ کش مشدی کی اولاد سے ہیں۔ حضرت محوم کے والد سید علاء الدین جیوڑوی کی شادی حضرت خواجہ نجیب الدین فردوسیؒ کی ہمشیرہ سے ہوئی تھی۔ جن کے بطن سے حضرت محوم تھے۔ آپ کی شادی حضرت بی بی بارکہ بنت محوم ذکی الدین بن محوم جہاں شرف الدین احمد یحییٰ منیریؒ سے ہوئی۔ آپ کی اولاد سونیرہ، پلاسی، بدر آباد، محوم پور اور بہار شریف میں کثرت سے پھیلی۔ حضرت محوم وحید الدین چلہ کش کی اولادوں میں ایک صاحبزادے سید عبد اللہ اور سید عبد اللہ کے لڑکے سید ابو محمد اور سید ابو محمد کے لڑکے سید امام الدین تھے۔ سید امام الدین کے صاحبزادے مولانا سید نظام الدین مشدی اور سید نظام الدین کے لڑکے سید حسام الدین تھے۔ جو علاقہ بہار شریف کے رہنے والے تھے۔ (بحوالہ بیاض جناب سید محبوب الحق وفاء امٹھوی)

مولانا سید حسام الدین کے ایک لڑکے میران سید بڑے تھے۔ جن کے دو لڑکے میران سید عبد الفتاح اور میران سید حبیب۔ میران سید عبد الفتاح کے لڑکے میران سید عبد الغفور تھے جن کی شادی خاندان میں میران سید حبیب کی صاحبزادی سے ہوئی۔

میران سید حبیب موصوف کی شادی حضرت بی بی مالو پاکدامن بنت میران سید شاہ محمد ثانی ساکن موضع میران بگہ ٹکری، ضلع میا سے ہوئی تھی۔ میران سید شاہ محمد ثانی حضرت محی الدین شیخ عبد القادر جیلانی کی نسل سے تھے۔ آپ کی صاحبزادی مسماۃ بی بی مالو اپنے وقت کی ولیہ کاملہ تھیں۔ آپ ہی نے موضع کھریا کو خرید کر آباد کیا اور اپنے اہل و عیال کے ساتھ اس موضع میں رہائش اختیار کی۔ حضرت بی بی مالو پاکدامن کا مزار اب تک اس موضع میں مرجع خلایق ہے۔

میران سید عبد الغفور کے دو لڑکے تھے۔ سید عبد الرشید اور سید عبد الشکور، سید عبد الرشید کی نسل میں حکیم سید محمد وکیل بن حکیم سید محمد کفیل صاحب دانا پوری ہیں۔

سید عبد الشکور کی شادی خاندان ہی میں سید بدر الدین بن میران سید حبیب موصوف کی لڑکی سے ہوئی جن کے بطن سے سید غریب محمد عرف چھبجا ہوئے۔ سید غریب محمد کے ایک صاحبزادے سید شاہ محمد معشوق اور دو لڑکیاں تھیں۔

سید محمد معشوق کی شادی مسماۃ بی بی آصفہ بنت دیوان شاہ سید رفیع الدین بلخی موضع کھیری بازیدپور سے ہوئی جن کے لڑکے سید شاہ غلام محروم تھے۔

سید شاہ غلام محروم کی شادی مسماۃ بی بی عابدہ بنت شاہ عزیز اللہ بلخی ساکن کھیری بازیدپور سے ہوئی جن کے لڑکے سید غلام صمدانی تھے۔

سید غلام صمدانی کی شادی مسماۃ بی بی نجیبہ بنت میر فصیح الدین ساکن موضع زنانواں محی الدین پور سے ہوئی۔ جن کے سات لڑکے تھے، پسر اول سید میر علی، پسر دوم سید تراب علی، پسر سوم سید غلام علی، پسر چہارم سید اطہر علی، پسر پنجم سید الہی بخش، پسر ششم سید محبوب بخش، پسر ہفتم سید رحیم بخش اور ایک لڑکی مسماۃ بی بی نعمت عرف پیارن۔ یہ سات برادران اپنے علاقے میں ”ست بھیا“ کے نام سے مشہور ہیں۔

سید میر علی بن سید غلام صمدانی کی شادی جناب سید شاہ محمد اکرم صاحب ساکن موضع کاکو کی لڑکی سے ہوئی جن سے چھ اولادیں ہوئیں، پانچ لڑکے اور ایک لڑکی مسماۃ بی بی لالین۔ مسماۃ بی بی لالین کی شادی سید شاہ امداد حسین کاکوی سے ہوئی۔ جن کے ورثا میں جناب سید شاہ عطاء الرحمن عطاء کاکوی وغیرہ ہیں۔ سید میر علی صاحب کے لڑکوں میں پسر اول ناظر میر سید تفضل حسین، پسر دوم مولانا سید منور حسین، پسر سوم سید سخاوت حسین، پسر چہارم سید بشارت حسین، پسر پنجم سید محمد ہارون، یہ تمام برادران اپنے علاقے میں ”پنج بھیا“ کے نام سے مشہور تھے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے ”ریاض الانوار“ از ڈپٹی انوار احمد صاحب۔

ناظر سید تفضل حسین بن سید میر علی ساکن موضع کھریا اپنے پانچ بھائیوں میں سب سے بڑے تھے۔ آپ صوبہ بنگال میں نظارت کے عہدے پر مامور تھے۔ خاندانی خوشحالی کے ساتھ اعلیٰ عہدے پر فائز ہونے کی وجہ سے آپ نے بڑی خوش و خرم زندگی بسر فرمائی۔ کنبہ میں عمر کے لحاظ سے سب سے بڑے اور فارغ البال ہونے کی وجہ سے برادری میں

عزت و احترام کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔ جناب ڈپٹی انوار احمد صاحب ساکن شہر گھائی اپنی کتاب ”ریاض الانوار“ میں لکھتے ہیں۔

”ناظر سید تفضل حسین مرحوم بود کہ بمقام تملوک علاقہ بنگال بحکمہ مال عمدہ نظارت داشت باین ذریعہ سرمایہ ہاندوخت مردم خوب بود۔“ تملوک دراصل تملوک ہے۔ اس کی تاریخی حیثیت ہے۔ چینی سیاح ہیون ساگ نے اپنے سفر نامے میں اس مقام کا ذکر تملوک کے نام سے کیا ہے کسی زمانہ میں یہاں وید پڑھانے کا بہت بڑا پٹ ٹالہ تھا۔ تملوک کلکتہ سے پچاس میل دور مدنا پور ڈسٹرکٹ کی سب ڈویژن تھی۔ آپ کے صرف ایک پسر حاجی سید تجمل حسین صاحب عالم وجود میں آئے۔

حاجی سید تجمل حسین متخلص بہ نالائ بن ناظر سید تفضل حسین ساکن کھریا کے متعلق جناب ڈپٹی انوار احمد صاحب ساکن شہر گھائی اپنی کتاب ”ریاض الانوار“ میں تحریر فرماتے ہیں۔ ”خدمت سراپا مکرمت حاجی سید تجمل حسین مرویت منکر مزاج سخن جود در مروت و محبت یگانہ و طبیعتش سراسر عاشقانہ اللهم واحفظہ، ایٹاں ایک پسر حافظ سید شاہ نذر الرحمن متخلص بہ حفیظ و ایک دختر حبیبین۔“

جناب حاجی صاحب کی شادی مسماۃ بی بی منیبہ النساء بنت مولانا محمد حمید (برادر اصغر مولانا شاہ محمد سعید محدث متخلص بہ حسرت عظیم آبادی) بن منشی واعظ علی بن عمر دراز بن فقیر اللہ زبیری الباشی ساکن محلہ مغل پورہ شہر عظیم آباد (پٹنہ سٹی) سے ہوئی۔ آپ کو اللہ نے دو اولادیں عطا کیں ایک پسر حافظ مولانا سید شاہ نذر الرحمن حفیظ عظیم آبادی اور دختر مسماۃ حبیبین زوجہ حافظ سید نظیر احسن گیلانی متخلص بہ شرر۔

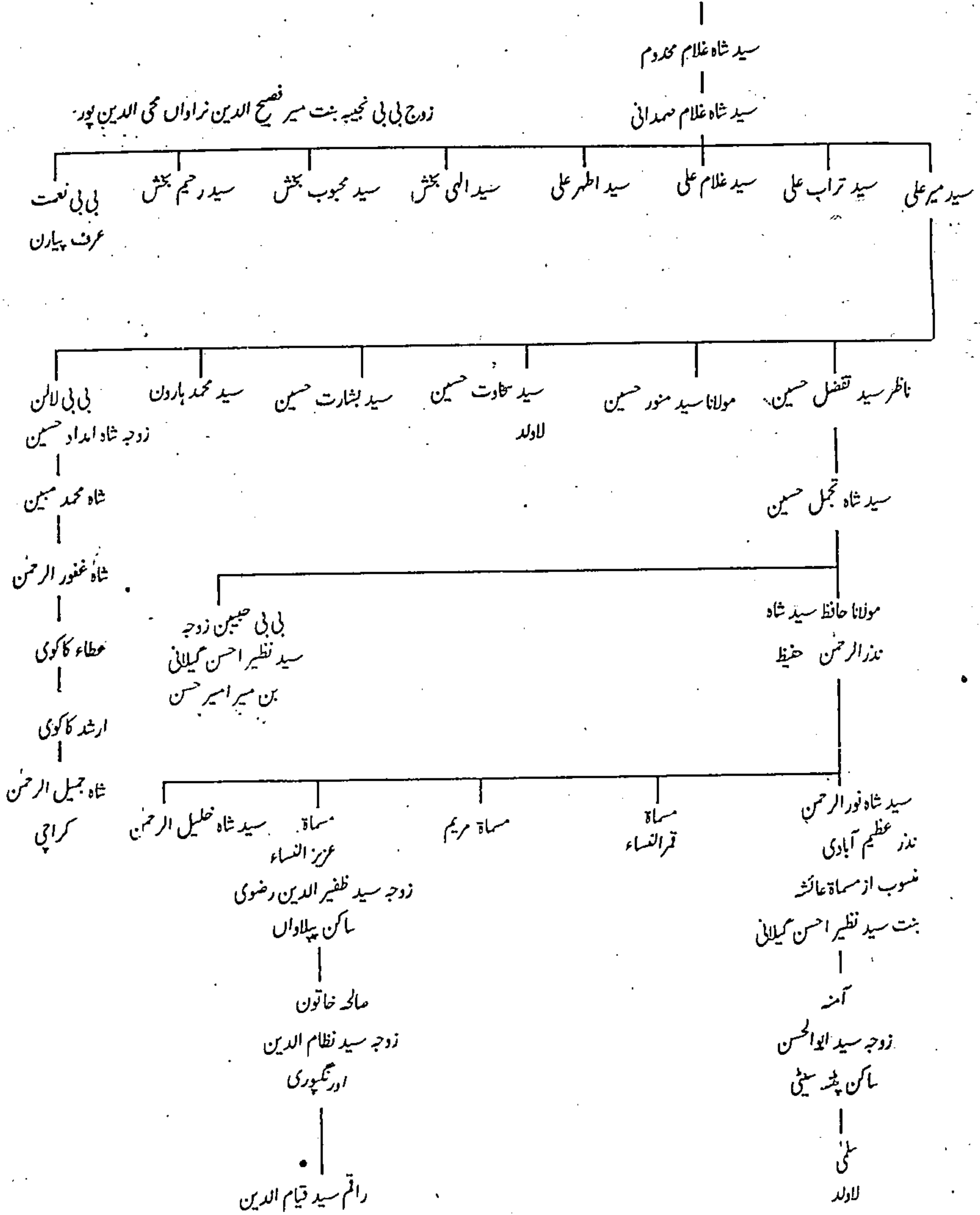
حاجی سید تجمل حسین علیہ رحمۃ ایک با اثر زمیندار گھرانے کے چشم و چراغ تھے۔ آپ کا آبائی پیشہ زمینداری تھا۔ بے فکر اور خوش حال زندگی کے مالک تھے۔ شادی کے بعد سرال میں ادبی اور بھرپور فقیرانہ ماحول ملا۔ طبیعت میں ایک انقلاب پیدا ہوا۔ اپنے خسر کے بڑے بھائی مولانا سعید حسرت قدس سرہ، کے دست حق پرست پر بیعت کی۔ شب و روز ورد و وظائف اور یاد الہی میں مشغول رہنے لگے۔ آپ کو پیر و مرشد کی طرف سے اجازت و خلانت بھی حاصل تھی۔ آپ کا وصال ۱۲۱۲ھ میں ہوا۔ آپ کی اہلیہ کے ماموں مولوی احمد کبیر صاحب حیرت پھلواری نے ”تاریخ کلمہ“ میں قطعہ تاریخ رحلت دیا ہے۔

تجمل	حسین	ہست	سید	نجیب	چوں	از	چشم	من	رفت	آن	نور	عین
بگفتم	زباطف	کہ	حالش	بگو	کجاہست	آن	ماہ	بازیب	وزیر			
دوبار	از	من	حیرت	دلفگار	بگفتا	با	احمد	تجمل	حسین			





## نقشہ اولاد سید محمد معشوق (موضع کھربیا)



مولانا حافظ سید شاہ نذر الرحمن رضوی قادری:-

سید شاہ نذر الرحمن متخلص بہ حفیظ عظیم آبادی بن حاجی سید جمال حسین بن ناظر سید تفضل حسین بن سید میر علی بن سید شاہ غلام صدانی ساکن کھریا ۱۲۷۹ھ میں اپنی نہیال محلہ مغل پورہ، پٹنہ سٹی میں پیدا ہوئے۔ آپ کے نانا مولانا شاہ محمد سعید حسرت محدث عظیم آبادی نے آپ کی پرورش کی۔ بسم اللہ خوانی کے بعد آپ حفظ کلام اللہ کے لئے حافظ عالم علی صاحب کے پاس بٹھائے گئے اور چودہ برس کی عمر میں آپ نے حفظ مکمل کیا۔ مولانا قاری عبد الرحمن صاحب پانی پتی سے علم تجوید حاصل کیا۔ اپنے نانا مولانا محمد سعید حسرت سے علوم عقلیہ و نقلیہ کا اکتساب کیا۔ مولانا محمد کمال صاحب سے بخاری شریف اور بیضاوی پڑھی۔ مولانا حکیم علی حیدر صاحب فرنگی محلی سے خانقاہ عمادیہ میں مشکوٰۃ شریف پڑھی۔ اس کے بعد مولانا فضل الرحمن صاحب گنج مراد آبادی کے پاس پہنچے اور احادیث کی سندیں حاصل کیں۔ ۱۳۱۳ھ میں اپنے پہلے حج کے موقع پر حرمین شریفین میں مشاہیر علماء و محدثین سے تبرکاً حدیثیں پڑھیں۔ ۱۳۲۵ھ میں اپنے دوسرے حج کے موقع پر مختلف ممالک کے علمائے کرام جو حجاز مقدس میں مقیم تھے۔ اجازتیں حاصل کیں۔ جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ علامہ مصطفیٰ بن محمد عقیلی الشافعی، مولانا سعید بن عبد الرحمن مدنی، مولانا صدیق بن عبد الرحمن کمال، مولانا عبد الرحمن ابو خفیر کل، مولانا محمد صالح زواوی، مولانا محمد علی بن سید طاہر وثری، مولانا ابو الخیر ابن عثمان جمال کی، شیخ صالح بن عبد اللہ کل ساری، حضرت سناری محدث اور طریقہ شاذلیہ کے شیخ کامل تھے۔ جناب حافظ صاحب نے شیخ سناری سے شاذلیہ طریقہ کی اجازت بھی لی۔ جناب حافظ صاحب کو اپنے نانا مولانا محمد سعید حسرت عظیم آبادی سے بیعت اور تمام سلاسل طریقت کی اجازت حاصل تھی۔ حضرت مولانا محمد سعید قدس سرہ، کے وصال کے بعد ان کے چہارم کے دن آپ کی دستار بندی اور جانشینی کی رسم انجام پائی۔ آپ کو دھیال اور نہیال دونوں جگہ سے کافی بڑی جائیداد حاصل ہوئی۔ آپ جو دوسٹا کے پیکر تھے۔ داد و دہش آپ کی فطرت تھی۔ اعزاء و اقارب کی خدمت کرنا اور سائل کو بامراد کرنا۔ دوست و احباب کے وقت پر کام آنا آپ کی زندگی کا معمول تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ آپ کی زندگی کے آخری ایام تک لاکھوں کی جائیداد جس کی سالانہ آمدنی مبلغ 75000/- ہزار روپے تھی ختم ہو کر دو چار ہزار سالانہ تک رہ گئی تھی۔

حافظ صاحب نے کئی کتابیں تصنیف فرمائیں۔ جو انقلاب زمانہ کے ہاتھوں ضائع ہوئیں۔ صرف وہ تصانیف جو آپ کی زندگی میں شائع ہوئیں بہار کی لائبریریوں میں پائی جاتی ہیں۔ ان میں سیرت پر ”وسیلۃ النجات“ طلبا کی اسلامی تعلیم کے لئے ”اصلوٰۃ“ اور آپ کا مجموعہ کلام بنام ”نظم و لغزیب“ خدا بخش لائبریری پٹنہ میں موجود ہے۔ ۱۹۰۳ء میں ایک ماہوار رسالہ بنام ”گلدستہ بہار“ آپ کی سرپرستی میں جاری ہوا۔ جو بڑی کامیابی سے بہار میں اردو زبان و ادب کی خدمت بر سہارس انجام دیتا رہا۔ حضرت مولانا حافظ سید شاہ نذر الرحمن حفیظ عظیم آبادی مرحوم کو شاعری میں کافی دستگاہ حاصل تھی۔ عربی، فارسی اور اردو تینوں زبانوں میں خوب خوب اشعار نکالے ہیں۔ آپ کی شاعری میں سلاست، روانی اور برجستگی ہے۔ اور صوفیانہ رنگ غالب ہے۔ آپ نے اردو شاعری کے تمام اصناف سخن پر طبع آزمائی فرمائی ہے۔ قطعات، مخمس، نظمیں، مرثیے اور غزلیں وغیرہ آپ کے کلام میں موجود ہیں۔ لیکن آپ کا اصل میدان غزل کی شاعری ہے۔ آپ عظیم آباد کے سرور آوردہ اور چوٹی کے شعراء میں شمار کئے جاتے تھے۔ شاد، آزاد، اثر، پریشان، شوق اور خدا بخش لائبریری کے بانی خدا بخش خان جمیل کے ہم عصر و ہم پلہ شاعر تھے۔ آپ کے کلام کو صوبہ سے باہر لکھنؤ کانپور اور دوسرے شہروں میں بھی پسند کیا گیا۔ رجب ۱۳۲۰ھ

میں ایک آل انڈیا ہفت روزہ مشاعرہ پٹنہ کے رئیس اعظم جناب سید ممدی حسن خان عرف بادشاہ نواب عشرتی مرحوم کے دولت کدہ ”بادشاہ منزل“ محلہ گزری پٹنہ میں ۱۸ اکتوبر کو منعقد ہوا اور مسلسل سات راتوں جاری رہ کر ۲۴ اکتوبر کو اختتام پذیر ہوا۔ یہ عظیم آباد (پٹنہ) کا ایک تاریخی اور یادگار مشاعرہ تھا۔ اس مشاعرے کے آرگنائزر اور روح رواں سید شاہ نذر الرحمن حفیظ عظیم آبادی ہی تھے۔ اس مشاعرے میں آپ کی طرحی غزل کی دھوم مچ گئی۔ مصرع طرح یہ تھا۔

”ہمراہ شب تار سردوش ہوئی دھوپ“

عظیم آباد میں بڑے طرحی مشاعرے زیادہ تر بادشاہ نواب عشرتی مرحوم اور حضرت حفیظ عظیم آبادی مرحوم کے دولت کدہ پر منعقد ہوا کرتے تھے۔ جناب حفیظ کو اردو شاعری میں آغا حسن ازل لکھنوی اور فارسی شاعری میں اپنے نانا مولانا سعید حسرت سے تلمذ تھا۔ آپ کا دوسرا دیوان بالکل مرتب تھا اور اس کی اشاعت کے انتظامات مکمل تھے۔ لیکن وہ دیوان ضائع ہو گیا۔ ایک خطی دیوان کے چند اوراق راقم سید قیام الدین نظامی الفردوسی کو جناب پروفیسر سید حسن صاحب سے ۱۹۷۹ء کو ملے۔ جس میں کم و بیش پچیس تیس طویل غزلیں، اتنی ہی رباعیات، چند قطعات اور ایک مخمس خستہ حالت میں موجود ہے۔ اردو لٹریچر کی ترقی اور اشاعت کے لئے اکتوبر ۱۹۰۳ء میں ایک انجمن بنام ”انجمن موید اللسان“ قائم کی گئی تھی۔ انجمن کی تاسیسی اجلاس میں جناب شاد عظیم آبادی انجمن کے صدر، جناب حفیظ عظیم آبادی، نائب صدر، یحیٰ عظیم آبادی سکریٹری اور حفیظ صاحب کے بڑے صاحبزادے سید شاہ نور الرحمن نذر عظیم آبادی جوائنٹ سکریٹری منتخب ہوئے۔ رسالہ ”بہار“ اور انجمن کا دفتر حافظ نذر الرحمن حفیظ عظیم آبادی مرحوم کے دولت کدہ محلہ مغل پورہ ہی پر تھا۔ مختصر یہ کہ حافظ صاحب مرحوم نے اپنی زندگی خدمتِ خلق اور خدمتِ دین کے ساتھ زبان و ادب کی خدمت کے لئے وقف کر دیا تھا۔ بکثرت لوگوں نے آپ سے اکتسابِ علم کیا۔ آپ کے پاس قرآن و حدیث اور فقہ کے طالب علموں کا مجمع لگا رہتا۔ زبان و ادب کے شیدائی بھی آپ کی صحبتِ بابرکت سے فیضیاب ہوتے۔ شاعری کے علاوہ شکرگاری میں بھی کافی دستگاہ حاصل تھی۔ شکرگاری میں آپ نے زیادہ تر طنز و مزاح پر طبع آزمائی فرمائی۔ اخبار ”المنج“ پٹنہ میں آپ کے مزاحیہ کالم آپ کے فرضی نام س ن رح اور دوسرے ناموں سے چھپا کرتے تھے۔ آپ کے شاگردوں میں جن کے نام معلوم ہو سکے درج ذیل ہیں۔ آپ کے صاحبزادے نذر عظیم آبادی، سید مرتضیٰ احسن رسا لکھنوی، منشی عبدالحی صاحب احقر جبل پوری، سید کبیر حسن صاحب کبیر عظیم آبادی، سید عبدالمجید صاحب شوکت ساکن نتول، مولوی محمد یحییٰ صاحب درو، شاہ عبدالرحمن صاحب ابد کاکوی، خلیل احمد صاحب خلیل حسن پوری، عبد الصمد صاحب صمد، رحب علی ہنر (نائب بخش) اور سید شاہ شرف الدین صاحب شرف عظیم آبادی حال مقیم کراچی (افسوس چند سال ہوئے کہ شرف عظیم آبادی نے وصال فرمایا) جناب ڈاکٹر سنج احمد نے جناب حفیظ پر ایک تحقیقی مقالہ لکھ کر پٹنہ یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کا مقالہ ”حفیظ اور انکی شاعری“ کے نام سے کتابی شکل میں بہار اردو اکادمی نے ۱۹۸۸ میں شائع کر دیا ہے۔

جناب حافظ سید شاہ نذر الرحمن رضوی قادری کی شادی مسماۃ بی بی شریف النساء بنت میر سید قاسم شیر ساکن رانی پور کی کھڑکی پٹنہ سٹی بن میر واحد شیر بن میر بہادر شیر بن میر صفدر شیر بن میر جعفر شیر بن میرارد شیر بن سید محمد اعظم شیر ساکن بہار شریف سے ۱۲۹۸ھ میں ہوئی جن سے پانچ اولادیں ہوئیں۔ اول پسر سید شاہ نور الرحمن رضوی قادری متخلص بہ نذر عظیم آبادی، دوم دختر مسماۃ قمر النساء زوجہ سید شاہ علیم الدین ساکن کوپانگرا، سوم دختر مسماۃ بی بی مریم زوجہ سید مجیب شیر ساکن

لودیکٹرہ، پٹنہ سٹی، چھارم دختر مسماۃ عزیز النساء زوجہ سید ظفر الدین رضوی بن سید نظیر الدین رضوی بن سید رضی الدین رضوی ساکن موضع پہلاواں آدم پور ضلع پٹنہ، پنجم پسر سید شاہ خلیل الرحمن رضوی قادری مرحوم۔ جناب حافظ صاحب علیہ رحمۃ کو زندگی میں اپنی سب سے بڑی اور ہونہار اولاد کی موت کا غم اٹھانا پڑا جن سے خاندان کا مستقبل وابستہ تھا۔ یہ ایک ایسا سانحہ عظیم تھا جس نے آپ کو زندہ درگور کر دیا۔ اس کے بعد آپ نے اپنی بقیہ زندگی گوشہ نشینی میں بسر کی۔ آخر کار ۲۵ صفر ۱۳۳۳ھ (۲۵ ستمبر ۱۹۲۴ء) کو بعارضہ استسقاء اس دارفانی سے رحلت فرمائی اور اپنے آبائی مقبرہ محلہ مغل پورہ میں آسودہ خاک ہیں۔

سید شاہ نور الرحمن رضوی قادری متخلص بہ نذر عظیم آبادی بن مولانا حافظ سید شاہ نذر الرحمن ساکن محلہ مغلپورہ، پٹنہ سٹی بن حاجی میر سید تجمل حسین بن ناظر سید تفضل حسین ساکن موضع کھریا، ضلع پٹنہ۔ ۱۳۰۰ھ میں اپنے مکان محلہ مغلپورہ میں پیدا ہوئے۔ تاریخی نام سید فیوض الرحمان تھا۔ عربی، فارسی اور اردو کی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی۔ انگریزی تعلیم کے لئے لاڈلے مختار متخلص بہ بیتاب عظیم آبادی کو رکھا گیا۔ آپ نے ۱۹۰۴ء میں بی اے کا امتحان پاس کیا اور پوری یونیورسٹی میں اول آئے۔ شاعری کا شوق بچپن سے تھا۔ اپنے والد سے اصلاح سخن لیتے تھے۔ ”انجمن موید اللسان“ کے تاسیسی اجلاس کے موقع پر شاد عظیم آبادی اور اکثر ارکان انجمن کی تائید سے نذر عظیم آبادی شریک معتمد (جو اینٹ سکریٹری) مقرر کئے گئے۔ پرچہ ”گلدستہ بہار“ کا قطعہ تاریخ آپ نے لکھا تھا۔ جو ہر ماہ گلدستہ کے سرورق پر لکھا جاتا۔ آخری شعر درج ذیل ہے۔

نذر ! تاریخ گر کوئی پوچھے تو کہو غنچہ امید بہار

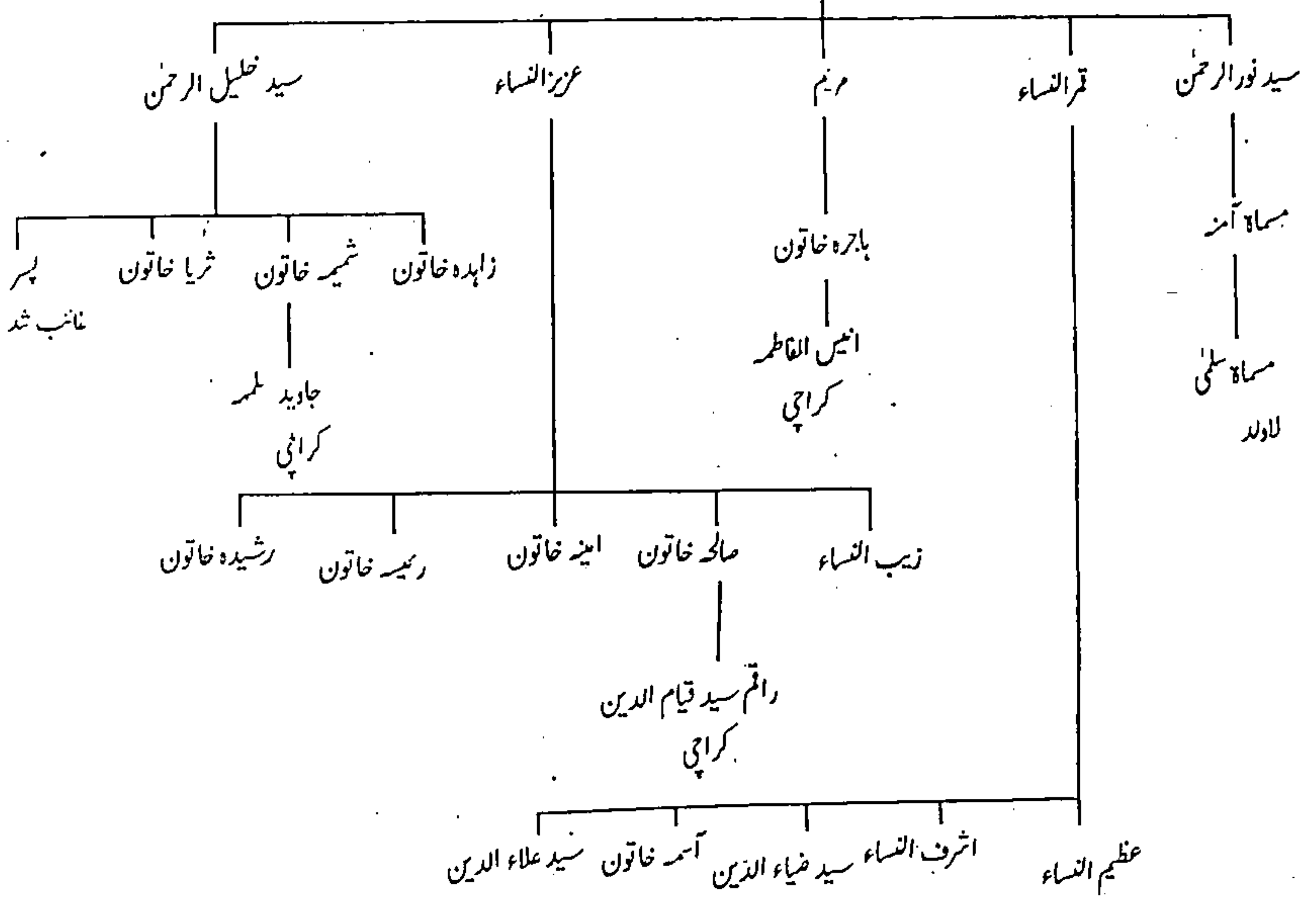
جناب سید شاہ نور الرحمن نذر عظیم آبادی مرحوم کی شادی ان کی پھوپھی کی لڑکی مسماۃ عائشہ بنت حافظ سید نظیر احسن گیلانی متخلص بہ شرز سے ہوئی جن سے صرف ایک لڑکی مسماۃ آمنہ ہوئیں۔ مسماۃ آمنہ کی شادی جناب سید ابو الحسن صاحب مرحوم ساکن کالو خان کی باغ، پٹنہ سٹی سے ہوئی۔ مسماۃ آمنہ مرحومہ نے شادی کے چند سال بعد ایک لڑکی مسماۃ بی بی سلیٰ کو اپنی یادگار چھوڑ کر اس دنیا سے منہ موڑ لیا۔ مسماۃ سلیٰ نے بھی تیرہ چودہ سال کی عمر میں لاوڈ انتقال کیا۔

مسماۃ بی بی قمر النساء بنت حافظ سید شاہ نذر الرحمن حفیظ عظیم آبادی ساکن کھریا کی شادی سید شاہ علیم الدین ساکن کوپا بن سید شاہ معز الدین بن سید محمد حسین بن سید معین الدین بن قاضی سید غلام محی الدین بن قاضی سید محمد حمید الدین بن قاضی سید محمد مسکین بن قاضی سید عبد الحمید بن سید عبد الحمید بن قاضی سید عبد الحکیم بن سید شاہ عبد العزیز عربی ساکن کسمر سے ہوئی۔ آپ کو پانچ اولادیں ہوئیں۔ پسر اول سید ضیاء الدین، پسر دوم سید علاء الدین، دختر اول مسماۃ عظیم النساء زوجہ سید انوار کریم بن میر سید محمد کریم ساکن بہار بن میر سید الفت کریم ساکن سیخ پورہ، جن کی اولادوں میں سید فضل کریم، سید احمد کریم، سید اصغر کریم اور ایک لڑکی نفیسہ خاتون کراچی میں ہیں۔ دختر دوم مسماۃ اشرف النساء عرف اسو زوجہ سید ظہور الحسن ماسٹر سمٹری اسکول پٹنہ، کی اولادوں میں (۱) نسیم احسن، (۲) نسیم احسن، (۳) حلیم احسن، (۴) رحیم احسن، (۵) نسیم احسن، (۶) کریم احسن اور ایک لڑکی زوجہ سید جواد قادری امجھری عظیم آباد، پٹنہ میں مقیم ہیں۔ دختر سوم عاصمہ خاتون کی شادی غیر کفو میں جناب شتاب خان صاحب ساکن بھنول، آرہ سے ہوئی۔ جناب سید ضیاء الدین اور سید علاء الدین صاحبان بھی صاحب اولاد ہیں۔ اور ہندوستان کے صوبہ بہار میں مقیم ہیں۔ کوشش کے باوجود تفصیل معلوم نہ ہو سکی۔

مسماة بی بی مریم بنت حافظ سید شاہ نذر الرحمن حفیظ عظیم آبادی ساکن کھریا کی شادی جناب سید مجتبیٰ شیر مرحوم بن میر سید مصطفیٰ شیر ساکن لودی کٹرہ بن اکرم شیر بن میر عنایت شیر بن میر بہادر شیر ساکن محسن پور سے ہوئی۔ جن سے صرف ایک دختر مسماة ہاجرہ خاتون تھیں۔ ہاجرہ خاتون کی شادی احمد حسن بلخی مرحوم ساکن بہار شریف سے ہوئی جن کی لڑکی انیس الفاطمہ عرف السوزوجہ جناب ضیاء الدین صاحب مع اہل و عیال کراچی میں ہیں۔

## نقشہ اولاد سید شاہ نذر الرحمن علیہ رحمة

بن میر سید تجمل حسین ساکن کھریا



مسماة بی بی عزیز النساء بنت مولانا حافظ سید شاہ نذرا الرحمن حفیظ عظیم آبادی۔ آپ حافظ صاحب کی سب سے چھوٹی صاحبزادی تھیں۔ آپ کی شادی جناب سید ظفر الدین رضوی مرحوم بن سید نظیر الدین رضوی بن سید رضی الدین رضوی ساکن موضع پہلاوان آدم پور، ضلع پٹنہ سے ہوئی۔ جن سے پانچ لڑکیاں ہیں۔ دختر اول مسماة حمیدہ خاتون عرف زینب النساء زوجہ سید فہیم الحق بن سید معین الحق بن سید وحید الحق بن منشی سید خیر اللہ ساکن امٹھوآبن میر اشرف حسین بن میر تجمل حسین ساکن عزتی چک، دختر دوم مسماة صالحہ خاتون زوجہ سید نظام الدین احمد بن سید امیر الدین بن سید تفضل حسین عرف میر گنگو بن میر سید شجاعت علی بن میر سید رفیع الدین ساکن موضع اورنگپور پکوره ضلع پٹنہ بن میر سید مسیح الدین۔ دختر سوم مسماة امینہ خاتون زوجہ سید ولایت حسین بن سید بضاعت حسین بن میر سید ہدایت حسین بن میر سرفراز علی ساکن مرار پور بہار شریف۔ دختر چہارم مسماة ربیعہ خاتون زوجہ سید محمد سعید بن سید شاہ ابو الحیات بن سید شاہ محمد واجد بن سید شاہ حسین علی بن سید شاہ اشرف علی بن محمود سید شاہ یحییٰ علی زیدی الواسطی ساکن خسرو پور نوآبادہ۔ دختر پنجم مسماة رشیدہ خاتون زوجہ سید نعیم الحق برادر اصغر جناب سید فہیم الحق موصوف ساکن امٹھوآ۔

مسماة بی بی عزیز النساء صاحبہ ایک پر وقار خاتون تھیں۔ آپ اپنے تمام بھائی بہنوں اور دوسرے تمام اعزہ و اقارب میں عزت و احترام سے دیکھی جاتی تھیں۔ آپ کی رائے اور آپ کے مشورے کو ایک خاص اہمیت حاصل تھی۔ آپ دور اندیش اور صائب الرائے خاتون تھیں۔ ابتدائے جوانی سے عبادت و ریاضت میں اپنے اوقات بسر کرتی تھیں۔ عمر کے آخری دنوں میں ورد و وظائف میں کثرت سے مشغول رہنے لگی تھیں۔ خاندان کے ہر فرد سے آپ کا حسن اخلاق ایسا تھا کہ لوگ یاد کر کے آبدیدہ ہو جاتے ہیں۔ ہر عمر اور مزاج کے افراد آپ کے گرد جمع رہا کرتے۔ بچے، جوان، اور بوڑھا ہر ایک عزت و احترام کے ساتھ آپ سے پیش آتا۔ آپ نے اپنی اولادوں اور دوسرے اعزہ و اقارب میں کبھی تفریق نہیں برتا۔ ہر شخص اپنے طور پر یہی سمجھتا کہ آپ اس سے زیادہ محبت کرتی ہیں۔ آپ اپنی شادی کے تیرہ چودہ سال بعد بیوہ ہو گئیں اور پانچ کمسن بچیوں کی ساری ذمہ داری آپ کے کاندھوں پر آگئی۔ کوئی اولاد ذکر نہ تھی۔ جب آپ بیوہ ہوئیں تو شوہر کے عزیزوں نے جائیداد اور زمینداری کے حصے دبا لے اور اپنے عزیزوں نے منہ موڑ لیا۔ آپ نے انتھک کوشش کی کہ شوہر کی جائیداد حاصل ہو جائے، بڑی مشکلوں سے آپ کو صرف موضع چک جادو کی زمینداری، کچھ کاشت کی زمین اور رہائشی مکان قبضہ میں آکا۔ ان ہی مختصر اور معمولی اثاثہ پر اپنی زندگی گزارا، بچیوں کی پرورش کی، شادیاں کر کے انہیں اپنے گھروں کو رخصت کیا۔ شوہر کے رہائشی مکان واقع موضع پہلاوان، آدم پور کو ایک عزیز کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ پہلاوان کی سکونت ترک کر کے اپنے والد حفیظ عظیم آبادی کے مکان کے قریب ایک مکان خرید کر مقیم ہو گئیں۔ آپ نے اپنی تمام لڑکیوں کی شادی نو عمری میں کر کے اپنے ذاتی مکان واقع محلہ شیخ کا روضہ نزد مظہرہ پٹنہ سٹی میں بے فکر زندگی یاد الہی اور خدمتِ خلق میں گزارنے لگیں۔ خاندان میں لڑکیوں کی شادیوں سے آپ کو خاص طور سے دلچسپی رہی۔ خاندان کی لڑکیوں کے رشتے سے لے کر رخصتی تک کے تمام مراحل آپ ہی کی رائے اور مشورے سے طے پاتے۔

محترمہ عزیز النساء مرحومہ اپنی زندگی کے آخری ایام ذاتی مکان میں بسر کرنا چاہتی تھیں۔ ۱۹۴۷ء میں تقسیم ہند کے بعد آپ کی تمام لڑکیاں اپنے شوہروں کے ساتھ پاکستان چلی آئیں اور آپ تنہا ہندوستان میں مقیم رہیں۔ اولاد کی فطری محبت اور

راقم الحروف سید قیام الدین کے مسلسل اسرار پر آخر ۱۹۵۴ء میں مشرقی پاکستان کے شہر ڈھاکہ تشریف لائیں۔ حکومت پاکستان نے مہاجرین کو ان کی جائیداد کا معاوضہ دینے کا فیصلہ کیا تو محترمہ کے منجھلے داماد جناب سید نظام الدین احمد مرحوم نے جن کے ساتھ آپ مقیم تھیں اپنی جائیداد کے ساتھ محترمہ کی جائیداد کا مکیم بھی داخل کیا۔ دفتری کاروائی کے سلسلہ میں جناب سید نظام الدین احمد مرحوم کو بڑے کٹھن مراحل سے گزرنا پڑا۔ آخر انتھک جدوجہد کے بعد محترمہ کے زمینداری کا مکیم منظور ہوا اور ۲۲ ایکڑ کا پلاٹ سندھ کے علاقہ دادو میں آپ کے نام الاٹ ہوا۔ محترمہ عزیز النساء صاحبہ جب تک مشرقی پاکستان میں رہیں الاٹ شدہ زمین کے حصول اور اس پر قبضے کی کوئی صورت پیدا نہ ہو سکی۔ راقم الحروف کے عم محترم جناب سید ضیاء الدین احمد صاحب کی کوششوں سے زمین کے کاغذات مکمل ہوئے۔ لیکن زمین کی نگرانی اور انتظامات کی کوئی صورت پیدا نہ ہو سکی۔ آخر محترمہ ۱۹۶۳ء میں کراچی آئیں اور آپ کی موجودگی میں بھی جب زمین کے انتظام کی کوئی صورت نہ بن سکی تو آپ نے زمین فروخت کرنے کا فیصلہ کیا اور حاصل شدہ رقم سے محترمہ اپنے بڑے داماد جناب حاجی سید فہیم الحق صاحب مرحوم کے ساتھ حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئیں۔

محترمہ عزیز النساء مرحومہ ایک باذوق خاتون تھیں۔ شعر و ادب سے خاص لگاؤ تھا۔ دراصل شعر و سخن کا پاکیزہ مذاق آپ کا خاندانی ورثہ تھا۔ دوران گفتگو موضوع اشعار، بر محل محاورات اور ضرب المثل کے استعمال میں خاصہ ملکہ حاصل تھا۔ تحریر پختہ، رواں اور موخر ہوا کرتی تھی۔ آپ کے مکتوبات آج بھی لوگوں نے تبرکاً اپنے پاس محفوظ رکھے ہیں۔

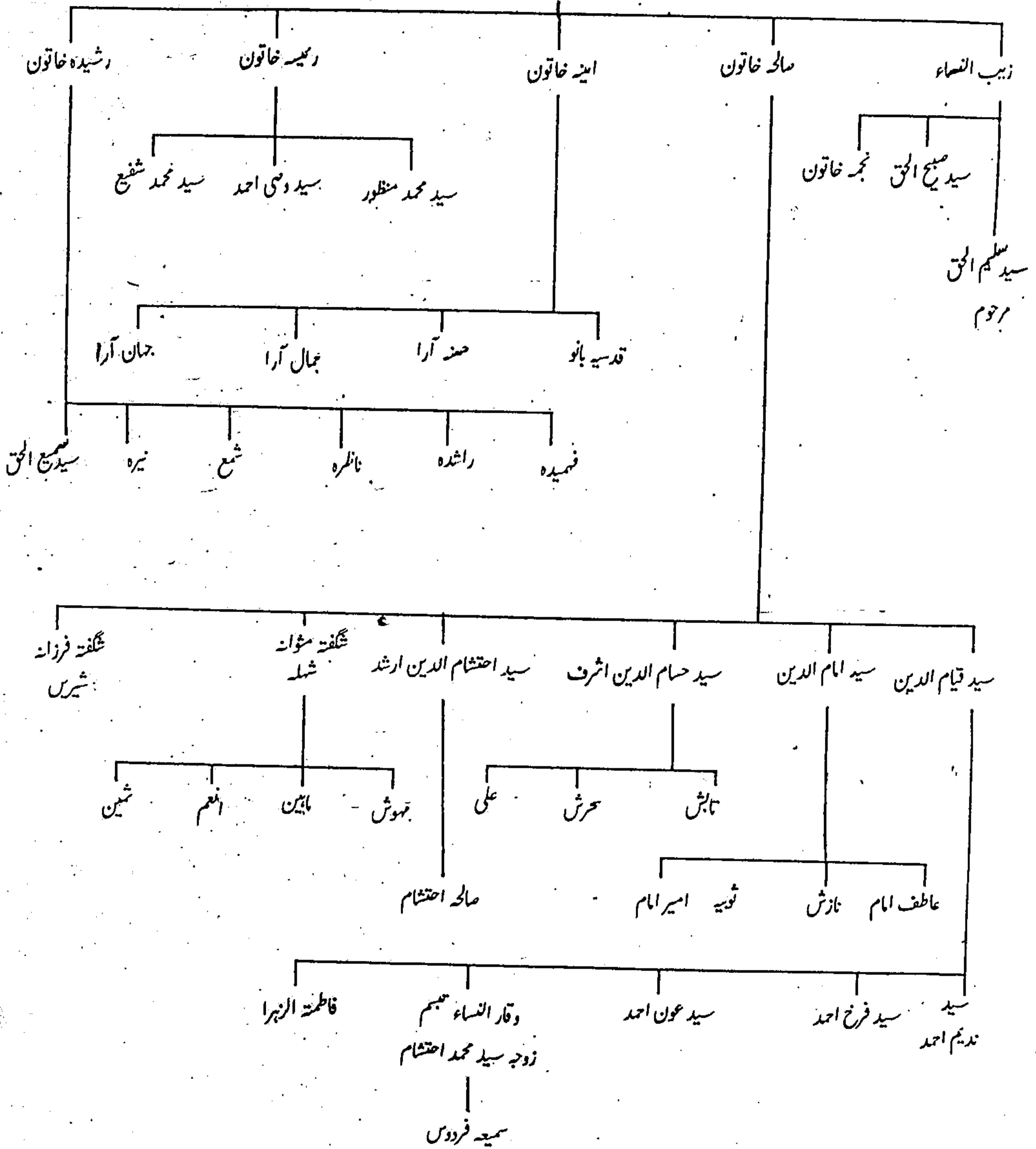
مورخہ ۲۱ جنوری ۱۹۷۶ء کو کراچی میں آپ کا وصال ہوا۔ یوقت وصال آپ کی عمر شریف تقریباً ۸۵ سال تھی۔ آپ سخی حسن قبرستان میں آسودہ خاک ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی لحد کو اپنے نور سے منور فرمائے اور ان پر اپنی رحمتوں کی بارش کرے۔ آمین۔



## نقشه اولاد مسماة عزیز النساء

بنت حافظ مولانا سید شاہ نذر الرحمن حفیظ عظیم آبادی ساکن کھریا

زوج سید ظفر الدین رضوی ساکن پھلاوال



سید شاہ خلیل الرحمن بن مولانا حافظ سید شاہ نذر الرحمن حفیظ عظیم آبادی ساکن کھریا اپنے تمام بھائی بہنوں میں سب سے چھوٹے تھے۔ آپ ابھی شیرخوار ہی تھے کہ والدہ صاحبہ کا وصال ہو گیا۔ آپ نے اردو، فارسی اور عربی کی ابتدائی کتابیں اپنے والد جناب حافظ نذر الرحمن صاحب سے پڑھیں۔ شاہ صاحب کے تعلیم کا سلسلہ جاری ہی تھا اور آپ مولانا سعید حسرت عظیم آبادی کے قائم کردہ مدرسہ سعیدیہ مظہرہ میں زیر تعلیم تھے کہ والد صاحب کا بھی وصال ہوا۔ اس وقت آپ کی عمر شریف چودہ سال کی تھی۔ حافظ نذر الرحمن صاحب کے وصال کے بعد مدرسہ سعیدیہ بند ہو گیا اور شاہ صاحب کا تعلیمی سلسلہ بھی منقطع ہو گیا۔ آپ کو تعلیم کے حصول کا بے حد شوق تھا اور اسی جذبے کے تحت آپ نے مدرسہ سمش الہدی پٹنہ میں داخلہ لیا۔ لیکن چھوٹی سی عمر میں والدین کے سایہ سے محروم ہو گئے۔ بڑے بھائی جناب سید شاہ نور الرحمن نذر عظیم آبادی قبل ہی اللہ کو پیارے ہو چکے تھے۔ بہنیں شادی شدہ اپنے اپنے گھروں میں تھیں۔ آپ کا کوئی سرپرست، مونس و عنکسار نہ تھا۔ کسی اور تنہائی نے تعلیمی سلسلہ قائم نہ رہنے دیا۔ کم عمری، گھر کی ویرانی اور علمی استعداد کی کمی کے باوجود آپ نے حضرت مولانا شاہ محمد سعید حسرت عظیم آبادی مرحوم اور مولانا حافظ سید شاہ نذر الرحمن حفیظ محروم کی ذاتی لائبریری میں جمع شدہ ہزاروں خطی اور مطبوعہ کتابوں اور اجداد کی تصانیف اور دوسرے ادبی سرمائے کی تاحیات حفاظت کی انتھک جدوجہد کی۔ لیکن افسوس صد افسوس چابک دست چوروں اور شرافت کا لبادہ ڈالے رذیلوں نے اس لائبریری کو تباہ و برباد کر دیا۔ بیش قیمت اور نایاب کتب وقفے وقفے سے غائب ہوتی چلی گئیں۔ اس لائبریری کا بہت بڑا سرمایہ فرانس منتقل ہو گیا۔ فرانس کی لائبریری میں آج بھی شاہ صاحب کے بزرگوں کی کتابیں موجود ہیں۔ اتنی بڑی بربادی کے باوجود چند ہزار کتابیں بکھر بھی باقی تھیں۔ جو شاہ صاحب کے وصال کے بعد ان کے ہم زلف پروفیسر سید حسن صاحب اپنے گھر لے گئے۔ راقم الحروف سید قیام الدین نظامی الفردوسی جب ۱۹۶۳ء میں ڈھاکہ سے پٹنہ گیا تو پروفیسر صاحب موصوف نے اس بات کی تصدیق کی کہ وہ شاہ صاحب کی لائبریری کی تمام کتابیں اپنے پاس لے آئے ہیں۔ جن میں قلمی نسخوں کی تعداد زیادہ ہے۔ دوسری بار ناچیز کی ملاقات پروفیسر صاحب سے ۱۹۷۹ء میں پٹنہ ہی میں ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ ساری کتابیں انہوں نے خدا بخش اور میٹل لائبریری کو دے دی ہیں۔ جبکہ شاہ خلیل الرحمن صاحب مرحوم کی بڑی صاحبزادی کا کہنا ہے کہ ساری کتابیں پروفیسر صاحب کے گھر پر برسات میں بارش کے پانی سے ضائع ہوئیں۔ جن میں قلمی نسخوں کی تعداد زیادہ تھی۔ موصوف نے اپنی بات کے ثبوت میں چند تصویریں دیکھائیں جو انہوں نے کتابوں کی الماریوں سے پروفیسر صاحب کے گھر سے لے کر آئی تھیں۔ ان تصویروں کو راقم نے دیکھا جو پانی سے بھیگ جانے سے خراب ہو گئی تھیں۔ ان تصویروں میں ایک خود حضرت مولانا سعید حسرت کی تھی اور پانی سے خراب ہو گئی تھی۔

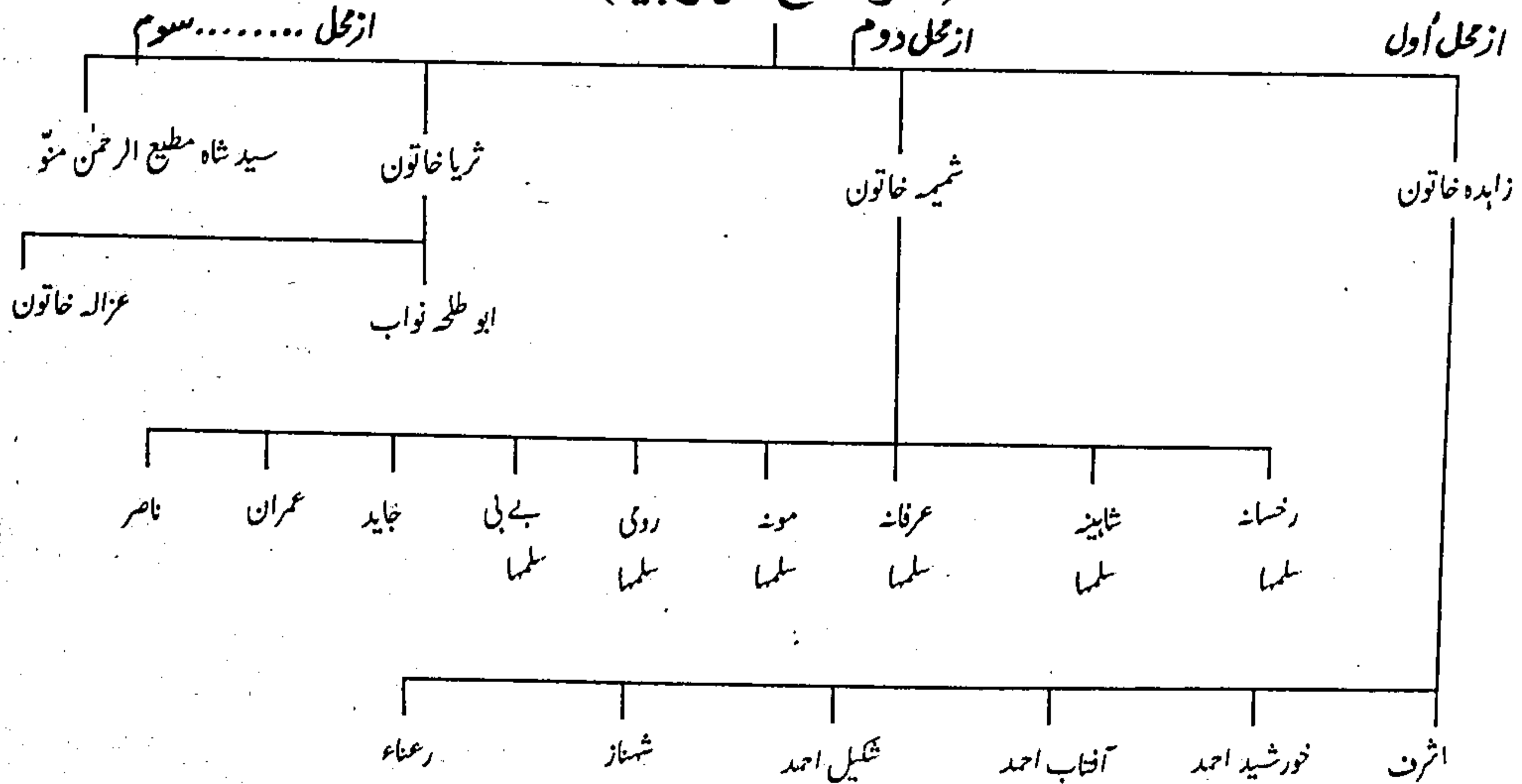
حضرت مولانا حافظ سید شاہ نذر الرحمن حفیظ عظیم آبادی کے سوئم کے دن بہار کے علماء و مشائخ کی موجودگی میں سید شاہ خلیل الرحمن صاحب کی دستار بندی ہوئی اور آپ اپنے والد کی سجادگی پر بٹھائے گئے۔ نیکی، شرافت اور خدا ترسی شاہ صاحب کو ورثہ میں ملی تھی۔ تصوف سے آپ کو خاص شغف تھا۔ لیکن طریقت کے ساتھ شریعت کی پابندی کا بھی ہمیشہ خیال رہا۔ آپ بچپن سے صوم و صلوة کے پابند تھے۔ اپنے اوقات درود و وظائف میں گزارتے۔ آپ اپنی بساط کے مطابق حضرت مولانا محمد سعید حسرت، حضرت مولانا سید شاہ نذر الرحمن اور سلسلہ قادریہ کے دوسرے بزرگوں کے اعراس پابندی سے

انجام دیتے رہے۔ مغلپورہ کی جامع مسجد میں مولانا سعید حسرت اور اپنے والد کی جگہ جمعہ کی نماز کی امامت اور خطابت کا کام تاحیات انجام دیتے رہے۔ آپکی زندگی کے آخری ایام بھی تنہائی میں گزرے۔ آپ نے ۱۹۵۹ء میں چند دنوں کی علالت کے بعد انتقال فرمایا۔ وصال کے وقت آپ کے پاس آپ کے اکلوتے صاحبزادے جن کی عمر دس سال تھی۔ اور چھوٹی صاحبزادی جن کی عمر آٹھ سال تھی ان کے علاوہ اور کوئی دوسرا موجود نہ تھا۔ جب شاہ صاحب کے وصال کی خبر ان کے ہم زلف جناب پروفیسر سید حسن صاحب کو ہوئی تو آپ کے تجہیز و تکفین کا انتظام کیا گیا اور آپ اپنے آبائی مقبرہ مغلپورہ پٹنہ سٹی میں دفن کئے گئے۔

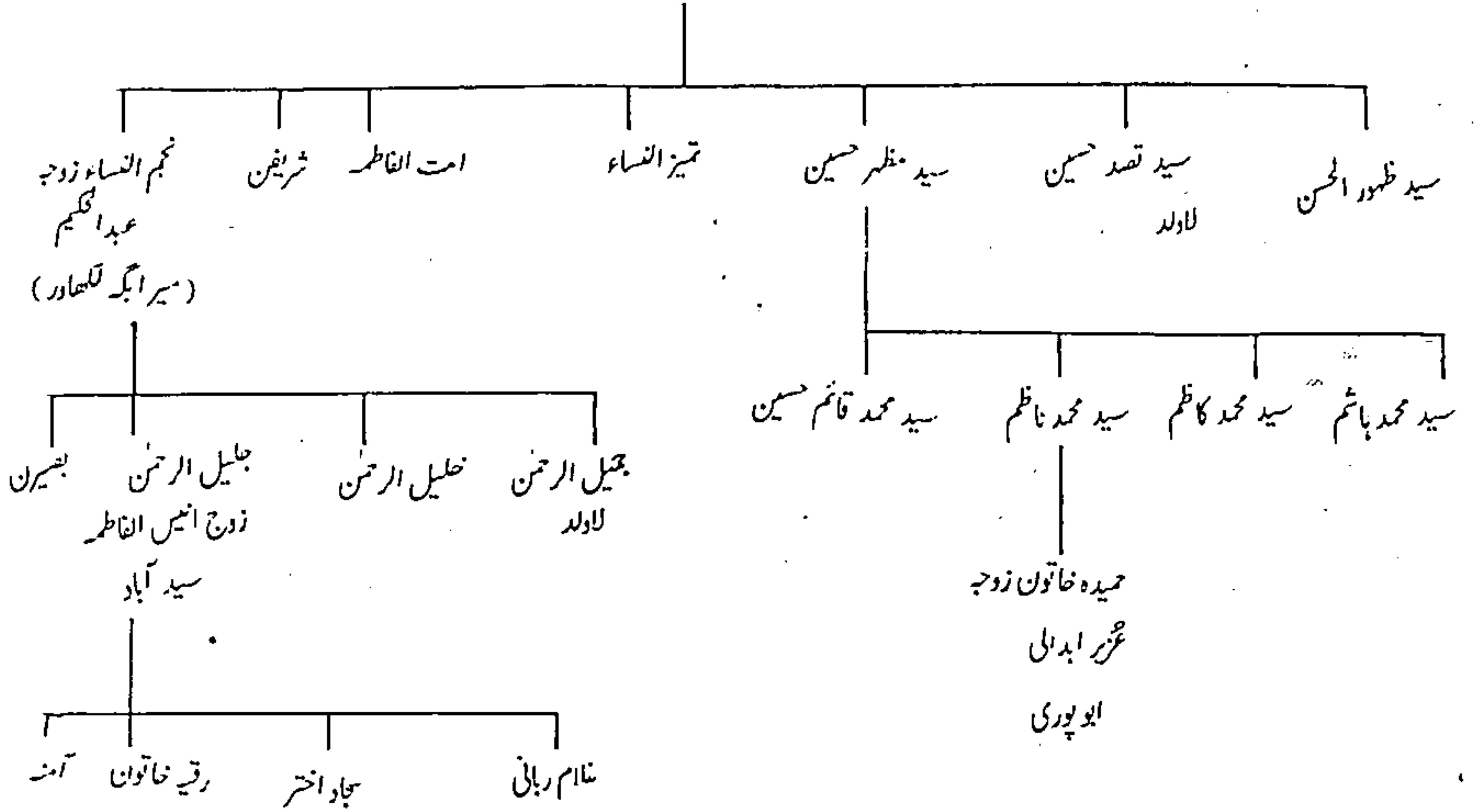
سید شاہ خلیل الرحمن مرحوم کی تین شادیاں ہوئیں۔ آپ کی اہلیہ اولیٰ مسماۃ صابرہ خاتون بنت شاہ تراب صاحب ساکنہ سائیں سے ایک صاحبزادی مسماۃ زاہدہ خاتون کی شادی سید شاہ قیام الدین صاحب ساکنہ سمری، ضلع شاہ آباد، آرہ سے ہوئی ہے۔ جو محلہ شیخ کا روضہ نزد محلہ مغلپورہ، پٹنہ سٹی میں اپنی چھوٹی پھوپھی مسماۃ عزیز النساء صاحبہ کے مکان میں خوش و خرم زندگی گزار رہی ہیں۔ شاہ صاحب کی دوسری شادی مسماۃ رسول النساء بنت سید ابو الحسن صاحب مختار سے ہوئی۔ دوسری اہلیہ سے بھی ایک دختر شمیمہ خاتون ہیں۔ مسماۃ شمیمہ خاتون کی شادی سید مسعود عالم صاحب ساکنہ محلہ میرگللی کی باغ، پٹنہ سٹی سے ہوئی جو مع اہل و عیال کراچی میں مقیم ہیں۔ سید شاہ خلیل الرحمن کی تیسری اہلیہ مسماۃ سکینہ خاتون بنت شاہ نور الحسن ساکنہ شیخ پورہ بگہ سے دو اولادیں ایک پسر مطیع الرحمن عرف منو تھے جو مفقود الخیر ہیں اور ایک دختر مسماۃ ثریا خاتون زوجہ عبد القدوس ساکنہ عظیم آباد پٹنہ ہیں۔

## نقشہ اولاد سید شاہ خلیل الرحمن عظیم آبادی

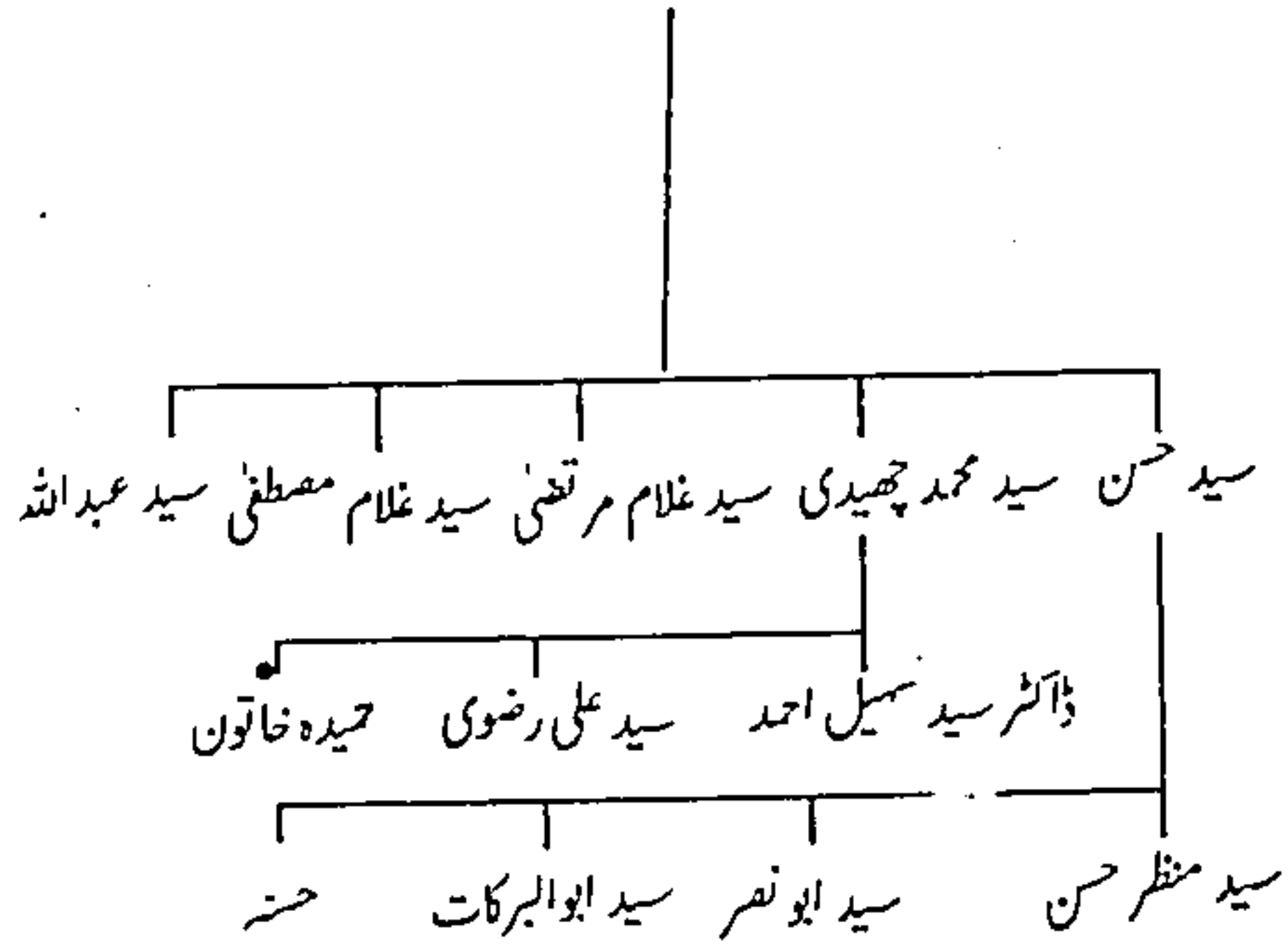
(موضع کھربیا)



## سید بشارت حسین بن سید میر علی (موضع کھربیا)

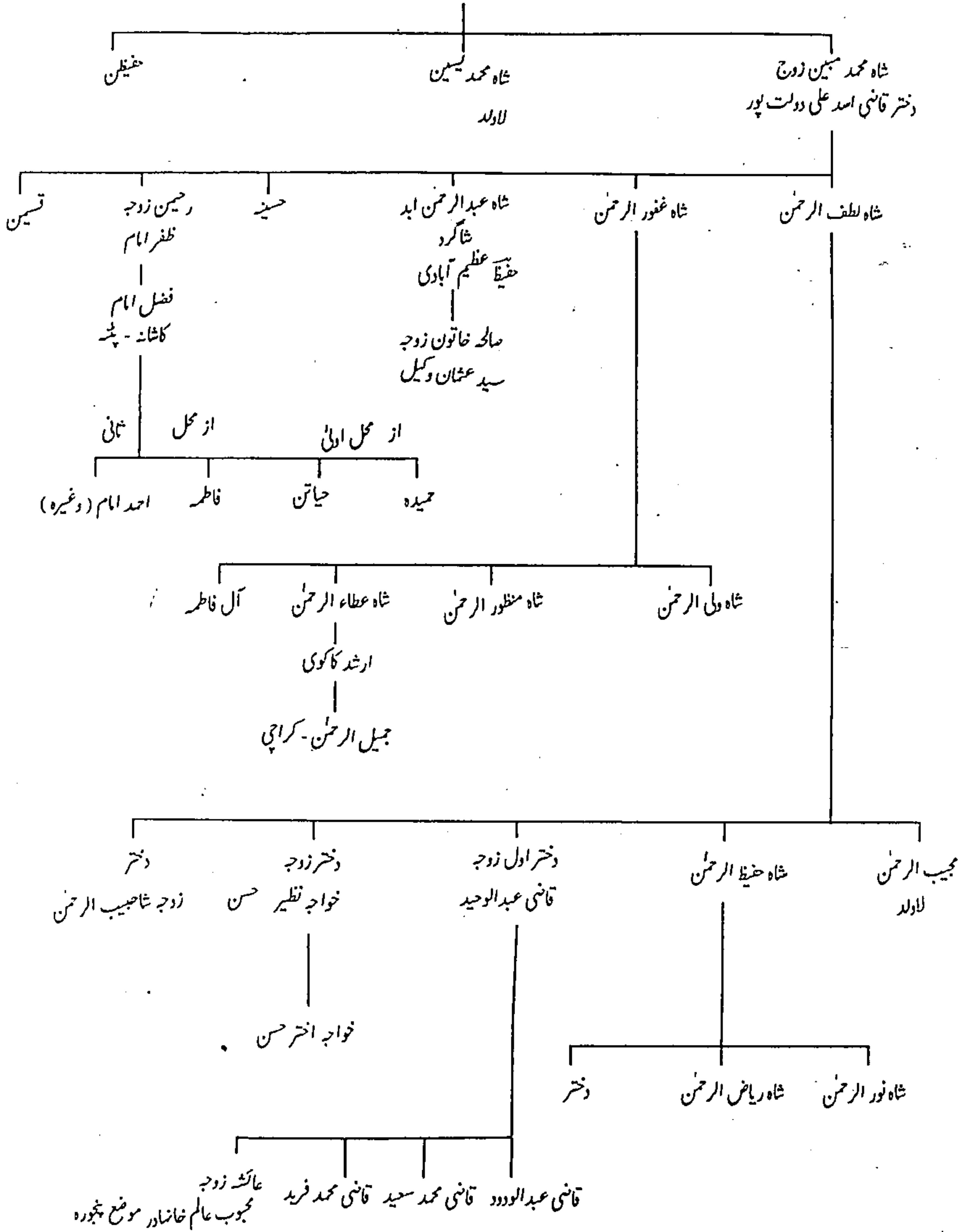


## سید محمد اسماعیل - وکیل - کھربیا

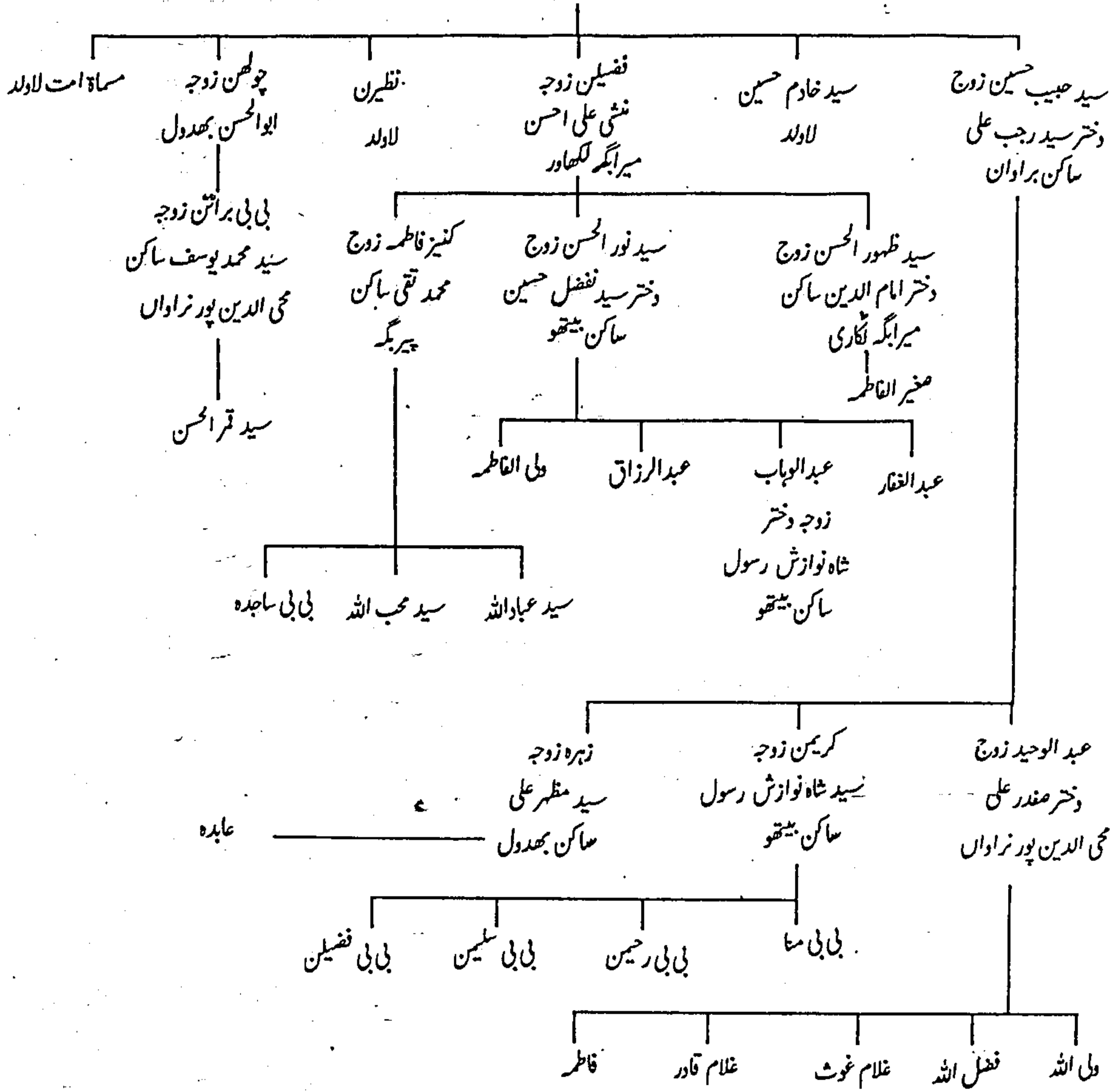




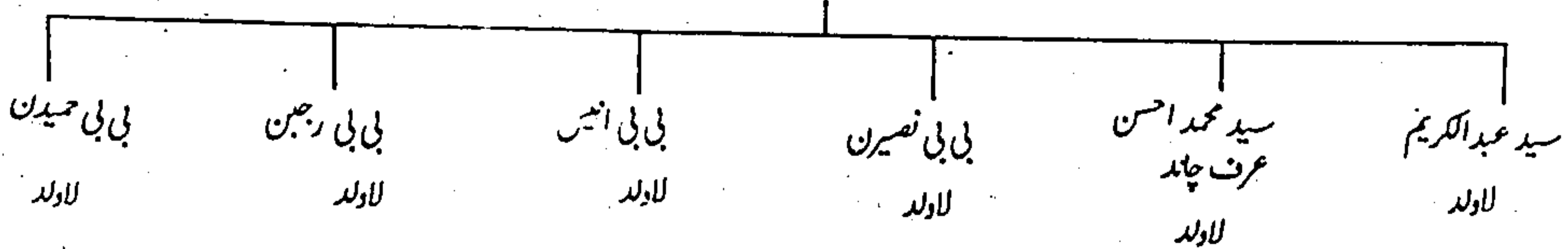
## بی بی لالہ بنت سید میر علی کھربیا



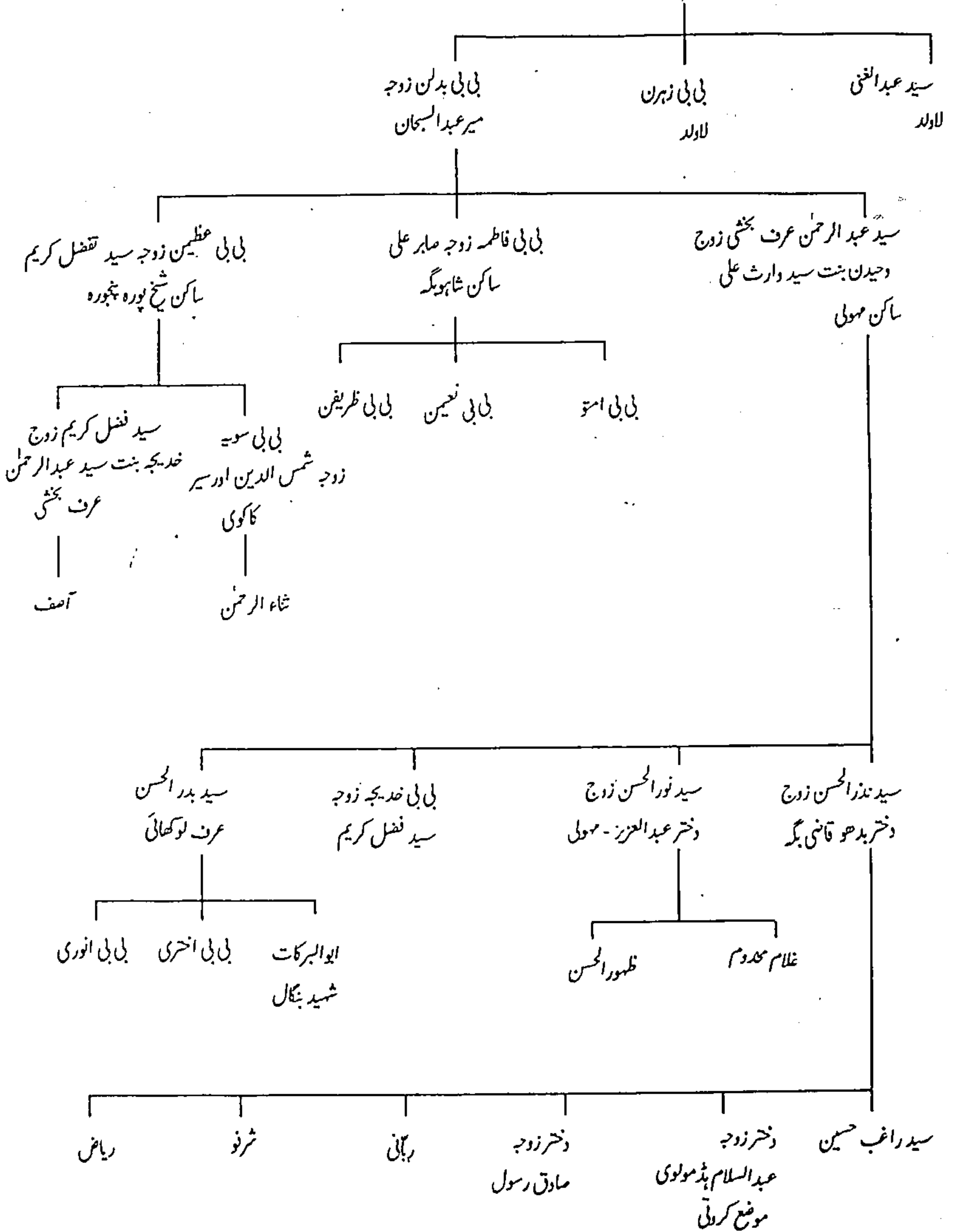
## سید تراب علی بن سید غلام صمدانی (کھربیا)



## سید غلام علی ولد سید غلام صمدانی (کھربیا)

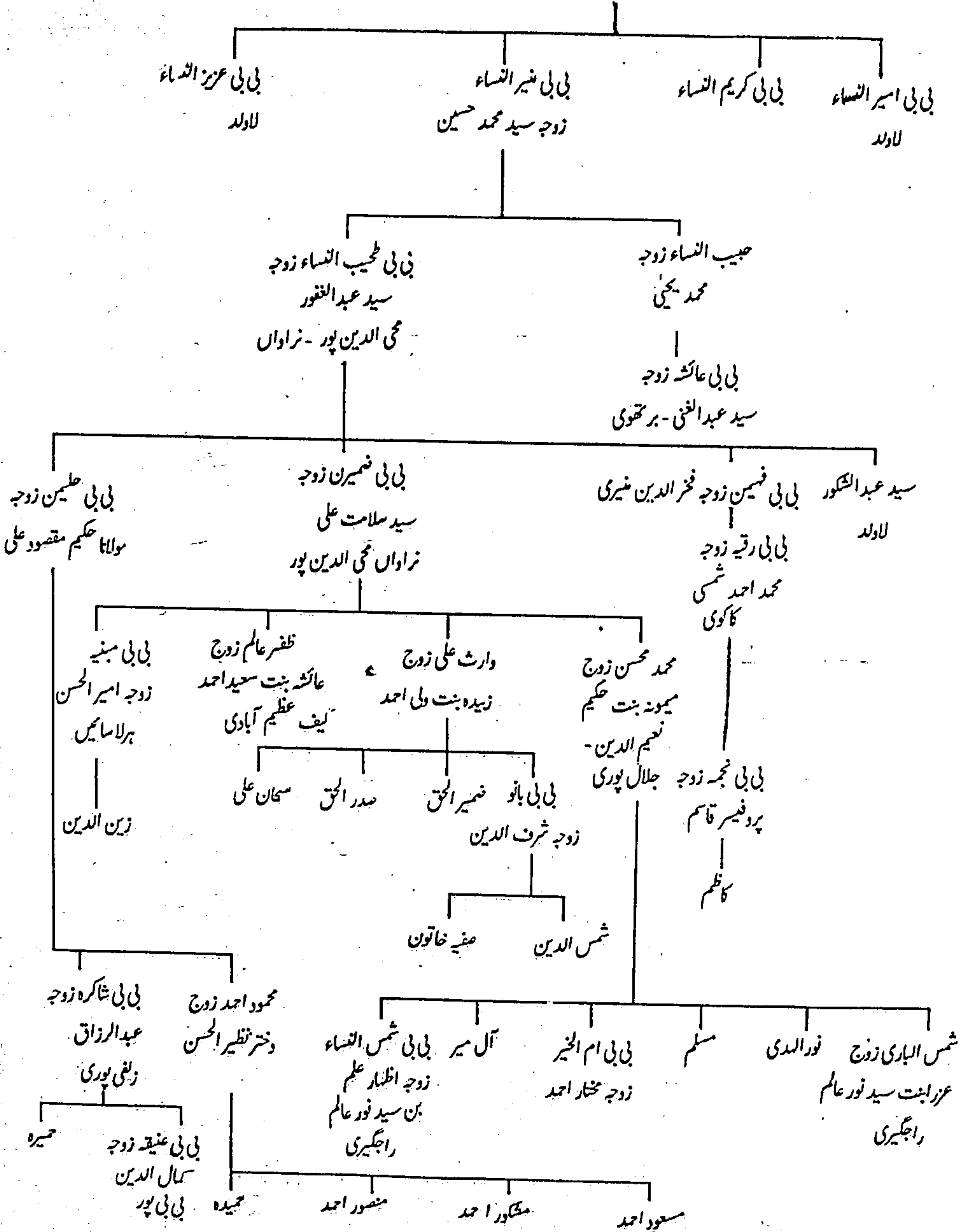


## سید اطہر علی ولد غلام صمدانی

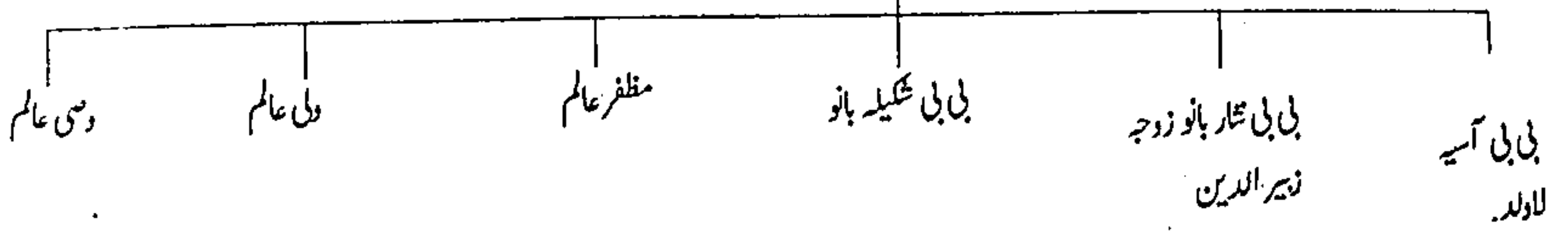




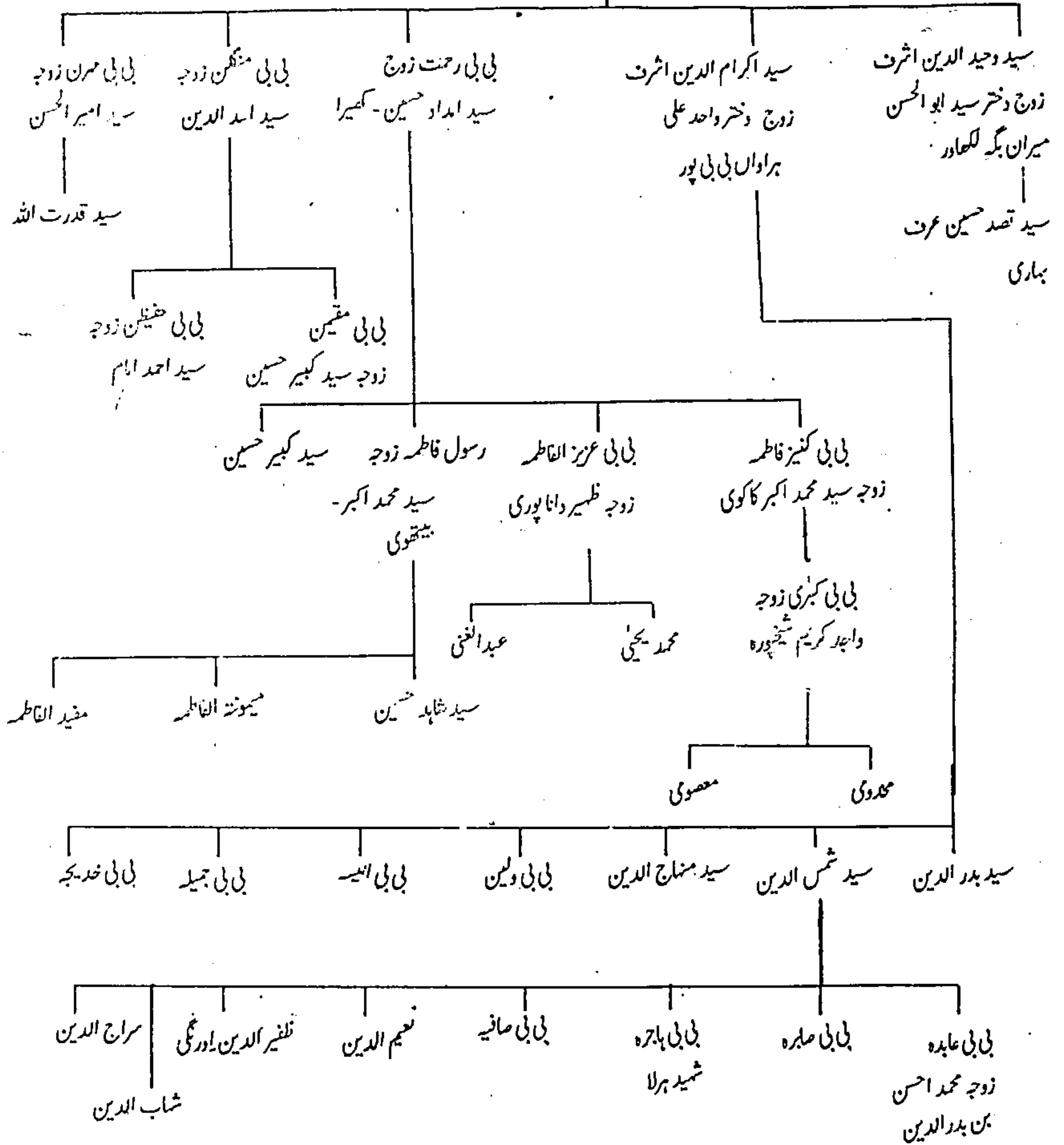
# حکیم سید الہی بخش ولد سید غلام صمدانی



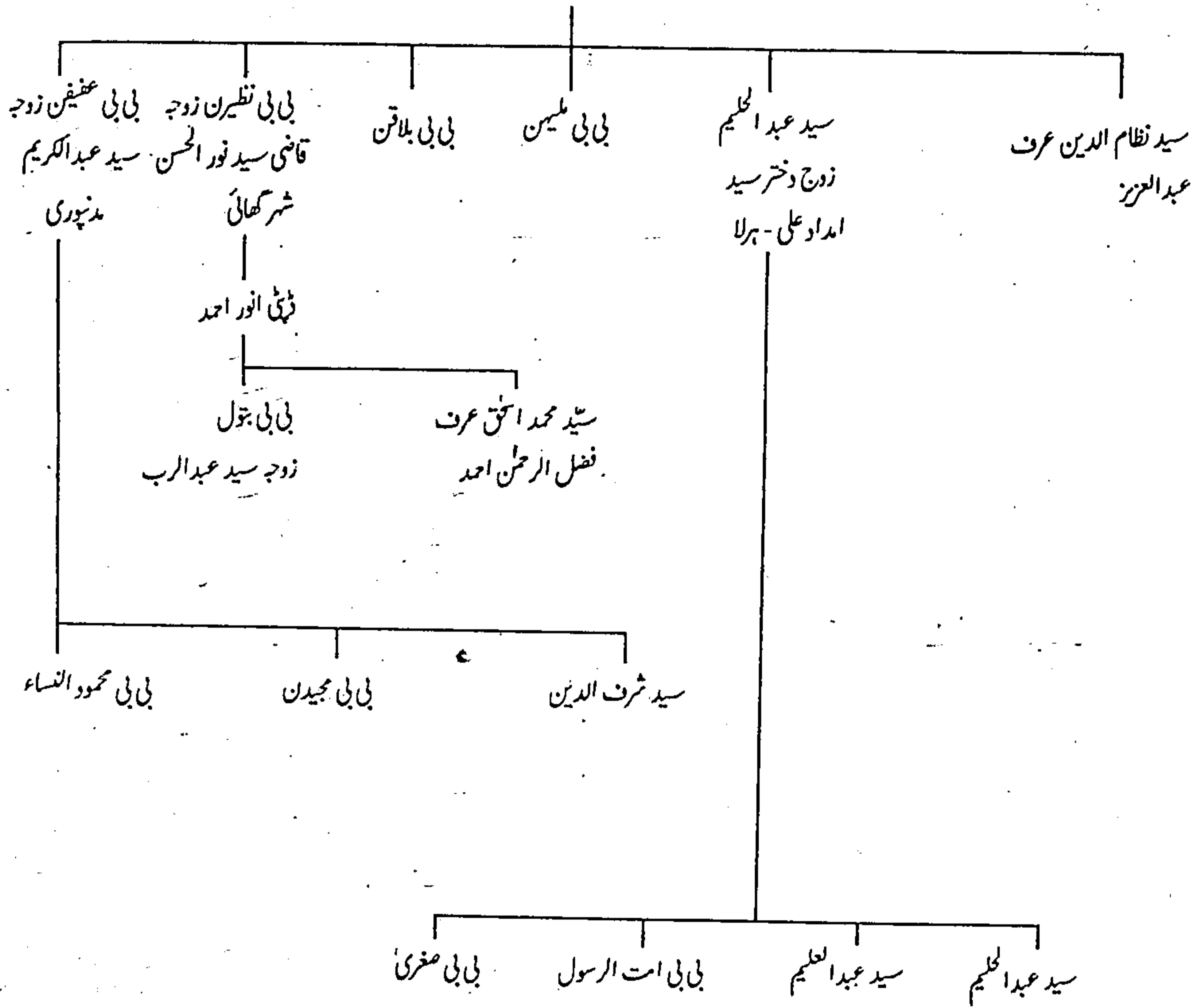
## ظفر عالم بن بی بی ضحیٰ



## حاجی سید محبوب بخش ولد غلام صمدانی



## سید رحیم بخش ولد سید غلام صمدانی





## شیر خاندان

شیر خاندان کا اصل مسکن موضع محسن پور ضلع پٹنہ تھا۔ محسن پور سے یہ خاندان صوبہ بہار کے دوسرے مختلف علاقوں میں پھیلیا اور اس کی بکثرت شاخیں اس صوبے میں جا بجا آباد ہوئیں۔ جن میں موضع محسن پور، ضلع پٹنہ، محلہ رانی پور، پٹنہ سٹی اور خاص بہار شریف محلہ بارہ دری اور میر داد کے افراد اپنی گونا گوں خصوصیات کی بنا پر شہرت دوام رکھتے ہیں۔ یہ صاحب سیف و قلم بھی تھے اور صاحب اقتدار بھی، میدان شعر و ادب کے شہسوار بھی تھے اور دین محمد کے مبلغ بھی۔

شیر خاندان کے بزرگ اعلیٰ حضرت مجدد سید محمد اعظم شیر تھے۔ جو سلوات رضویہ سے ہیں۔ جناب سید مرتضیٰ شیر علیہ رحمۃ نے اپنی کتاب ”خیابان بے خزاں“ میں ان کا مکمل نسب نامہ تحریر فرمایا ہے۔ جو درج ذیل ہے۔

سید اعظم شیر بن سید شیخ بن سید بڈھے بن سید زیبا بن سید چاند بن سید خوند بن سید سالار بن سید خضر الدین بن سید مبارک شہید بن سید علی شیر شہید بن سید علی اکبر بن سید علی اصغر بن سید عبد اللہ بن سید علاء الدین بن سید محمد بن سید نوح بن سید ابراہیم بن سید عبد الرزاق بن سید یوسف بن سید امام حسن بن حضرت امام علی رضا بن حضرت امام موسیٰ کاظم بن حضرت امام جعفر صادق بن حضرت امام باقر بن حضرت امام زین العابدین بن حضرت امام حسین بن حضرت علی مرتضیٰؑ۔

جناب پروفیسر محمد معین الدین دروائی مرحوم نے اپنی کتاب ”صوفیائے بہار اور اردو“ میں موضع رہوئی کے ایک صوفی شاعر حضرت سید فضل علیؒ کا تذکرہ کرتے ہوئے ان کا نسب نامہ بھی تحریر کیا ہے۔ اس نسب نامہ اور شیر خاندان کے نسب نامے کو دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ شیر خاندان کے حضرت مجدد سید محمد اعظم شیر قدس سرہ، اور حضرت فضل علی علیہ رحمۃ ہجرت تھے۔ حضرت فضل علیؒ کا نسب نامہ اس طرح ہے۔

سید فضل علی بن سید کرم علی بن سید سیف الدین بن سید محمد امین بن سید معصوم معروف بہ مرشد بنگالہ بن سید مخصوص بن سید جان بن سید زیبا بن سید خاند بن سید خوند بن سید بڈھے بن سید سالار بن سید خضر الدین بن سید مبارک بن سید علی شیر بن سید علی اکبر بن سید علی اصغر بن سید عبد اللہ بن سید علاء الدین بن سید محمد شہید بن سید نوح بن سید ابراہیم بن سید عبد الرزاق بن سید عبد المطلب بن سید یوسف بن سید حسن بن سیدنا امام موسیٰ رضا بن سیدنا امام موسیٰ کاظم بن سیدنا امام جعفر صادق بن سیدنا امام باقر بن سیدنا امام زین العابدین بن سیدنا امام حسین شہید کربلا بن سیدنا علی مرتضیٰؑ۔

۱۔ سید علی شیر شہید کو جناب سید عبد القیوم جواد نے اپنی کتاب ”سلوات جامعہ“ میں سید احمد جامعہ کار کا علم کیا ہے۔ جو غلط ہے۔ یہ سید علی شیر شہید دوسرے ہیں جو سلوات رضویہ سے ہیں۔ بلکہ کے شیر خاندان کے افراد اپنے کو رضوی لکھتے ہیں۔ زیدی جامعہ نہیں۔

۲۔ بلکہ کے شیر خاندان کے افراد جو امام علی رضاؑ کے اولاد سے ہیں ان کا نسب نامہ اور رہوئی کے سید فضل علی کا نسب نامہ بالکل ایک ہے۔ دونوں نسب ناموں کو بغور دیکھا جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ سید محمد اعظم شیر سے بہت قبل سید علی شیر ہندوستان آئے اور ہند میں لوہاں اختیار کیا۔

جناب سید مرتضیٰ شیر تحریر فرماتے ہیں۔ ”بہ زمانہ اورنگ زیب عالمگیر ہمارے جد امجد حضرت سید شاہ محمد اعظم شیر صاحب عرب سے ہندوستان وارد ہوئے اور سیاحتی فرماتے ہوئے بمقام راجگیر منمنضانات ضلع پٹنہ، صوبہ بہار تشریف لائے۔۔۔ عظیم الشان نے اس امر کی اطلاع عالمگیر کو دی فوراً فرمان قضاء مع خلعت و خطاب سرورالاختصاص بھٹائے جاگیر پرگنہ تلمارڈا و پرگنہ بہیم پور و پرگنہ راجگیر صادر ہوا۔“ حضرت محموم سید محمد اعظم شیر قدس سرہ، کے ایک صاحبزادے سید ارد شیر تھے۔ سید ارد شیر کے سید جعفر شیر اور سید جعفر شیر کے سید صفدر شیر۔ سید صفدر شیر کی شادی مسماۃ بی بی عصمیہ بنت پیر احمد اللہ راجگیری ساکن محسن پور سے ہوئی جن کے بطن سے دو صاحبزادے سید احمد شیر اور سید بہادر شیر ہوئے۔ میر سید احمد شیر کے ایک پسر میر سید اکبر شیر اور اکبر شیر کے لڑکے میر لیاقت شیر تھے۔ میر سید بہادر شیر بن سید صفدر شیر کی شادی حضرت محموم شاہ منجھن قتال قدس سرہ، کے خاندان میں مسماۃ بی بی ساجن بنت میر سید صفدر حسین سے ہوئی۔ جن سے دو صاحبزادے میر سید واحد شیر اور میر سید عنایت شیر اور ایک دختر مسماۃ بی بی داسن زوجہ احمد بخش بن محمد بخش تھیں۔ میر سید واحد شیر کے دو پسر میر سید قاسم شیر اور میر سید محبوب شیر اور ایک دختر مسماۃ بی بی قسین زوجہ میر امجد علی محسن پوری تھیں۔



میر سید قاسم شیر بن میر سید واحد شیر محسن پوری کی مستقل رہائش پٹہ سٹی کے محلہ رانی پور میں تھی۔ آپ ایک خوشحال اور متمول گھرانے کے چشم و چراغ تھے۔ اعلیٰ علمی استعداد کے ساتھ ایک بے باک، بہادر، شجاع اور نڈر انسان تھے۔ آپ کی بہادری اور شجاعت سے متعلق ایک روایت خاندان میں بڑی مشہور ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ایک بار آپ پاکی سے کہیں جا رہے تھے۔ راستے میں ایک جنگل سے گذر ہوا۔ کہا پاکی اٹھائے بڑی تیزی سے چلے جا رہے تھے کہ یکایک رک گئے اور پاکی کو زمین پر رکھ دیا، آپ نے وجہ دریافت کی تو معلوم ہوا کہ سامنے ٹھیک راستے پر ایک شیر بیٹھا ہے۔ آپ نے کہا روں کو تھوڑی دیر آرام کرنے کی ہدایت کی تاکہ اس دوران شیر راستہ چھوڑ جائے لیکن کافی دیر گزرنے کے بعد بھی شیر اپنی جگہ سے نہ ہٹا۔ آخر آپ مجبوراً پاکی سے اتر آئے اور شیر کی طرف بڑھے۔ شیر ایک انسان کو اپنی طرف بڑھتے دیکھ کر حملہ آور ہوا۔ آپ نے بڑی پھرتی سے حملہ آور شیر کے اگلے دونوں پنجوں کو اپنی گرفت میں لے لیا اور وقت ضائع کئے بغیر اس کے ایک پنجے کو اپنے پیر کے نیچے دبایا اور دوسرے پنجے کو اتنی قوت سے جھٹکا دیا کہ شیر اپنی گردن سے چھاتی تک دو لخت ہو گیا۔ (واللہ عالم) حضرت میر قاسم شیر علیہ رحمۃ کی دو شادیاں ہوئیں۔ پہلی شادی سید علی حسن عرف میر بھولا رئیس مرحوم ساکن پٹہ سٹی کی صاحبزادی مسماۃ کبریٰ سے ہوئی جن سے پانچ بیٹیاں تھیں۔ اول مسماۃ شربانوں، دوئم مسماۃ خاتون فاطمہ، سوئم مسماۃ شریف النساء، چہارم مسماۃ امت الفاطمہ، اور پنجم مسماۃ فاطمہ، دوسری شادی سے دو لڑکے سید حیدر شیر اور سید صفدر شیر تھے۔

مسماۃ شہربانو بنت میر قاسم شیر کی شادی میر ابو الحسن صاحب ساکن گیلانی سے ہوئی۔ لیکن کوئی اولاد نہ ہوئی اور آپ نے لا ولد انتقال فرمایا۔

مسماۃ خاتون فاطمہ میر قاسم شیر علیہ رحمۃ کی منجھلی صاحبزادی تھیں۔ آپ کی شادی میر شمس الفحی بن حافظ نصیر الحق ساکن باڑھ سے ہوئی۔ جن سے تین لڑکے محمد حفیظ، محمد عزیز، محمد یوسف اور دو لڑکیاں مسماۃ رضیت اور مسماۃ امت تھیں۔ محمد عزیز بن مسماۃ خاتون فاطمہ کے لڑکوں میں ایک مولوی ابوالحیات صاحب تھے جن کے در ثاء میں جناب نور الہدی، محمد طارق اور چار لڑکیاں کراچی میں ہیں۔

مسماۃ شریف النساء بنت میر قاسم شیر ساکن محلہ رانی پور، پٹہ سٹی کی شادی حافظ مولانا سید شاہ نذر الرحمن صاحب حفیظ ساکن محلہ مظہر پٹہ سٹی بن میر سید تجمل حسین صاحب ساکن کھریا ضلع پٹہ سے ہوئی۔ آپ کی اولادوں کے تفصیلی تذکرے خاندان کھریا کے باب میں تحریر ہوئے ہیں۔ مسماۃ شریف النساء راقم الحروف کی نانی بی بی عزیز النساء مرحومہ کی والدہ ہیں۔

مسماۃ امت الفاطمہ بنت میر قاسم شیر، زوجہ سید فضل امام بن سید ظفر امام ساکن پٹہ سٹی کی تھیں۔ آپ کی دو لڑکیاں مسماۃ حمیدہ اور مسماۃ حیات تھیں۔ مسماۃ حمیدہ زوجہ سید حفیظ الرحمن کاکوی کے در ثاء میں جناب سید نور الرحمن اور جناب سید ریاض الرحمن عرف رجو صاحبان مع اہل و عیال کراچی میں ہیں۔ سید نور الرحمن مرحوم کی دختر ہما رحمان راقم الحروف کے برادر اصغر سید احتشام الدین ارشد سے منسوب ہیں۔ جن سے ایک بچی صالحہ سلما ہے۔

مسماۃ فاطمہ : آپ میر قاسم شیر علیہ رحمۃ کی سب سے چھوٹی صاحبزادی تھیں۔ آپ کی شادی مظفر پور میں مولوی بدر الحسن صاحب وکیل سے ہوئی۔ جن کے ایک پسر مولوی قمر الحسن صاحب غالباً کراچی میں مقیم ہیں۔

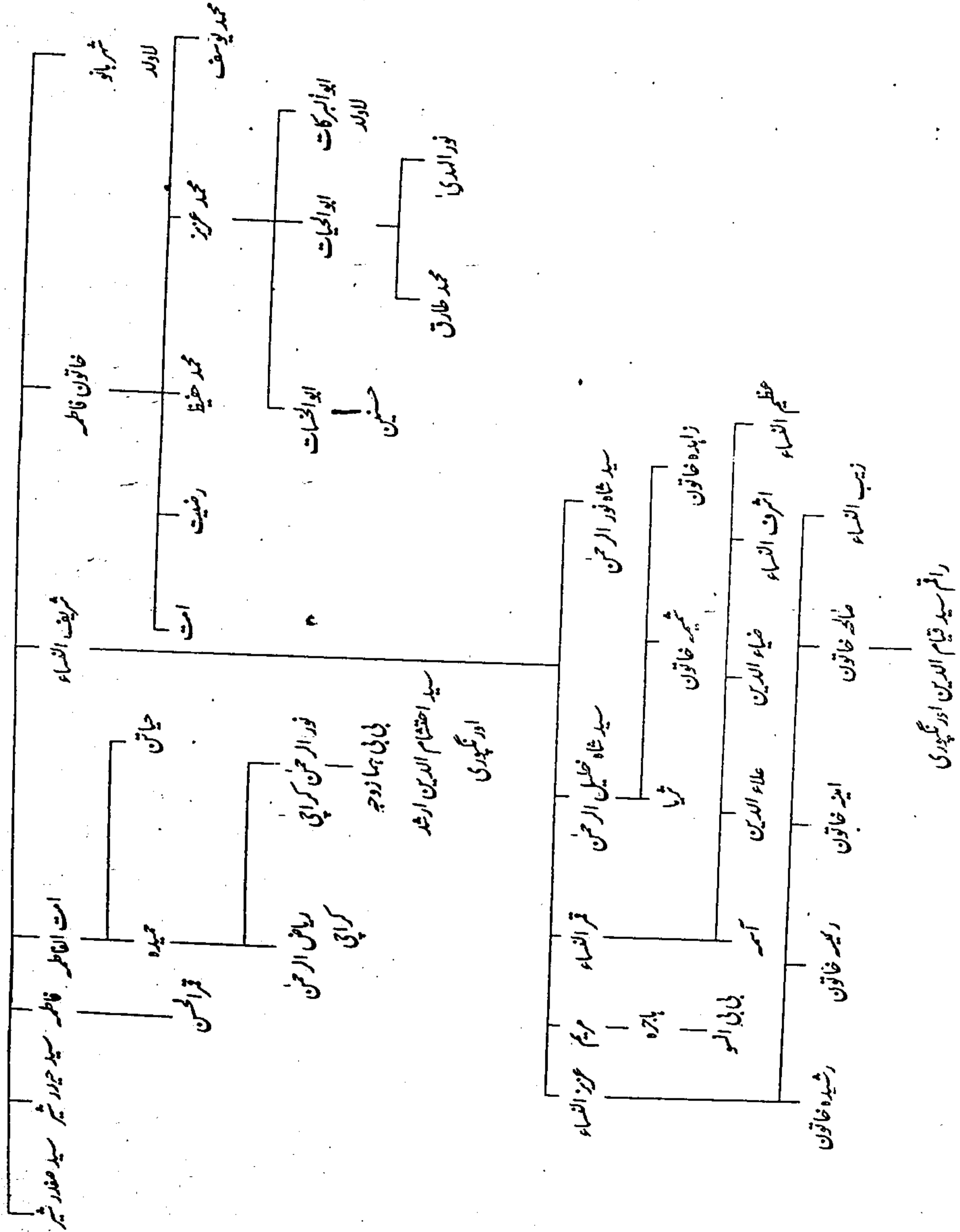
حضرت میر سید قاسم شیر رضوی علیہ رحمۃ کا وصال ۳ شعبان ۱۳۰۰ھ میں محلہ پاتوکی باغ پٹہ سٹی میں ہوا۔ آپ موضع جٹھلی شریف میں حضرت محمدم شیخ شہاب الدین ہیر جگجوت سہروردی کا شغری قدس سرہ، کے روضہ مبارک کے قریب مدفون ہیں۔



چنانچہ قطعہ تاریخ وفات فرمودہ حضرت مولانا محمد سعید حسرت غفر اللہ لہ ، منقول از قطاس البلاغہ یہ ہے -  
 میر قاسم شیر چوں رحلت نمود کرد غم باویدہ دل اشکم  
 شفقت حسرت سال تاریخش صدآہ روز شنبہ ماہ شعبان وان سوم

۱۲۰۰ھ

## نقشہ اولاد میر سید قاسم نسیر



## شاہ صاحبان ارول شریف

شاہ صاحبان ارول حضرت مخدوم شمس الدین عرف سمن قدس سرہ کے حقیقی بھائی مخدوم خلیل الدین رحمت اللہ علیہ کی اولاد سے ہیں۔ حضرت مخدوم سمن ارولی قدس سرہ العزیز مجرود و غیر متاہل تھے اور آپ کی اولاد صلیبی نہیں تھی۔ آپ کے بعد آپ کی قائم کردہ خانقاہ ارول کا انتظام و انصرام اور سجادہ نشینی کا سلسلہ آپ کے بھائی حضرت مخدوم خلیل الدین ارولی قدس سرہ کی اولادوں میں منتقل ہوا۔ ارول شریف میں سجادہ نشینی کا سلسلہ لسللاً بعد لسللاً اب تک جاری ہے۔ موجودہ صاحب سجادہ حضرت شاہ محمد ارشد بن شاہ محمد قاسم بن شاہ شجاعت حسین صاحب تھے۔ چند سال ہوئے آپ کا انتقال ہو گیا۔ راقم الحروف سید قیام الدین نظامی قادری الفردوسی نے ۵ ستمبر ۱۹۷۹ء کو حضرت شاہ محمد ارشد علیہ رحمۃ کی شرف باریابی حاصل کی۔ حضرت از حد پیار و محبت سے پیش آئے۔ راقم کے جد ننھیالی حضرت شاہ محمد اکرم علیہ رحمۃ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ میں تمہارا پرانا ہوں۔ حضرت نے حقیر کی فرمائش پر خاندان ارول کا ایک مختصر نسب نامہ زبانی تحریر کروادیا۔

حضرت مخدوم شمس الدین عرف سمن چشتی ارولی قدس سرہ:-

حضرت مخدوم سمن سادات کنٹور سے ہیں۔ آپ کے مورث اعلیٰ سید اشرف ابی طالب علیہ الرحمۃ نیشاپور کے ہمعصر علما و مشائخ میں ذی احترام، وقت کے سردار اور امام تھے۔ ہلاکو خان نے ۶۵۷ھ میں جب بغداد کو فتح کیا اور بلا دو امصار کو تاخت و تاراج کرنے لگا تو حضرت سید اشرف ابی طالب نے مع اہل و عیال ہجرت فرمائی۔ اور نیشاپور سے ہندوستان تشریف لائے۔ قصبہ کنٹور ضلع بارہ بنکی میں قیام فرمایا۔ آپ نے آبادی سے تھوڑا ہٹ کر مکان تعمیر کیا۔ یہ مکان اب رسول پور کے نام سے مشہور ہے۔ سیر و تاریخ کی کتابوں سے یہ ثابت ہے کہ حضرت مخدوم سمن ارولی قدس سرہ کے مورث اعلیٰ حضرت سید اشرف ابی طالب علیہ الرحمۃ نیشاپور سے تشریف لائے اور قصبہ کنٹور میں اقامت پذیر ہوئے۔ وہ صحیح النسب سادات کاظمی تھے۔ کئی صدیوں کے بعد حضرت سید اشرف ابی طالب علیہ الرحمۃ کی اولاد سے ایک شاخ دیوی شریف میں آباد ہوئی۔ سب سے پہلے جو بزرگ دیوی شریف تشریف لائے وہ حضرت سید عبد الاحد علیہ الرحمۃ تھے۔ آپ ۱۱۲۷ھ میں کنٹور سے دیوی شریف آکر مقیم ہوئے۔ حضرت حاجی حافظ سید وارث علی شاہ چھٹی پشت میں حضرت سید عبد الاحد علیہ رحمۃ ساکن دیوی شریف کے پوتے ہیں۔

حضرت مخدوم شمس الدین عرف سمن ارولی کنٹور سے صوبہ بہار میں بغرض طلب حق تشریف لائے۔ حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد بہاری فردوسی قدس سرہ کے خالہ زاد بھائی حضرت مخدوم سید تیم اللہ سفید باز چشتی بہاری قدس سرہ سے بیعت کی اور اکتساب طریقت کے بعد خرقہ خلافت و اجازت سے مشرف ہو کر رشد و ہدایت خلق پر مامور ہوئے۔ آپ نے حضرت مخدوم شیخ یحییٰ منیری قدس سرہ کے روضہ اقدس منیر شریف پر چلہ کشی کی۔ جس زمانہ میں آپ منیر شریف میں چلہ کش تھے۔ حضرت سید اشرف جہانگیر سمبانی رحمۃ اللہ علیہ کا دوران سفر بنگالہ، منیر شریف گذر ہوا اور دونوں بزرگوں کی ملاقات ہوئی۔ حضرت اشرف جہانگیر حضرت مخدوم سمن چشتی ارولی قدس سرہ کے مہمان ہوئے۔ حضرت مخدوم نے قصبہ ارول کو پسند فرمایا۔ آپ نے خانقاہ چشتیہ کی بنیاد ڈالی اور رشد و ہدایت خلق میں مشغول ہوئے۔ چونکہ حضرت کی کوئی صلیبی اولاد نہ تھی اس لئے آپ کی

سجادگی آپ کے بھائی حضرت محموم خلیل الدین قدس سرہ کی اولادوں میں منتقل ہوئی اور حضرت کی اولاد قصبہ ارول میں آباد ہوئی۔ موضع کھیرا، سہار، لبنہ، پلاسی، دیورہ، محموم پور کنڈوہ، منیر، نگاواں اور پہلاواں آدم پور کے لوگوں کو بھی آپ کی جزییت پہنچی ہے۔ آپ کی اولاد میں ایک بزرگ حضرت شاہ امام علی چشتی عرف شاہ بدلو قدس سرہ تھے۔ تفصیل بسلسلہ موئے مبارک، حضرت محموم سمن ارولی اور موضع سہار وغیرہ ”اعیان وطن“ مصنفہ حکیم شاہ شعیب پھلواروی میں موجود ہے۔ حضرت محموم کے ورثاء کا مکمل نسب نامہ راقم الحروف کو کہیں سے دست یاب نہ ہو سکا۔

راقم سید قیام الدین نظامی قادری الفردوسی کی کتاب ”شرفا کی نگری“ کتابت کے بعد پریس میں طباعت کے لئے جانے والی تھی کہ ایک رسالہ بسلسلہ روہداد مدرسہ شمس العلوم، خانقاہ ارول معرفت جناب سید ابوہریرہ ہاشمی صاحب مقیم مکان نمبر ۵۱۲ سیکٹر ۱۱۔ بی نارٹھ کراچی حاصل ہوا۔ اس رسالہ میں محترم اصغر حسین مدظلہ، کا لکھا ہوا تذکرہ حضرت محموم سمن چشتی ارولی قدس سرہ، بھی ہے۔ اس تذکرہ سے معلوم ہوا کہ حضرت محموم کے والد بزرگوار کا نام سید محموم علاء الدین تھا اور اعلیٰ بزرگ کے نام سے مشہور تھے۔ شاہ اصغر حسین صاحب نے حضرت سید محموم سمن ارولی قدس کے ایک منجھلے بھائی حضرت سید شاہ عبدالاحد کا ذکر کیا ہے۔ لیکن ”جلوہ وارث“ مصنفہ جناب حکیم محمد صفدر علی صاحب وارثی کے مطابق حضرت سید علاء الدین اعلیٰ بزرگ کے ایک صاحبزادے سید عبدالآد تھے۔ جنکے ورثا میں حضرت وارث علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ جلوہ وارث کے مطابق سید علاء الدین اعلیٰ بزرگ کا نسب نامہ اس طرح ہے۔

سید محموم علاء الدین اعلیٰ بزرگ بن سید عزالدین بن سید اشرف ابی طالب عرف سید شرف الدین بن سید محروق بن سید ابوالقاسم بن سید علی عسکری بن سید ابو محمد بن سید محمد جعفر بن سید ممدی بن سید علی رضا بن سید قاسم حمزہ بن سیدنا امام موسیٰ کاظمؑ

حضرت شاہ اصغر حسین مدظلہ، کے مطابق حضرت محموم شمس الدین سمن ارولی قدس سرہ، مجرد تھے اور خانقاہ کی سجادگی آپ کے چھوٹے بھائی کے صاحبزادے حضرت محموم حاجی میر سید حسین بن سید خلیل الدین کنتوری ارولی بن سید علاء الدین اعلیٰ بزرگ کو منتقل ہوئی اور سجادگی کا یہ سلسلہ آج تک خاندان میں جاری ہے۔ اس بیان کی رو سے حضرت شاہ امام علی چشتی عرف شاہ بدلو ارولی قدس سرہ، سے حضرت سید علاء الدین اعلیٰ بزرگ تک نسب نامہ اس طرح بتا ہے۔

حضرت شاہ غلام امام علی عرف شاہ بدلو قدس سرہ، بن شاہ رحم علی چشتی بن شاہ جہانگیر چشتی بن شاہ دین محمد چشتی بن شاہ امان اللہ چشتی بن شاہ بھیکہ چشتی بن شاہ محمد چشتی بن شاہ ابوبکر چشتی بن شاہ قطب الدین چشتی بن محموم شاہ جیون بن محموم شاہ یوسف بن محموم حاجی میر سید حسین بن محموم خلیل الدین کنتوری ارولی بن محموم سید علاء الدین اعلیٰ بزرگ کنتوری۔ (اصل مطابق شجرہ طیبه بسلسلہ چشتیہ خانقاہ ارول شریف)

## حضرت شاہ امام علی چشتی عرف شاہ بدلو قدس سرہ

آپ خانقاہ حضرت مہدوم شمس الدین عرف سمن چشتی ارولی قدس سرہ العزیز کے سجادہ ہیں۔ آپ اپنے وقت کے جید علماء اور صاحب کشف و کرامت بزرگوں میں شمار کئے جاتے تھے۔ آپ کے ورثاء میں بکثرت صاحب علم و فضل اور صاحب اقتدار افراد پیدا ہوئے۔ جنہوں نے مسندِ درویشی پر جلوہ افروز ہو کر طالبان حق کو سیراب کیا۔ بعضوں نے ملت و قوم کی خدمت کا بیڑا اٹھایا۔ ایک طرف فرنگیوں کے خلاف محاذ کھولا اور دوسری طرف سچی جمہوریت کی تعلیم کا سلسلہ شروع کیا۔

حضرت شاہ امام علی چشتی کی دو شادیاں ہوئیں۔ محل اولیٰ سے صرف ایک دختر مسماۃ بی بی قدیرن تھیں۔ جو موضع کا کو میں حضرت مہدوم شیخ شمس الدین دوانقی قدس سرہ کے خاندان میں بیاہی گئیں۔ مسماۃ قدیرن کے ورثاء میں فخر الدین شمس، محمود شمس اور نعیم شمس وغیرہ ہیں۔ جن کی تفصیل ”آثار کا کو“ مصنفہ سید شاہ غفور الرحمن حمد کا کوئی میں موجود ہے۔ آپ کی دوسری شادی مسماۃ بی بی وزیرن بنت سید خیر اللہ ساکن نگایاں بن سید فتح اللہ ساکن منیر سے ہوئی۔ جن سے پانچ لڑکے ہوئے۔ پسر اول شاہ امجد حسین، پسر دوم شاہ مراد حسین، پسر سوم شاہ امداد حسین، پسر چہارم شاہ ہبیر حسین اور پسر پنجم شاہ رحمت حسین۔

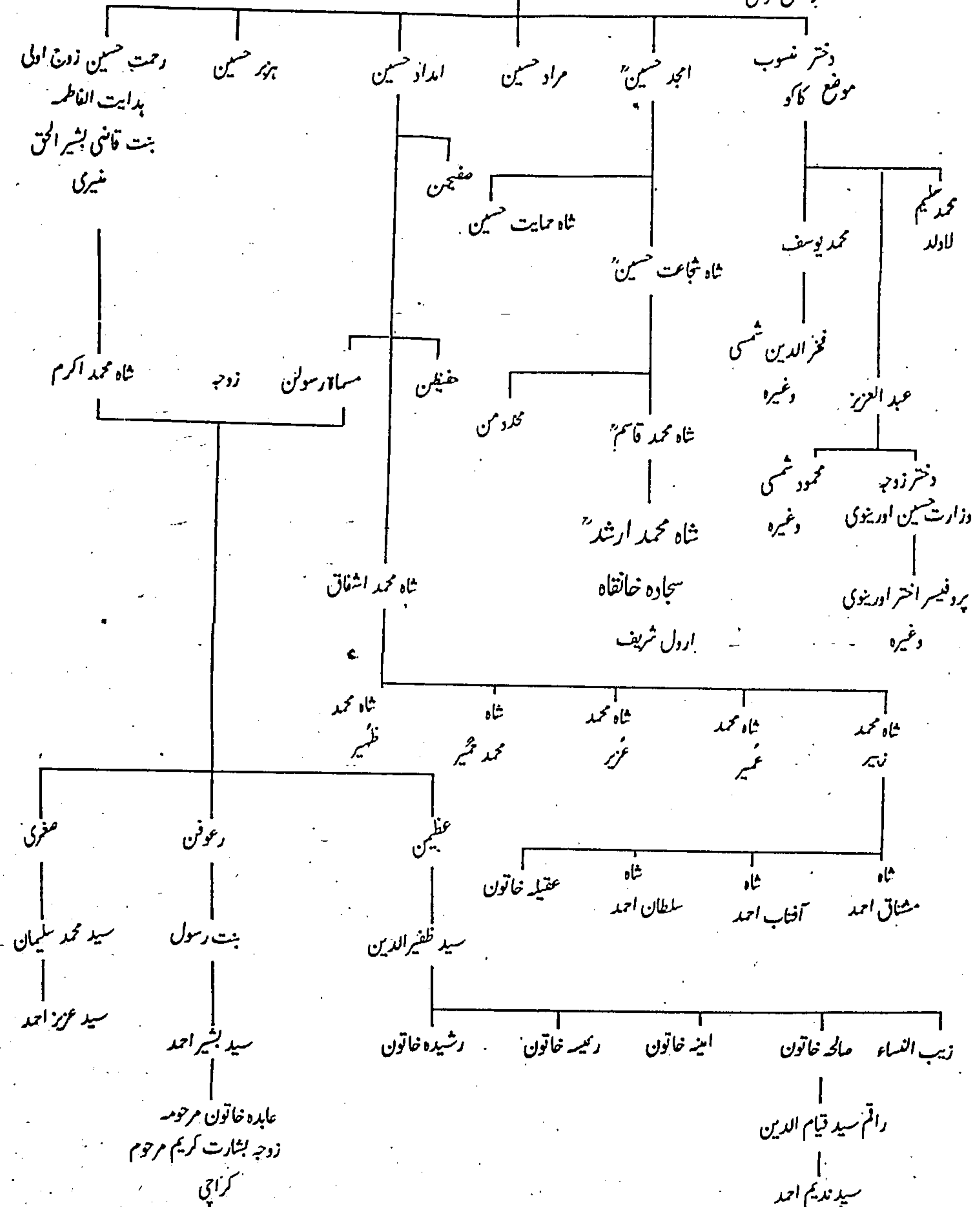
شاہ امجد حسین علیہ رحمۃ:- آپ اپنے والد حضرت شاہ بدلو قدس سرہ کی سجادگی پر بٹھائے گئے۔ آپ کی محل اولیٰ مسماۃ بی بی بہتو بنت غلام حیدر سے ایک صاحب زادے شاہ شجاعت حسین تھے۔ جو آپ کے وصال کے بعد خانقاہ حضرت مہدوم شمس الدین عرف سمن چشتی ارولی قدس سرہ کے سجادہ ہوئے۔ دوسری شادی موضع بھداسی میں ہوئی جن کے بطن سے شاہ حمایت حسین ہوئے۔

شاہ شجاعت حسین علیہ رحمۃ بن شاہ امجد حسین کی شادی دختر مولوی شاہ حسین علی ساکن پیر بیگہ سے ہوئی۔ آپ کے ایک پسر شاہ محمد قاسم اور ایک دختر مسماۃ مہدوم تھیں۔ بی بی مہدوم کی شادی شاہ رمضان علی ساکن دیورہ سے ہوئی۔ شاہ محمد قاسم بن شاہ شجاعت حسین علیہ رحمۃ اپنے والد کی رحلت کے بعد خانقاہ مہدوم سمن ارولی کی مسند سجادگی پر تشریف فرما ہوئے۔ آپ کو تین لڑکے اور دو لڑکیاں تھیں۔ پسر اول شاہ محمد ارشد، پسر دوم شاہ محمد ناظم، پسر سوم شاہ محمد سالم، دختر اول مسماۃ کنیز اور دختر دوم مسماۃ جمیلہ۔

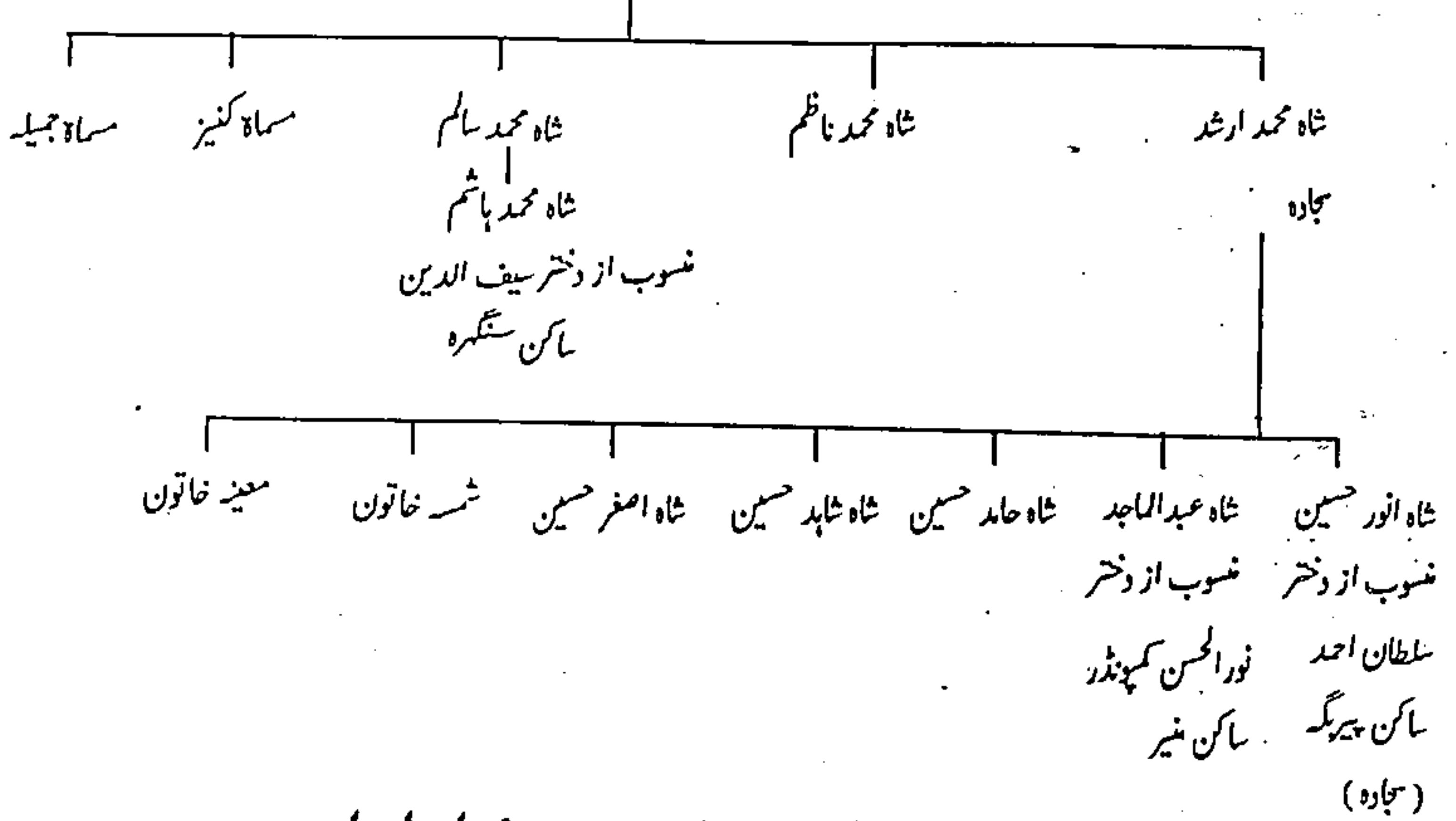
شاہ محمد ارشد علیہ رحمۃ بن شاہ محمد قاسم سے راقم سید قیام الدین نظامی الفردوسی کی ملاقات ۵ ستمبر ۱۹۷۹ء کو ارول میں ہوئی تھی۔ شاہ صاحب کی پروقار شخصیت نے راقم کو بے حد متاثر کیا۔ بڑے پیار و محبت سے پیش آئے۔ ارول میں میرا قیام ایک دن اور ایک رات آپ ہی کے دولت خانہ میں ہوا۔ خاندان حضرت مہدوم شمس الدین عرف سمن قدس سرہ کے متعلق راقم کو آپ ہی سے معلومات حاصل ہوئی۔ شاہ محمد ارشد علیہ رحمۃ کے پانچ لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں۔ پسر اول شاہ انور حسین عرف قیصر موجودہ صاحب سجادہ خانقاہ چشتیہ مہدوم شمس الدین عرف سمن ارولی قدس سرہ، پسر دوم شاہ منیر الماجد، پسر سوم شاہ حامد حسین، پسر چہارم شاہ شاہد حسین، پسر پنجم شاہ اصغر حسین، لڑکیوں کے نام شمیمہ خاتون اور معینہ خاتون ہیں۔ شاہ صاحب کے چھوٹے صاحبزادے جناب شاہ اصغر حسین صاحب بڑے نیک اور مخلص انسان ہیں۔ قیام ارول کے دوران راقم کا وقت زیادہ آپ ہی کے ساتھ گزرا۔ آپ نے حضرت مہدوم شمس الدین عرف سمن ارولی، حضرت مہدوم خلیل الدین، حضرت شاہ محمد اکرم اور دوسرے بزرگوں اور اعزہ کے مقبرے کی زیارت کروائی۔ ارول شریف میں راقم کی ملاقات شاہ سلطان احمد مدظلہ سے بھی ہوئی۔ موصوف اپنے دولت خانہ پر لے گئے اور بڑی محبت و شفقت کا اظہار فرمایا۔

# نقشه اولاد حضرت شاه امام علی عرف شاه بدلو چشتی ارولی

از محل اوالی

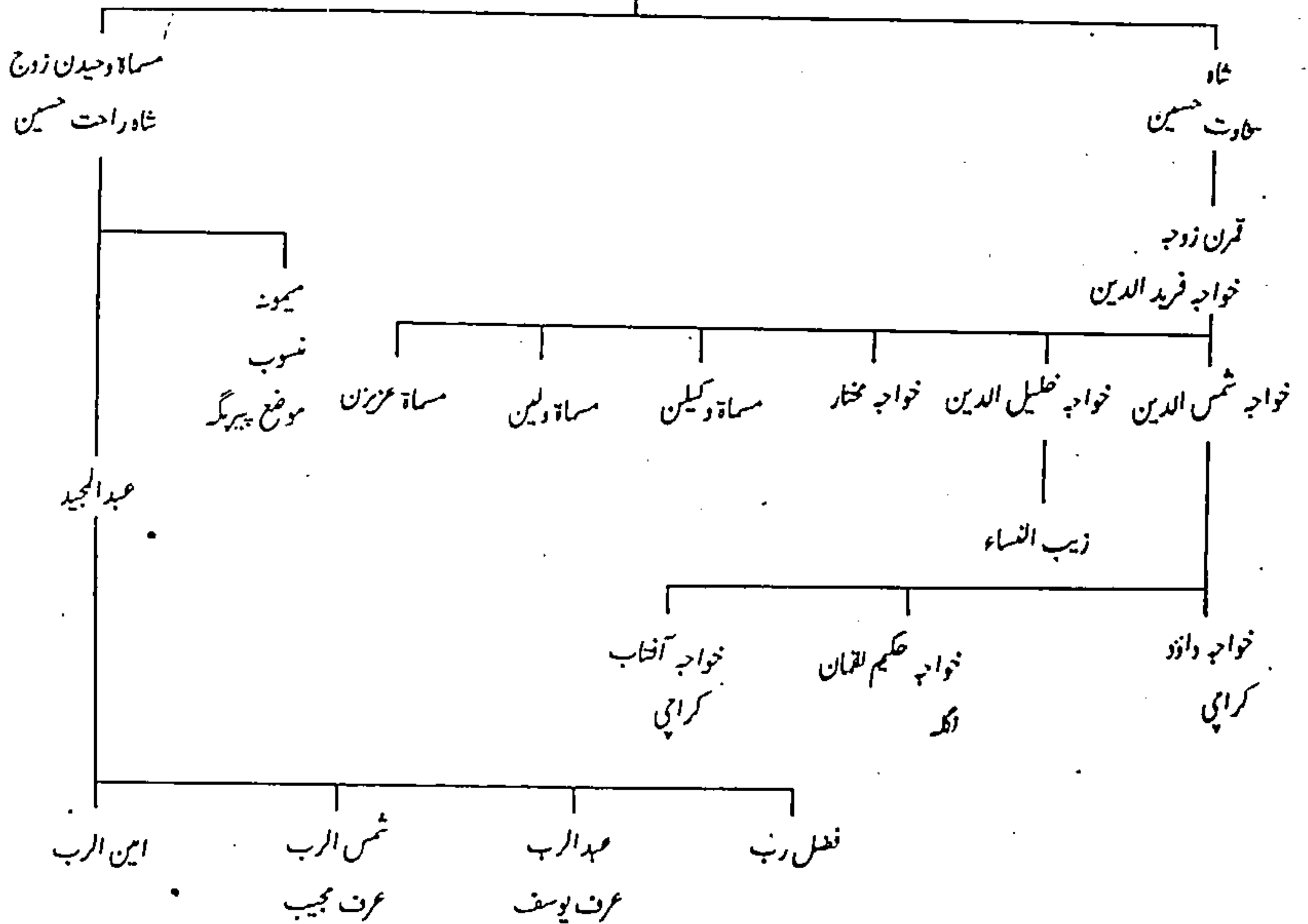


## نقشه اولاد حضرت شاه محمد قاسم



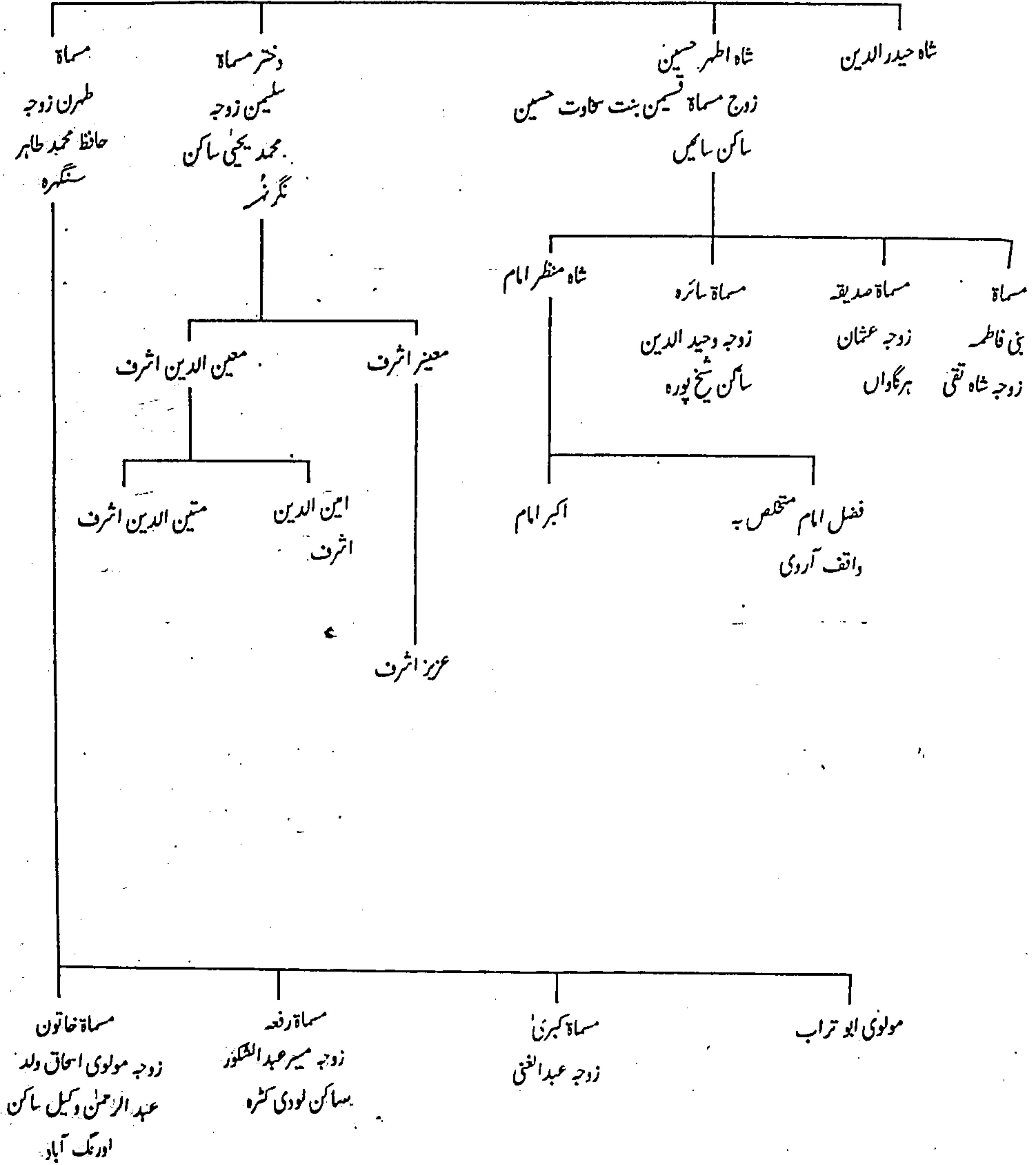
## نقشه اولاد شاه مراد حسين بن شاه امام علي ارولى

زوج مسماة الماسن بنت شيخ الی بخش موضع قاضی چک



# نقشه اولاد شاه ہزبر حسین بن شاه امام علی ارولی

زوج مسماة جمیل النساء بنت ظفیر حسین ساکن دولت پور



شاہ رحمت حسین بن حضرت مولانا شاہ امام علی عرف شاہ بدلو علیہ رحمۃ اپنے پانچ بھائیوں میں سب سے چھوٹے تھے۔ آپ کی دینی تعلیم آبائی خانقاہ کے مدرسے میں ہوئی۔ آپ نے عربی، فارسی اور ابتدائی دینی تعلیم اپنے والد حضرت شاہ بدلو قدس سرہ، سے حاصل کی اور آپ نے اپنے وقت کے جید علمائے وقت سے بھی استفادہ کیا۔ درس و تدریس کے علاوہ آپ کا خاص مشغلہ زمینداری تھا۔ آپ کی تین شادیاں ہوئیں پہلی شادی مسماۃ بی بی ہدایت القاطمہ بنت قاضی بشیر الحق منیری بن قاضی غلام الحق منیری بن شاہ ولی اللہ پھلواری سے ہوئی۔ جن سے صرف ایک صاحبزادے شاہ محمد اکرم علیہ رحمۃ تھے۔

جناب شاہ محمد اکرم علیہ رحمۃ کی شادی آپ کی بنت عم مسماۃ رسولن بنت شاہ امداد حسین بن شاہ امام علی عرف شاہ بدلو قدس سرہ ساکن ارول سے ہوئی۔ شاہ محمد اکرم صاحب کو صرف تین لڑکیاں تھیں کوئی اولاد ذکر نہ تھی۔ دختر اول مسماۃ بی بی عظیم النساء عرف عظیمین زوجہ سید ظفر الدین بن سید رضی الدین ساکن موضع پہلاواں۔ دختر دوم مسماۃ بی بی رؤفہ زوجہ سید محمد رضا۔ دختر سوم مسماۃ بی بی صغریٰ زوجہ سید غلام اکبر بن سید دلاور حسین ساکن میرانگہ ٹکڑی۔

مسماۃ بی بی عظیمین بنت شاہ محمد اکرم کے اکلوتے لڑکے سید ظفر الدین صاحب مرحوم کی شادی مسماۃ بی بی عزیز النساء بنت حاجی حافظ سید شاہ نذر الرحمن رضوی القادری متخلص بہ حفیظ عظیم آبادی۔ ساکن محلہ مغل پورہ، پٹنہ سٹی بن سید تجمل حسین رضوی ساکن کھریا سے ہوئی۔ سید ظفر الدین بن مسماۃ بی بی عظیمین بنت شاہ محمد اکرم ارولی کی پانچ لڑکیاں ہیں کوئی اولاد ذکر نہیں۔ لڑکیوں میں دختر اول مسماۃ زینب النساء زوجہ سید فہیم الحق بن سید معین الحق ساکن امستھوا کے ورثاء میں سید سلیم الحق، سید صبح الحق اور ایک لڑکی نجمہ خاتون ہیں۔ دختر دوم مسماۃ بی بی صالحہ خاتون زوجہ سید نظام الدین احمد بن سید امیر الدین بن سید تفضل حسین عرف میر گنگو ساکن ارونگپور پکورہ کے ورثاء میں راقم الحروف سید قیام الدین نظامی القادری الفردوسی، سید امام الدین، سید حسام الدین اشرف، سید احتشام الدین ارشد اور دو لڑکیاں شملہ اور شیریں ہیں۔ دختر سوم مسماۃ امینہ خاتون زوجہ سید ولایت حسین ابدالی ساکن محلہ مرار پور بہار شریف کے ورثاء میں چار لڑکیاں قدسیہ بانو، حسن آرا، جمال آرا اور جہاں آرا ہیں۔ دختر چہارم مسماۃ بی بی ربیعہ خاتون زوجہ سید محمد سعید بن سید شاہ ابو الحیات بن سید شاہ محمد واجد زیدی الواسطی ساکن خسرو پور نوآبادہ کے ورثاء میں سید محمد منظور، سید وحی احمد اور سید شفیع احمد ہیں۔ سید ظفر الدین بن عظیمین بنت شاہ محمد اکرم ارولی کی دختر پنجم مسماۃ رشیدہ خاتون کے بچوں میں فہمیدہ خاتون، راشدہ خاتون، ناظرہ خاتون، نیرہ خاتون، شمع خاتون اور سید صبح الحق ہیں۔

مسماۃ بی بی رؤفہ بنت شاہ محمد اکرم ارولی زوجہ محمد رضا کی صرف تین لڑکیاں تھیں۔ اول مسماۃ بنت رسول زوجہ مولوی قدیر احمد ساکن بدپورہ کے صاحبزادے بشیر احمد تھے۔ جن کی دختر عابدہ خاتون زوجہ سید بشارت کریم کراچی میں مقیم ہیں۔ دوم مسماۃ سہیلہ زوجہ سید قمر التوحید ساکن بدپورہ کے بچوں میں ڈاکٹر نور الہدیٰ مرحوم، سید نجم الہدیٰ مرحوم اور ایک لڑکی معہ اہل و عیال کراچی میں مقیم ہیں۔ سوم دختر مسماۃ چندہ بنت بی بی رؤفہ کی لڑکیوں میں صالحہ اور نعیمہ کراچی میں ہیں۔

مسماۃ بی بی صغریٰ بنت شاہ محمد اکرم ارولی زوجہ سید غلام اکبر کے صاحبزادے سید محمد سلیمان مرحوم کے ورثاء میں ایک لڑکے سید عزیز احمد اور ایک لڑکی آمنہ خاتون زوجہ مولوی محمد ہاشم صاحب مع اہل و عیال کراچی میں مقیم ہیں۔

شاہ رحمت حسین ارولی کی دوسری شادی مسماۃ نصیرن بنت سید شاہ ریاض علی موضع کندھوا سے ہوئی۔ ان سے آپ کے



ایک صاحبزادے شاہ مظہر حسین تھے۔ شاہ مظہر حسین کی شادی مسماہ رؤف بنت مولوی جسیم الدین موضع رہی سے ہوئی۔ آپ کے دو لڑکے اور چار لڑکیاں تھیں۔ پسر اول شاہ قطب الدین، پسر دوم شاہ شہاب الدین۔ لڑکیوں میں مسماہ خدیجہ زوجہ سید مقیم الدین ساکن کھراٹی، مسماہ حسنہ زوجہ مولوی ڈپٹی انعام الحق ساکن سنگرہ، مسماہ حبیبہ زوجہ مولوی محمد تحلیل ساکن روہائی اور مسماہ حلیمین۔

شاہ رحمت حسین ارولی کی زوجہ سوم مسماہ علیین بنت سید شاہ قادر علی ساکن موضع کھراٹی سے تھیں لڑکے شاہ عبد الغفور، شاہ عبد الشکور، شاہ محمد شفیع اور ایک لڑکی مسماہ آمنہ زوجہ سید محمد حسین عرف عبد العزیز ساکن سہار ہیں۔ مسماہ آمنہ بنت شاہ رحمت حسین کے صاحبزادے سید ابو محمد عرف تیمیم نے کراچی میں وصال فرمایا۔ سید ابو محمد مرحوم کے ورثاء کراچی میں ہیں۔ جن کا کہنا ہے کہ شاہ صاحبان ارول شریف کے نام جو فرامین سلاطین وقت نے جاری کئے ان میں سے چند ان کے پاس کراچی میں موجود ہیں۔



## قاضیان و سادات موضع نگاواں

موضع نگاواں ضلع گیا میں سادات کی ایک پرانی بستی ہے۔ جہاں صحیح النسب سادات آباد تھے اور جنہیں عمدہ قضاء حاصل تھا۔ تلاش بسیار کے باوجود راقم کو مکمل نسب نامہ حاصل نہ ہو سکا۔ ایک مختصر نسب نامہ جناب سید ابو محمد عرف یتیم صاحب مرحوم کی بیاض سے حاصل ہوا ہے۔ اس بستی میں حضرت سید فتح اللہ منیریؒ کی اولاد آباد تھی۔ راقم الحروف کا لسانی تعلق اس خاندان سے اس طرح ہے۔

سید قیام الدین بن مسماۃ صالحہ خاتون بنت سید ظفیر الدین بن سید نظیر الدین بن مسماۃ بنت الفاطمہ بنت قاضی سید ہدایت حسین بن قاضی سید مبارک حسین بن سید خیر اللہ بن سید فتح اللہ منیریؒ۔  
سید خیر اللہ بن سید فتح اللہ منیریؒ کی شادی موضع نگاواں کے قاضی خاندان میں مسماۃ بیچن بنت قاضی رحیم علی جان سے ہوئی۔ جن سے آپ کی تین اولادیں ہوئیں۔ دو پسر قاضی سید مبارک حسین اور قاضی سید تبارک حسین اور ایک دختر مسماۃ وزیرن زوجہ حضرت شاہ امام علی عرف شاہ بدلو علیہ رحمۃ سجادہ خانقاہ حضرت محموم شمس الدین عرف سمن چشتی ارولی قدس سرہ۔ مسماۃ بی بی وزیرن کے ورثاء کا مفصل حال شاہ صاحبان ارولی کے تذکرہ میں درج ہے۔

قاضی سید مبارک حسین بن سید خیر اللہ ساکن نگاواں کے دو پسر قاضی سید فدا حسین اور قاضی سید ہدایت حسین تھے۔ قاضی فدا حسین کی دختر مسماۃ میمونہ زوجہ محمد شریف بن ڈاکٹر ابو الحسن ساکن پیرنگہ کے بیٹے عبد الواسع تھے۔ جن کی شادی دختر میر افضل شیر میردادی سے ہوئی۔ عبد الواسع مرحوم کے ایک پسر محمد خلیل تھے جو دختر قاضی محمد ایوب امجھری سے بیاہے گئے۔ عبد الواسع کی دو لڑکیاں بھی تھیں۔ ایک کی شادی بہار شریف میں ہوئی جن کے لڑکے محمود شیر تھے۔ دوسری لڑکی موضع بارو ضلع موئگیر میں بیاہی گئیں۔

قاضی سید ہدایت حسین بن قاضی سید مبارک حسین کی دو شادیاں ہوئیں۔ آپ کی پہلی شادی چھپرہ میں ہوئی۔ جن سے صرف دو لڑکیاں ہوئیں۔ مسماۃ بنت الفاطمہ اور مسماۃ اختر الفاطمہ۔ قاضی سید ہدایت حسین مرحوم نے ایک کتاب بھی تصنیف کی جس کا نام ”ہدایت آمین و آگہی“ تھا۔ یہ کتاب غالباً طبع ہو چکی تھی لیکن نایاب ہے۔

مسماۃ بنت الفاطمہ بنت قاضی سید ہدایت حسین بن قاضی سید مبارک حسین ساکن نگاواں کی شادی میر سید رضی الدین ساکن موضع دتیانہ مقیم موضع پپلاواں آدم پور سے ہوئی۔ آپ کے ایک صاحبزادے سید نظیر الدین اور دو لڑکیاں تھیں۔ دختر اول مسماۃ انیس الفاطمہ زوجہ مولوی اسحاق ساکن باڑھ لاؤلد؛ دختر دوم مسماۃ کنیز الفاطمہ زوجہ میر حبیب الرحمن سید آبادی۔ مسماۃ کنیز الفاطمہ کی صرف ایک دختر تھیں۔ جو دیوان محلہ پٹہ سٹی میں شاہ محمد اکرام الدین سے منسوب ہوئیں جن کے ایک ہی پسر ڈاکٹر منہاج الدین ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کے پانچ نوجوان بچے سانحہ مشرقی پاکستان میں شہید ہوئے۔ لڑکیوں سے نسل جاری ہے۔  
سید نظیر الدین بن مسماۃ بنت الفاطمہ کی شادی مسماۃ عظیم النساء عرف بی بی عظیمین بنت شاہ محمد اکرم ساکن ارولی سے ہوئی۔ جن کا مفصل حال تذکرہ شاہ صاحبان ارولی میں موجود ہے۔ آپ کے صرف ایک صاحبزادے سید ظفیر الدین مرحوم تھے۔ جن کی شادی مسماۃ عزیز النساء بنت حافظ سید شاہ نذر الرحمن حفیظ عظیم آبادی ساکن محلہ مظہرہ پٹہ سٹی سے ہوئی۔ حفیظ عظیم آبادی اصل رہنے والے موضع کھریا کے تھے۔ جن کا مفصل تذکرہ خاندان کھریا میں تحریر کیا جا چکا ہے۔ سید ظفیر

الدین بن سید نظیر الدین بن مسماۃ بنت الفاطمہ ساکن موضع نگاواں کی پانچ لڑکیاں ہیں۔ اول مسماۃ زینب النساء مرحومہ زوجہ مولوی نعیم الحق ساکن موضع امٹھوا، ضلع پٹنہ، دوم مسماۃ صالحہ خاتون مرحومہ (والدہ راقم الحروف) زوجہ جناب سید نظام الدین احمد مرحوم ساکن موضع اورنگ پور پکوره، ضلع پٹنہ، سوم مسماۃ امینہ خاتون زوجہ سید ولایت حسین ابدلی ساکن محلہ مرار پور، بہار شریف۔ چہارم مسماۃ رمینہ خاتون زوجہ سید محمد سعید زیدی الواسطی ساکن خسرو پور، ضلع پٹنہ۔ پنجم مسماۃ رشیدہ خاتون زوجہ سید نعیم الحق ساکن امٹھوا۔

مسماۃ اختر الفاطمہ بنت قاضی سید ہدایت حسین کی شادی سید نہال اشرف عرف لاڈلے بن سید علی اشرف عرف پیارے، رئیس محلہ کنگھیہ ٹولہ پٹنہ سٹی سے ہوئی۔ سید نہال اشرف حضرت مخدوم سید عبد الرزاق نور العین کی اولاد سے تھے جو حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمٹائی خانقاہ کچھوچھہ شریف کے سجادہ اور خلیفہ تھے۔ مسماۃ اختر الفاطمہ کے دو صاحبزادے ہوئے۔ اول سید محبوب اشرف عرف بن، دوم سید سعید الدین اشرف عرف جھبی، سید محبوب اشرف عرف بن کی دو شادیاں ہوئیں۔ محل دوم نے لاؤد انتقال کیا محل اولیٰ دختر وحید الحق ساکن شاہوگہ سے ایک لڑکا اور دو لڑکیاں تھیں۔ صاحبزادے نے لاؤد وصال کیا۔ لڑکیوں میں دختر اول مسماۃ درگاہن زوجہ سید شرف الدین کے ایک پسر معین اشرف ہیں۔ دختر دوم مسماۃ کنیز فاطمہ عرف گھسو کی شادی مولوی اختر حسین ساکن مظفر پور سے ہوئی۔ جن سے بی بی نور جہاں، بی بی عاصمہ، بی بی معصومہ، بی بی خورشیدی اور بی بی سلٹی اور دو لڑکے جھنوا اور کچھو ہیں۔ سید سعید الدین اشرف عرف جھبی بن اختر الفاطمہ کی دو شادیاں ہوئیں۔ آپ کی محل دوم ساکن محلہ صدر گلی پٹنہ سٹی سے تین لڑکیاں ہیں۔ دختر اول مسماۃ ذکیہ خاتون زوجہ محمد احمد حسن خان ساکن مظفر پور، دختر دوم رابعہ خاتون زوجہ وسی امام ساکن بہار شریف، دختر سوم معینہ خاتون زوجہ انوار ساکن لودی کٹرہ، پٹنہ سٹی۔

قاضی سید ہدایت حسین ساکن نگاواں کی دوسری شادی بی بی وحید بنت میر طالب حسین ساکن موضع بھداسی سے ہوئی تھی۔ محل دوم سے ایک صاحبزادے اور چار لڑکیاں تھیں۔ صاحبزادے قاضی سید وجاہت حسین مجرد رہے اور لاؤد انتقال کیا۔ لڑکیوں میں مسماۃ امت الفاطمہ زوجہ میر واعظ الدین ساکن نگاواں مقیم آدم پور، مسماۃ عزیز الفاطمہ زوجہ میر تصدق حسین ساکن موضع آدم پور، مسماۃ تمیز الفاطمہ زوجہ سید احمد رضا بن میر نبی رضا ساکن نگاواں اور مسماۃ حفیظتہ الفاطمہ زوجہ عابد حسین ساکن دگھاگھاٹ۔

مسماۃ امت الفاطمہ بنت قاضی سید ہدایت حسین زوجہ میر واعظ الدین ساکن آدم پور کے ایک صاحبزادے میر معیز الدین اور چھ لڑکیاں تھیں۔ معیز الدین کے درثا میں۔ اجیری، قر المعیز، فخر المعیز، ابن المعیز، مسماۃ نجمہ، مسماۃ فاطمہ، مسماۃ شہناز فاطمہ اور مسماۃ نوری ہیں۔ مسماۃ امت الفاطمہ کی لڑکیوں میں اول رقیہ لاؤد رہیں۔ دوم مسماۃ قریشہ زوجہ سید ریاض الدین ساکن موضع شاہوگہ کی یادگار سید شہاب الدین اور مسماۃ عاصمہ زوجہ عبد الوود ہیں۔ سوم مسماۃ رابعہ زوجہ نظام الدین ساکن شاہوگہ کے لڑکے اکرام الحق۔ اکرام الحق کے لڑکے ذکاء الحق اور ایک لڑکی مسماۃ شاہدہ۔ چہارم مسماۃ خدیجہ زوجہ عبد الخالق ساکن موضع کویاکی دو لڑکیاں مسماۃ حمیدہ اور مسماۃ ساجدہ تھیں۔ پنجم مسماۃ صغریٰ زوجہ عابد حسین ساکن شہرام کی چار لڑکیاں تھیں۔ ششم مسماۃ زہرا بنت مسماۃ امت الفاطمہ کی شادی شمس الضحیٰ ساکن مقبول پور راجہ سے ہوئی۔

مسماۃ عزیز الفاطمہ بنت قاضی سید ہدایت حسین زوجہ میر تصدق حسین ساکن آدم پور کی صرف دو لڑکیاں تھیں۔ ایک مسماۃ حبیب الفاطمہ اور دوسری رابعہ خاتون۔ یکے با دیگرے دونوں بہنوں کی شادی سید عبد القدوس صاحب ساکن شہباز پور سے

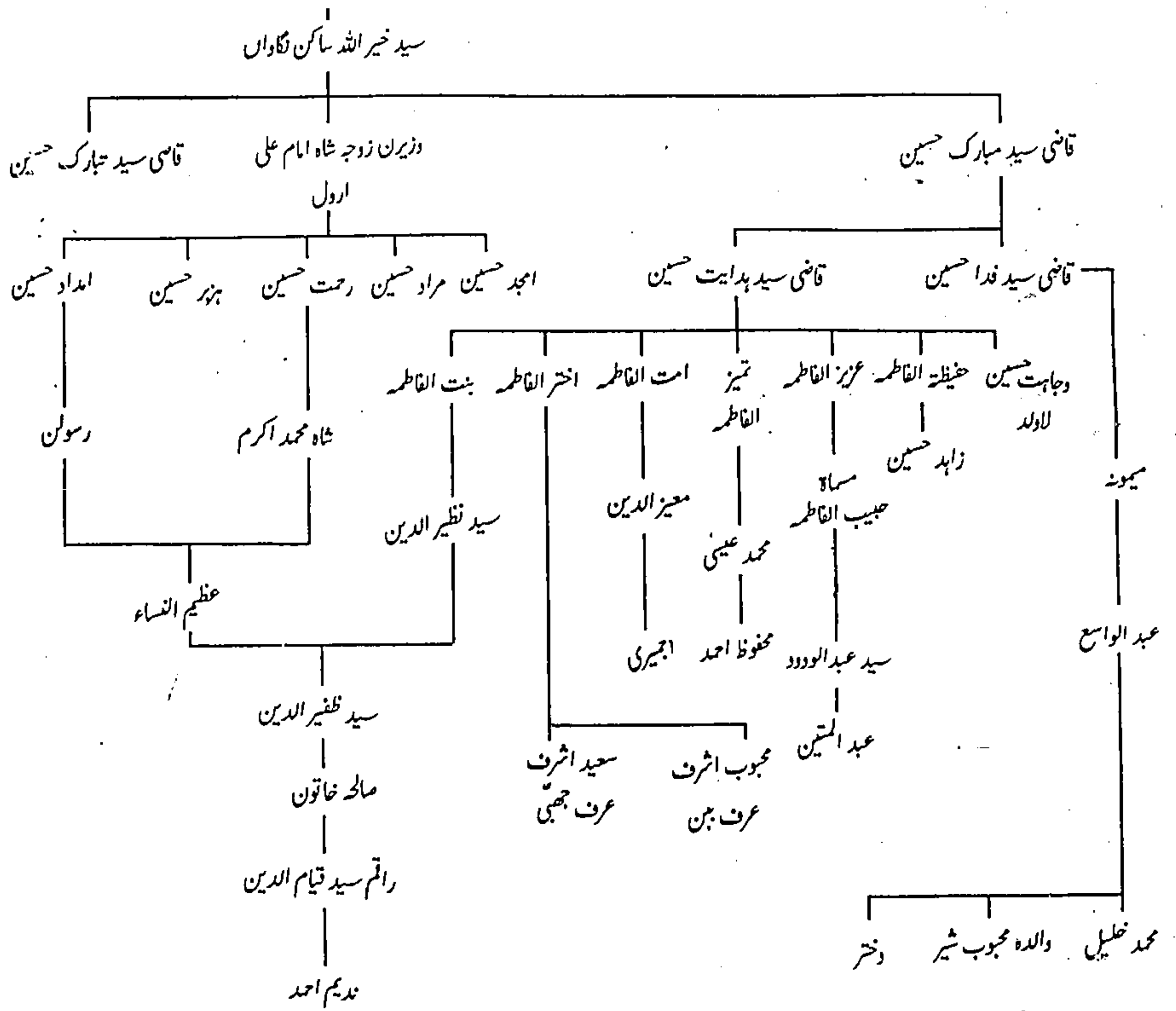
ہوئی۔ مسماۃ حبیب الفاطمہ کے صرف ایک صاحبزادے جناب سید عبد الووود صاحب اور ایک دختر زوجہ سید شہاب الدین ہیں۔ سید عبد الووود صاحب کو بھی علم الانساب سے کافی لگاؤ ہے اور آپ نے سادات بہار سے تعلق رکھنے والے افراد کے نسب ناموں کا ایک بڑا ذخیرہ جمع کر رکھا ہے۔ مجھے اپنی کتاب کی تیاری میں آپ سے بڑی مدد ملی ہے۔ سید عبد الووود صاحب کی شادی مسماۃ عاصمہ خاتون بنت مسماۃ قریشہ بنت امت الفاطمہ بنت قاضی ہدایت حسین ساکن لگاواں سے ہوئی۔ آپ کے دو لڑکے اور چار لڑکیاں ہیں۔ لڑکوں میں سید عبد المستین اور سید سعود اختر اور لڑکیوں میں زینہ خاتون، عشرت بانو، عصمت بانو اور فرزانہ خاتون ہیں۔ محترمہ رابعہ خاتون بنت عزیز الفاطمہ زوجہ ثانیہ سید عبد القدوس کے وراثہ میں عبد القفور، عبد المعین، شمیم اختر، نسیم اختر، نسیم اختر، شمیمہ خاتون، سلیمہ خاتون اور جمیلہ خاتون ہیں۔

مسماۃ تمیز الفاطمہ بنت قاضی سید ہدایت حسین ساکن لگاواں کی شادی بستی ہی میں سید احمد رضا بن سید بنی رضا سے ہوئی جن سے فاروق احمد، محمد خواجہ، محمد عیسیٰ تین لڑکے اور دو لڑکیاں تھیں۔ اول زینب النساء زوجہ عبد القیوم ساکن موضع سید آباد کے وراثہ میں مختار احمد، بانو لاولد اور مسماۃ جمیلہ خاتون، دوم عتیقہ النساء بنت مسماۃ تمیز الفاطمہ کی شادی بدر الزمان ساکن موضع کھیرا سے ہوئی جن کے وراثہ میں صوفی رضا، حسن رضا، مسعود رضا، محمود رضا، ساجدہ خاتون اور شاہدہ خاتون ہیں۔ محمد خواجہ بن تمیز الفاطمہ کے وراثہ میں نیاز احمد، نذر احمد اور نسیم احمد ہیں۔ محمد عیسیٰ بن مسماۃ تمیز الفاطمہ کے تین پسر ظفر احمد، منظر احمد اور محفوظ احمد کراچی میں مقیم ہیں۔ لڑکیوں میں بارکہ اور کاملہ ہیں۔

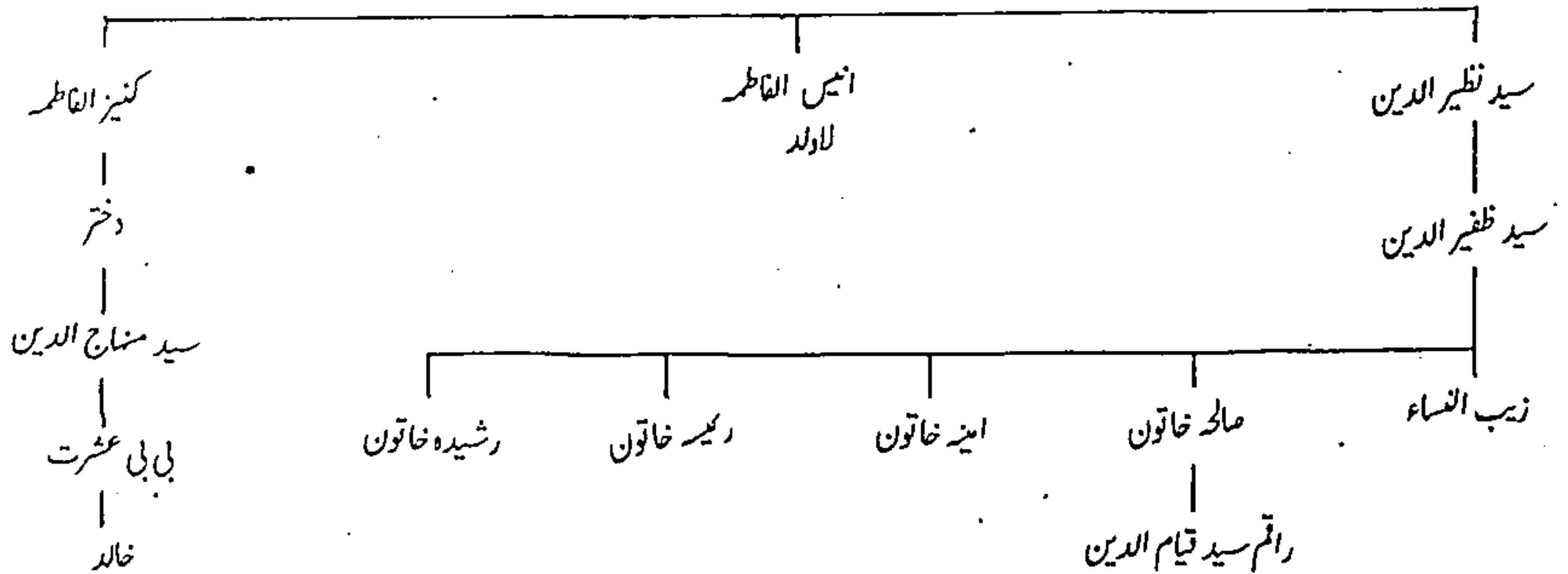
مسماۃ حفیظۃ الفاطمہ بنت قاضی سید ہدایت حسین زوجہ عابد حسین ساکن موضع دیگھا گھاٹ، پٹنہ کے ایک پسر زاہد حسین تھے۔ زاہد حسین کی شادی دختر ڈاکٹر ماجد صاحب سے ہوئی۔ آپ نے دیگھا کی سکونت ترک کر کے قصبہ ارول ضلع گیا میں مستقل رہائش اختیار کر لی ہے۔

قاضی سید مبارک حسین بن سید خیر اللہ ساکن لگاواں بن سید فتح اللہ منیری کی شادی مسماۃ فہیم بنت قاضی سید غلام حسین منیری سے ہوئی۔ آپ کی دو اولادیں ہوئیں۔ ایک دختر مسماۃ بہارن زوجہ قاضی منیر الحق منیری جن کے وراثہ میں امین الحق، مبین الحق، فیض علی اور ایک لڑکی مسماۃ حسنہ تھیں۔ ایک صاحبزادے قاضی سید ولایت حسین تھے جو موضع فرید پور میں مسماۃ زہرا سے بیاہے گئے۔ قاضی سید ولایت حسین کے ایک بیٹے قمر الہدی اور تین بیٹیاں مسماۃ کنیز فاطمہ، مسماۃ ولیہن اور مسماۃ رقعہ تھیں۔

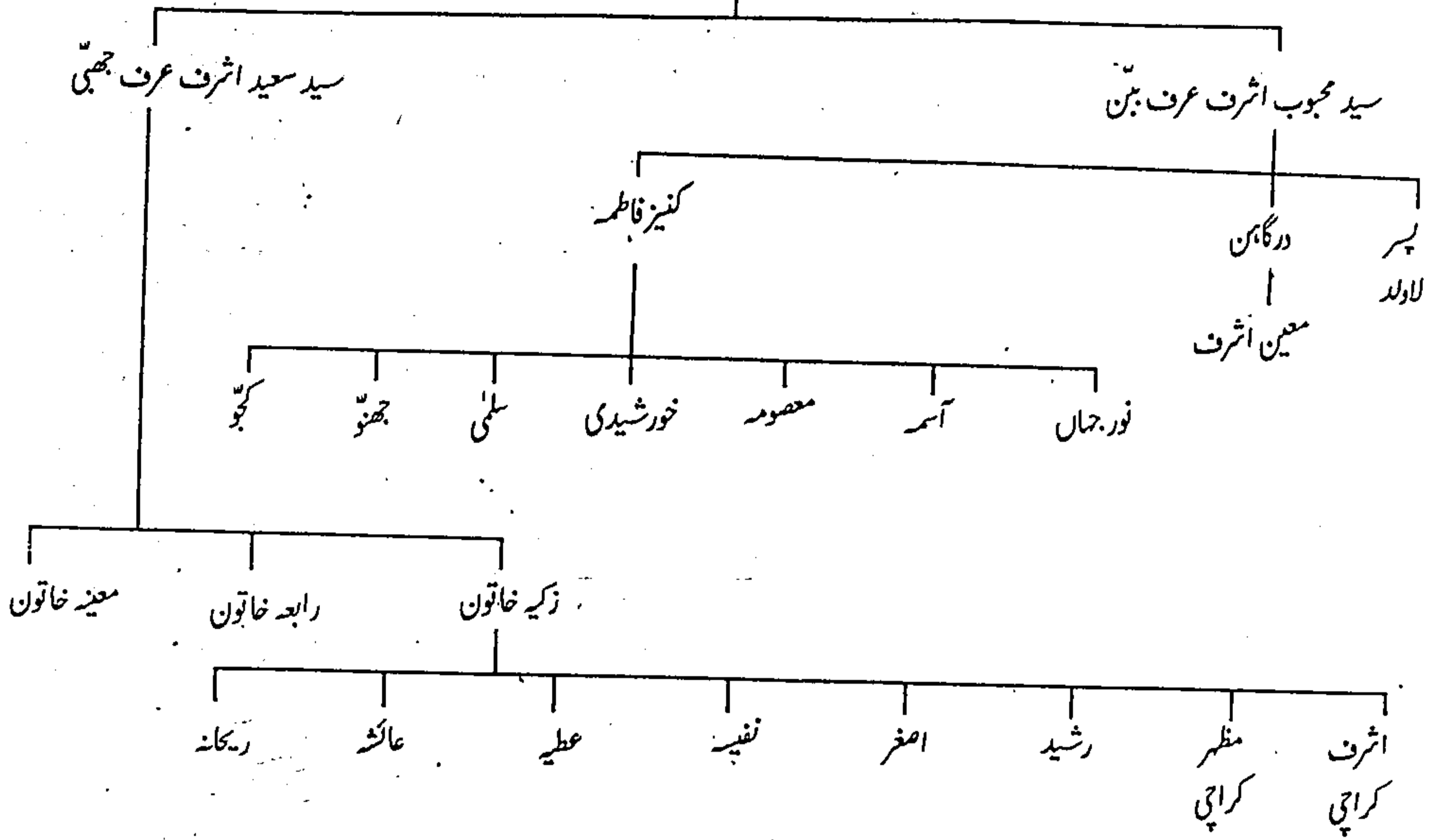
## سید فتح اللہ - منیری



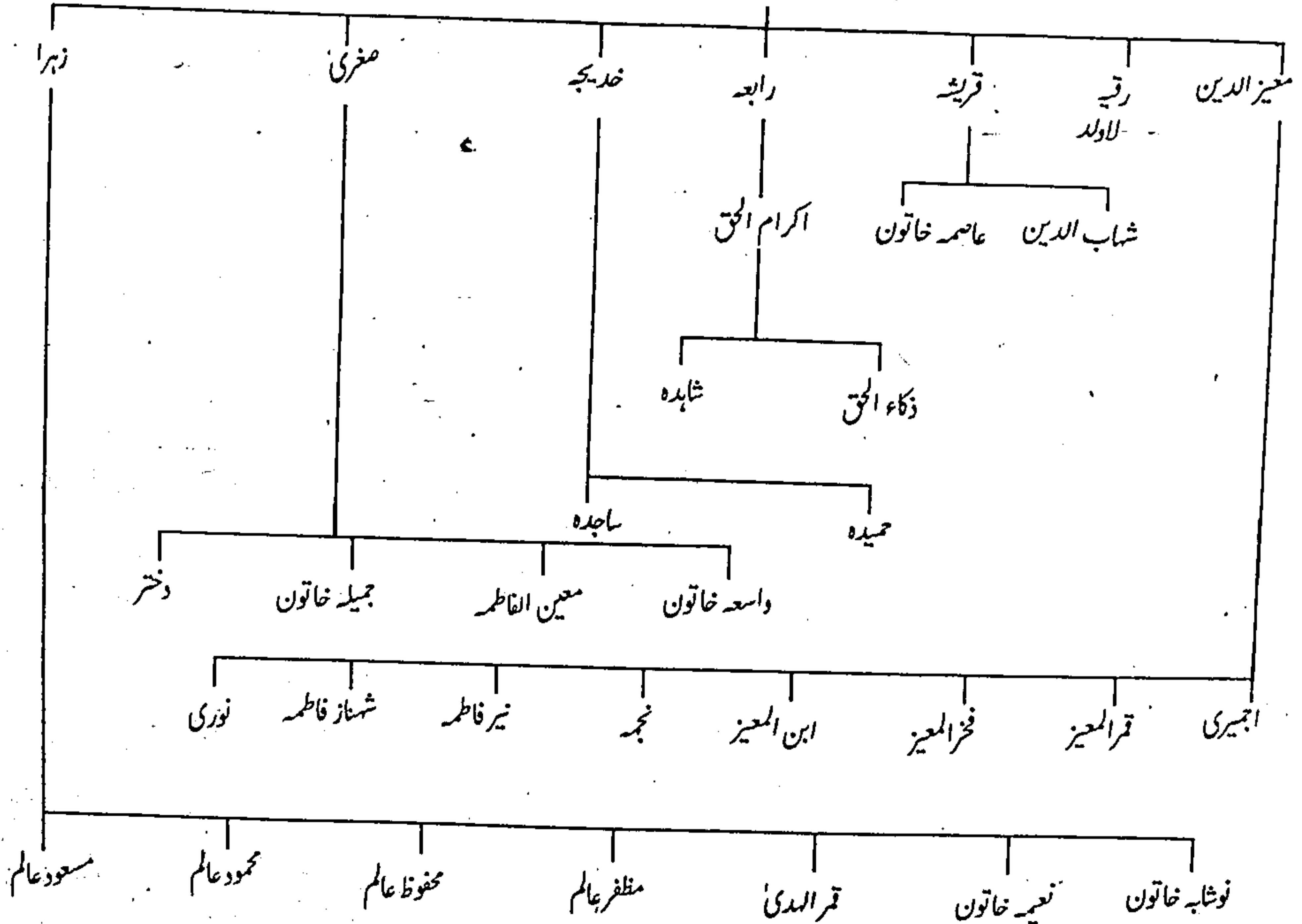
## مسماۃ بنت الفاطمہ بنت قاضی سید ہدایت حسین



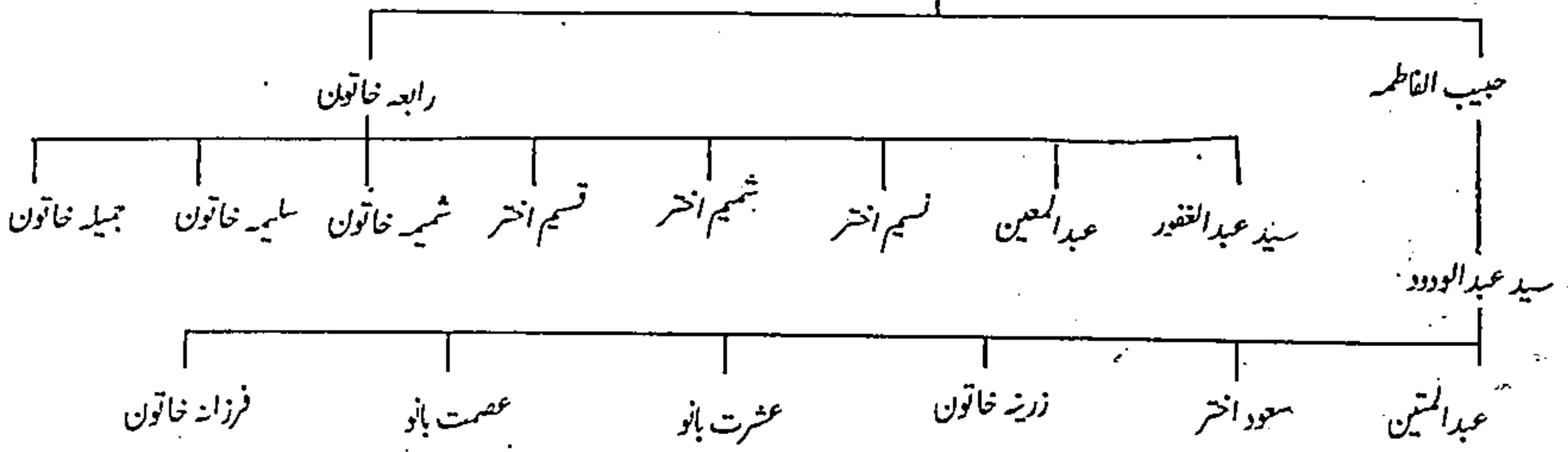
## مسماة اختر الفاطمه بنت قاضي سيد هدايت حسين



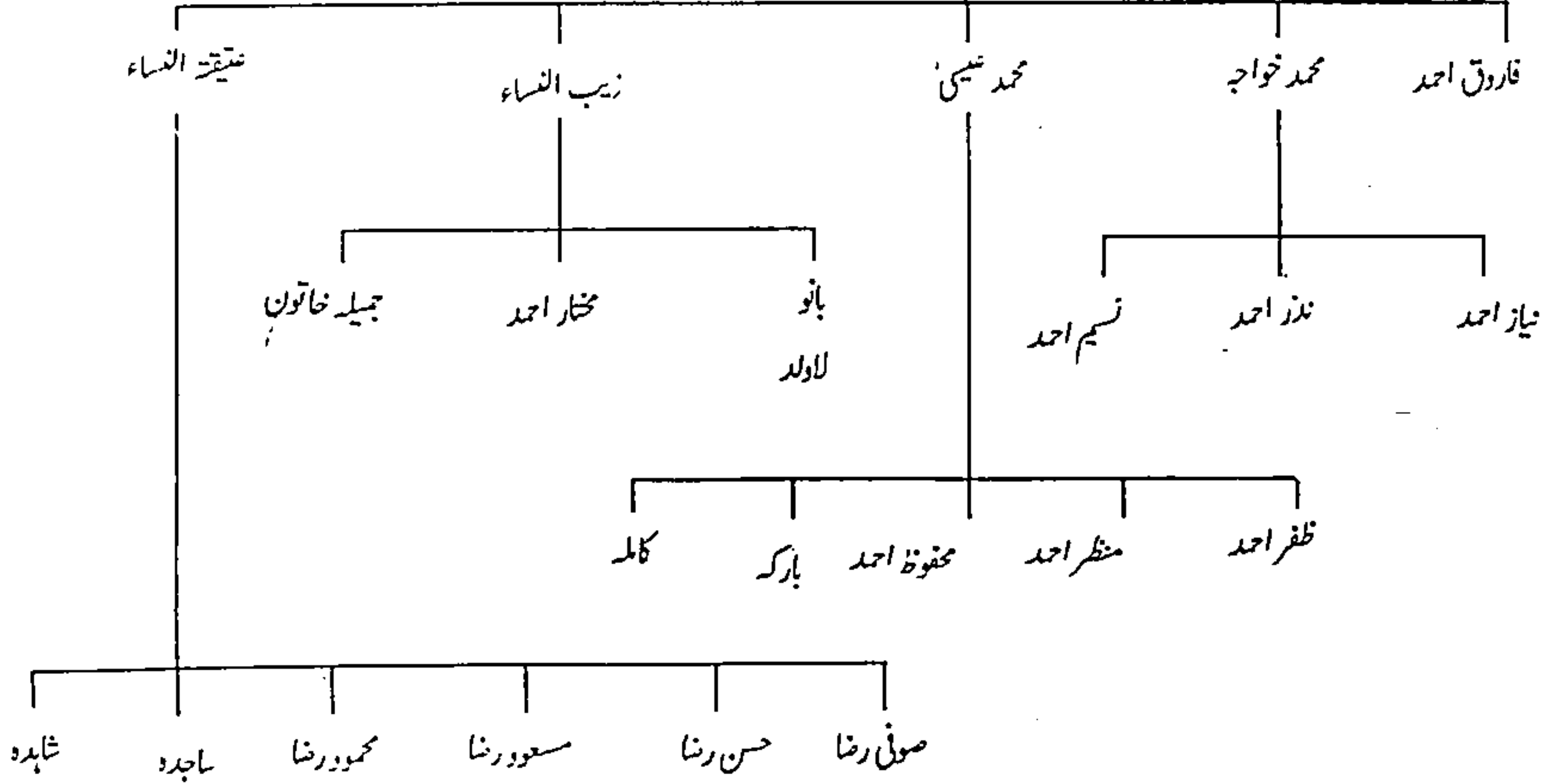
## مسماة امت الفاطمه بنت قاضي سيد هدايت حسين



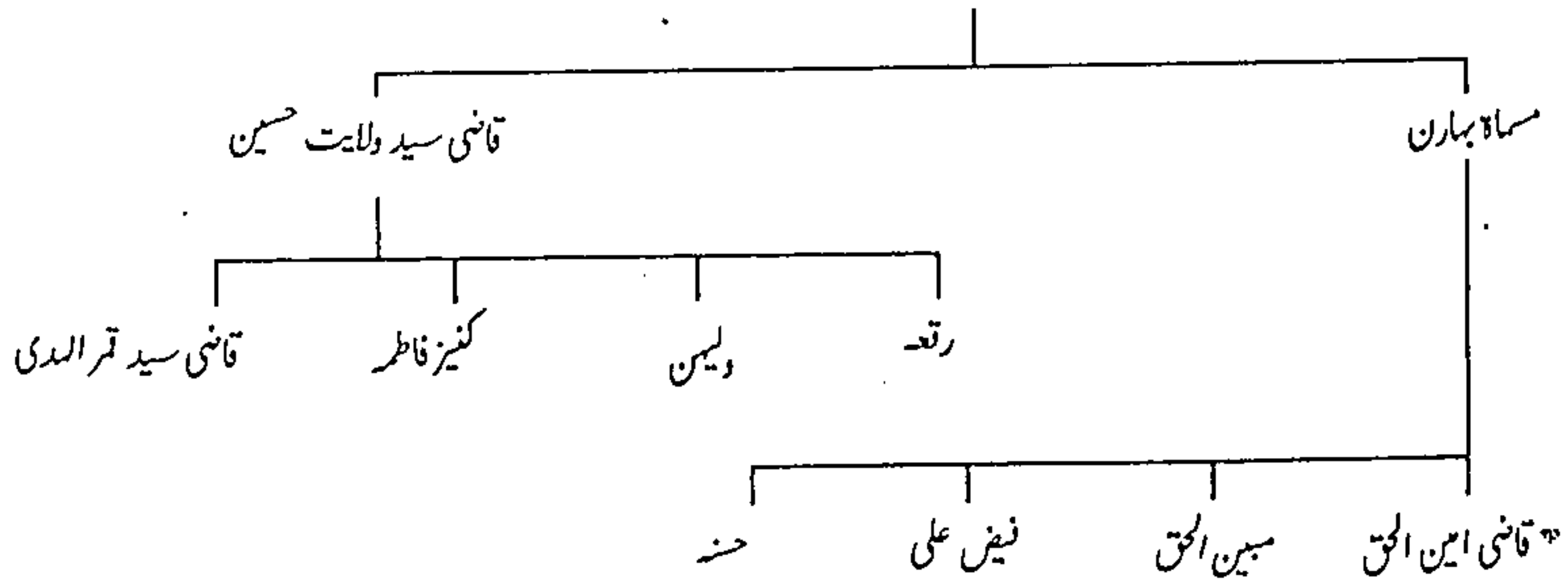
## مسماة عزيز الفاطمه بنت قاضي سيد هدايت حسين



## مسماة تمیز الفاطمه بنت قاضي سيد هدايت حسين



## قاضي سيد تبارک حسين ساکن نگاوان





## تذکرہ سادات موضع پپلاواں - ضلع پٹنہ

موضع پپلاواں موضع آدم پور سے ملحق سادات کی ایک مشہور بستی ہے جو ضلع پٹنہ (عظیم آباد) میں واقع ہے۔ اس کا ڈاکخانہ رام بخش جیتی پور، ریلوے اسٹیشن بہٹ اور کچھری بکرم ہے۔ موضع پپلاواں میں رضویہ سلسلہ کے سادات کا دو گھرانہ آباد تھا جو دراصل ایک ہی خاندان کی دو شاخیں تھیں۔ ایک گھرانہ میر سید رضی الدین صاحب کا تھا اور دوسرا گھرانہ میر سید حبیب الدین مرحوم کا جن کے ورثاء میں ڈاکٹر نصیر الدین وغیرہ تھے۔ یہ دونوں گھرانے موضع دتیانا سے آکر آباد ہوئے تھے۔

میر سید رضی الدین علیہ رحمۃ کے ایک صاحبزادے میر سید ظفر الدین اور دو لڑکیاں تھیں۔ دختر اول بی بی انیس فاطمہ زوجہ اسحاق صاحب ساکن باڑھ نے لا ولد انتقال کیا۔ دختر دوم بی بی کنیز فاطمہ زوجہ میر حبیب الرحمن صاحب ساکن سید آباد کے ورثاء میں منہاج الدین صاحب بن شاہ اکرام الدین ساکن دیوان محلہ پٹنہ سیٹی، موضع کا کو ضلع گیا میں مقیم ہیں۔ میر سید ظفر الدین بن میر سید رضی الدین صاحب کی شادی مسماۃ عظیم النساء بنت سید شاہ محمد اکرم بن سید شاہ رحمت حسین خانقاہ مخدوم سن ارولی چشتی موضع ارول سے ہوئی۔ جن کے صرف ایک صاحبزادے جناب میر سید ظفر الدین مرحوم تھے۔ میر سید ظفر الدین کی شادی مسماۃ بی بی عزیز النساء مرحومہ بنت حافظ سید شاہ نذر الرحمن رضوی القادری ساکن موضع کھربیا مقیم محلہ مظہرہ پٹنہ سیٹی سے ہوئی۔ (حافظ صاحب کا مفصل تذکرہ کتاب ہذا میں موجود ہے)۔ میر سید ظفر الدین مرحوم کی پانچ صاحبزادیاں اس وقت مع اہل و عیال کراچی پاکستان میں مقیم ہیں۔ اس طرح میر سید رضی الدین علیہ رحمۃ ساکن موضع پپلاواں کی نسل انکے پوتے سید ظفر الدین مرحوم کی لڑکیوں سے جاری ہے۔

موضع پپلاواں کے خاندان کا تفصیلی نسب نامہ تلاش و جستجو بسیار کے باوجود راقم سید قیام الدین نظامی الفردوسی کو دستیاب نہ ہو سکا۔ میر سید رضی الدین علیہ رحمۃ کے ہمجد اور برادر نسبتی میر سید محامد رسول کی اولاد موضع پپلاواں سے اٹھ کر موضع سید آباد ضلع گیا میں آباد ہو گئی۔ راقم الحروف نے اس خاندان کے تمام افراد سے رابطہ کیا، بالمشافہ ملاقاتیں کیں اور خط و کتابت کے ذریعہ بھی حالات و واقعات معلوم کرنے کی کوشش کی۔ لیکن تمام افراد نے عدم دلچسپی کا مظاہرہ کیا۔ اکثر افراد نے مجھے اس کام سے باز رہنے کا مشورہ دیا۔ ان کا کہنا تھا کہ اس مادی دور میں علم الانساب پر تحقیق و جستجو سے کیا فائدہ؟ شاید وہ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ مادی دور میں مادیت کی طرف مائل ہو کر دنیاوی جاہ و حشم کے حصول کی جدوجہد کرنی چاہیے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مختصر یہ کہ جن افراد سے ملا اور جو حضرات اس سلسلے میں کارگر ہو سکتے تھے ان میں جناب سید مظہر الدین ساکن پپلاواں، ڈاکٹر سید عظیم الدین ساکن پپلاواں اور جناب سید نسیم الدین ساکن سید آباد قابل ذکر ہیں۔ ان تمام حضرات میں صرف جناب سید مظہر الدین نے اپنی یادداشت کی مدد سے میری تھوڑی سی رہنمائی فرمائی۔

موضع پپلاواں سے ملحق بستی آدم پور کے جناب حکیم سید عبدالوہاب مدظلہ جو راقم کے اعزہ میں ہیں اور کراچی میں مقیم ہیں، ایک ملاقات کے موقع پر جب راقم نے حکیم صاحب سے میر سید رضی الدین کے والد کا نام دریافت کیا تو حکیم صاحب مدظلہ نے اپنی ناواقفیت کا اظہار کرتے ہوئے ایک واقعہ بیان فرمایا۔ آپ نے فرمایا۔ ”عزیزم! میں نے میر سید رضی الدین صاحب کو دیکھا ہے۔ ایک بار جب کہ میری عمر چودہ یا پندرہ سال کی تھی اور میں اپنے ہم عمر لڑکوں کے ساتھ آدم پور کی مسجد کے قریب کھیل میں مشغول

تھا کہ ایک ہندو برہمن جو موضع دتیانا کا رہنے والا تھا میر رضی الدین مرحوم کو تلاش کرتا ہوا ہمارے قریب آیا اور میر صاحب کا پتہ دریافت کیا، میں اس ہندو برہمن کو لیتا ہوا میر صاحب کے مکان پر حاضر ہوا۔ میر سید رضی الدین مرحوم بڑے ہی ہمدرد، خلیق اور وضعدار شخصیت کے مالک تھے۔ آدم پور پیلواں کی بستی میں محترم و مکرم تھے اور تقویٰ و پرہیزگاری میں انفرادی حیثیت رکھتے تھے۔ میرے بہت ممنون ہوئے اور مجھے چائے کے لئے روک لیا۔ میں قریب ہی بیٹھ گیا۔ میر صاحب اور ہندو برہمن کے درمیان جو گفتگو ہوئی اُس سے اس حقیقت حال کا پتہ چلا کہ میر صاحب اصل رہنے والے موضع دتیانا کے تھے اور ان کی کچھ زمین اُس موضع میں تھی جس کو وہ برہمن خریدنا چاہتا تھا۔ ”حکیم صاحب موصوف کی مندرجہ بالا باتوں اور نانا جان مرحومہ (مسماۃ بی بی عزیز النساء صاحبہ) کی یادداشتوں سے راقم کو اس بات کا علم ہوا کہ رضی صاحب علیہ رحمۃ اصل رہنے والے موضع دتیانا کے تھے۔ ان کے والد یا دادا اس بستی کی رہائش ترک کر کے موضع پیلواں میں آئے تھے۔ جہاں ان کے ہمجد اور قریبی عزیز میر سید حبیب الدین اور میر محمد رسول ساکن سید آباد کا خاندان پہلے سے آباد تھا۔

حضرت مولانا سید شاہ مراد اللہ صاحب فردوسی نیری مدظلہ کی کتاب ”تذکرہ شعرائے نیر“ سے مجھے موضع دتیانا کی کچھ تفصیل معلوم ہو سکی ہے۔ شاہ صاحب ایک فارسی گو شاعر میر سید خدا بخش کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ”آپ کی اصل موضع دتیانا ضلع پٹنہ ہے۔ موضع دتیانا میں حضرت عیسیٰ تاج بیابانیؒ کے از خاندان حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سروردیؒ کا مزار ہے۔ اگلے وقتوں میں یہاں مختلف سلاسل کی خانقاہیں تھیں۔ قدیم نوشتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں بہت سے بزرگوں کے مزار تھے۔ کچھ نشان ابھی بھی پائے جاتے ہیں۔ آپ کے (یعنی میر سید خدا بخش صاحب کے) بزرگان محلہ ہدہ نیر میں آباد ہو گئے۔ آپ کے ایک بھائی میر غلام شرف نیری کے لڑکے میر جمال الدین نیری اور میر نظام الدین نیری تھے۔ ان کے خاندان کے افراد یہاں ہیں۔ دوسرے بھائی غلام نجف نیری تھے ان کے بیٹے دوسری جگہوں میں آباد ہو گئے۔“ شاہ صاحب مدظلہ اپنی کتاب کے حاشیہ پر مزید لکھتے ہیں۔ ”دتیانا ضلع پٹنہ، نیر سے بارہ میل دکھن ہے۔ بکرم کے قریب ہے۔“

راقم الحروف سید قیام الدین نظامی الفردوسی کو ایک نسب نامہ میر شاکر حسین ساکن موضع دتیانا مقیم کوپا کا جناب سید محبوب رضا ساکن موضع کوپا کی بیاض سے نقل شدہ ملا ہے۔ یہ نسب نامہ بھی نامکمل ہے۔ اس میں صرف میر شاکر حسین کے ورثاء کا تذکرہ ہے اجداد کا نہیں۔ راقم کے پھوپھی زاد بھائی مولوی اطہار الحق مدظلہ کا کہنا ہے کہ ان کے اجداد اصل رہنے والے ضلع شاہ آباد (آرا) کے کسی گاؤں کے تھے۔ وہاں سے ان کا خاندان بسلسلہ ازدواج موضع دتیانا میں آباد ہو گیا۔ جہاں اس خاندان کے لوگ مولوی کہے جاتے تھے۔ اس خاندان کے ایک بزرگ مولوی قنبر علی شاہ تھے جن کی اولاد کے کچھ افراد بعد میں موضع رہی اور سنگرہ نزد موضع کوپا ضلع پٹنہ میں آباد ہوئے۔ جناب مولوی قنبر علی شاہ قدس سرہ، کے اکثر ورثاء آج صدیقی ہونے کے مدعی ہیں۔

راقم الحروف کا خاندان موضع اور نگپور پکورہ ضلع پٹنہ کا ہے۔ اور نگپور اور موضع دتیانا کے درمیان ازدواجی سلسلہ بڑا پرانا ہے۔ مسماۃ بی بی جمیلین بنت سید جان علی ساکن اور نگپور مقیم موضع کھر ڈیہا کی شادی ناظر میر سخاوت حسین بن میر واحد حسین بن میر شاکر حسین ساکن دتیانا مقیم کوپا سے ہوئی، جن کے ورثاء میں سید یعقوب رضا بن سید محبوب رضا، سید عبدالمنان، حسین صاحب اور سید محمود رضا بن سید حسن رضا وغیرہ کراچی میں ہیں۔ مسماۃ بی بی جمیلین کے والد سید جان علی اور نگپوری راقم کے پردادا میر سید تقاض حسین عرف میر گنگو کے گے چچا زاد بھائی اور ہم زلف تھے۔ اس طرح بی بی جمیلین اور راقم کے دادا میر سید امیر الدین علیہ رحمۃ گے خالہ زاد بھائی بہن اور دوسری پشت کے چچا زاد بھائی بہن تھے۔ پھر آگے چل کر راقم کے والد سید نظام الدین مرحوم کی سگی پھوپھی

دختر میر سید تفضل حسین عرف میر گنگو کی شادی میر سید یوسف حسین عرف میر منگلی ساکن کوپا بن میر واحد حسین بن میر شاکر حسین ساکن دتیانا مقیم کوپا سے ہوئی۔ ڈاکٹر سید عبداللطیف بن سید الطاف حسین اور نگپوری مقیم آدم پور کی شادی مسماۃ خدیجہ الکبریٰ بنت سید محمد تحلیل ساکن سید آباد یکے از خاندان موضع دتیانا سے ہوئی۔ راقم کے والد سید نظام الدین مرحوم اور نگپوری کی شادی مسماۃ بی بی صالحہ خاتون بنت سید ظفیر الدین بن سید نظیر الدین بن میر سید رضی الدین ساکن دتیانا مقیم موضع پیلواواں سے ہوئی۔ راقم الحروف کی پھوپھی مسماۃ بی بی صالحہ خاتون بنت میر سید امیر الدین علیہ رحمۃ کی شادی جناب مولوی ریاض الحق مرحوم بن مولوی سرور الحق بن مولوی جسیم الدین ساکن دتیانا مقیم موضع رہی ضلع پٹنہ سے ہوئی جن کے ورثاء میں مولوی اظہار الحق وغیرہ کراچی میں مقیم ہیں۔

میر سید رضی الدین علیہ رحمۃ :- آپ اصل رہنے والے موضع دتیانا، ضلع پٹنہ کے تھے۔ جس کی تفصیل گذشتہ اوراق میں تحریر کر چکا ہوں۔ موضع دتیانا تحریک جہاد اور ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کی تحریک میں حصہ لینے کے نتیجے میں تباہ ہوا۔ اس بستی کے افراد نے ہندوستان پر فرنگی تسلط کے خلاف عملی جدوجہد کی۔ انگریزی حکومت نے اس بستی پر انتقامی کارروائی کی اور پوری بستی کو تباہ کر ڈالا۔ مسلم آبادی پر ہل چلوا دیئے بکثرت افراد شہید کئے گئے۔ کچھ کو عمر قید کی سزا ہوئی، کچھ پھانسی کے تختے پر لٹکائے گئے، کچھ خاندانوں نے جان بچا کر نقل مکانی اور گوشہ گمناہی میں زندگی گزار دی۔ میر سید رضی الدین علیہ رحمۃ کا کنبہ نقل مکانی کر کے موضع پیلواواں ضلع پٹنہ میں آسا جہاں ان کے خاندان کے کچھ افراد پہلے سے آباد تھے۔ میر سید رضی الدین مرحوم کی شادی موضع لگاواں کے قاضی خاندان میں مسماۃ بنت الفاطمہ بنت میر سید ہدایت حسین بن میر سید مبارک حسین بن قاضی سید خیر اللہ بن قاضی سید فتح اللہ سے ہوئی۔ آپ کے ایک صاحبزادے میر سید نظیر الدین اور دو لڑکیاں تھیں۔ میر سید رضی الدین علیہ رحمۃ بڑی محترم و مکرم شخصیت کے مالک تھے۔ نیکی، شرافت، وضعداری اور ادائیگی دینی فریضہ آپ کا خاصہ تھا۔ زمینداری اور کاشتکاری کے مشغلے سے جو وقت بچا اُسے تبلیغ میں لگاتے۔ موضع پیلواواں اور اس کے قرب و جوار کی بستیوں کی مذہبی تقریبات میں آپ شرکت فرمایا کرتے۔ میلاد پڑھتے، سیرت طیبہ بیان فرماتے اور پیغام دین محمدی لوگوں تک پہنچاتے۔ آپ نے اور آپ کی اہلیہ محترمہ نے بڑی لمبی عمر پائی۔ میر صاحب نے ایک سو پندرہ (۱۱۵) سال کی عمر میں وصال فرمایا۔ اور آپ کی اہلیہ مسماۃ بی بی بنت الفاطمہ نے بھی ایک سو سے زیادہ عمر میں انتقال کیا۔ آپ کے صاحبزادے میر سید نظیر الدین مرحوم نے آپ کی زندگی ہی میں وصال کیا۔ اس طرح مسماۃ بی بی بنت الفاطمہ کو بیٹے اور پوتے میر سید نظیر الدین اور میر سید ظفیر الدین دونوں کا غم برداشت کرنا پڑا۔

میر سید نظیر الدین مرحوم بن میر سید رضی الدین علیہ رحمۃ ساکن پیلواواں کی شادی موضع ارول شریف میں مشہور صوفی بزرگ حضرت مخدوم شمس الدین سمن چشتی کے خاندان میں مسماۃ بی بی عظیم النساء بنت سید شاہ محمد اکرم بن سید شاہ رحمت حسین بن سید شاہ علی چشتی عرف شاہ بدلو علیہ رحمۃ سے ہوئی۔ آپ کے صرف ایک پسر سید ظفیر الدین تھے۔ میر سید نظیر الدین مرحوم نے جوانی میں وصال فرمایا آپ کے حالات زندگی مزید فراہم نہ ہو سکے جو تحریر کئے جاسکیں۔

سید ظفیر الدین بن سید نظیر الدین بن میر سید رضی الدین خورد سال ہی تھے کہ والد اور والدہ نے قضاء کیا پرورش و پرداخت دادا کی نگرانی میں ہوئی۔ آپ چونکہ میر سید رضی الدین مرحوم کے اکوٹے لڑکے کی واحد نشانی تھے اس لئے میر صاحب نے بڑے ناز و نعم سے پرورش کی۔ جب سید ظفیر الدین مرحوم کچھ سیانے ہوئے تو میر صاحب نے آپ کی تعلیم کا انتظام پٹنہ شہر میں کیا۔ کرایہ کا مکان

نیا گیا۔ کھانا پکانے اور خدمت کے لئے پپلاواں سے نوکر اور نوکرانیاں بھیجی گئیں۔ آپ کے والد کے خالہ زاد بھائی جناب سید محبوب اشرف عرف بن اور سید سعید الدین اشرف عرف جھبی صاحبان رؤسائے محلہ کنگیہ ٹولہ شہر عظیم آباد پٹنہ میں رہا کرتے تھے جب ان لوگوں کو اس نئے انتظام کا حال معلوم ہوا تو وہ سید ظفیر الدین کو آکر اپنے مکان لے گئے تمام خدمتگاروں کو واپس پپلاواں بھیج دیا۔ اس طرح سید ظفیر الدین کا تعلیمی سلسلہ آپ کے خلیفے چچا صاحبان کی نگرانی میں جاری رہا اور آپ نے انگریزی تعلیم پٹنہ یونیورسٹی سے حاصل کی۔ سید ظفیر الدین مرحوم کی پرورش چونکہ دادا دادی کے لاڈ پیار میں اور تربیت ریسائے ماحول میں ہوئی۔ نانہیالی اور دادھیالی جائیداد کے آپ اکیلے مالک تھے۔ اس لئے آپ نے بڑی شاہانہ زندگی بسر کی۔ آپ بڑے شاہ خرچ واقع ہوئے تھے۔ آزاد منش اور مستقل کی فکر سے آزاد تھے۔ دادا کے وصال کے بعد دادی اور گھر کے ملازموں نے کاشتکاری اور زمینداری کا انتظام چلایا اور دادی کے وصال کے بعد آپ کی اہلیہ مسماۃ بی بی عزیز النساء صاحبہ پر یہ ذمہ داری آن پڑی۔ ان کاموں سے آپ کو کوئی دلچسپی نہ تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کاشتکاری اور زمینداری کی صحیح نگہداشت نہ ہو سکی۔ آپ کو اپنی نانہیالی اردل سے بھی اچھی خاصی جائیداد ملی تھی لیکن آپ کی بے توجہی سے وہ بھی ضائع ہوئی۔ آپ اپنے وقت کے بے فکر نوجوان تھے۔ پر مذاق، بڑے سنج اور محفل کے روح رواں سمجھے جاتے تھے۔ عزیز واقارب اور دوست و احباب آپ سے راضی اور خوش تھے۔ ہر شخص محفل میں آپ کا منتظر رہتا۔ طبیعت کا رجحان مذہب کی طرف تھا اور مذہب سے وجدانی لگاؤ تھا۔ مولانا حالی کے آپ پرستار تھے۔ مولانا کا مسندس مدو جز اسلام آپ کو ازر تھا۔ مناجاتِ حالی آپ روزانہ بعد نماز فجر باواز بلند بڑی خوش الحانی سے پڑھا کرتے۔ اکثر مناجات پڑھتے ہوئے آپ پر رقت تاری ہو جاتی۔ آپ آئندہ کی فکر سے آزاد تھے۔ اگر کوئی ہمدرد اور خیر خواہ آپ کو سمجھا تاکہ پیسے ضائع نہ کریں اور مستقل کی فکر کریں تو جواب میں فرماتے۔

جس نے دیا ہے تن کو دے گا وہی کفن کو۔

سید ظفیر الدین صاحب کی شادی مسماۃ بی بی عزیز النساء بنت حافظ حاجی سید شاہ نذر الرحمن رضوی قادری متخلص بہ حفیظ عظیم آبادی علیہ رحمۃ ساکن موضع کھربیا مقیم محلہ مغلپورہ پٹنہ سٹی سے ہوئی۔ ظفیر الدین مرحوم نے شادی کے چودہ سال بعد جوانی ہی میں وصال فرمایا اور اپنے پیچھے ایک بیوہ اور پانچ خورد سال بچیوں کو چھوڑا۔ جن کا کوئی پرسان حال نہ تھا۔ جس کو جیسے موقع ملا ان بیوہ اور یتیموں کا مال دباتا چلا گیا۔ آپ کی اہلیہ مسماۃ بی بی عزیز النساء بڑی دور اندیش، سلیقہ شعار، منتظم اور ہوش مند خاتون تھیں۔ آپ نے بڑی جدوجہد اور پردقار انداز میں بچیوں کی پرورش کی اور کسی ہی میں شادی بیاہ کر کے انہیں اپنے اپنے گھروں میں آباد کیا۔ آپ کے منجھلے داماد جناب سید نظام الدین مرحوم کی کوششوں سے موضع چکجادو کی زمینداری واپس حاصل ہو سکی اور موضع پپلاواں کا آبائی مکان حاصل کر کے فروخت کیا جا سکا۔ جناب سید نظام الدین مرحوم کی کوششوں سے محترمہ کو موضع چکجادو کی زمینداری کے عوض پاکستان میں کلیم ملا جس کو فروخت کر کے انہوں نے اپنے بڑے داماد کے ساتھ حج کیا۔ اور بغیر کسی کی دست نگر بنے بقیہ زندگی گزار کر جنوری ۱۹۷۶ء میں کراچی میں انتقال فرمایا۔

مسماۃ بی بی حمیدہ خاتون عرف زین النساء بنت سید ظفیر الدین ساکن موضع پپلاواں کی شادی جناب سید فہیم الحق بن سید معین الحق مرحوم ساکن موضع امٹھوا سے ہوئی۔ آپ سید ظفیر الدین کی سب سے بڑی صاحبزادی ہیں۔ محترمہ زین النساء صاحبہ نے ایک وفا شعار بیوی کی حیثیت سے اپنی سسرال میں زندگی گزاری۔ آپ ایک صابر و شاکر خاتون تھیں۔ لیکن شوہر کے انتقال اور بڑے بیٹے سید سلیم الحق مرحوم کے وصال کے بعد ان کی زندگی میں بڑی تبدیلی رونما ہوئی۔ اکثر جلالی کیفیت رہتی افسوس ۳۱ دسمبر ۱۹۹۲ء کو کراچی

میں آپ نے وصال فرمایا۔ آپ کو اللہ نے دو لڑکے اور ایک لڑکی عنایت فرمایا ہے۔ پسر اول سید سلیم الحق مرحوم کی شادی راشدہ خاتون بنت سید نعیم الحق ساکن موضع امٹھوا سے ہوئی صاحب اولاد ہیں۔ پسر دوم سید صبح الحق کی شادی دختر سید امام الحق۔ ساکن کرائے پر سرائے سے ہوئی۔ اس وقت چار خورد سال لڑکے ہیں۔ مسماۃ زینب النساء کی دختر نجمہ خاتون کی شادی جناب محمد محفوظ بن محمد شعیب بن عبدالواحد بن فدا علی بن قادر علی بن قاسم علی صدیقی ساکن نی سالاپور سے ہوئی صاحب اولاد ہیں۔

مسماۃ بی بی صالحہ خاتون :- جناب سید ظفیر الدین مرحوم ساکن موضع پیلواں کی منجھلی صاحبزادی ہیں۔ آپ کی شادی جناب سید نظام الدین احمد بن میر سید امیر الدین بن میر سید تقضل حسین عرف میر گنگو بن میر سید شجاعت علی بن میر سید رفیع الدین ساکن اورنگپور بن میر سید مسیح الدین سے ہوئی۔ آپ نیک وفا شعار اور ہمدرد خاتون تھیں۔ آپ نے اپنی ساری زندگی شوہر کی خدمت اور بچوں کی بہتر تربیت میں صرف کی۔ اعزہ واقارب سے آپ کو خاص ہمدردی رہی۔ شادی کے بعد جب آپ نے اپنی سسرال اورنگپور پکوره کو زینت بخشا تو ہر شخص آپ کے خلوص و محبت، نیکی، شرافت اور بہتر کردار و عمل سے راضی و خوش تھا۔ ہر کس و ناکس، امیر و غریب کے کام آتیں۔ نماز روزے اور تلاوت کلام اللہ کے معمول میں کبھی فرق نہ آیا۔ بستی کی عورتیں عموماً آپ سے ہی اپنے خطوط لکھوایا کرتیں۔ ساس، تند اور دوسرے سسرالی اعزہ سے آپ کا حسن سلوک مثالی رہا۔ آپ کو اللہ نے چھ اولادیں عطا فرمائیں۔ چار لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں۔ پسر اول راقم الحروف سید قیام الدین نظامی الفردوسی کی شادی موضع کوپا سنگرا میں مسماۃ بی بی نفیسہ خاتون بنت سید محمد حنیف کمپونڈر بن ڈاکٹر سید عبدالملکیم سے ہوئی۔ پسر دوم سید امام الدین سلمہ کی شادی مسماۃ بی بی شگفتہ نسرین بنت سید اختر حسین ساکن امٹھوا مقیم گورگاواں سے ہوئی۔ پسر سوم سید حسام الدین اشرف سلمہ کی شادی مسماۃ بی بی بشری بنت سید غضنفر الدین بن داروغہ سید مظفر الدین ساکن منیر شریف مقیم شہر در بھنگا سے ہوئی۔ پسر چہارم سید احتشام الدین ارشد سلمہ کی شادی بی بی ہمارحمان بنت سید نور الرحمن بن سید حفیظ الرحمن بن حافظ سید لطیف الرحمن کا کوی سے ہوئی ہے۔ صالحہ خاتون مرحومہ کی دختر اول شگفتہ مثنوانہ عرف شہلا سلمہا کی شادی عزیزم سید وحی احمد بن سید محمد سعید بن سید شاہ ابوالحیات زیدی الواسطی سے ہوئی۔ دختر دوم شگفتہ فرزانہ عرف شیریں سلمہا ہیں ان کی شادی خواجہ سید محمد کمال شہر گھاٹوی کے لڑکے ڈاکٹر خواجہ احسان ربانی سے ہوئی۔

محترمہ صالحہ خاتون مرحومہ نے ۲۷ رجب ۱۳۱۲ھ مطابق ۳ فروری ۱۹۹۲ء بروز دو شنبہ صبح صادق کے وقت آغا خان ہسپتال کراچی میں وصال کیا۔ استاد محترم سید محمد حسن رضا داروی نے مادہ تاریخ نکالا ہے وہ درج ذیل ہیں۔

(۱) روانگی صالحہ نظام (۲) نیک نسب صالحہ نظام الدین (۳) سال اتمام رابعہ ثانی

۱۳۱۲ھ

۱۳۱۲ھ

۱۳۱۲ھ

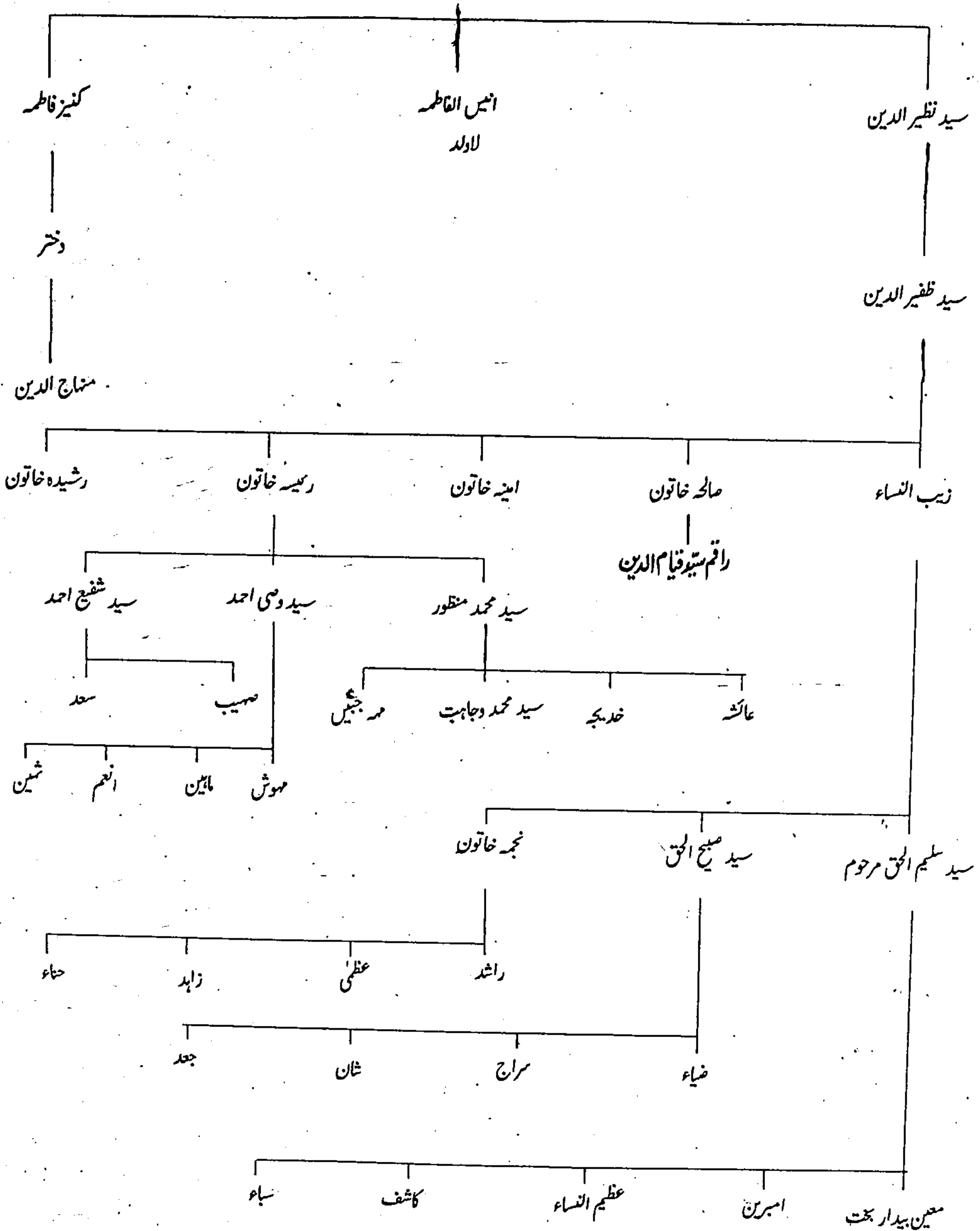
مسماۃ بی بی امینہ خاتون دختر سوم سید ظفیر الدین ساکن موضع پیلواں کی شادی جناب سید ولایت حسین ابدالی بن میر سید بیضاعت حسین ابدالی ساکن محلہ مرار پور۔ بہار شریف سے ہوئی جن سے آپ کی چار لڑکیاں ہیں۔ دختر اول قدسیہ بانوں زوجہ ڈاکٹر وحید عالم بن ظہیر الحق بن مولوی ابراہیم حسین ساکن نظام پور۔ دختر دوم حسن آرا زوجہ سید مطیع عالم بن حکیم سید ولی عالم بن میر سید تجمل حسین ساکن موضع سائیں۔ دختر سوم جمال آرا زوجہ سید انیس الرحمن ہاشمی بن سید مجیب الرحمن ساکن قاضی دولت پور ضلع گیا۔ دختر چہارم جہان آرا زوجہ محمد اظہار الحسن بن محمد منظور الحسن۔

مسماء بی بی ربیعہ خاتون بنت سید ظفیر الدین ساکن موضع پپلاواں کی شادی جناب سید محمد سعید بن سید شاہ ابو الحیات علیہ رحمۃ زیدی الواسطی ساکن خسرو پور نو آبادہ سے ہوئی جن سے تین لڑکے ہیں۔ پسر اول سید محمد منظور کی شادی شبانہ خاتون بنت مولوی عبدالصمد بن مولوی عبدالعزیز ساکن دانہ پور سے ہوئی۔ پسر دوم سید وحی احمد کی شادی راقم الحروف سید قیام الدین نظامی الفردوسی کی ہمیشہ شگفتہ مٹوانہ عرف شہلا سلمہا بنت سید نظام الدین احمد مرحوم اور نگپوری سے ہوئی۔ پسر سوم سید شفیع احمد کی شادی حسیبہ خاتون بنت سید محمد حسن زیدی الواسطی ساکن خسرو پور سے ہوئی۔

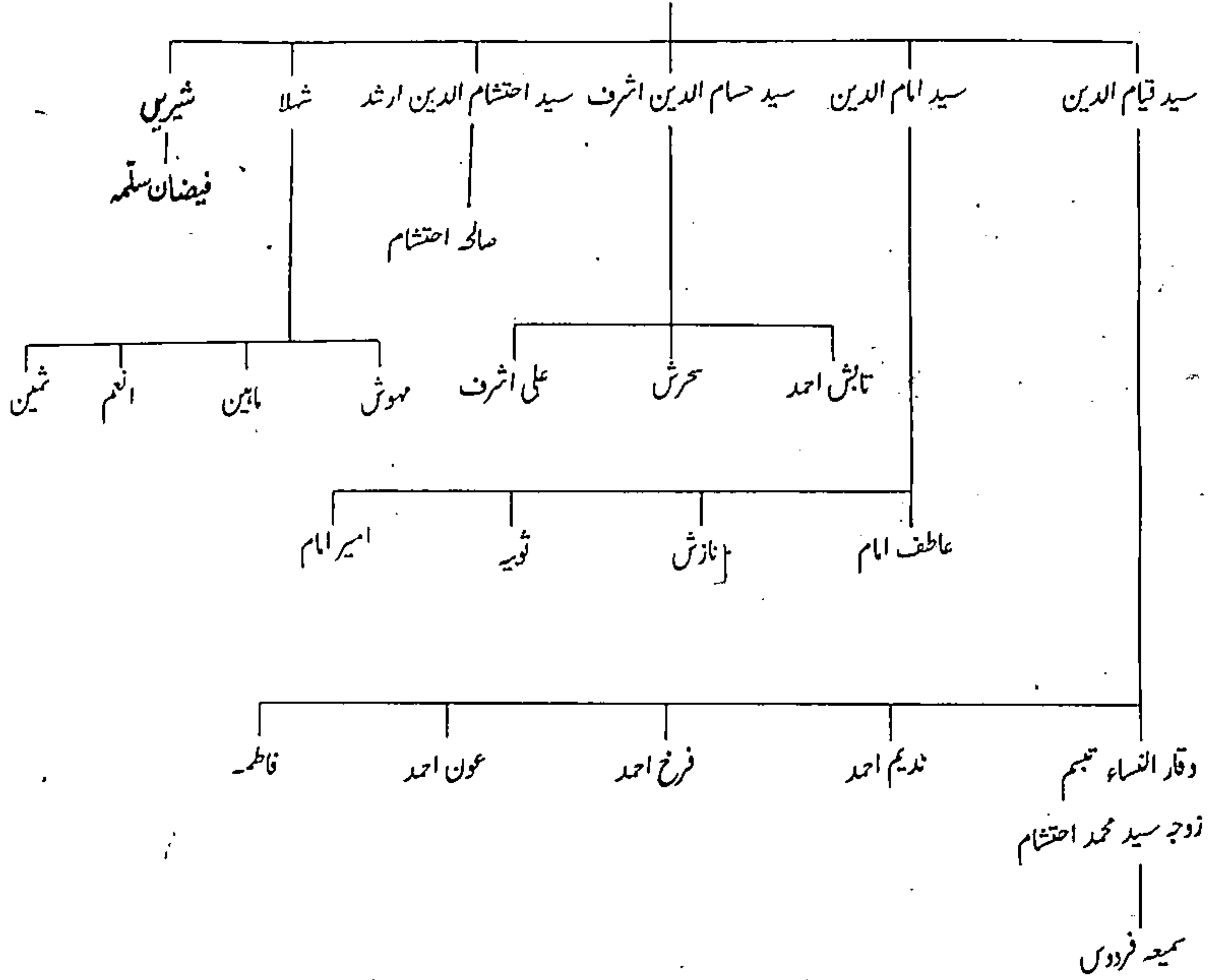
مسماء بی بی رشیدہ خاتون :- جناب سید ظفیر الدین مرحوم ساکن موضع پپلاواں کی سب سے چھوٹی صاحبزادی ہیں آپ کی شادی جناب سید نعیم الحق بن سید معین الحق ساکن موضع امٹھوا سے ہوئی۔ آپ کے ایک صاحبزادے سید سمیع الحق اور پانچ لڑکیاں ہیں۔ دختر اول فہمیدہ خاتون زوجہ سید محمد طارق بن سید ابو الحیات بن سید عزیز بن میر شمس الفحی ساکن باڑھ۔ دختر دوم راشدہ خاتون کی شادی سید سلیم الحق مرحوم بن سید فہیم الحق ساکن امٹھوا سے ہوئی۔ دختر سوم ناظرہ خاتون زوجہ عبید اللہ ساکن دگما۔ پٹہ۔ دختر چہارم شمع خاتون زوجہ اشرف بن عبدالحمات ساکن محلہ خواجہ کلان۔ پٹہ۔ دختر پنجم نیرہ خاتون زوجہ سید محمد احتشام بن سید رکن الدین ساکن براواں ضلع پٹہ۔



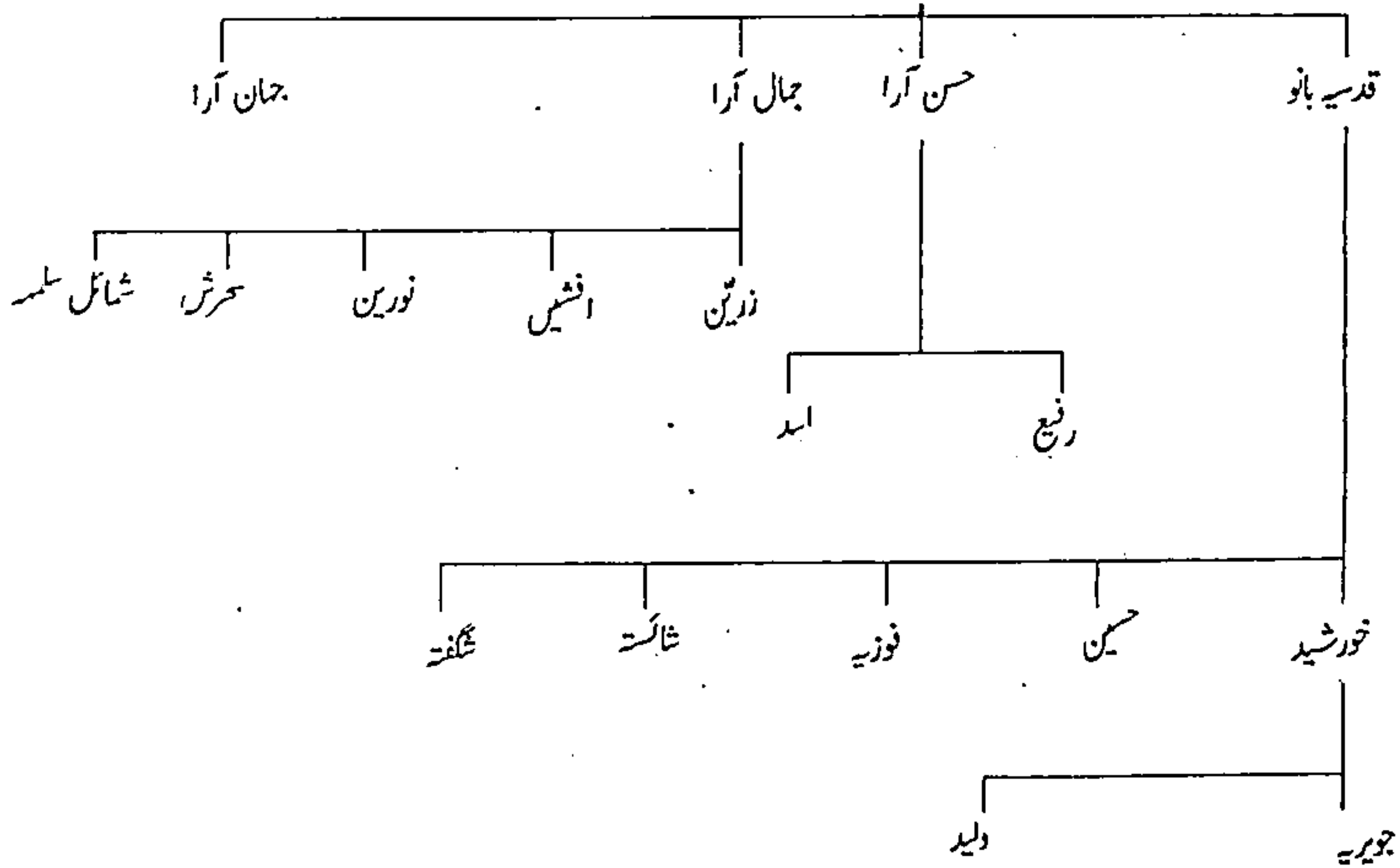
## میر سید رضی الدین ساکن موضع پیلاواں



## صالحہ خاتون بنت سید ظفیر الدین - پپلاواں

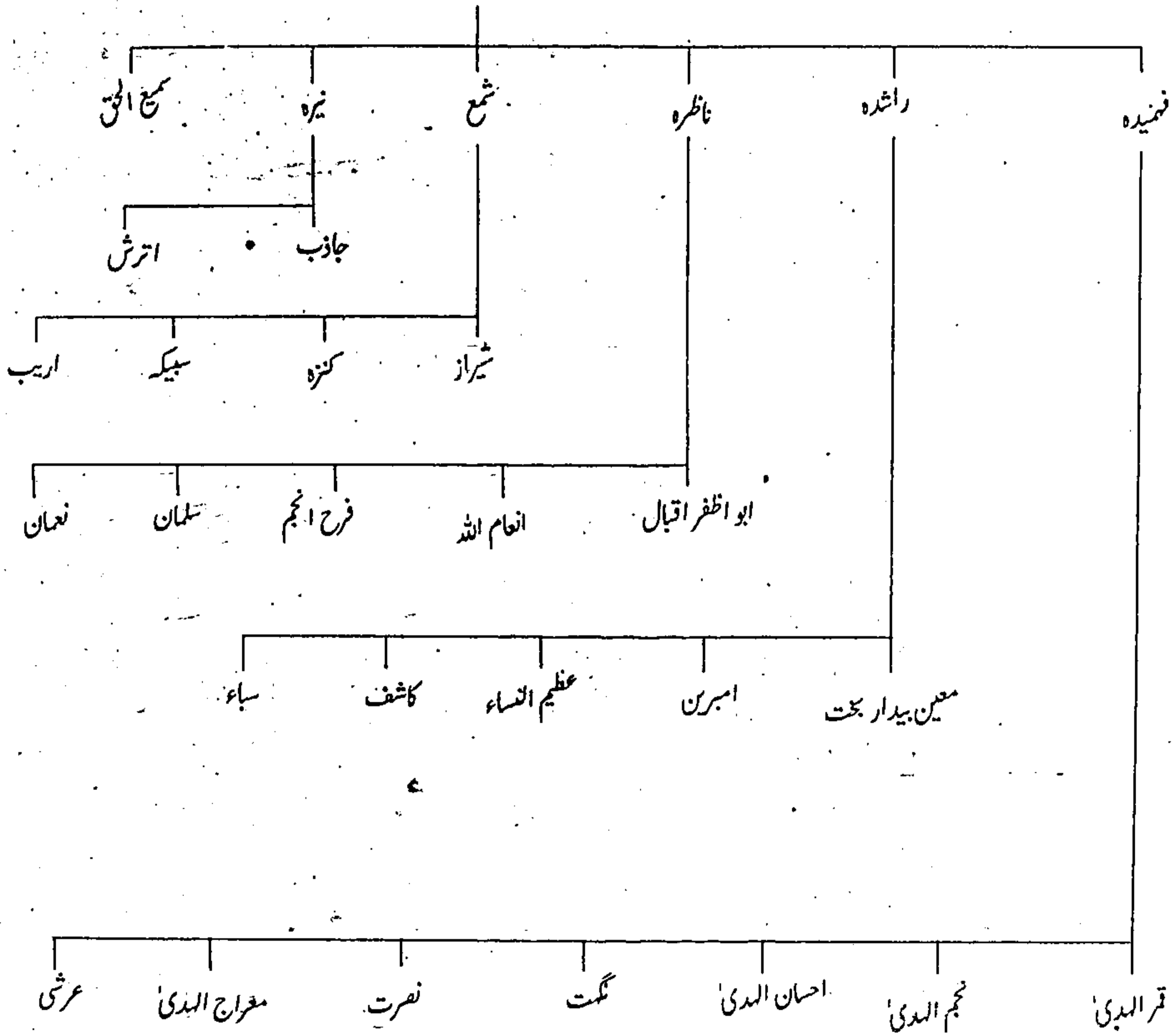


## امینہ خاتون بنت سید ظفیر الدین - پپلاواں





## رشیده خاتون بنت سید ظفر الدین - پپلاوان



## سادات موضع پپلاواں کی دوسری شاخ -

موضع دتیانا ضلع پٹنہ کے سادات رضویہ کی دوسری شاخ جو موضع پپلاواں ضلع پٹنہ میں آکر مقیم ہوئی، سید حبیب الدین بن سید نجیب الدین بن سید احمد حسین بن میر سبزی علی کا گھرانہ تھا۔ آپ میر سید رضی الدین صاحب موصوف کے ہمجد تھے۔

سید حبیب الدین صاحب کے تین صاحبزادے تھے۔ پسر اول جناب ڈاکٹر سید نصیر الدین مرحوم پسر دوم سید نظام الدین اور پسر سوم ماسٹر سید صفیر الدین۔ ڈاکٹر سید نصیر الدین کی پہلی شادی دختر سید الطاف حسین ساکن آدم پور بن سید امجد علی بن بنید کرامت علی ساکن اورنگپور سے ہوئی۔ جنہوں نے لاولد انتقال کیا۔ ڈاکٹر صاحب کی دوسری شادی میر سید رضی الدین صاحب موصوف کی سگی بھانجی مسماۃ باندی بنت سید حامد رسول صاحب ساکن سید آباد سے ہوئی جن کے صاحبزادے سید اختر الدین اور دو صاحبزادیاں تھیں۔ دختر اول زوجہ سید محمد عیسیٰ کے ورثاء میں سید محمد یوسف، سید محمد موسیٰ اور سات لڑکیاں ہیں۔ دختر دوم ڈاکٹر سید نصیر الدین، بی بی نجم النساء استاذی قاضی سید ظہور الحسن رمز کسری سے منسوب تھیں۔ جن کے پانچ لڑکے اور ایک لڑکی ہیں۔

سید نظام الدین بن سید حبیب الدین ساکن موضع پپلاواں کی شادی موضع روپائی ضلع گیا کے مولوی محمد امین فاروقی کی بڑی لڑکی سے ہوئی۔ آپ کے چھوٹے لڑکے جناب سید قیام الدین احمد اور چھوٹی لڑکی ام حانی لاولد رہے۔ بڑے صاحبزادے جناب سید امام الدین احمد مرحوم اور بڑی لڑکی مسماۃ بلقیس مرحومہ کے ورثاء کراچی میں ہیں۔

ماسٹر سید صفیر الدین بن سید حبیب الدین ساکن موضع پپلاواں کی شادی دختر مولوی سرور الحق صاحب ساکن موضع رہی سے ہوئی۔ آپ نے لاولد وصال فرمایا۔

سید اختر الدین :- بن ڈاکٹر نصیر الدین بن سید حبیب الدین ساکن موضع پپلاواں کی شادی دختر قاضی سید علی حسن صاحب ساکن کسمر ضلع چھپرہ سے ہوئی۔ آپ کے تین لڑکے سید وجیہ الدین مرحوم، سید مظہر الدین، سید اطہر الدین اور تین صاحبزادیاں ہیں۔



# سید نجیب الدین

سید حبیب الدین

سید صفیر الدین  
لاولاد

سید نظام الدین

ڈاکٹر سید نصیر الدین

ام حنان  
لاولاد

بلقیس

قیام الدین احمد  
لاولاد

امام الدین احمد

شہناز

رضیہ

غرزانہ

ریکانہ

یاسمین

اقبال

قیمر

فاروق

نیر

نجم النساء

دختر

اختر الدین

شیرین

تنہی

حمیدہ

رشیدہ

جیلہ

زہرا

فہمہ

محمد موسیٰ

محمد یوسف

بارک

اشرف امام

حیدر امام

جعفر امام

صفدر امام

مظفر حسین

ہاشمہ

دختر

فاطمہ

اظہر الدین

مظہر الدین

وجیرہ الدین

## سادات موضع پپلاواں کی تیسری شاخ -

موضع دتیانا سے جو خاندان موضع پپلاواں میں آباد ہوا تھا، اس کی ایک شاخ نے موضع سید آباد میں قیام کیا۔ اس خاندان کے سید حامد رسول، سید حامد رسول اور سید محمد خلیل برادران میں سید حامد رسول لاولد فوت ہوئے۔

سید محمد رسول ساکن موضع سید آباد کی شادی بی بی کبری ہمشیرہ میر سید رضی الدین علیہ رحمۃ متوطن موضع دتیانا مقیم موضع پپلاواں سے ہوئی۔ سید محمد رسول کے دو لڑکے سید عبد الحکیم، سید عبد الحکیم اور ایک لڑکی مسماۃ باندی تھیں۔ مسماۃ باندی زوجہ ڈاکٹر نصیر الدین کے وراثت کا تذکرہ گذشتہ اوراق میں ہو چکا ہے۔

سید عبد الحکیم :- بن سید محمد رسول کی محل اولیٰ دختر ڈاکٹر مظہر الحق ساکن کاکو ضلع گیا سے ایک صاحبزادے ڈاکٹر سید علیم الدین معہ اہل و عیال ہندوستان میں ہیں۔ اور ایک لڑکی مسماۃ میمونہ خاتون زوجہ سید اختر عالم رضوی بن سید عبد السلام بن سید محمد خلیل سید آبادی معہ اہل و عیال کراچی پاکستان میں ہیں۔ سید عبد الحکیم صاحب کی محل دوم سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی ہندوستان میں ہیں۔

سید عبد الحکیم بن سید محمد رسول کی شادی صالحہ خاتون بنت میر سخاوت حسین ساکن سید آباد سے ہوئی۔ آپ کے ایک صاحبزادے سید نسیم الدین اور چار لڑکیاں زیب النساء زوجہ شرف التوحید ساکن موضع بدپورہ، قرانساء عرف کمو زوجہ سید ضیاء الدین ساکن موضع کاکو، آمنہ خاتون زوجہ علی احمد ہاشمی ساکن اللہ گنج ضلع گیا معہ اہل و عیال کراچی میں ہیں اور حشہ خاتون زوجہ غلام مصطفیٰ عرف لوگی ساکن فیروزی ہندوستان میں ہیں۔

جناب سید محمد رسول راقم الحروف سید قیام الدین نظامی الفردوسی کے نانا میر سید رضی الدین علیہ رحمۃ کے ہمجد اور حقیقی برادر نسبتی تھے اس طرح ان کے وراثت سے جو قربت ہے اس کا تقاضہ تو یہ تھا کہ اس خاندان کے تمام افراد کا ذکر کیا جاتا لیکن اپنی ناواقفیت کے علاوہ سید محمد رسول صاحب کے نواسہ عم محترم محمد جاوید صاحب کی عدم دلچسپی کے باعث خواہش کے باوجود میں اپنے بزرگوں کا حق ادا نہ کر سکا جس کا ملال ہے۔

سید محمد خلیل ساکن موضع سید آباد :- آپ کا خاندان بھی دراصل رہنے والا موضع دتیانا کا تھا جہاں سے یہ خاندان پہلے موضع پپلاواں پھر موضع سید آباد - ضلع گیا میں آباد ہو گیا۔ آپ میر سید رضی الدین علیہ رحمۃ کے ہمجد ہیں۔ جن کی ہمشیرہ بی بی کبری آپ کے بھائی سید محمد رسول صاحب سے بیابھی تھیں۔ اس طرح بی بی کبری آپ کی سگی بھانج ہوئیں۔ جناب سید محمد خلیل اپنے وقت کے اچھے مختار تھے۔ مختار صاحب کی دو خواتین ہوئیں۔ پہلی شادی مسماۃ وجیہۃ النساء بنت سید اولاد علی بن سید آل نبی ساکن آبٹلہ ضلع گیا سے ہوئی جن سے تین صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں تھیں۔ پسر اول سید عبد الجلیل، پسر دوم سید عبد السلام پسر سوم سید عبد الغفار۔ دختر اول مسماۃ خدیجۃ الکبریٰ زوجہ ڈاکٹر سید عبداللطیف ساکن آدم پور بن سید الطاف حسین بن سید امجد علی بن سید کرامت علی ساکن اورنگپور ضلع پٹنہ۔ دختر دوم مسماۃ انیس الکبریٰ زوجہ سید محمد یسین ساکن شہباز پور۔ جناب سید محمد خلیل مرحوم کی دوسری شادی مسماۃ بی بی سعید النساء بنت میر سلامت حسین ہمشیرہ حکیم سید احمد اللہ ندوی مرحوم سے ہوئی جن کے وراثت

میں سید وحی احمد، سید سمیع احمد، سید علی احمد اور ایک لڑکی مسماۃ رقیہ ہیں۔

سید عبدالجلیل بن سید محمد خلیل مختار ساکن سید آباد کی زوج اولیٰ مسماۃ بی بی فریدہ خاتون بنت میر سید عبدالسمان ساکن موضع آبگہ ضلع گیا سے تین صاحبزادے اور ایک دختر ہیں۔ پسر اول سید ابوالکلام رضوی کی شادی رفیدہ خاتون بنت نعیم شمسی ساکن کاکو سے ہوئی۔ پسر دوم سید ابوالانعام رضوی منسوب از دختر منظور صاحب ساکن موضع آبگہ۔ پسر سوم سید ابو صالح رضوی ہیں جنہوں نے ڈھاکہ یونیورسٹی سے بی۔ کام اور کراچی یونیورسٹی سے ایم۔ کام کیا ہے۔ آپ کی شادی راقم المحروم سید قیام الدین نظامی الفردوسی کی سگی پھوپھی زاد بہن بی بی روشن تاج بنت صالحہ خاتون بنت میر سید امیر الدین مرحوم ساکن موضع اورنگپور سے ہوئی (میر صاحب کے وراثت کا تفصیلی تذکرہ کتاب ہذا میں موجود ہے)۔ سید ابو صالح رضوی کو بی بی روشن تاج کے بطن سے دو اولادیں ایک لڑکا سید جمال فرید سلمہ اور لڑکی صوفیہ سلمہ ہیں۔ سید عبدالجلیل کی محل دوم سے انور، شہناز اور تین لڑکیاں بھی کراچی میں مقیم ہیں۔

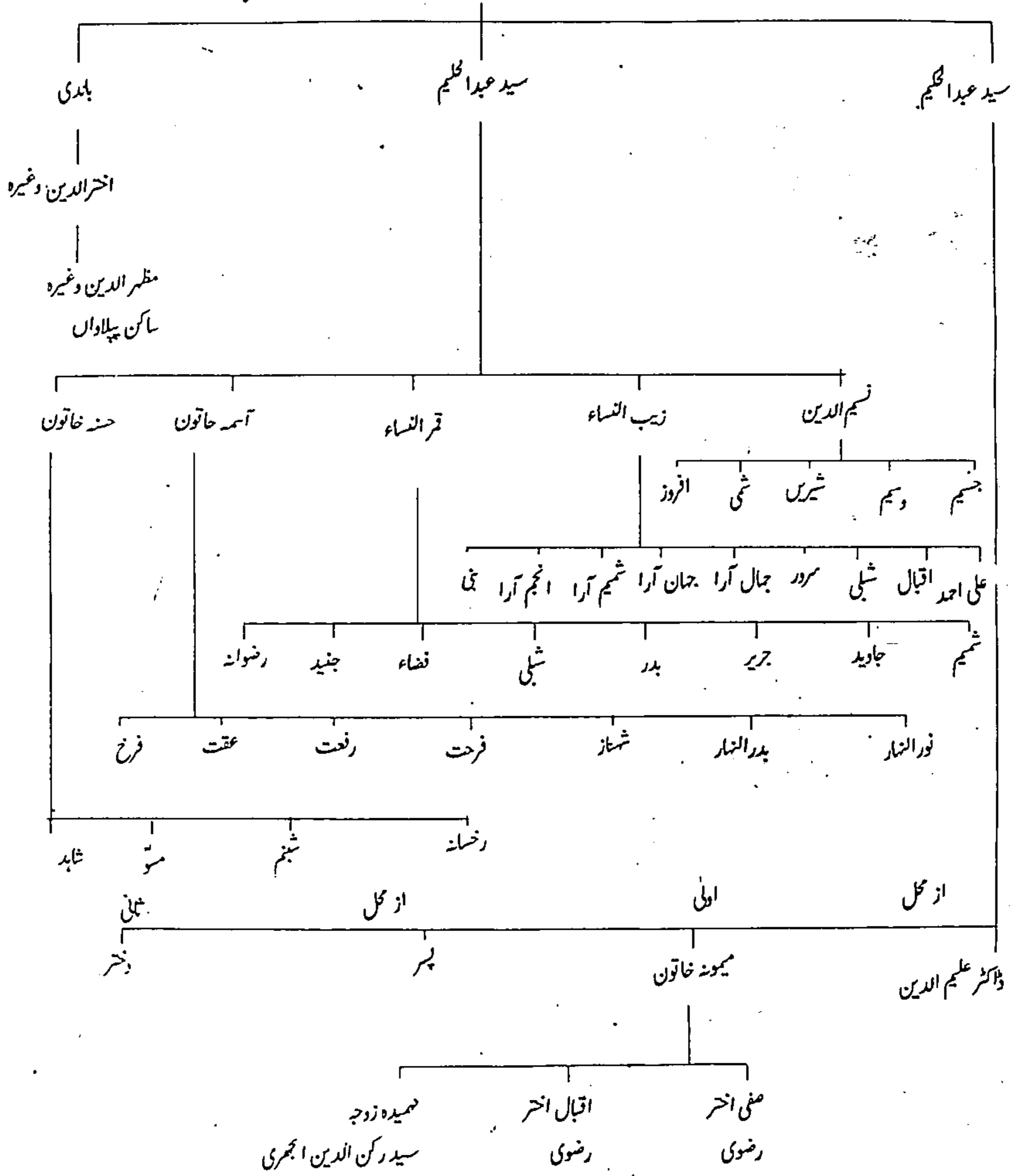
سید عبدالسلام بن سید محمد خلیل مختار ساکن سید آباد کی شادی رقیہ خاتون بنت ڈاکٹر مظہر الحق ساکن موضع کاکو سے ہوئی جن سے تین لڑکے اور ایک لڑکی ہوئی۔ لڑکوں میں اول سید اختر عالم رضوی دوم سید ظفر عالم رضوی عرف جانو سوم سید نصر عالم رضوی ہیں۔ جناب سید اختر عالم رضوی کی شادی مسماۃ میمونہ خاتون بنت سید عبدالحکیم صاحب ساکن پپلاواں سے ہوئی جن سے تین اولادیں ہیں۔ سید صفی اختر رضوی، سید اقبال اختر رضوی اور ایک لڑکی فہمیدہ زوجہ سید رکن الدین امبھری۔

سید عبدالغفار بن سید محمد خلیل صاحب مختار ساکن سید آباد کی شادی دختر سید محمد کاظم ساکن موضع حسن پورہ سے ہوئی۔ جناب سید محمد کاظم کی نانہیاں بھی موضع دتیانا کا خاندان ساکن موضع پپلاواں ہے۔ کاظم صاحب کے نانا میر احمد حسین صاحب پپلاواں ہی کے رہنے والے تھے۔ سید عبدالغفار بن سید محمد خلیل مختار کے وراثت میں سید اطہار عالم عرف شمیم رضوی اور سید محمد مجتبیٰ رضوی صاحبان معہ اہل و عیال کراچی میں مقیم ہیں۔

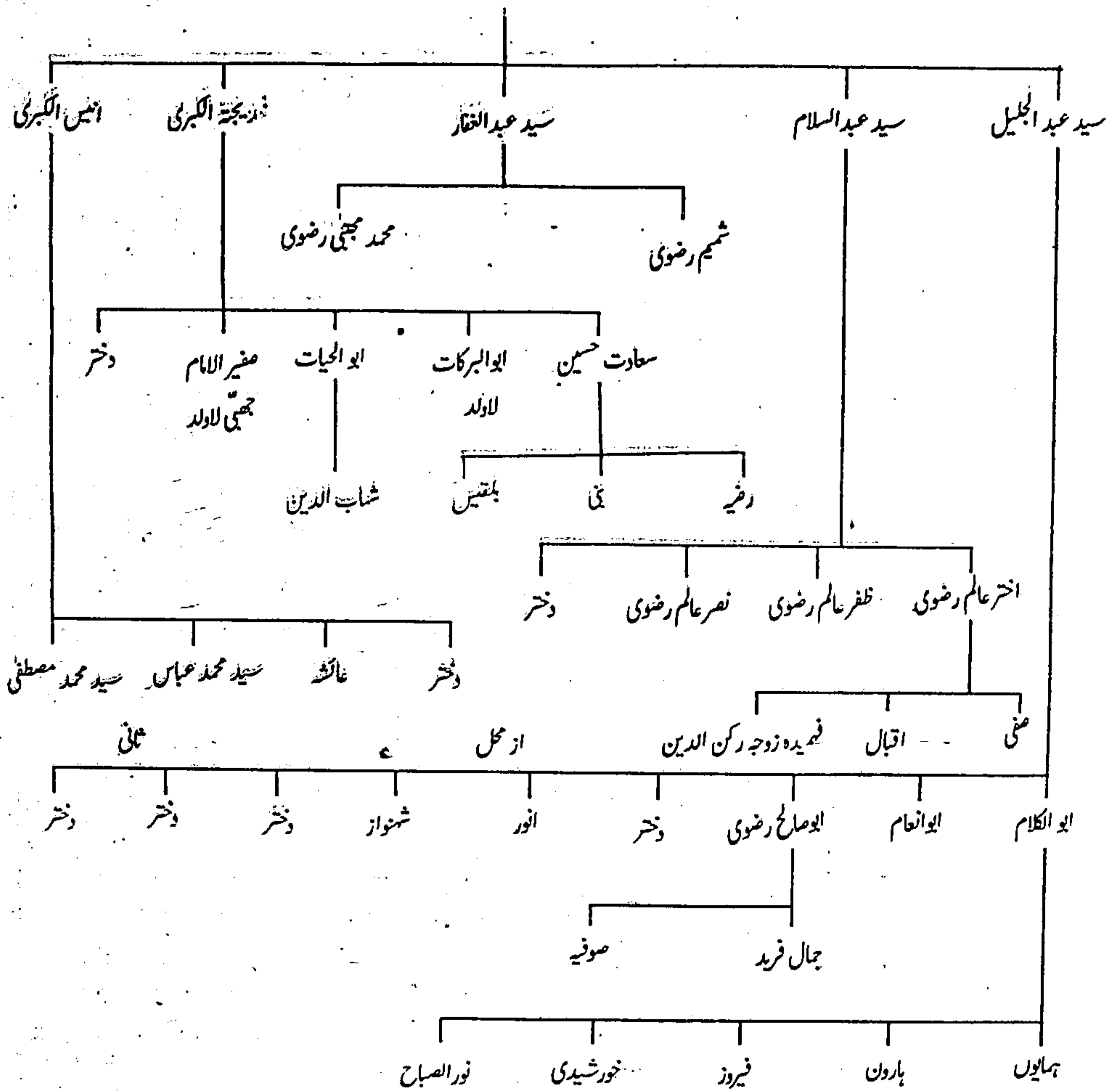
مسماۃ خدیجۃ الکبریٰ بنت سید محمد خلیل مختار سید آبادی زوجہ ڈاکٹر سید عبداللطیف ساکن موضع آدم پور کے وراثت میں ان کے چھوٹے صاحبزادے سید صفیر الامام عرف جھبی صاحب کی شادی راقم الحروف کی سگی پھوپھی زاد بہن مسماۃ شہزادی بنت صالحہ خاتون بنت میر سید امیر الدین اورنگپوری سے ہوئی جو کراچی میں مقیم ہیں۔ مسماۃ خدیجۃ الکبریٰ کے بڑے صاحبزادے داروغہ سید سعادت حسین، بھٹلے ابوالبرکات اور بھٹلے ابوالحیات کے وراثت بہار۔ بھارت میں ہیں۔

مسماۃ انیس الکبریٰ بنت سید محمد خلیل مختار زوجہ سید محمد یسین کے وراثت میں دو لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں۔ اول سید محمد مصطفیٰ عرف ناظم دوم سید محمد عباس۔ لڑکیوں میں ایک کا نام عائشہ ہے۔

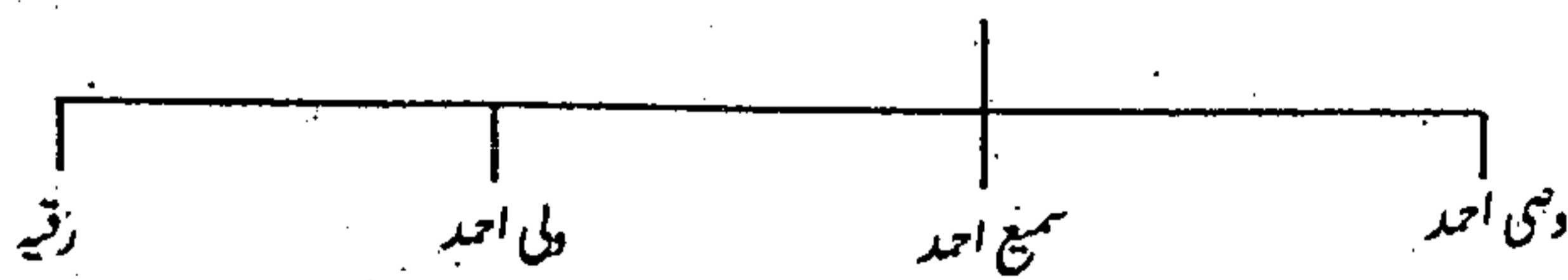
## سید محامد رسول ساکن سید اباد



## سید محمد خلیل از محل اولی



### سید محمد خلیل (از محل ثانی)



## خاندان مولوی قنبر علی شاہ ساکن دتیانا۔

مولوی قنبر علی شاہ اصل رہنے والے ضلع شاہ آباد (آرا) صوبہ بہار کے تھے۔ آپ کا خاندان بسلسلہ ازدواج موضع دتیانا ضلع پٹنہ میں آباد ہو گیا تھا۔ شاہ صاحب کے خاندان اور ورثاء کا تفصیلی تذکرہ مجھے کہیں سے حاصل نہ ہو سکا۔ اس لئے برادر محترم جناب مولوی اطہار الحق صاحب کی یادداشتوں کو سہارا بنا کر یہ تذکرہ تحریر کر رہا ہوں کہ شاید اس خاندان کے کسی فرد کو تحقیق و جستجو کا ذوق پیدا ہو اور میری یہ مختصر تحریر ان کے کام میں رہنمائی کا باعث ہو۔

قبل تحریر کر چکا ہوں کہ موضع دتیانا میں حضرت قنبر علی شاہ کے ورثاء مولوی کے جاتے تھے۔ آپ کے ورثاء میں مولوی قسیم الدین، مولوی جسیم الدین، مولوی وسیم الدین اور مولوی نسیم الدین برادران موضع دتیانا کے قریب دیہاتوں موضع رہی، موضع کویا اور موضع سنگرہ ضلع پٹنہ میں آباد ہوئے۔ اس خاندان کے افراد زیادہ تر موضع رہی اور سنگرہ میں ہیں۔ جناب مولوی قسیم الدین نے لاؤڈ وصال کیا۔ جناب مولوی جسیم الدین کے دو صاحبزادے تھے۔ پسر اول مولوی نور الحق، پسر دوم مولوی سرور الحق اور ایک دختر رؤفہ زوجہ شاہ مظہر حسین ارولی۔ مولوی نور الحق موضع سنگرہ میں آباد ہوئے اور مولوی سرور الحق موضع رہی میں بس گئے۔ مولوی نور الحق کے ایک پسر مولوی اکرام الحق اور ایک دختر مسماۃ خدیجہ تھیں۔ مولوی اکرام الحق کے ایک پسر ڈپٹی انعام الحق اور ایک لڑکی محترمہ تقیب النساء عرف کمالہ مرحومہ تھیں۔ ڈپٹی انعام الحق کی شادی مسماۃ بی بی حسنہ بنت سید شاہ مظہر حسین بن سید شاہ رحمت حسین ساکن ارولی سے ہوئی۔

مسماۃ بی بی تقیب النساء عرف کمالہ مرحومہ بنت مولوی اکرام الحق ساکن موضع سنگرہ کی شادی خاندان ہی میں برادر محترم جناب مولوی اطہار الحق سے ہوئی۔ جنہوں نے لاؤڈ وصال فرمایا۔ محترمہ ایک خوبصورت اور حسین سیرت خاتون تھیں۔ شرافت، نیکی اور شرم و حیا کی پیکر تھیں ایک شفیق و مہربان بھانج کی حیثیت سے میں انہیں تازیت یاد رکھوں گا۔ راقم الحروف نے محترمہ سے کلام پاک کا درس بھی لیا ہے۔ اس طرح وہ میری روحانی ماں تھیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے محترمہ بی بی تقیب النساء مرحومہ کو اپنی جوار رحمت میں جگہ دے۔ ان کی لغزشوں اور کوتاہیوں سے درگزر کرتے ہوئے جنت فردوس میں اعلیٰ مقام عطا کرے اور سرور کونین کی قربت نصیب کرے آمین ثم آمین۔

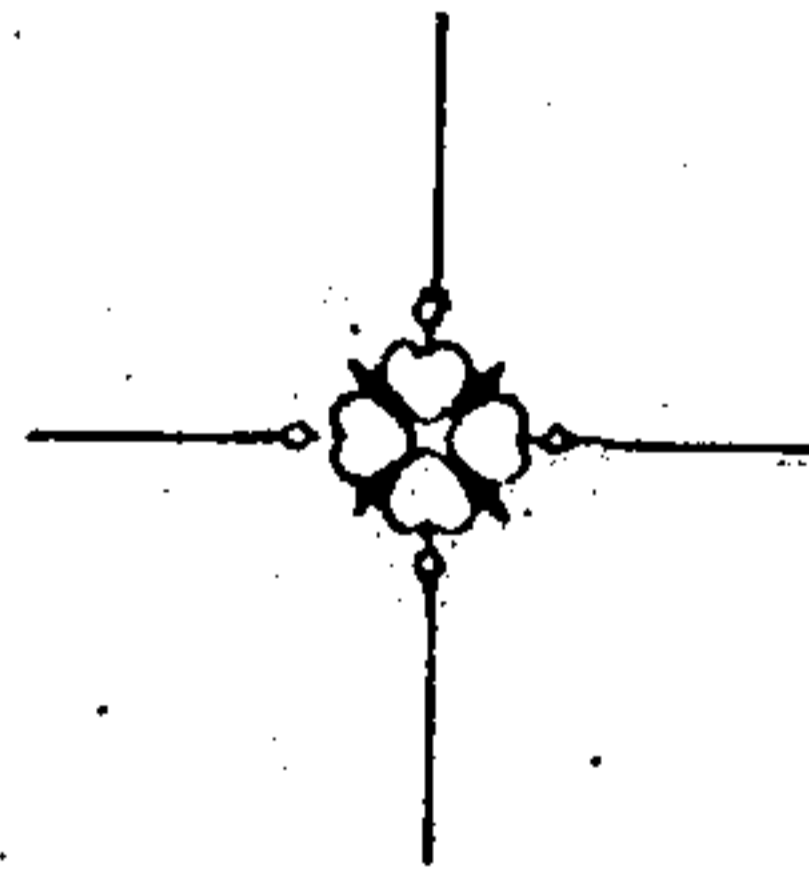
مولوی سرور الحق بن مولوی جسیم الدین ساکن موضع رہی یکے از اولاد حضرت مولوی قنبر علی شاہ ایک غریب پرور اور خدا ترس انسان تھے۔ آپ ہتھو آسٹیٹ کے منبج تھے۔ آپ نے اس ملازمت سے اچھی خاصی جائیداد بنائی جس کو آپ کے ورثاء سنبھال نہ سکے۔ مولوی سرور الحق کی شادی خاندان ہی میں مسماۃ بی بی کنیز فاطمہ بنت ظہور الحق بن مولوی نسیم الدین ساکن رہی سے ہوئی۔ آپ کے دو صاحبزادے ہوئے اور ایک دختر زوجہ ماسٹر سید صفیر الدین مرحوم ساکن پیلاواں نے لاؤڈ انتقال کیا۔ پسر اول مولوی عین الحق بن مولوی سرور الحق نے جوانی میں وصال کیا جن کے صاحبزادے سید منظور الحق اور ایک دختر مسماۃ بی بی سہیلہ خاتون مرحومہ تھیں۔ مولوی سرور الحق کے چھوٹے صاحبزادے جناب سید ریاض الحق مرحوم تھے۔

مولوی ریاض الحق بن مولوی سرور الحق بن مولوی جسیم الدین کی شادی راقم الحروف کی سگی پھوپھی مسماۃ بی بی صالحہ خاتون بنت میر

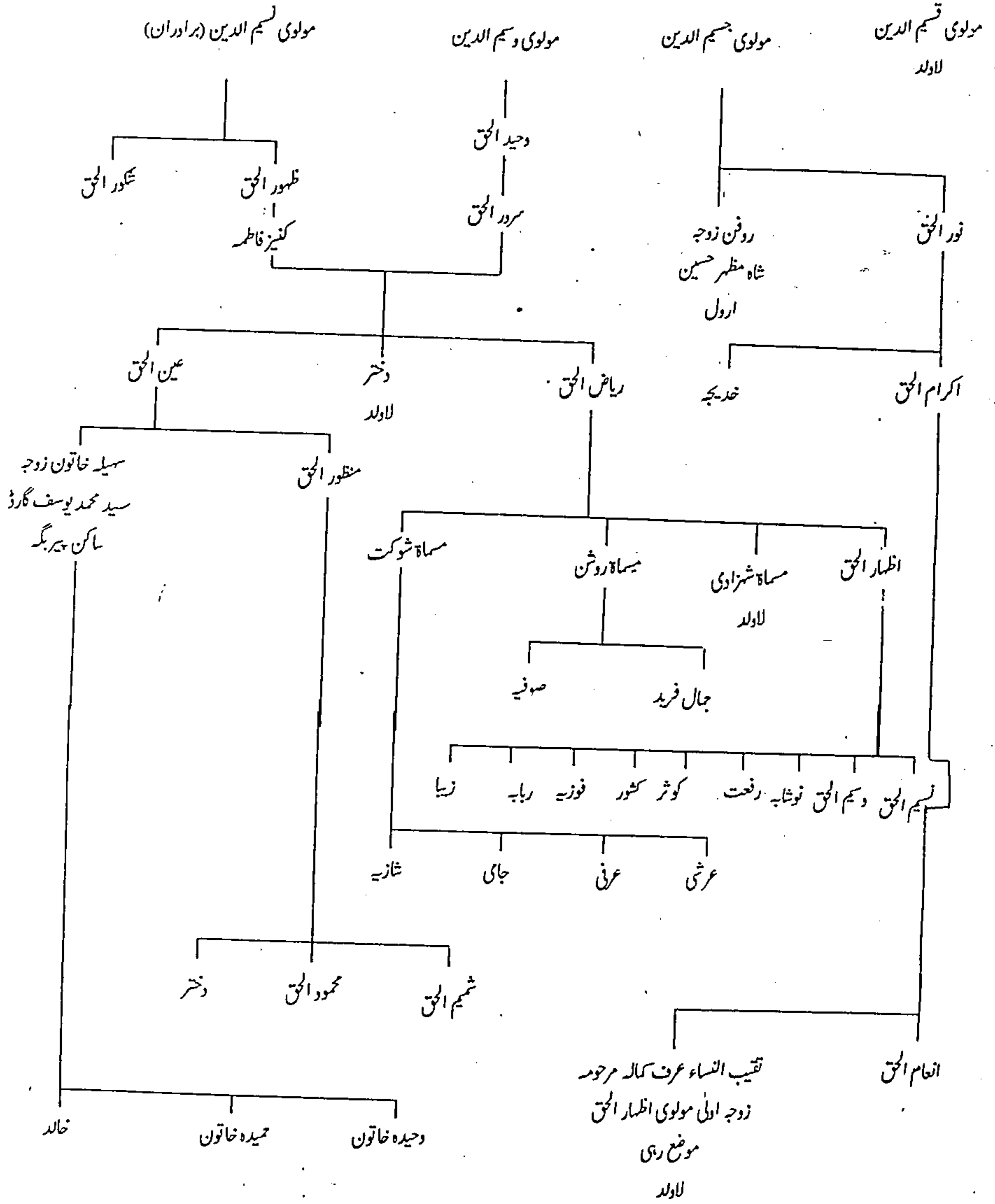


سید امیر الدین بن میر سید تفضل حسین بن میر سید شجاعت علی بن میر سید رفیع الدین ساکن موضع اورنگپور بن میر سید مسیح الدین ہے ہوئی۔ جن کے بطن سے ایک پسر سید اظہار الحق اور تین لڑکیاں ہیں۔ دختر اول بی بی شہزادی زوجہ سید صفیر الامام بن ڈاکٹر سید عبداللطیف متوطن اورنگپور ساکن موضع آدم پور۔ دختر دوم بی بی روشن زوجہ سید ابو صالح رضوی بن سید عبدالخلیل بن سید محمد خلیل ساکن سید آباد۔ بی بی روشن کے پسر سید جمال فرید سلمہ اور دختر صوفیہ سلمہا ہیں۔ دختر سوم مولوی ریاض الحق مرحوم ساکن رہی، بی بی شوکت کی شادی جناب فاروق اعظم فاروقی بن غلام شبیر فاروقی بن شاہ عنایت ممدی ساکن علی نگر، در بھنگا سے ہوئی۔ جن کے تین صاحبزادے عرشی سلمہ، عرفی سلمہ، جامی سلمہ اور ایک دختر شازیہ سلمہا ہیں۔

مولوی سید اظہار الحق بن مولوی ریاض الحق بن مولوی سرور الحق بن مولوی جسیم الدین ساکن موضع رہی ضلع پٹنہ یکے از اولاد حضرت قنبر علی شاہ قدس سرہ، ساکن موضع دتینا ضلع پٹنہ کی پہلی شادی خاندان ہی میں مسماۃ بی بی تقیب النساء عرف کمالہ مرحومہ بنت مولوی اکرام الحق صاحب ساکن موضع سنگھ سے ہوئی۔ آپ کی محل اولی بی بی کمالہ سے ایک بچی پیدا ہوئی جس نے عالم شیر خوارگی وصال کیا۔ کچھ دنوں بعد مسماۃ بی بی کمالہ نے لا ولد انتقال کیا۔ مولوی اظہار الحق کی محل ثانی سے ماشاء اللہ اس وقت دو پسر اول و نسیم الحق سلمہ منسوب از دختر سید علیم الدین اختر متوطن قاضی دولت پور۔ دوم نسیم الحق سلمہ منسوب از دختر انوار لدی ساکن چھپرہ اور سات لڑکیاں ہیں۔ نوشاہ سلمہا زوجہ خواجہ ریاض الحق ساکن چانپور۔ رفعت سلمہا زوجہ سید بشیر الدین ساکن ایو پور۔ کوثر سلمہا زوجہ جاوید مسعود شاہوگہ، کشور سلمہا زوجہ سرور عالم ساکن براواں۔ فوزیہ سلمہا زوجہ اقبال حیدر رضوی۔ روبابہ سلمہا اور زیبا سلمہا۔



# وارثان قنبر علی شاہ ساکنان موضع رہی وکوپا



## سادات موضع دتیانا ساکنان موضع کوپا

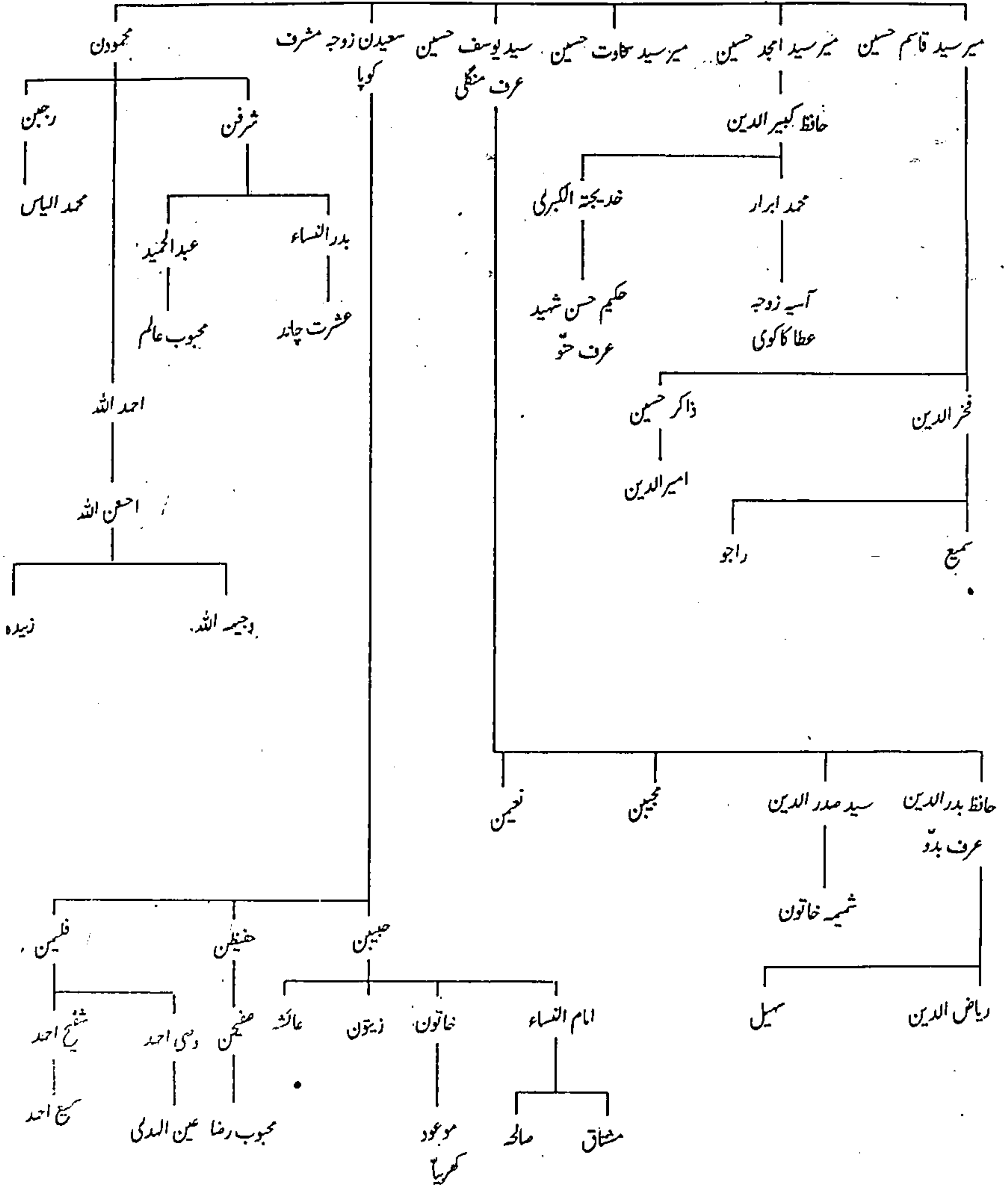
موضع پلاواں ضلع پٹنہ کے تذکرہ میں تحریر کرچکا ہوں کہ موضع کوپا ضلع پٹنہ میں میر سید شاکر حسین صاحب کا خاندان موضع دتیانا سے آکر آباد ہوا تھا۔ میر سید شاکر حسین کے بیٹے میر واحد حسین تھے۔ میر واحد حسین کے چھ پسر اور تین دختر تھیں۔ اول بی بی محمودن - مسماۃ محمودن کے ورثاء میں ایک لڑکا احمد اللہ اور دو لڑکیاں تھیں۔ احمد اللہ کے ورثاء میں ڈاکٹر نظام اور لڑکی زوجہ شرف الدین وکیل وغیرہ تھے۔ میر واحد حسین بن میر سید شاکر حسین کے چھ بیٹوں میں۔ پسر اول میر قاسم حسین کے بیٹے میر علی رضا تھے۔ میر علی رضا کی چار لڑکیاں اور دو لڑکے میر فخر الدین عرف بھٹو اور میر ذاکر حسین تھے۔ میر فخر الدین کے ورثاء میں دو لڑکے سمیع اور راجو اور دو لڑکیاں تھیں۔ میر امجد حسین بن میر واحد حسین بن میر شاکر حسین کے ایک پسر حافظ سید کبیر الدین کے بیٹے سید محمد ابرار اور ایک دختر مسماۃ خدیجۃ الکبریٰ تھیں۔ مسماۃ خدیجۃ الکبریٰ کے تین بیٹے حکیم محمد توحید، حکیم حسن شہید اور حسن امام تھے۔ جن کے ورثاء موضع کوپا میں موجود ہیں۔ سید محمد ابرار نے موضع کا کو ضلع گیا میں رہائش اختیار کی۔ آپ کی شادی دختر سخ تفضل حسین ساکن کوپا سے ہوئی جن کی دختر آسیہ زوجہ سید عطاء الرحمن عطاء کاوی اور ایک پسر ہیں۔

ناظر میر سخاوت حسین بن میر سید واحد حسین بن میر سید شاکر حسین متوطن موضع دتیانا مقیم موضع کوپا کی شادی مسماۃ بی بی جمیلین بنت میر سید جان علی بن سید حسام علی بن میر سید رفیع الدین اور نگپوری سے ہوئی۔ آپ کے دو پسر میر سید عمر دراز عرف جن اور میر سید ولایت حسین اور ایک لڑکی مسماۃ کھیٹن زوجہ سید محمد اسماعیل ساکن ابو پور کے ورثاء میں سید یسین عرف بھگو اور ایک لڑکی زوجہ سید حسین امام ساکن کرائے پر سرائے کراچی میں مقیم ہیں۔ ناظر میر سخاوت حسین کے پسر اول میر سید عمر دراز عرف جن کے بیٹے سید مشتاق احمد کے ورثاء کوپا ضلع پٹنہ میں ہیں۔ اور لڑکی مسماۃ صالحہ کے ورثاء میں سید عبدالمنان مع اہل و عیال کراچی میں ہیں۔ میر ولایت حسین بن مسماۃ جمیلین اور نگپوری یعنی میر سید سخاوت حسین کے چھوٹے صاحبزادے کی ایک لڑکی بی بی صفین تھیں جن کی شادی سید حافظ رضا ساکن لکھنور سے ہوئی۔ جن کے بیٹے سید محبوب رضا تھے۔ سید محبوب رضا کے ورثاء میں ایک لڑکا سید یعقوب رضا کراچی میں ہیں باقی تمام بچے کوپا ضلع پٹنہ میں مقیم ہیں۔

میر سید یوسف حسین عرف میر منگلی بن میر سید واحد حسین بن میر سید شاکر حسین کی اول شادی دختر میر سید تفضل حسین عرف میر گنگو بن میر سید شجاعت علی بن میر سید رفیع الدین اور نگپوری یعنی راقم کے والد سید نظام الدین احمد کی سگی پھوپھی سے ہوئی جنہوں نے لاولد وصال فرمایا۔ میر سید یوسف حسین عرف میر منگلی کی محل ثانی سے دو لڑکے اور دو لڑکیاں تھیں۔ دختر اول مسماۃ مجیبین کے ورثاء میں ڈاکٹر منظر اور وراثت حسین فیروزی ضلع گیا میں ہیں۔ لڑکوں میں سید صدر الدین بن میر منگلی کی ایک بیٹی شمیمہ خاتون ہیں۔ دوسرے بیٹے حافظ سید بدر الدین عرف بدو کے ورثاء میں سید ریاض الدین اور سہیل وغیرہ کراچی میں ہیں۔

# میر سید شاکر حسین

میر سید واحد حسین



## بزرگان موضع پھلواری شریف

قصبہ پھلواری شریف :- یہ قصبہ تقریباً ایک ہزار سال سے آباد ہے۔ آبادی سے قبل اس سرزمین پر راجہ اشوک کا نادر روزگار باغ تھا۔ جو راجہ کی پھلواری کہلاتا تھا۔ انقلاب زمانہ نے اس باغ کو ویران کر دیا اور اس کی حیثیت ایک کھنڈر کی ہو گئی۔ بعد میں اس علاقے میں انسانوں کی آبادی ہوئی۔ ہندو فقراء اور سادھوں کا مسکن بنا۔ ورود اسلام سے قبل تک یہ قصبہ ہنود مذہب کے لئے ایک تبرک مقام کی حیثیت سے مشہور و معروف رہا جب ہندوستان میں مسلم مبلغین کی آمد شروع ہوئی تو اس سرزمین پر بھی بکثرت مبلغین اسلام اور بزرگان دین تشریف لائے۔ ساتویں صدی ہجری میں اس قصبہ میں جن بزرگوں کی آمد کا پتہ چلتا ہے۔ ان میں حضرت مخدوم عاشق شہید، حضرت مخدوم شاہ الہ داد، حضرت مخدوم عنایت شہید، حضرت مخدوم خاصہ خلاصہ سروردی، (ہمشیرہ زادہ مخدوم سید منہاج الدین راستی)، حضرت مخدوم حاجی الحرمین وغیرہم کا نام نامی لیا جاتا ہے۔ ان بزرگوں نے اس علاقے میں تبلیغ کا کام انجام دیا، لیکن اکثر نے ہندوؤں سے جنگ کے دوران شہادت حاصل کی۔ آخر سلطان فیروز شاہ کے عہد میں ایک بزرگ حضرت مخدوم سید منہاج الدین راستی قدس سرہ، العزیز جیلان سے بہار تشریف لائے۔ اور حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیریؒ کی صحبت فیض درجت میں حاضر ہو کر علم و عرفان سیکھا۔ ان کے دست حق پرست پر بیعت کی اور خرقہ خلافت سے مستفیض ہوئے۔ مخدوم جہاں شرف منیریؒ نے آپ کو اس قصبہ (پھلواری) میں لاکر مسند ہدایت پر بٹھایا اور اس کا نام ”بستان نجات“ رکھا۔ اس قصبہ کا نام جہانگیر پور پھلواری ہے۔ لیکن پھلواری شریف کے نام سے زبان زد خلاق ہے۔ روایت بیان کی جاتی ہے کہ تاقیامت ہر زمانہ میں یہاں ایک درویش اور ایک عالم دین رہے گا اور جس کا فیض غام جاری رہے گا۔ (از کتاب اعیان وطن مصنفہ حضرت حکیم سید محمد شعیب پھلواریؒ)۔

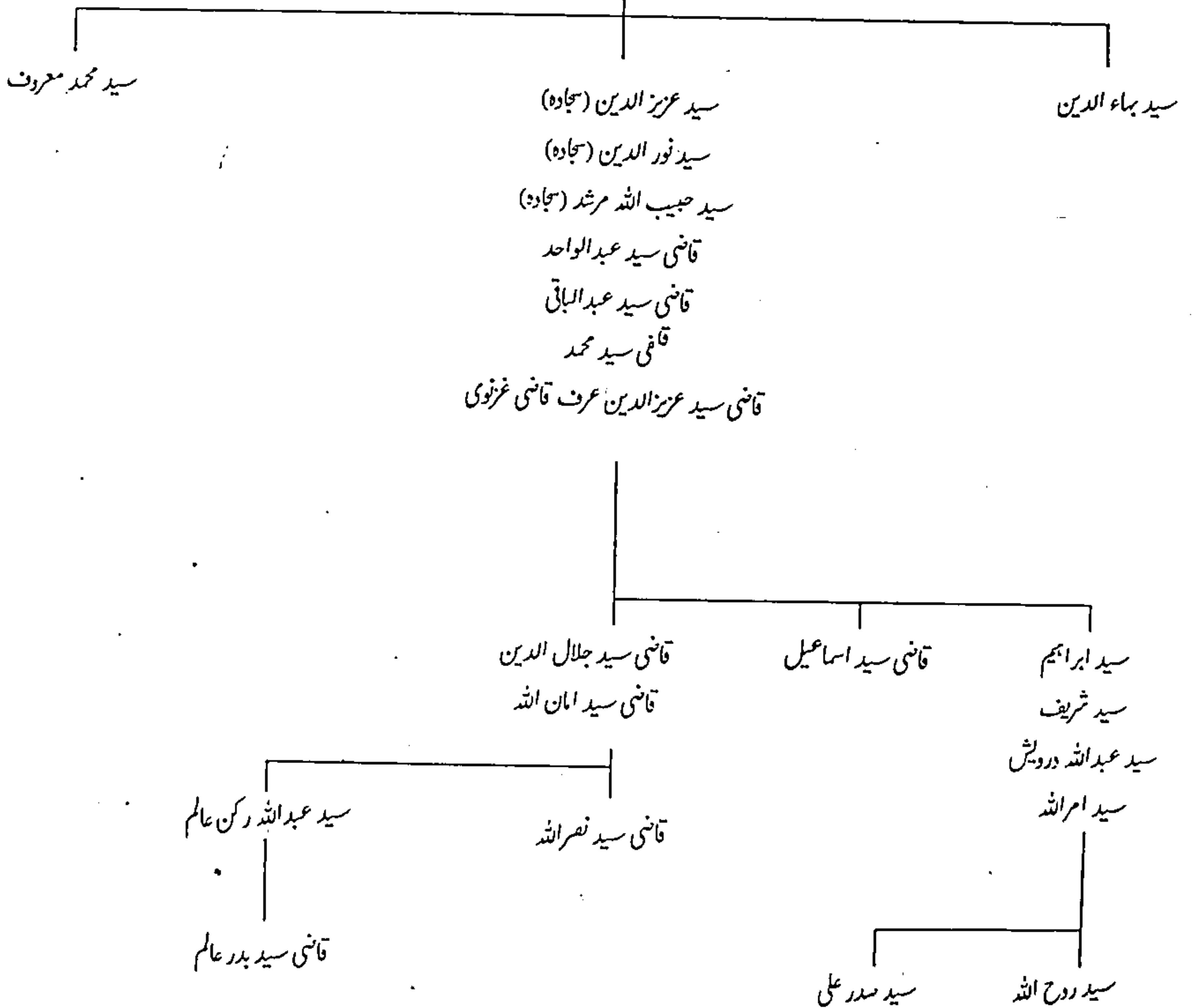
### حضرت مخدوم سید منہاج الدین راستی جیلانی فردوسیؒ

حضرت مخدوم منہاج الدین راستی جیلانی بن سید تاج الدین راستی جیلانی بن سید عبدالرحمن جیلانی بن سید عبدالکریم مشہدی بن سید اسماعیل مشہدی بن سید مصطفیٰ بن سید حسن۔ حضرت امام علی رضی اللہ عنہ کی اولاد سے تھے۔ اس قصبہ پھلواری شریف میں آپ کی تشریف آوری ۷۶۲ھ میں ہوئی، جس کے بعد سے اس قصبہ سے کفر و ضلالت دور ہوئی۔ صدیاً مشرکین مشرف باسلام ہوئے۔ حضرت مخدوم راستی قدس سرہ، بیلہ ریلوے اسٹیشن ضلع گیا سے پورب واقع ناگر جینی پہاڑ پر کافی دنوں چلہ کش رہے اور بہت سخت ریاضتیں کیں۔ آپ کے رشد و ہدایت کا زمانہ بہت ہی شاندار گزرا ہے۔ تمام عمر فقر و توکل میں بسر فرمائی۔ آپ نے ۲۹ ذی الحجہ ۷۸۷ھ میں رحلت فرمائی۔ تاریخ وفات ”معدن برکات“ سے لگتی ہے۔ آپ کی قائم کردہ خانقاہ، عیدگاہ اور مسجد آپ کے احاطہ مزار سے جنوب مغرب سمت میں واقع تھی۔ اب وہاں صرف عیدگاہ باقی ہے۔ آپ کی جملہ اولاد، علماء و فضلاء، قاضی القضاة و سجادگان کی قبریں آپ ہی کے احاطہ مقبرہ میں ہیں۔

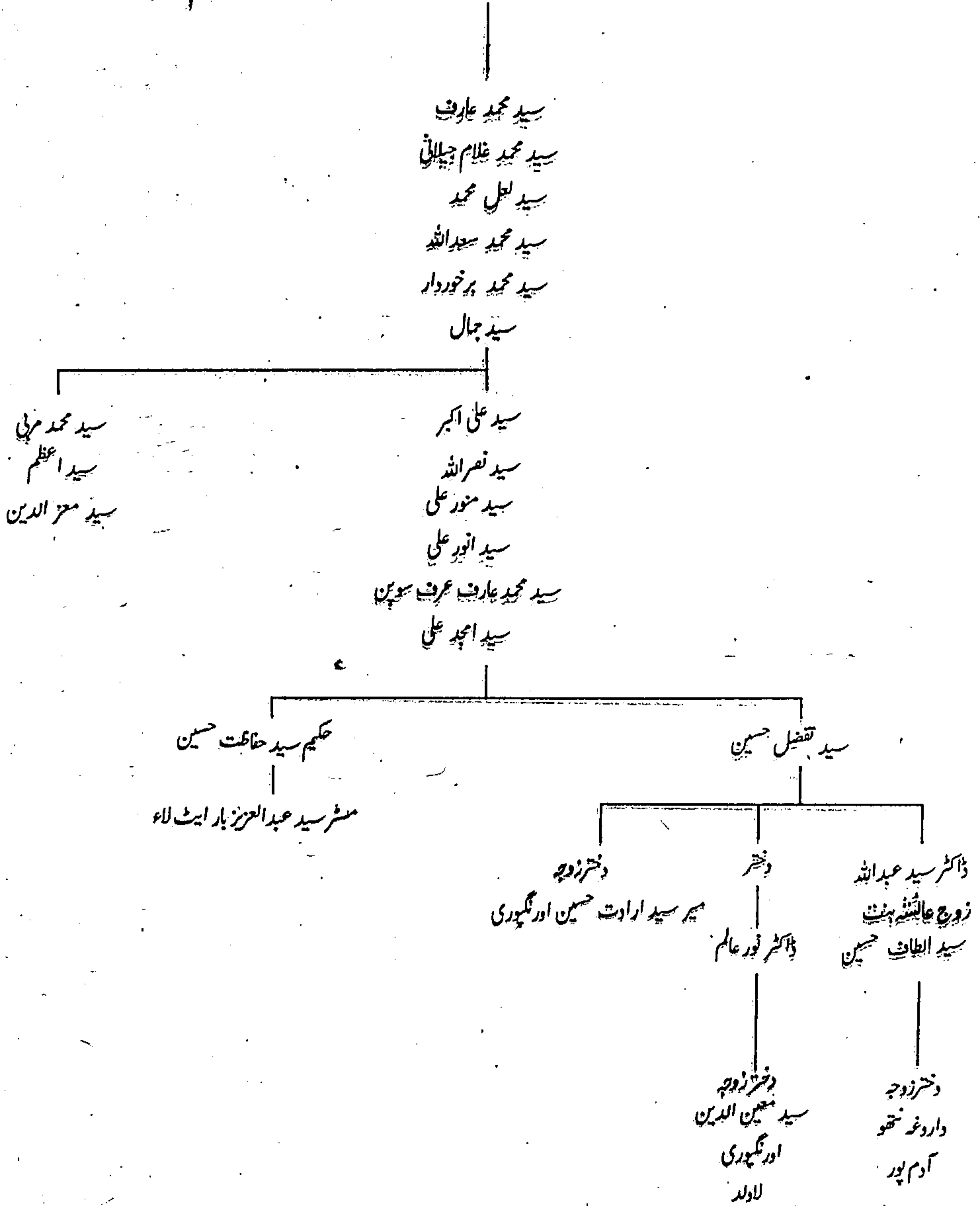
حضرت راستی جیلانی قدس سرہ، کی محل دوم بی بی آمنہ بنت شاہ محمد اسماعیل کرجوی کے بطن سے جو اولادیں ہوئیں وہ قصبہ پھلواری اور اس کے آس پاس کے مختلف دیہاتوں میں آباد ہوئیں اور بسلسلہ ازدواج آپ کی جزییت خاندان سادات موضع اور نگپور

پکورہ کے گھرانوں میں بھی پہنچی۔ حضرت کی اولاد میں ڈاکٹر سید عبداللہ پھلواری طبیب ریاست رامپور کی شادی مسماۃ عائشہ بنت سید الطاف حسین (ساکن آدم پور) بن سید امجد علی بن سید کرامت علی بن میر سید رفیع الدین اور نگپوری سے ہوئی۔ ڈاکٹر سید نور عالم پھلواری (بھانجہ ڈاکٹر عبداللہ صاحب موصوف) کی دختر سید معین الدین شہید ۱۹۳۶ء (ساکن موضع گورہوآں - پٹنہ) بن میر سید جمال الدین اور نگپوری بن میر سید تفضل حسین عرف میر گنگو بن میر سید شجاعت علی بن میر سید رفیع الدین اور نگپوری سے منسوب تھیں۔ ڈاکٹر عبداللہ صاحب کی دختر کی شادی داروغہ سید سعادت حسین عرف داروغہ نتھو بن ڈاکٹر سید عبداللطیف بن سید الطاف حسین بن سید امجد علی بن سید کرامت علی بن میر سید رفیع الدین اور نگپوری سے ہوئی۔ بی بی قمر النساء پر نواسی سید ارادت حسین عرف بڑے میر چڑیہ پھلواری کی شادی برادر م جناب سید عظیم الدین حیدر بن سید محی الدین مقیم دگہا بن میر سید جمال الدین اور نگپوری سے ہوئی۔ خواہر ڈاکٹر سید عبداللہ صاحب موصوف میر سید ارادت حسین اور نگپوری بن میر سید عنایت حسین بن میر سید مصاحب حسین بن میر سید مسیح اللہ اور نگپوری سے منسوب تھیں۔

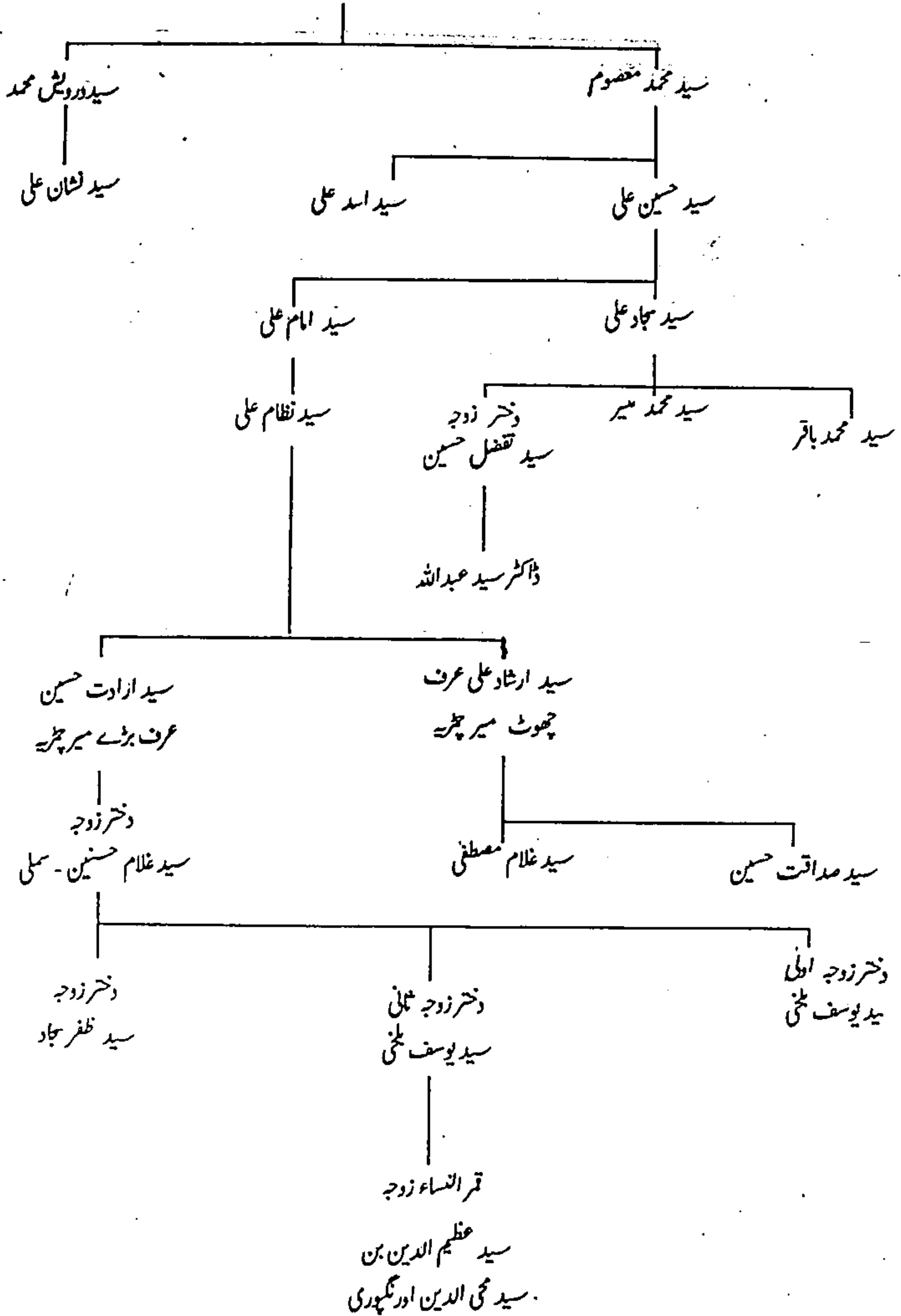
### نقشہ اولاد مخدوم راستی پھلواری



## نقشہ اولاد سید محمد معروف بن مخدوم راستی



## سید معز الدین پہلواروی





امیر عطاء اللہ پھلواری :- ایک بزرگ حضرت شاہ محمد سعد اللہ جعفری قدس سرہ، دسویں صدی ہجری میں اپنے صاحبزادے امیر عطاء اللہ کے ساتھ بہار تشریف لائے اور قصبہ پھلواری شریف میں متوطن ہوئے آپ کا مزار اقدس پُنی پُنی ندی کے کنارے منورا سالارپور میں سعد شہید کے مزار کے نام سے مشہور ہے۔ امیر عطاء اللہ اپنے والد شاہ محمد سعد اللہ جعفری کی شہادت کے بعد شہسرام جاگر شیرشاہ کے دربار سے منسلک ہو گئے۔ دوران ملازمت آپ نے ایک مسجد سنگ سرخ پھلواری میں تعمیر کروائی۔ آپ نے ۲۱ جمادی الثانی ۹۹۳ھ میں وصال فرمایا اور اپنی بنا کردہ مسجد کے ایک گوشے میں مدفون ہوئے۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت جعفر طیارؑ سے جا کر مل جاتا ہے۔

شاہ امیر عطاء اللہ بن شاہ محمد سعد اللہ بن فتح اللہ بن محب اللہ بن ہدایت اللہ بن محمد سمین بن امین بن ابراہیم بن عمر دراز بن عبداللہ بن حمید بن اسماعیل بن ..... بن محمد بن علی بن عبداللہ بن حضرت جعفر طیارؑ

حضرت امیر عطاء اللہ کے تین صاحبزادے عبداللہ، محمد مظفر اور محمد حسین تھے۔ عبداللہ نے لاولد وصال کیا۔ محمد مظفر اور محمد حسین سے نسل پھیلی۔

حضرت مخدوم شاہ محمد آیت اللہ جوہری پھلواری :- شاہ محمد آیت اللہ جوہری بن شاہ محمد مخدوم بن شاہ محمد امان اللہ بن شاہ محمد امین بن مخدوم شمس الدین جنید ثانی بن شاہ محمد اسماعیل بن امیر محمد مظفر بن امیر عطاء اللہ جعفری پھلواری ۱۱۳۶ھ کو پیدا ہوئے۔ آپ نے اپنے چچا ملا وجیہ الحق محدثؒ سے تعلیم حاصل کی فن عروض میں آپ ملا جمال الدین بھت کے شاگرد تھے۔ آپ ایک قادر کلام شاعر تھے۔ فارسی میں سورش، اردو میں جوہری اور مرثیہ میں مذاقی تخلص فرماتے تھے۔ بیعت اور اجازت و خلافت آپ کو اپنے والد سے تھی۔ آپ کا فارسی دیوان کلکتہ امپریل لائبریری میں محفوظ ہے۔ آپ کا تذکرہ میر غلام حسین سورش عظیم آبادی اور شیخ وجیہ الدین عشقی نے اپنے تذکروں میں کیا ہے۔ لیکن پروفیسر معین الدین دردائی مرحوم نے آپ کا تذکرہ اپنی کتاب ”صوفیائے بہار اور اردو“ میں بہت تفصیل سے کیا ہے۔ جناب دردائی شاہ آیت اللہ جوہری کی شاعری کے متعلق تحریر فرماتے ہیں۔

” اردو غزل کے نمونے آپ کے بہت کم دستیاب ہوئے ہیں۔ لیکن ثنوی، مرثیہ، منقبت، شر آشوب اور قصیدہ ان کا منظر عام پر آچکا ہے..... شاہ آیت اللہ جوہری کی نادر ثنوی گوہر جوہری کا ۱۹۳۰ء میں پروفیسر حسن عسکری صاحب نے انکشاف کر کے ان کے متعلق مزید تجسس کو برپا دیا۔ ثنوی گوہر جوہری کا یہ نسخہ پروفیسر موصوف کو اپنے ایک ہندو شاگرد رائے سیوند بہادر ایم۔ اے، رئیس قصبہ بھکرا ضلع مظفر پور (بہار) کے ذاتی کتب خانہ سے ملا تھا۔ جس پر ایک تفصیلی مضمون لکھ کر انہوں نے رسالہ اردو اپریل ۱۹۳۰ء میں شائع کر دیا۔ اس کے بعد اسی ثنوی گوہر جوہری کا ایک نامکمل نسخہ ڈاکٹر اختر اور نیوی نے شاہ مجتبیٰ صاحب بہار شریف کے ذاتی کتب خانہ میں دیکھا..... ثنوی گوہر جوہری بارہویں صدی ہجری کے وسط کی مروجہ زبان کی صحیح اور مکمل نمونہ ہے اس کے اشعار کی مجموعی تعداد دو ہزار تین سو ایک ہے..... ثنوی گوہر جوہری کئی داستانوں پر مشتمل ہے اور ان داستانوں کو ایک دوسرے سے مربوط کر دیا گیا ہے۔ آخری داستان میں اکبر آباد کے رام راجہ اور کنول دیوی کے عشق کو روایتی انداز میں پیش کیا گیا ہے۔“

پروفیسر دردائی مرحوم مزید لکھتے ہیں ”خانقاہ سلیمانہ پھلواری شریف میں وہاں کے صوفیاء اور مشائخ کے کہے ہوئے مرانی کا مجموعہ ایک قلمی نسخہ کی شکل میں موجود ہے۔ ڈاکٹر اختر اور نیوی نے بھی اپنی تصنیف ”بہار میں اردو زبان و ادب کا ارتقاء“ کو مکمل کرنے کے دوران اس مخطوطہ سے استفادہ کیا ہے..... (ان مرانی کو دیکھنے سے) تین باتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ یہ مرثیہ شاہ آیت اللہ (جوہری) مذاقی کا لکھا ہوا ہے۔ دوسرے اس کے کاتب مخدوم عالم ہیں جنہوں نے ۱۲۰۶ھ میں سید فیض عالم صاحب کے تعزیه خانہ میں مرثیہ خوانی کے دوران سن کر قلبند کر لیا ہے۔ تیسرے اس مرثیہ کی کتابت کے وقت حضرت شاہ آیت اللہ علیہ رحمۃ حیات تھے کیونکہ ان کا

وہاں ۱۲۱۰ھ میں ہوا ہے..... حضرت شاہ صاحب کی ایک شہر آشوب کا قلمی نسخہ بھی حکیم شعیب صاحب پھلواری کے قبضہ میں ہے۔ اس شہر آشوب سے میر اور سودا کی شہر آشوبوں کی طرح صوبہ بہار اور خاص کر عظیم آباد کی معاشرتی، سماجی، مذہبی اور سیاسی حالت کا پتہ چلتا ہے۔“

حضرت محرم شاہ آیت اللہ جوہری قدس سرہ، کی والدہ بی بی ولیہ حضرت غوث پاک شیخ عبدالقادر جیلانی کی اولاد سے تھیں۔ آپ کا وطن امجر شریف تھا۔ اور حضرت سید شاہ عزیز الدین بن سید شاہ حبیب اللہ بن سید شاہ محی الدین امجھری کی صاحبزادی تھیں۔ عربی، فارسی، اور اردو تینوں زبانوں میں دستگاہ رکھتی تھیں۔ آپ وقت کی ولیہ کاملہ تھیں اور مشکل سے مشکل مسائل کا صحیح جواب بارگاہ نبوی اور بارگاہ غوثیہ سے روحانی طور پر دریافت کر کے بتا دیتی تھیں۔ آپ کو بیعت حضرت مولانا رسولنماء بنارسی قدس سرہ، العزیز سے تھی۔

شاہ آیت اللہ جوہری کی دو شادیاں ہوئیں۔ محل اولیٰ مسماۃ رابعہ بصریہ بنت حضرت تاج العارفین شاہ محمد مجیب اللہ پھلواری سے تین صاحبزادیاں دختر اول زوجہ دلی اللہ منیری بن شاہ عطاء اللہ ساکن موضع دنیاواں۔ دختر دوم زوجہ محمد نعیم پھلواری اور دختر سوم زوجہ میر سید عزت علی شہباز پوری۔ آپ کی محل ثانی سے ایک صاحبزادے شاہ غلام شبلی تھے جو آپ کے بعد جانشین ہوئے۔ حضرت محرم شاہ آیت اللہ جوہری پھلواری کے مریدوں اور شاگردوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ ان میں سید شاہ وارث علی کاکوی، مفتی غلام محرم شروٹ، امان علی ترقی، غلام شبلی وسعت اور غلام جیلانی محزون قابل ذکر ہیں۔





## تاج العارفین مخدوم شاہ محمد مجیب اللہ قادری پھلواری قدس سرہ،

مخدوم شاہ مجیب اللہ بن شاہ محمد ظہور اللہ بن امیر کبیر الدین بن امیر رکن الدین بن امیر محمد حسین جعفری بن امیر عطاء اللہ پھلواری ۱۱ ربیع الثانی ۱۰۹۸ھ کو پھلواری شریف میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم شاہ برہان اللہ بن لعل میاں سے۔ صرف و نحو، بلاغت و معانی، فقہ و فرائض، کلام و منطق اور فلسفہ کی تعلیم خواجہ عماد الدین قلندر سے حاصل کی پھر آپ حضرت شاہ آیت اللہ جوہری کے والد شاہ محمد مخدوم قدس سرہ، کے ہمراہ حضرت مولانا محمد وارث رسولنماء بناری قدس سرہ، کی خدمت میں بنارس تشریف لے گئے۔ آپ نے حضرت رسولنماء بناری سے علم ظاہری کے ساتھ راہ سلوک کی تکمیل بھی کی۔ حضرت تاج العارفین قدس سرہ، کو ۸ رمضان المبارک ۱۱۲۲ھ میں حضرت خواجہ عماد الدین قلندر پھلواری سے بیعت اور تمام سلاسل کی اجازت و خلاوت کی دولت حاصل ہوئی۔ بعد رمضان المبارک اسی سال آپ پھر بنارس پہنچے۔ حضرت مولانا سید محمد وارث رسولنماء بناری قدس سرہ، نے اپنے تمام یاران کا ملین کی موجودگی میں تمام سلاسل کا تحریری اجازت نامہ عطا فرمایا۔ حضرت مخدوم شاہ آیت اللہ جوہری کے والد حضرت شاہ محمد مخدوم کو بھی حضرت مولانا رسولنماء بناری قدس سرہ، سے بیعت اور خلافت و اجازت حاصل تھی۔

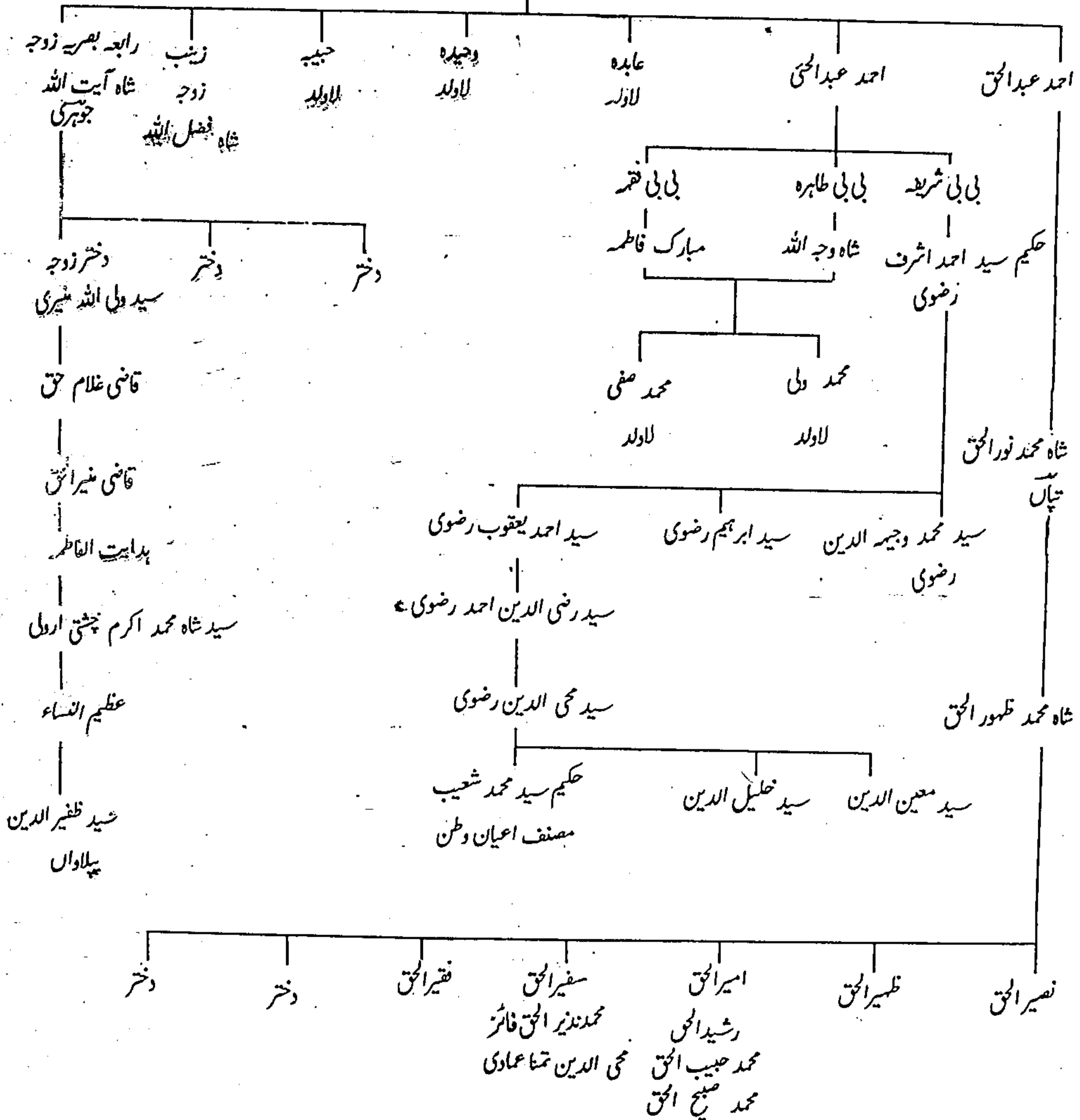
حضرت تاج العارفین مخدوم شاہ محمد مجیب اللہ پھلواری کی خانقاہ قادریہ مجیبیہ (بڑی خانقاہ) پھلواری شریف سے فیض و عرفان کا چشمہ اب تک جاری ہے۔ آپ کے مریدوں اور عقیدت مندوں کی ایک بڑی تعداد برصغیر کے گوشے گوشے تک پھیلی ہوئی ہے۔ اس خانقاہ سے ہر سال سیکڑوں طلباء علوم اسلامی کی تکمیل کر کے نکلتے ہیں۔ راقم الحروف کے والد حضرت سید نظام الدین احمد علیہ رحمۃ کو بزرگان دین و مشائخ کرام اور خصوصیت کے ساتھ حضرت شاہ بدر الدین پھلواری قدس سرہ، سے از حد ارادت و عقیدت تھی جس کا اظہار وہ اپنی زندگی میں اکثر کیا کرتے تھے۔ آپ جب کبھی پاکستان سے ہندوستان تشریف لے جاتے صاحب سجادہ حضرت تاج العارفین سے شرف ملاقات ضرور حاصل کرتے اور اپنے والد علیہ رحمۃ کی اس سنت پر راقم الحروف بھی عمل پیرا ہے۔

حضرت مخدوم شاہ مجیب اللہ کی محل اولیٰ سے شاہ احمد عبدالحق، شاہ احمد عبدالحق اور پانچ صاحبزادیاں تھیں۔ آپ کی محل ثانی سے حضرت شاہ محمد نعمت اللہ قدس سرہ، اور چھ صاحبزادیاں تھیں۔



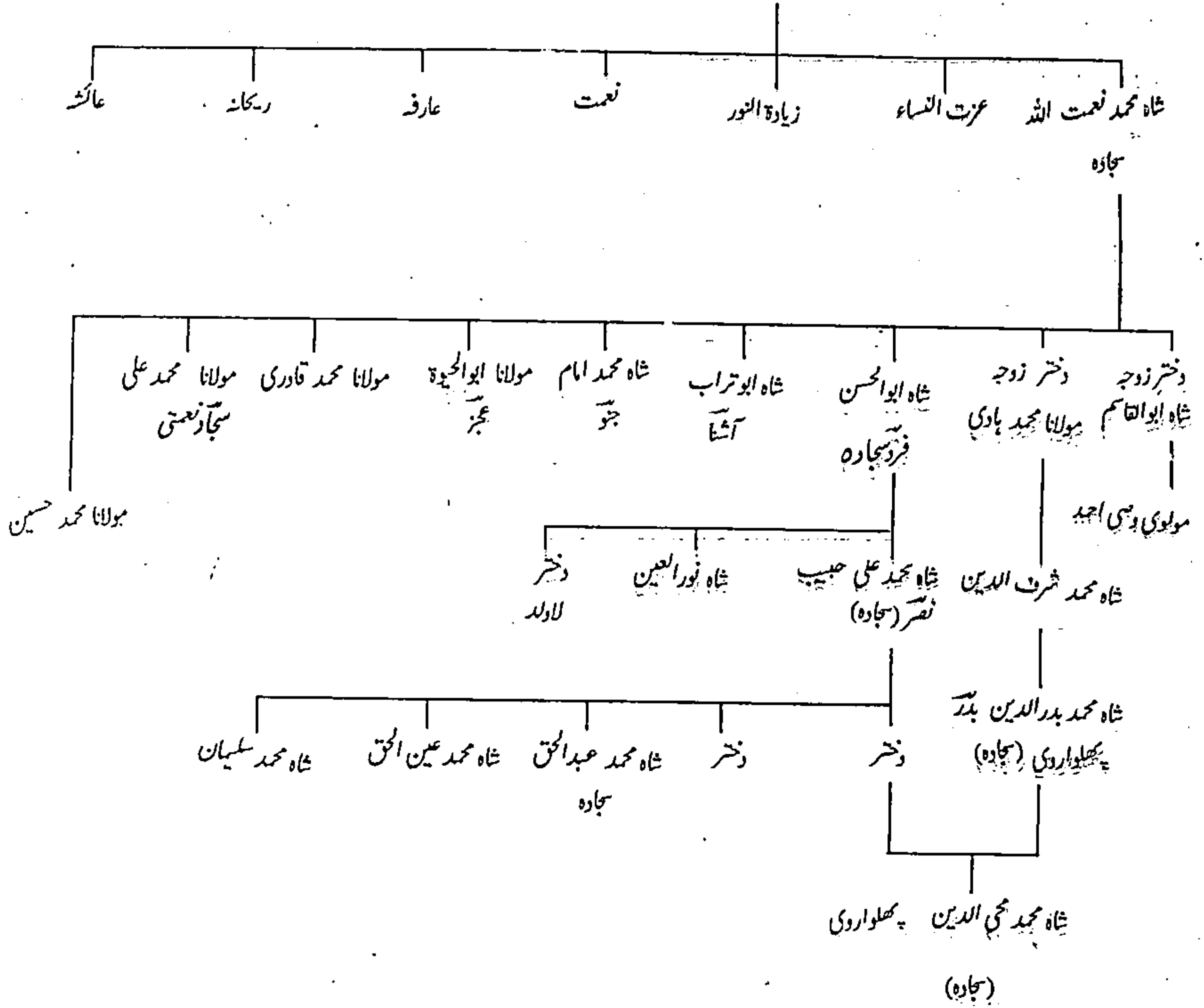
# نقشه اولاد حضرت شاه محمد مجیب اللہ پہلواروی

از محل اولی بی بی حمیدہ بنت شاہ ابوتراب بن شاہ برہان الدین جنید



# اولاد حضرت شاہ مجیب اللہ پهلواروی

اربطن محل ثانی بی بی طابعہ بنت محمد شاہ بن شاہ نور محمد نظام پوری



حضرت شاہ محمد بدرالدین قادری مجیبی پھلواری :- شاہ محمد بدرالدین پھلواری بن شاہ محمد شرف الدین بن مولانا شاہ محمد ہادی بن مولانا شاہ محمد احمدی بن ملا محمد وحید الحق ابدال بن ملا محمد وجیہ الحق محدث بن محمد امان اللہ جعفری بن شاہ محمد امین بن محمود شمس الدین جنید ثانی بن شاہ محمد اسماعیل بن امیر مظفر بن امیر عطاء اللہ جعفری پھلواری اپنے وقت کے جید عالم دین اور مشائخ کبار میں تھے۔ ۲۷ جمادی الآخری ۱۳۶۸ھ کو آپ کی ولادت ہوئی۔ آپ نے اپنے والد شاہ محمد شرف الدین اور خسر حضرت شاہ محمد علی حبیب نصر قدس سرہ سے اکتساب علم کیا۔ آپ حضرت نصر قدس سرہ کے مرید، خلیفہ اور سجادہ بھی تھے۔

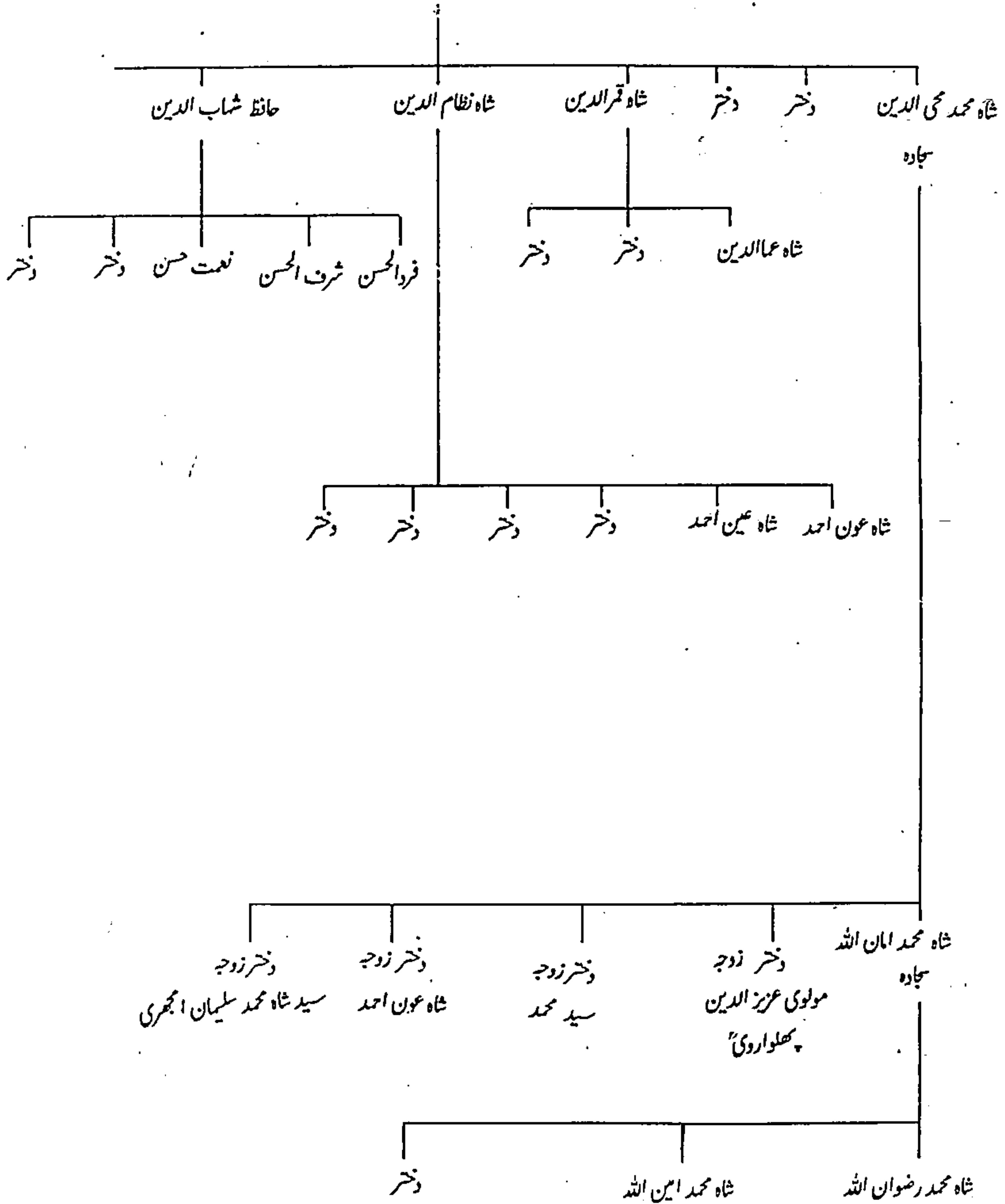
حضرت شاہ محمد بدرالدین بدر پھلواری قدس سرہ نے مولانا آل احمد محدث پھلواری کے علاوہ حریم شریفین کے مستند شیوخ و محدثین سے فن حدیث کی سند حاصل کی جن میں شیخ عبداللہ صالح ستاری، شیخ عبدالرحمن ابو خضیر مدنی اور حضرت حاجی شاہ امداد اللہ مہاجر کی وغیرہم قابل ذکر ہیں۔ آپ اپنے برادر نسبتی حضرت مولانا شاہ عین الحق بن حضرت مولانا شاہ محمد علی حبیب نصر قدس سرہ کے مذہب اہل حدیث اختیار کرنے اور ترک سجادگی کے بعد خانقاہ قادریہ، مجیبیہ (بڑی خانقاہ) پھلواری شریف کی سجادگی پر بٹھائے گئے۔

۱۹۱۵ء میں حضرت شاہ محمد بدرالدین علیہ رحمۃ کو حکومت برطانیہ سے شمس العلماء کا خطاب عطا ہوا جسے آپ نے اپنی دیرینہ خواہش کے مطابق ۱۹۱۹ء میں واپس کر دیا۔ منظر اسلام حضرت مولانا ابوالحسن محمد سجاد نے ۱۹۱۷ء میں ”انجمن علماء بہار“ کی تاسیس کے بعد ۱۹۲۱ء میں ”امارت شرعیہ“ کی بنیاد ڈالی تو حضرت شاہ صاحب علیہ رحمۃ اس کے پہلے امیر شریعت منتخب ہوئے۔ اور اس طرح ”امارت شرعیہ بہار“ جو اب پورے مسلمانان ہند کی اسلامی یک جہتی اور بقا کے لئے ضروری تصور کی جا رہی ہے کے آپ پہلے امیر تھے۔ آپ نے ۱۶ صفر ۱۳۳۳ھ کو وصال فرمایا۔

حضرت شاہ محمد بدرالدین پھلواری کی دو شادیاں ہوئیں۔ پہلی شادی سے حضرت شاہ محمد محی الدین علیہ رحمۃ اور دو صاحبزادیاں تھیں۔ اہلیہ ثانیہ سے شاہ محمد قمر الدین، شاہ محمد نظام الدین اور حافظ شاہ محمد شہاب الدین صاحبان تھے۔



## نقشہ اولاد شاہ محمد بدرالدین پهلواروی





حضرت شاہ سلیمان پھلواری :- خانقاہ سلیمانہ قادریہ چشتیہ (چھوٹی خانقاہ) پھلواری شریف کے بانی حضرت مولانا شاہ سلیمان پھلواری ۱۲۷۶ھ کو پھلواری شریف میں پیدا ہوئے۔ ”اعیان وطن“ مصنفہ حکیم سید محمد شعیب پھلواری علیہ رحمۃ میں آپ کا تفصیلی تذکرہ موجود ہے، جس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ فاتح منیر حضرت امام محمد تاج فقیہ زبیری الهاشمی قدس سرہ، کی اولاد سے ہیں۔ پہلے آپ کا خاندان قصبہ منیر شریف میں آباد تھا۔ آپ کے اجداد منیر شریف سے منتقل ہو کر موضع چندن پور میں آباد ہو گئے تھے۔ پھر وہاں سے موضع کریم چک ضلع در بھنگا اور محلہ صادق پور پٹنہ ہوتا ہوا یہ خاندان پھلواری شریف آجس۔ قصبہ پھلواری شریف سے تعلق اور بودوباش کی ابتداء حکیم محبوب عالم عرف حکیم باسو علیہ رحمۃ کے زمانہ سے ہوئی جو آپ کے پردادا تھے۔ آپ کا نسب نامہ ”اعیان وطن“ کے مطابق اس طرح ہے۔

شاہ سلیمان پھلواری بن مولوی حکیم داؤد بن حکیم واعظ اللہ بن حکیم محبوب عالم عرف حکیم باسو بن مولوی شیخ پیر نظر محمد بن مولوی شیخ فتح محمد بن مولوی شیخ عبد الغفور بن مولانا فرید الدین یکے از اولاد حضرت امام محمد تاج فقیہ منیری۔

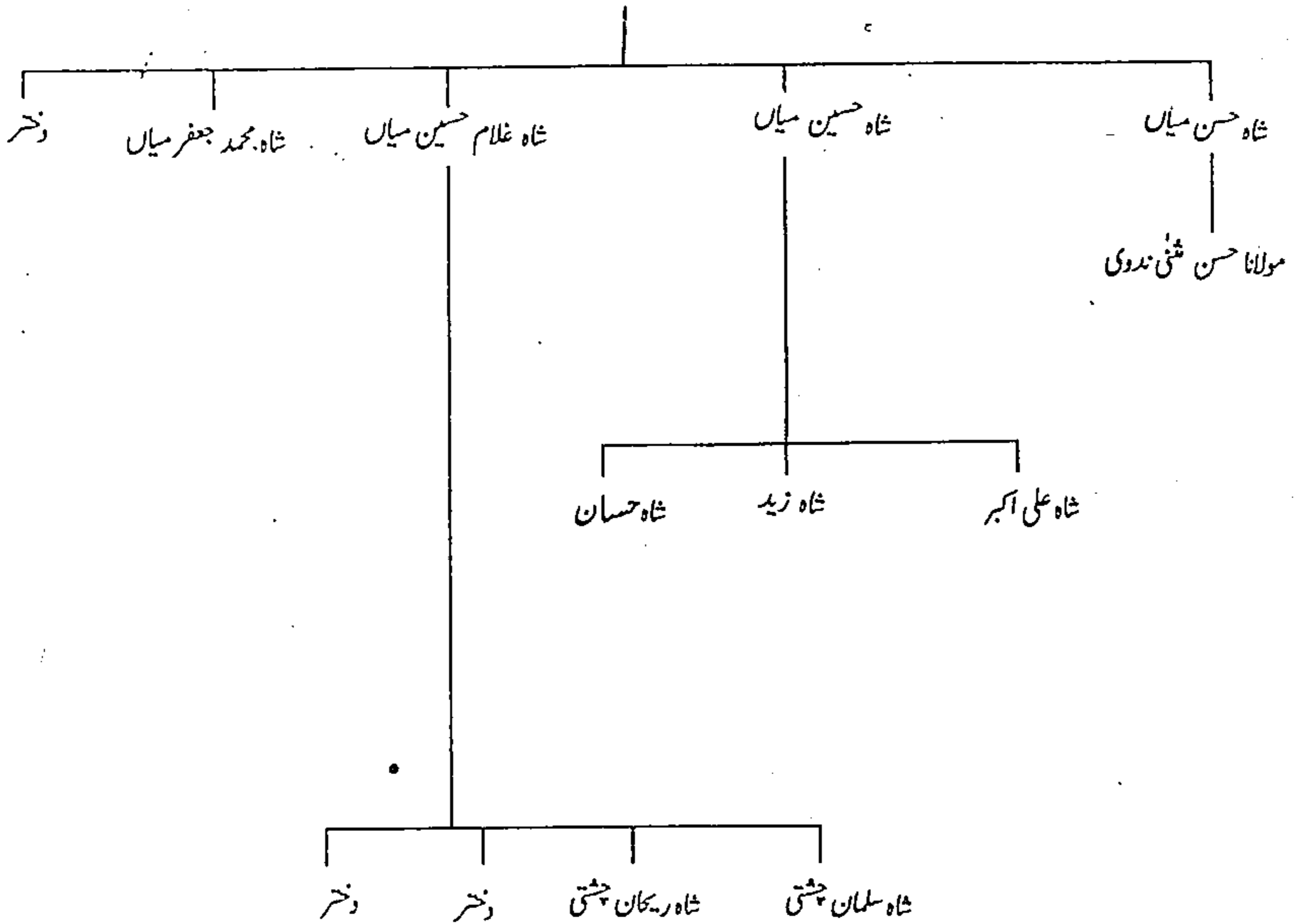
شاہ سلیمان پھلواری حضرت مولانا عبدالحی فرنگی محلی کے شاگرد رشید تھے۔ اور طب میں حکیم مرزا مظہر حسین خان سے تلمذ تھا۔ آپ اپنے وقت کے خوش الحان قاری اور پر جوش خطیب اور واعظ تھے۔ آپ کی خطابت کا چرچا صوبہ بہار سے نکل کر برصغیر کے گوشے گوشے تک پہنچا۔ بنگال سے افغانستان تک آپ کی خطابت کی دھوم تھی۔ سیرت النبیؐ کے جلسوں کے لئے آپ کو برما اور رنگون تک سے بلایا جاتا تھا۔ زبانی سیرت النبیؐ کو بیان کرنے کی بنیاد سب سے پہلے آپ ہی نے ڈالی ورنہ اس سے قبل پورے برصغیر میں محفل سیرت النبیؐ کے موقع پر میلاد کی کتابیں دیکھ کر پڑھی جاتی تھیں۔ میلاد کی اکثر کتابوں میں غلط اور بے بنیاد روایتیں درج ہوا کرتی تھیں۔ بازار میں بکثرت ایسی میلاد کی کتابیں بکنے لگی تھیں جنکے مصنف نہ تو مستند عالم دین ہوتے اور نہ ہی تاریخ داں۔ آخر شاہ صاحب اور ان کے ہم عصر ساتھیوں نے تاریخ و سیرت اور احادیث کے حوالوں کے ساتھ سیرت پر کتابیں لکھیں۔ حضرت مولانا حافظ سید شاہ نذر الرحمن رضوی قادری متخلص بحفیظ عظیم آبادی ساکن محلہ مغلوپورہ، پٹنہ سیٹی کارسالہ ”وسیلۃ النجات“ اسی زمانہ میں منظر عام پر آیا۔ اسی طرح حضرت شفق عماد پوری کی کتاب ”حدیقہ آخرت“، سید محمد عمر کریم حنفی کی کتاب ”مولود شریف“ اور حافظ محب الحق مرحوم کی کتاب ”میلاد النبیؐ“ وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

عہد رسالت پناہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان سیرت کا رواج چلا آتا ہے۔ یہ کوئی غیر اسلامی یا غیر مذہبی بات نہیں ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ ہر دور اور زمانہ میں بیان سیرت کی نوعیت مختلف تھی۔ قرآن مجید میں انبیاء کرام کا تذکرہ نہ صرف یہ کہ اللہ تعالیٰ نے خود کیا ہے بلکہ حکم دیا ہے کہ ان کو یاد کرو اور دوسروں کو یاد دلاؤ۔ ظہور اسلام کے بعد مسلمانوں میں سیرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کا سلسلہ جاری ہوا۔ کبھی قرآن کی آیتیں حضورؐ کی شان میں پیش کی جاتی تو کبھی اشعار اور نعت کی صورت میں پیارے نبی حبیب خداؐ کی سیرت بیان کی گئی اور کبھی وعظ و خطابت کے انداز میں ذکر رسولؐ کی مجلس سجائی گئی۔ حضرت حسان بن ثابتؓ، حضرت عبداللہ بن رواحہؓ، حضرت کعب بن زہیرؓ، حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہم کے دور سے لیکر امام ابوحنیفہؒ، شیخ اکبر محی الدین ابن عربی اور حضرت یوسف بن یوسفؒ تک قرآنی آیات اور نعت کی زبان میں

سیرت خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بیان کی جاتی رہی۔ ۱۸۸۵ھ میں سلطان ملک شاہ سلجوق نے بڑے دھوم دھام سے مجلس مولود بغداد میں منعقد کی جس کا بڑا چرچا ہوا۔ اس لئے کہ یہ ایک سرکاری مجلس مولود تھی۔ برصغیر پاک و ہند میں مجالس عید میلاد النبیؐ صدیوں سے جاری ہے۔ اس سرزمین پر کثرت سے سیرت پر کتابیں لکھی گئیں۔ جن میں سرسید کی ”خطبات احمدیہ“ مولوی چراغ علی کی انگریزی میں ”محمدؐ دی پرافٹ“، علامہ سید سلیمان ندویؒ کی ”سیرت النبیؐ“ اور ”خطبات مدارس“ اور مولانا مناظر احسنؒ کی النبیؐ الخاتم وغیرہ کا نام لیا جاتا ہے۔ غیر مستند کتابوں سے پڑھی جانے والی مجلس میلاد سے متاثر ہو کر حضرت شاہ سلیمان پھلواریؒ نے ۱۳۰۲ھ میں زبانی سیرت النبیؐ کے بیان کی بنیاد ڈالی اور اس کو باضابطہ تحریک کی شکل دی۔ سب سے پہلے زبانی بیان سیرت پر آپ نے اپنے ایک ہم عصر ساتھی مولوی خدا بخش خان وکیل (بانی خدا بخش اورینٹل لائبریری پٹنہ) کی منعقد کردہ محفل میلاد میں خطاب فرمایا۔ اس طرح برصغیر پاک و ہند میں زبانی سیرت النبیؐ بیان کرنے کی ابتداء بہار سے ہوئی۔

حضرت مولانا شاہ سلیمان پھلواریؒ کو بیعت اپنے خسر حضرت شاہ علی حبیب نصر پھلواری قدس سرہ، سے تھی اور اجازت و خلافت مولانا صفت اللہ، مولانا اشرف مجیب اور مولانا محمد یحییٰ قدس سرہما سے تھی۔ آپ کی شادی حضرت شاہ علی حبیب نصر قدس سرہ، کی چھوٹی صاحبزادی سے ہوئی جن سے چار لڑکے ہوئے۔ لڑکیوں میں صرف ایک لڑکی سے سلسلہ نسب جاری ہے۔

### نقشہ اولاد شاہ سلیمان پھلواریؒ



مولوی احمد کبیر حیرت پھلواری :- شاعر فصیح اللسان ، خسرو ملک سخن اور مورخ بے نظیر حضرت مولوی احمد کبیر حیرت پھلواری علیہ رحمۃ کے والد حاجی مولوی محمد فرید صاحب نے پھلواری شریف کو اپنا مسکن بنایا اور بعد میں مدینہ منورہ ہجرت کر گئے اور وہیں ۱۲۸۰ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ راقم الحروف کو جناب حیرت کا مکمل نسب نامہ حاصل نہ ہو سکا۔ اور نہ ہی ان کے خاندان کے کسی فرد سے رابطہ ہو سکا۔ ڈاکٹر خواجہ افضل امام نے اپنی کتاب ”دیوان فائز میں“ حیرت مرحوم کے ایک بھتیجے کی خبر دی ہے۔ جو چھپرہ بہار میں وکیل ہیں لیکن ان کا نام و پتہ موجود نہیں کہ رابطہ کیا جاسکے۔ جناب احمد کبیر پھلواری علیہ رحمۃ نے اپنے مایہ ناز تصنیف ”تاریخ کلا“ میں چند نام تحریر کئے ہیں وہ اس طرح ہیں۔

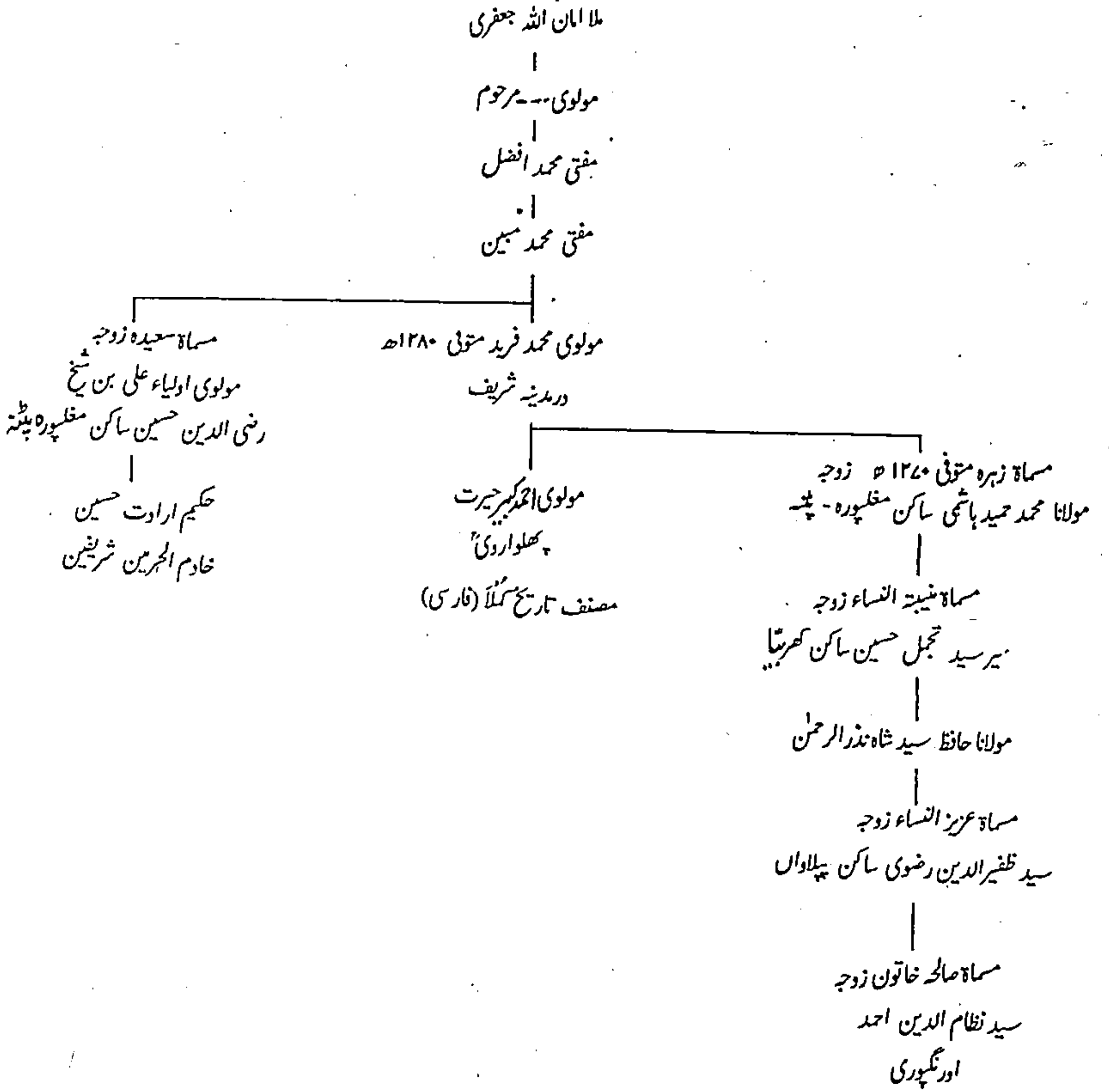
”فقیر احمد کبیر حیرت سراپا حسرت ولد حضرت حاجی مولوی محمد فرید غریق بحر توحید ابن حضرت مولوی محمد مہین خلد نشیں بن حضرت مفتی محمد افضل مشکور خدائے عزوجل از اولاد امجاد حضرت ملا امان اللہ خدا آگاہ“۔ ”تذکرہ صادق“ میں مولانا عبدالرحیم صادق پوری نے آپ کا نسب نامہ اس طرح لکھا ہے۔ مولوی احمد کبیر حیرت بن حاجی محمد فرید بن مولوی محمد مہین بن مفتی محمد افضل بن مولوی ..... مرحوم بن ملا امان اللہ جعفری۔ جناب ڈاکٹر خواجہ افضل امام نے اپنی مرتبہ کتاب ”دیوان فائز“ میں حضرت حیرت کا تذکرہ کیا ہے۔ آپ لکھتے ہیں۔

”حیرت عدالت پٹہ میں وکیل تھے۔ اردو فارسی کی بڑی اچھی صلاحیت تھی۔ صنائع بدائع کے استاد اور تاریخ گوئی کے بادشاہ سمجھے جاتے تھے۔ ۱۳۰۲ھ میں اپنی مشہور کتاب ”تاریخ کلا“ تالیف کی۔“ جناب حکیم سید احمد اللہ ندوی مرحوم کی کتاب ”مسلم شعرائے بہار“ میں ہے کہ آپ اکثر علم و فنون میں ماہر تھے۔ شاعری سے خاص شغف تھا۔ بہت پرگو تھے۔ تاریخ، علم عروض اور صنائع و بدائع میں کمال حاصل تھا۔ تاریخ کلا دو جلدوں میں چھپی ہے۔ آپ نے تصانیف سے ہے۔ فارسی اور اردو دونوں میں اظہار کمال کیا ہے۔ ۱۹۱۱ء میں انتقال کیا۔

حضرت مولوی احمد کبیر حیرت پھلواری علیہ رحمۃ کو مولانا حافظ شاہ صفیر الحق عمادی سے تلمیذ تھا۔ اور بیعت حضرت شاہ ابوالحسن فرد پھلواری قدس سرہ سے تھی۔ قبل تحریر کر چکا ہوں کہ جناب حیرت مرحوم کے خاندان اور ورثاء میں کسی سے راقم الحروف سید قیام الدین نظامی الفردوسی کا رابطہ نہ ہو سکا اس لئے مختلف کتابوں اور تذکروں سے جو کچھ یک جا ہوا قارئین کی نذر کر دیا ہے۔



## نقشه خاندان مولوی احمد کبیر پهلواوی



## حضرت شاہ دولت منیری الفردوسیؒ

حضرت شاہ دولت منیری الفردوسی قدس سرہ کا نام ابایزید تھا۔ لیکن محمدم شاہ دولت منیری سے مشہور ہوئے۔ آپ اپنے ماموں زاد بھائی حضرت محمدم شاہ قطب موحد منیریؒ کے مرید اور خلیفہ تھے۔ اجازت و خلافت آپ کو حضرت میران سید ناصر فردوسی، حضرت یحییٰ بڑے طیب زنجانی اور حضرت محمدم یحییٰ جمال الدین، حافظ منجھن جلال ناصحی سارنی قدس سرہما سے بھی حاصل تھی۔

حضرت شاہ دولت منیری الفردوسیؒ ۸۹۸ھ کو منیر شریف میں پیدا ہوئے۔ بچپن ہی میں والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا اور آپ کے ماموں زاد بھائی حضرت محمدم شاہ قطب موحد منیری فردوسیؒ نے آپ کی پرورش اور تعلیم و تربیت فرمائی۔ حضرت قطب موحدؒ کو کوئی اولاد نہ تھی اس لئے یتیم پھوپھی زاد بھائی کو بہت چاہتے اور زیادہ سے زیادہ توجہ فرماتے تھے۔ کچھ لوگوں کو حسد پیدا ہو گیا اور طعنے دینے لگے کہ سب دولت یہاں کی ان ہی کے نصیب کی ہے یہی لوٹ لیں گے۔ حضرت شاہ صاحب کو یہ بات ناگوار گزری۔ وطن سے سفر کا ارادہ کر کے دہلی کے لئے روانہ ہوئے کہ کہیں اور جا کر مرید ہو جائیں۔ منیر شریف سے ابھی کچھ دور ہی گئے تھے کہ پشت کی جانب سے ایک ہاتھ آپ نے شانہ مبارک پر محسوس کیا اور آواز آئی ”کہاں جاتے ہو؟“ طر کر دیکھا تو محمدم جہاں فردوسی بہاری قدس سرہ تھے۔ فرمایا ”جا قطب موحد سے مرید ہو، باطن میں تیری بیعت میں لیتا ہوں۔ دوسری طرف محمدم جہاں نے روحانی طور پر حضرت قطب موحدؒ کو بھی آگاہ کر دیا تھا، جو گھر سے باہر تالاب کے کنارے کھڑے آپ کے منظر تھے۔ جب حضرت شاہ دولت منیری فردوسیؒ واپس پہنچے۔ تو حضرت قطب موحد منیری فردوسیؒ دیکھتے ہی مسرت کے ساتھ آگے بڑھے اور فرمایا ”اؤ میری دولت“ اس دن سے آپ شاہ دولت مشہور ہوئے۔ حضرت محمدم شاہ دولت منیری فردوسیؒ نے آپ کی بیعت لی اپنی سجادگی پر بٹھایا اور خاندان کی ساری نعمت و دولت آپ کے سپرد کی۔

حضرت محمدم شاہ دولت منیری الفردوسیؒ قدس سرہ کے مریدوں اور عقیدت مندوں میں بڑے بڑے وزراء، امراء، رؤسا اور صاحب اقتدار لوگوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ آپ نے منیر شریف سے کبھی قدم باہر نہیں نکالا۔ لوگ آپ کے پاس چل کر منیر میں حاضری دیتے۔

حضرت محمدم شاہ دولت منیری فردوسیؒ کے مریدوں میں وزیر سلطان دہلی عبد الرحیم خانخاناں، صوبہ دار گجرات ابراہیم خان کاکڑ، ماہر انجینئر تعمیرات نگر قلی خان بدخشان، حاکم مرشد آباد اور حضرت امان اللہ عاصی وغیرہ کا نام نامی مشہور ہے۔ معتقدین میں حضرت سیدنا ابوالعلاء اکبر آبادی، حضرت دیوان شاہ ارزاں عظیم آبادی، حضرت پیر محمد لکھنوی، سلاطین دہلی جہانگیر، شاہجہاں اور اورنگ زیب وغیرہ تھے۔

عبد الرحیم خانخاناں : اکبر بادشاہ کے وزیر اور درباری عبد الرحیم خانخاناں حضرت شاہ دولت منیری الفردوسیؒ قدس سرہ کے مرید تھے۔ ان کو شاہ صاحب کے گھر کا وال اور خشک بہت پسند تھا اور ان کی خواہش تھی کہ شاہ صاحب کا اولاد (پیر کا چھوڑا ہوا جوٹھا) ہر روز دہلی میں ملا کرے۔ خانخاناں نے اپنی خواہش کا اظہار کیا تو حضرت شاہ صاحب نے فرمایا کہ مجھے انکار نہیں مگر دہلی کیسے پہنچ سکتا ہے۔ خانخاناں نے اس کا انتظام اس طرح کیا کہ منیر سے دہلی تک اونٹ اور گھوڑے کی ڈاک

لگائی۔ اس طرح دونوں وقت کا حضرت کے دسترخوان کا بچا ہوا دال اور خشک دہلی میں دوسرے دن خانخاناں کو مل جایا کرتا تھا۔ یہ سلسلہ شاہ صاحب کی زندگی تک جاری رہا۔ حضرت شاہ دولت نیری نے اپنے ایک مرید ابراہیم خان کاکڑ کی خانخاناں سے سفارش کر کے فوج میں نوکری دلوادی تھی۔

ابراہیم خان کاکڑ: ابراہیم خان کاکڑ قوم پٹھان سے تھے۔ حضرت شاہ صاحب کے مرید اور بہت غریب آدمی تھے۔ ہر وقت پیر کی خدمت میں حاضر رہتے اور خدمت کرتے۔ ایک مرتبہ نواب خانخاناں دہلی سے آئے ہوئے تھے۔ ابراہیم خان کاکڑ بھی موجود تھے۔ حضرت شاہ دولت نیری نے خانخاناں سے خان کاکڑ کی سفارش کر دی۔ خانخاناں انہیں اپنے ساتھ دہلی لے گئے اور فوج میں نوکر رکھوا دیا۔ ابراہیم خان کاکڑ ترقی کر کے گجرات کے صوبہ دار ہو گئے۔ عند جاگیر میں دلاور خان کا خطاب ملا۔ اپنے صوبہ داری کے زمانہ میں اپنے پیر کے روضہ اور تالاب کا خاکہ تیار کیا، سنگ تراشوں کو بلوا کر روضہ کی پوری عمارت، اس کے گنبد اور برجوں کے لئے قیمتی پتھر کو ترشویا اور کشتیوں کے ذریعہ نیر بھیجوا یا۔ حضرت سید شاہ مراد اللہ نیری مدظلہ بہار کی اس سب سے بڑی عالیشان عمارت کے متعلق لکھتے ہیں۔

”یہ عالیشان مقبرہ سر تا پا سنگ چٹار کا بنا ہوا ہے۔ صوبہ کی اور عمارتوں میں یہ عالیشان اور بہت خوبصورت ہے۔ ۵۸ فٹ مربع اور دو فٹ اونچے چبوترے پر واقع ہے۔ باہر کی چہار دیواری ۲۵۵ فٹ لابی اور ۲۵۳ فٹ چوڑی اور دس فٹ اونچی ہے۔ چاروں کونے پر بارہ چہل کی برجیاں ہیں، جنوب مشرق کی جانب جو برجی ہے اس کے دو تلے پر نہایت نفیس پتھر کی جالیاں ہیں۔ جس حصہ پر مقبرہ ہے وہ باہر سے ۳۳ فٹ ۱۸ انچ مربع ہے اور اس کے چاروں طرف ۱۱ فٹ ۸ انچ چوڑا برآمدہ ہے۔ برآمدہ کی چھت اعلیٰ قسم کے سنگ تراشی اور نقاشی کا نمونہ ہے۔ چھت میں جا بجا آیات قرآنی بھی کندہ ہیں، اس سنگ تراشی کا مقابلہ فتح پور سیکری کی بہترین سنگ تراشی اور نقاشی سے کیا جاسکتا ہے۔ اندر سے مقبرہ ۳۱ فٹ مربع ہے، اور ہر طرف چار بڑے ستون ہیں۔ ستونوں کے درمیان نہایت پتلی دیوار ہے۔ محراب کی جالیوں پر عربی خط میں اللہ کافی لکھا ہوا ہے اور ستونوں کے براکٹ پر پتھر کی سلیاں رکھ کر اس کو ہشت پہل دائرہ بنالیا گیا ہے۔ مقبرہ کے اندر کی قبروں میں بیچ کی قبر حضرت مخدوم شاہ دولت نیری کی ہے۔ پائیں کی دو قبروں میں پورب کی قبر آپ کی اہلیہ محترمہ کی اور پچھم بانی مقبرہ ابراہیم خان کاکڑ کی۔۔۔۔۔۔“ اس عمارت کے اندر خوشنما لداؤ چھت کی شاندار مسجد ہے۔ مسجد کے سامنے چبوترے پر اور عمارت کے اندر بکتر مزارات آپ کے اجداد، ورثاء اور اعزہ کی ہیں۔

ابراہیم خان کاکڑ نے ۱۰۲۸ھ میں انتقال کیا اور اپنی تعمیر کردہ اسی عمارت میں اپنے پیر حضرت شاہ دولت نیری رحمۃ اللہ علیہ کے پہلو میں دفن ہوئے۔

مخدوم شاہ دولت کا مرقع: حضرت مخدوم شاہ دولت نیری کے مرقع (تصویر) کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت سید شاہ مراد اللہ نیری مدظلہ اپنی کتاب ”آثار نیر“ میں تحریر کرتے ہیں ”بمبئی کے مشہور ہفتہ وار انگریزی اخبار ”ایسٹریٹ ویکی آف انڈیا“ مورخہ ۱۲ ستمبر ۱۹۳۷ء کی اشاعت میں کارل کھائلڈ والا صاحب نے ایک انگریز اے چٹربٹی آف لندن کے مجموعہ مرقعات میں سے ایک مرقع (تصویر) پر فنی تبصرہ کیا ہے۔ تبصرہ کے لئے جس مرقع (تصویر) کا انتخاب کیا ہے وہ حضرت مخدوم شاہ دولت نیری کا ہے۔ (مسٹر چٹربٹی کے (مجموعہ) مرقعات میں سلاطین مغلیہ کی چھوٹی چھوٹی تصویریں ہیں۔ اور حضرت مخدوم کا مرقع (تصویر) فرست مذکور کی جلد اول کا سرنامہ ہے۔ یہ مرقع جہاں گیر و شاہماں کے مملوکہ مجموعہ کا ایک

مرقع ہے۔ جس میں انیس مرقعے ہیں۔ یہ مرقع ایک وقت میں لارڈ مینٹو جو ہندوستان کے نائب السلطنت (وائسرائے ہند) تھے، ان کی ملکیت رہ چکا ہے۔ بعدہ ۱۹۲۵ء میں لندن کے ایک مشہور نیلام کرنے والے کارخانے (فرم) میں فروخت ہو گیا۔ کارل کھائڈل والا صاحب لکھتے ہیں کہ محرم شاہ دولت صاحب مشہور و معروف بزرگ ہیں اور شہنشاہ جہانگیر و شاہجہاں نے آپ سے شرف ملاقات بھی حاصل کیا ہے۔۔۔۔۔ عمدہ جہانگیری کا مشہور مرقع نگار (مصور) جس نے حضرت محرم کا مرقع بنایا ہے۔ اس کا نام بچتر تھا اور والبسنگان شاہی میں سے تھا۔ اس نے مرقع میں ظاہر کیا ہے کہ آپ کے دست مبارک میں کرہ ارض کے مثل (ذیاب کے نقشے کی طرح) ایک مدور شے (گول چیز) ہے۔ جس میں حسب ذیل تحریر ہے۔۔۔ ”کلید فتح دو عالم بدست تست مسلم“۔۔۔ کارل کھائڈل والا صاحب کہتے ہیں کہ وہ مدور شے جو حضرت محرم کے ہاتھ میں ہے غالباً اس کا مقصود اس عقیدت مندی کا ظاہر کرنا ہے جو خاندان شاہی کے مختلف افراد کو آپ سے تھی۔۔۔۔۔“

حضرت شاہ دولت منیری الفروری، حضرت محرم جہاں شرفا بہاری قدس سرہ کے بچھلے بھائی محرم شیخ خلیل الدین کی اولاد سے تھے سلسلہ نسب درج ذیل ہے۔

شاہ دولت منیری بن شاہ عبد الملک بن شاہ اشرف بن شاہ محمود بن شاہ سلطان بن شاہ حسام الدین جانشہ بن محرم شاہ اشرف منیری بن محرم شیخ خلیل الدین بن محرم شیخ یحییٰ منیری۔

حضرت شاہ دولت منیری کی شادی حضرت حاجی شاہ فرید کی دختر سے ہوئی تھی۔ آپ کے تین صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں تھیں۔ آپ نے ۱۲۵ سال کی عمر میں ۱۲ ذی قعدہ ۱۰۱۷ھ کو وصال فرمایا۔ آپ کا روضہ آپ کے مرید ابراہیم خان کاکڑ، صوبہ دار گجرات نے تعمیر کرایا ہے۔ جو چھوٹی درگاہ کے نام سے مشہور ہے۔

### حضرت پیر امام الدین راجگیری شطاری

حضرت پیر امام الدین راجگیری قدس سرہ کا اسم مبارک خواجہ سید فضل اللہ اور لقب عبد الحسب تھا، لیکن آپ پیر امام الدین راجگیری کے نام سے مشہور ہوئے۔ ۱۰ شوال ۱۰۵۸ھ (۱۶۴۸ء) کو پیدا ہوئے۔ حضرت پیر امام الدین راجگیری سلسلہ شطاریہ کے بڑے مایہ ناز اور صاحب تصنیف بزرگ تھے۔ آپ حسنی سادات میں تھے۔ صاحب مخزن الالساب نے آپ کا پدری سلسلہ نسب تحریر کیا ہے، وہ اس طرح ہے۔

پیر سید امام الدین حسنی راجگیری بن سید تاج الدین ثالث بن سید محی الدین بن سید سراج الدین بن سید شباب الدین بن سید علی منجھن والشمند بن سید محمد جیو والشمند بن سید جگن بن سید عبد اللہ بن سید احمد والشمند بن سید محمود بن سید تاج الدین ثانی بن میر سید عماد الدین محمد حسنی البغدادی بن سید تاج الدین محمد بن سید محمد بن سید عزیز الدین حسین بن سید محمد القرشی بن سید ابو محمد بن علی مرتضیٰ والی عراق بن رضی الدین بن علی بن حسین بن احمد بن محسن بن حسین بن ہبیر بن محمد بن حسین القوتی بن علی بن حسین بن علی بن حسن بن حسن التاج بن اسماعیل الدیباج بن ابراہیم القریمی بن حسن الشنی بن امام حسنؑ۔

حضرت سید پیر امام الدین راجگیری شطاری نے ابتدائی تعلیم اپنے والد حضرت سید تاج الدین شطاری اور حضرت میر سید جعفر جیو سے حاصل کی۔ علم ظاہری کی تکمیل کے لئے بنگال کے تاریخی شہر سارگاؤں تشریف لے گئے جہاں آپ نے

حضرت خوند کار شیخ محمد افضلؒ سے تحصیل فراغ کیا۔ دورانِ تعلیم ظاہری، ستار گاؤں میں آپ راہ سلوک میں بھی مشغول رہے۔ تصوف اور راہ سلوک کی طرف آپ بچپن سے مائل تھے۔ جو آپ کا خاندانی ورثہ تھا۔ آپ کو اپنے اساتذہ کرام اور پیرانِ طریقت سے بے حد محبت و اجلاس کا تعلق رہا جس کا اظہار آپ کی تحریروں سے ہوتا ہے۔ آپ نے (۱۰۹۳ھ مطابق ۱۶۸۳ء) پینتیس سال کی عمر میں اپنے والد بزرگوار حضرت سید تاج الدین شطاریؒ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی اور تمام سلاسل کی اجازت و خلافت حاصل کر کے خاندانی سجادگی پر رونق افروز ہوئے۔

روحانی سلسلوں میں سلسلہ فردوسیہ کے بعد بہار میں سلسلہ شطاریہ کو بڑا عروج حاصل ہوا۔ سہ ماہی رسالہ فکر و نظر، اسلام آباد کے شماره ۴ جلد ۲۱ (اپریل جون ۱۹۹۲ء) میں جناب ڈاکٹر فضیل احمد قادری صاحب کا مقالہ ”شطاری روایات کے جامع میر امام الدین راجگیری“ طبع ہوا ہے۔ جس میں ڈاکٹر صاحب تحریر فرماتے ہیں۔ ”جنہا، شمالی بہار کے جدید ویشالی ضلع کا ایک دیہی علاقہ ہے جو تقریباً ڈھائی سو سال تک مشرقی ہندوستان میں سلسلہ شطاریہ کا مرکز رہا ہے۔ اس خانوادے کے سرخیل شیخ قاضی شطاری اور ان کی اولادو امجاد نے سلسلہ شطاریہ کی ترویج و اشاعت میں کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ شیخ قاضی کے داماد، مرید اور خلیفہ میر سید علی منجھن دانشمند راجگیری سے تعلق رکھتے تھے۔ میر امام الدین، میر سید علی منجھن دانشمند کی اولاد میں ساتویں پشت میں تھے اور شیخ رکن الدین شطاری جندہوی شیخ قاضی کی خانقاہ کے سجادہ نشین اور ساتویں نسل سے تھے۔ دونوں خانوادوں میں قدیم قربانداری اور تعلق روحانی تھا۔ شیخ رکن الدین شطاری میر امام الدین کے مرشد تھے۔ دونوں میں ارتباط قلبی اور مہر و محبت کا ایک خاص تعلق تھا۔ ممکن ہے بچپن سے ہی میر موصوف جنہا آتے رہے ہوں مگر تفصیلات موجود نہیں ہیں۔ انہوں نے شیخ رکن الدین کے ملفوظات بھی جمع کئے ہیں مگر ملفوظات جمع کرنے کا خیال غالباً دیر سے آیا تھا کیونکہ ملفوظات میں ۱۱۰۴ھ مطابق ۱۶۸۶ء سے لے کر ۱۱۱۷ھ مطابق ۱۷۰۵ء تک یعنی صرف چودہ سال کے اندراجات کچھ وقفوں کے ساتھ موجود ہیں۔۔۔ شیخ رکن الدین نے رمضان ۱۰۹۸ھ مطابق ۱۶۸۶ء کی شب چہارم میں نصف شب تازہ غسل کے بعد میر موصوف کو شرائط تلقین سے نوازا۔ اسی رمضان کے عشرہ اخیر میں بھٹے خواندانی اور ”ازکار مشرب شطار“ عنایت فرمایا اور یوم عید پیش بنی اعمام حصار عید گاہ میں جبہ و دستار ”شجرہ پیران شطار“ اور اجازت نامہ سے سرفراز کیا۔“

حضرت پیر سید میر امام الدین راجگیری شطاری قدس سرہ جس زمانہ میں بنگال کے شہر ستار گاؤں میں زیرِ تعلیم تھے آپ کی ملاقات حضرت شاہ نعمت اللہ قادری فیروز پوری سے ہوئی۔ پیر صاحب کو شاہ صاحب قدس سرہ سے ایک عقیدت اور قلبی لگاؤ پیدا ہو گیا۔ تکمیل علم کے بعد ایک سال تک یعنی ۱۰۷۹ھ - ۱۰۸۰ھ آپ شاہ صاحب سے مستفید ہوتے رہے۔ جب محرم ۱۰۸۰ھ کو شاہ صاحب کا وصال ہوا تو پیر امام الدین راجگیری شطاری قدس سرہ ان کے مرقد مبارک سے منسلک ہو گئے اور برسوں مجاہوری کرتے رہے۔ حضرت پیر صاحب قدس سرہ کو حضرت شاہ نعمت اللہ قادریؒ کے صاحبزادے حضرت شاہ وجیہ الدین اور داماد حضرت شاہ نعیم اللہ سے بھی اجازت و خلافت عطا ہوا۔ ۱۱۱۱ھ مطابق ۱۷۰۰ء میں ذی الحجہ کی چودھویں رات کو بعالم خواب آپ حضرت شاہ نعمت اللہ قادری فیروز پوری (بنگال) سے بیعت ہوئے۔ علاوہ ازیں میر سید جعفر قادری رشیدی سے قادریہ رشیدیہ، میر سید محمد اسلم جعفری سے چغتیہ، فردوسیہ اور مداریہ سلسلوں کی اجازت و خلافت حاصل کی۔

جناب ڈاکٹر فضیل احمد قادری صاحب حضرت پیر سید میر امام الدین راجگیری شطاری قدس سرہ کے علمی کارناموں پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں ”میر امام الدین کا عظیم کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے سلسلہ شطاریہ کی تمام تعلیمات کو اپنی نادر



تحریروں کے ذریعہ یکجا محفوظ کر دیا ہے اور اس دلچسپ روحانی سلسلے کے مشائخ (برصغیر میں عموماً اور بہار و مشرقی ہندوستان میں خصوصاً) کے کارناموں اور تعلیمات کو عام کرنے میں قابل قدر خدمت سرانجام دی ہے۔ "مختلف تذکروں سے پیر صاحب علیہ رحمۃ کی تین تصانیف کا پتہ چلتا ہے۔

۱۔ مقتبس الانوار (منہج الشطار) یہ کتاب فارسی زبان میں ہے۔ راہ سلوک میں جو کچھ آپ کو اپنے بزرگوں سے ملا اس کو آپ نے اس کتاب میں جمع کر دیا ہے۔ حقیقت و طریقت اور تصوف کی راہ پر چلنے والوں کے لئے یہ بہت بڑا سرمایہ ہے۔

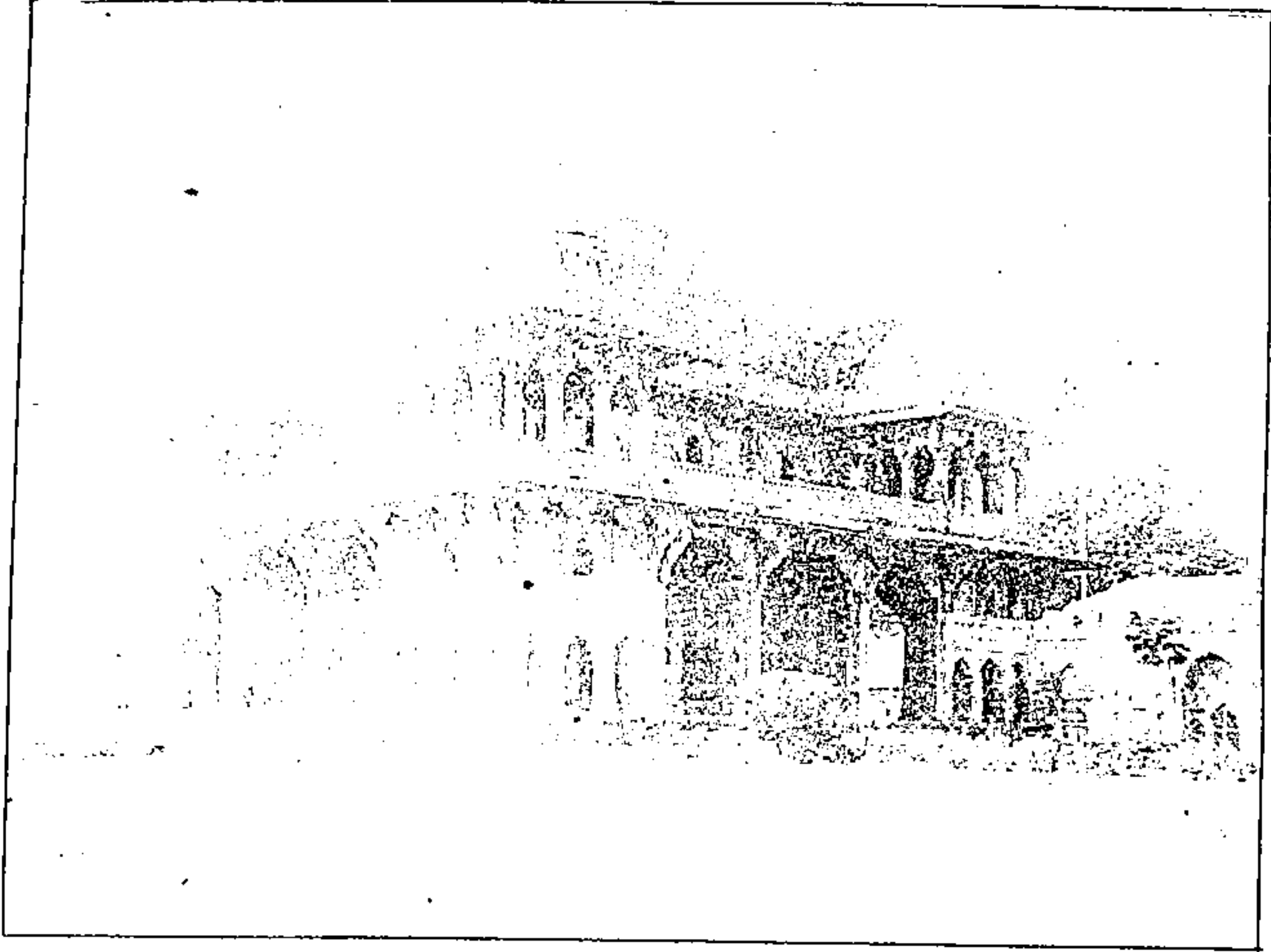
۲۔ معدن الاسرار: یہ کتاب بھی فارسی زبان میں ہے اور اس میں اپنے پیران طریقت سے حاصل کردہ تمام اوراد و وظائف اور اذکار و مواقبہ کو جمع کر دیا ہے۔

۳۔ ملفوظات شیخ رکن الدین شطاری: یہ کتاب تصوف کے موضوع پر ہے اس میں حالات و واقعات حضرت شیخ رکن الدین اور ان کے ملفوظات کو یکجا کیا گیا ہے۔ ڈاکٹر فضیل احمد قادری صاحب کے بیان کے مطابق اس کتاب میں دلچسپ تاریخی معلومات بھی فراہم کی گئی ہیں۔ جیسے سلطان حسین شاہ شرقی کی شیخ قاضی شطاری کی خانقاہ میں آمد۔ حضرت شیخ پھول گوالیاری کا مرزا ہندال کے ہاتھوں شہادت پانا۔ شاہنشاہ کی بغاوت، عظیم آباد، پٹنہ میں آمد، صوفیائے کرام سے ملاقات اور اس کے اثرات۔ دارالکھوہ کی اسیری، مشکلات اور اس کے ملازم کا ترک دنیا۔ شہزادہ عظیم الشان کی شیخ رکن الدین کے روضہ اقدس پر حاضری اور چادر پوشی وغیرہ۔

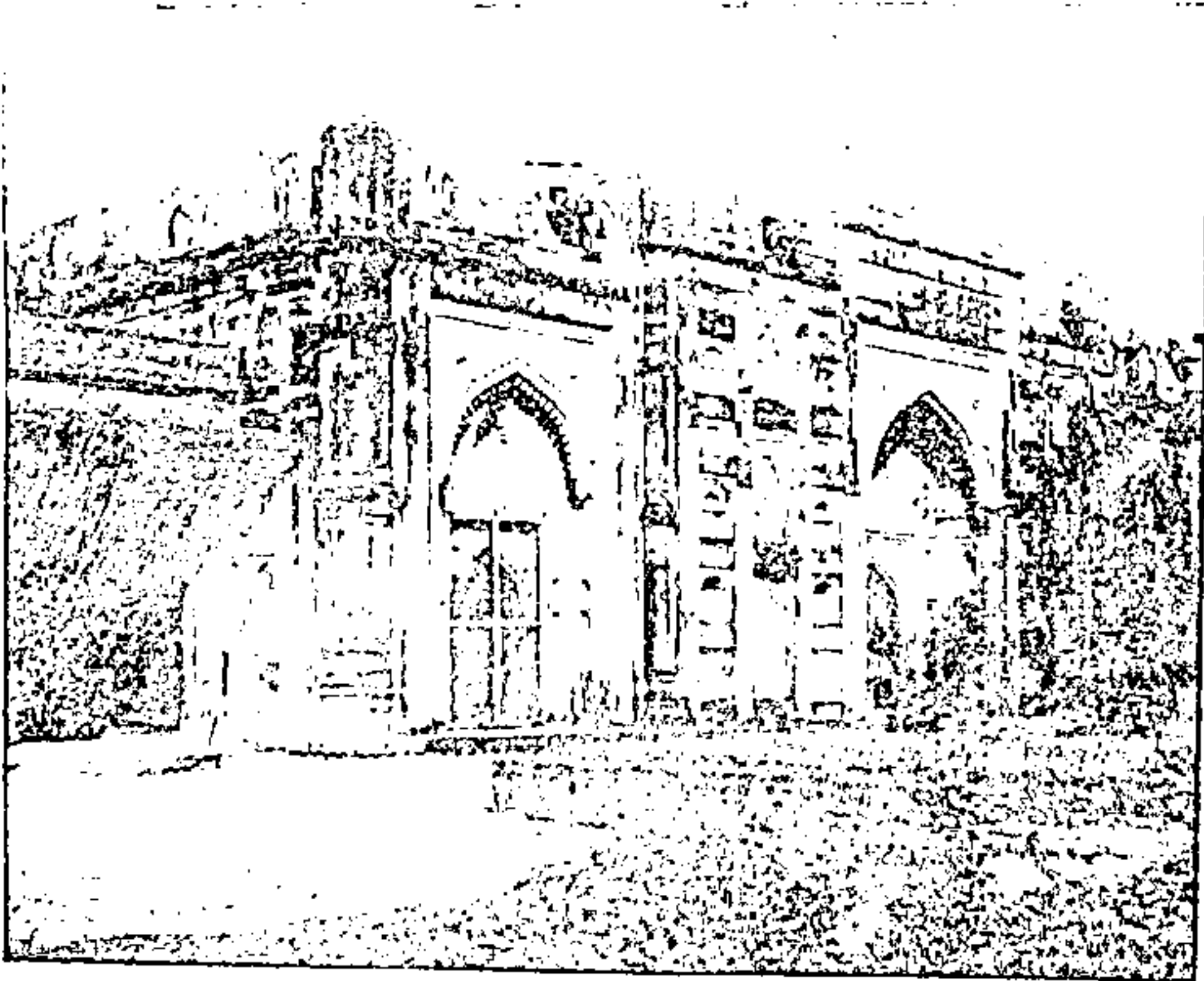
جناب ڈاکٹر فضیل احمد قادری صاحب اپنے مقالہ میں حضرت پیر سید امام الدین راجگیری شطاری قدس سرہ کے متعلق تحریر کرتے ہیں۔ "میر امام الدین اپنی عظیم علمی و روحانی شخصیت کی وجہ سے معاصر حلقوں میں بے حد مقبول تھے۔ روحانی حلقوں میں ان کی بات حکم کا درجہ رکھتی تھی۔ اپنی بے پناہ عبادت، ریاضت، علمی وقار، جاذب نظر شخصیت کی وجہ سے اپنے مرشدین کے بھی محبوب تھے۔ سترہویں صدی کے رجب آخر سے اٹھارہویں صدی کے دوسرے دہائی کے آخر تک وہ صوبہ بہار کے علمی و عرفانی حلقوں میں اہم حیثیت رکھتے تھے۔ ان کی روحانی صلاحیت کا شہرہ سن کر فرخ سیر دہلی روانہ ہونے سے قبل راجگیر حاضر ہو کر ان سے دعاء کا خواستگار ہوا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ بہار اور اس کے نواح کے شطاری صوفیائے کرام، ہندوستان کے سلسلہ شطاریہ کی تعلیمات اور مشرب شطاریہ کی دعوت و فلسفہ تصوف پر وہ اختتام میں رہ جاتے اگر میر امام الدین کی تالیفات موجود نہ ہوتیں۔ سلسلہ شطاریہ کے مشائخ اور ان کی تعلیمات کی ایک جامع تاریخ وقت کی ایک اہم ضرورت ہے۔ میر امام الدین راجگیری کے نوادرات علمی اس سلسلے میں بے حد مددگار اور چراغ راہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔"

حضرت پیر سید میر امام الدین راجگیری شطاری قدس نے بروز جمعہ شب میں ۲۶ ذی الحجہ ۱۱۳۰ھ مطابق ۱۷۱۷ء کو

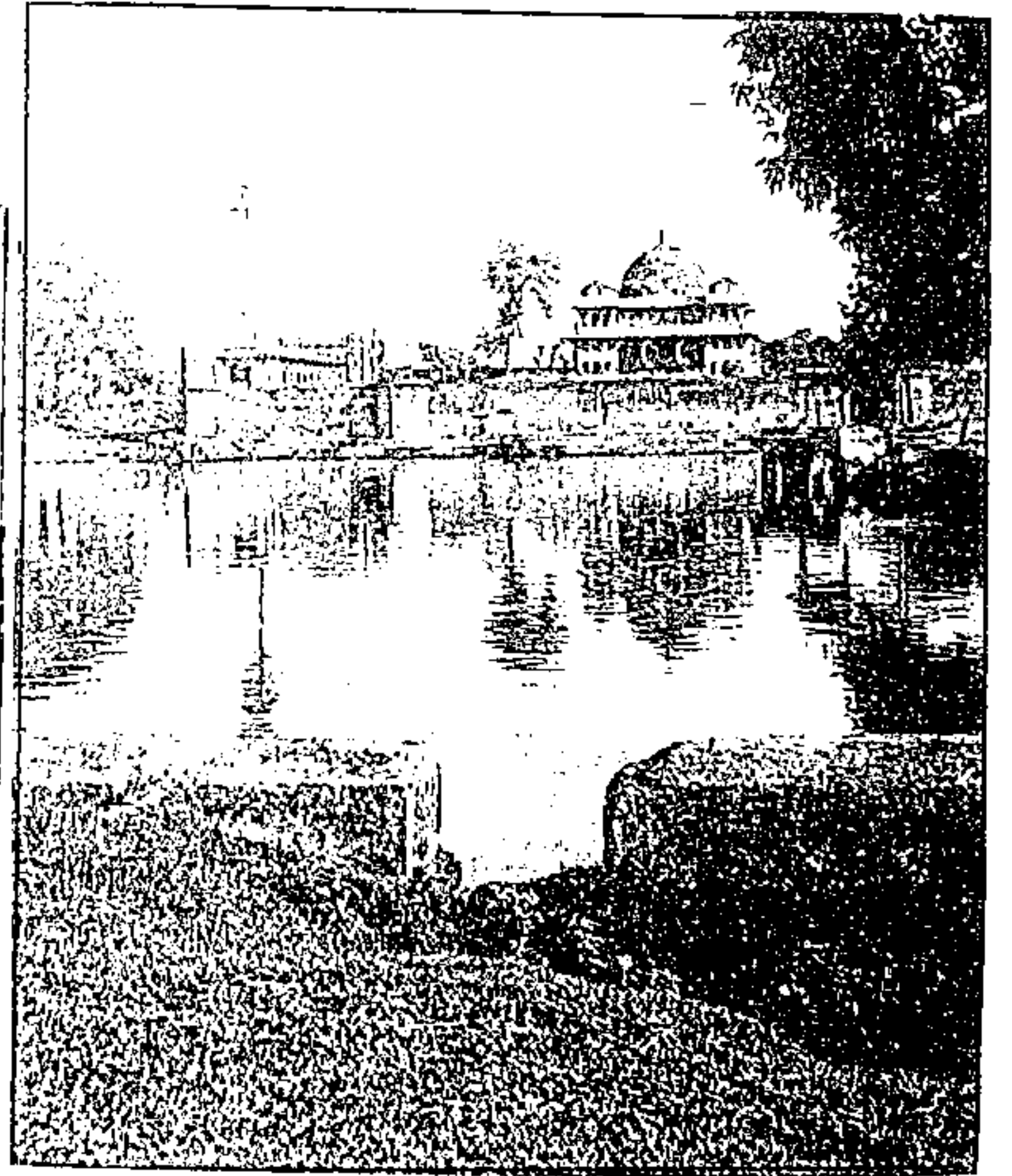
وصال فرمایا۔ آپ محلہ ملکی کلاں راجگیر میں آرام فرماں ہیں۔



مزار اقدس حضرت شاہ دولت منیری رحمۃ اللہ علیہ (چھوٹی درگاہ)



چھوٹی درگاہ منیر شریف  
کی مسجد



مزار اقدس  
حضرت شاہ دولت منیریؒ

## خواجگان موضع جانپور رقیب - ضلع گیا

خواجہ غریب نواز حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجیری سنجری رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان میں تبلیغ اسلام کے سلسلہ کے وہ پہلے بزرگ ہیں جن کے ذریعہ برصغیر میں اسلامی تبلیغ کی ابتداء ہوئی۔ آپ کا مولد و مسکن سیستان (سجستان) ہے جس کو ”سجز“ بھی کہتے ہیں۔ آپ کی تاریخ ولادت میں اختلاف ہے۔ مختلف تذکروں کے مطابق تاریخ ولادت کا تعین ۵۳۰ھ سے ۵۳۵ھ کے درمیان قیاس کیا جاسکتا ہے۔ آپ حضرت خواجہ عثمان ہارونی کے مرید و خلیفہ تھے۔ آپ ہندوستان میں سلسلہ چشتیہ کے منبع ہیں۔ آپ ہی کے ذریعہ سلسلہ چشتیہ برصغیر کے مختلف گوشوں تک پہنچا۔ حضرت خواجہ ۵۷۹ھ سے ۶۰۲ھ کے درمیان جب کہ ”عالم اسلام“ وحشی اور درندہ صفت تاتاریوں کی یورش کی زد میں تھا، ہندوستان تشریف لائے۔ اس دور میں سمرقند، بخارا، ہمدان، زنجان، مرو اور نیشاپور یہاں تک کہ بغداد تاتاریوں کی وحشیانہ چیرہ دستیوں کے لپیٹ میں آگیا تھا۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی سنجری اپنے وطن سے بغداد اور بغداد سے ہندوستان وارد ہوئے، اجیر شریف میں قیام فرمایا۔ اجیر میں قیام کے دوران آپ نے دو شادیاں کیں۔ پہلی شادی سید وجیہ الدین مشہدی کی دختر عصمت اللہ بی بی سے اور دوسری شادی ایک ہندو راجہ کی دختر بی بی امۃ اللہ سے کی۔ آپ کے تین لڑکے پسر اول سید فخر الدین، پسر دوم سید ضیاء الدین ابو سعید، پسر سوم سید حسام الدین اور ایک دختر بی بی حافظہ جمال تھیں۔ آپ کے تین صاحبزادوں اور ایک صاحبزادی سے آپ کی نسل پورے ہندوستان میں پھیلی۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی سنجری اجیری کا سلسلہ نسب حضرت امام جعفر سے ہوتا ہوا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے۔ جو اس طرح ہے :-

حضرت خواجہ معین الدین بن غیاث الدین حسن بن سید حسن احمد بن سید طاہر بن سید عبدالعزیز بن سید ابراہیم بن امام محمد ممدی بن امام حسن عسکری بن امام تقی بن امام تقی بن امام علی موسیٰ رضا بن امام موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام زین العابدین بن امام حسین شہید کربلا بن حضرت علی مرتضیٰ شہر بی بی فاطمہ الزہرا بنت حبیب خدا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔

حضرت خواجہ محمد داؤد چشتی :- حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجیری کی اولادوں میں ایک بزرگ حضرت خواجہ محمد داؤد چشتی صوبہ بہار میں تشریف لائے اور جہان آباد ارول روڈ پر سڑک سے متصل موضع کندوی ضلع گیا میں مقیم ہوئے۔ آپ نے اس مقام پر ایک خانقاہ کی بنیاد ڈالی اور رشد و ہدایت خلق میں مشغول ہوئے۔ جہان آباد سے ارول شریف جاتے ہوئے موضع کندوی سڑک کے دائیں جانب واقع ہے اور سڑک کے بائیں جانب سڑک کے کنارے آپ کا مزار اقدس مرجع خلائق ہے۔ راقم الحروف سید قیام لدین نظامی الفردوسی کو آپ کے روضہ کی زیارت کا شرف حاصل ہے۔ یہ جگہ بڑی پر فضاء اور بارونق ہے۔ حضرت خواجہ داؤد چشتی کا شجرہ نسب جو آپ کے ورثا کے پاس موجود ہے وہ یوں ہے۔

حضرت خواجہ داؤد چشتی بن خواجہ سید دیوان علاؤ الدین بن خواجہ سید علیم الدین بن خواجہ سید ابوالخیر بن خواجہ سید معین الدین سوم بن خواجہ سید غیاث الدین بن خواجہ سید طاہر بن خواجہ سید بایزید بزرگ بن

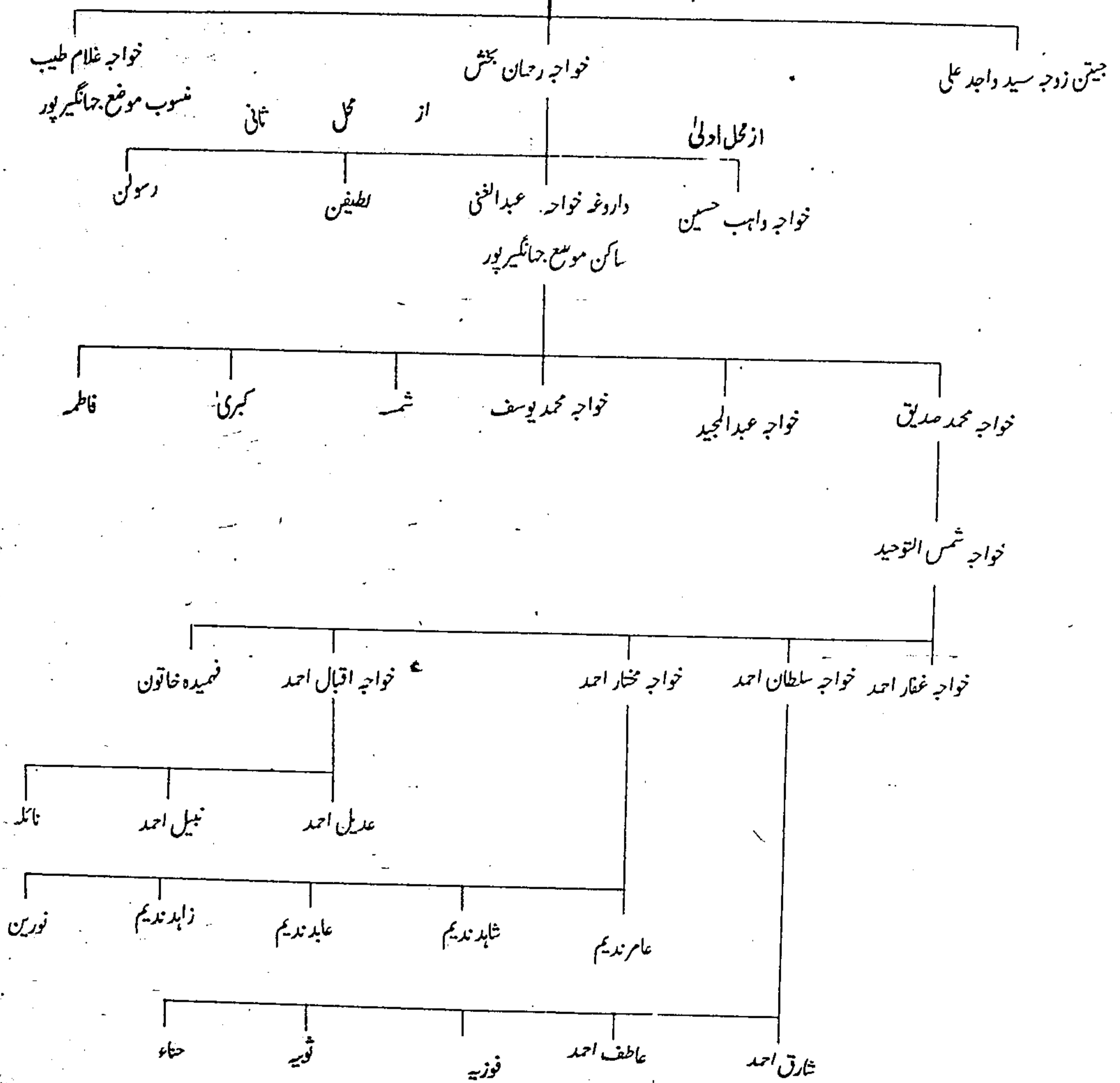
خواجہ سید شہاب الدین بن خواجہ سید احمد بن خواجہ سید نجم الدین بن خواجہ سید قیام الدین بن خواجہ سید حسام الدین بن خواجہ سید فخر الدین بن خواجہ غریب نواز حضرت سید معین الدین چشتی اجمیری سنجری۔

حضرت سید شاہ عطا حسین دانا پوری قدس سرہ، نے اپنی کتاب کنز الانساب میں تحریر کیا ہے کہ حضرت خواجہ محمد داؤد چشتی کے فرزند خواجہ محمد یوسف تھے جو اپنے آبائی طریقہ پر قائم تھے۔ ان کے پسر خواجہ عبدالرہیب کے بیٹے خواجہ محمد جمیل تھے۔ خواجہ محمد جمیل کی اور اولادیں قرب و جوار کے مختلف دیہاتوں میں آباد ہوئیں۔ موضع کندوئی ضلع گیا کے قاضی جعفر علی خواجہ جمیل ہی کے لڑکے تھے۔ دوسرے بیٹے خواجہ شیخ محمد لطیف بن خواجہ محمد جمیل کو موضع جانپور میں جاگیر ملی اور وہ موضع جانپور میں آباد ہو گئے۔ اس موضع کا نام جانپور رقیب رکھا۔ راقم الحروف سید قیام الدین نظامی الفردوسی کو حضرت خواجہ محمد داؤد چشتی کے ان درثا کالسب نامہ مل سکا۔ جو موضع جانپور رقیب میں آباد ہوئے۔ اس لئے میں ان اوراق میں اسی نسب نامے کو تحریر کر رہا ہوں۔

حضرت خواجہ محمد باسط بن خواجہ محمد زمان بن خواجہ محمد امان بن خواجہ محمد مجیب اللہ چشتی بن خواجہ محمد شرف بن خواجہ محمد لطیف بن خواجہ محمد جمیل (مرقد در موضع جانپور) بن خواجہ محمد یوسف (مرقد در موضع جانپور) بن حضرت خواجہ محمد داؤد چشتی (مزار اقدس در موضع کندوئی)۔



## خواجہ محمد باسط





شمس العلماء

## مولانا محمد سعید محدث عظیم آبادی

عشقِ حقیقی کا کیف کسی کسی کو نصیب ہوتا ہے۔ وہ دل و جگر جس میں اللہ اور اس کے حبیب کی محبت موجزن ہو، کم ہی نظر آتے ہیں۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جن کو یہ نعمت کبریٰ میسر آئی اور جب آئی تو ایسی آئی کہ پھر دنیا کی طرف طر کر بھی نہ دیکھا۔ امارت و ریاست کو گدائی اور فقیری پر نچھاور کر دیا۔ عشقِ حقیقی میں ایسے فنا ہوئے کہ بس ہر لمحہ جلوہ یار کے مُستلاشی نظر آئے۔ جنگل و بیابان کو مسکن بنایا، صحرا نوردی کی، کوچہ یار کے پھیرے لگائے۔ نتیجے کے طور پر محبوب کو بھی اپنے عاشقِ صادق پر پیار آیا اور اپنے جلوہ سے سرفراز کیا۔ کسی کو طور پر بلایا اور کسی کو معراج بخشی۔ روزِ اول سے دنیا کی یہ ریت چلی آرہی ہے کہ عشق کے متوالوں کو، محبت کے پیجاریوں کو، مجنوں اور دیوانہ کہا جاتا رہا ہے۔ انہیں طرح طرح کی اذیتیں دی گئیں۔ کسی کو پھانسی دی گئی تو کسی کے بدن کی کھال کھینچی گئی، کوئی قید کیا گیا اور کوئی شہر بدر کیا گیا اور ان دیوانوں نے ہمیشہ یہی کہا:

دکھا کر اپنا جلوہ کر دیا ہر شے سے مستغنی  
حسد ہے بادشاہوں کو گدائے یار پر کیا کیا

مندرجہ بالا شعر حضرت مولانا محمد سعید محدث قدس سرہ العزیز کا ہے۔ حضرت کی شخصیت ایک جانی پہچانی شخصیت ہے۔ آپ کی پوری زندگی بچپن سے جوانی اور پھر جوانی سے بڑھاپے تک عشقِ خدا اور محبتِ رسولؐ سے سرشار رہی ہے۔ جو کچھ کیا خدا کی راہ میں کیا اور جو کچھ بولے دینِ محمدی کے لئے بولے۔ پڑھا تو قرآن و حدیث پڑھا، لکھا تو شریعتِ محمدی کے لئے لکھا۔ ان کا سونا، جاگنا، اٹھنا بیٹھنا سب خدا کے لئے تھا۔ دنیا سے لیا کچھ بھی نہیں دیا بہت کچھ۔ جلوہ یار دیکھا تو اس کی جھلک بہتوں کو دکھا گئے، اپنا رقیب بنا گئے، اپنے رستہ پر لگا گئے، دیوانگی کی راہ بتا گئے۔

آج کی مادی زندگی میں ہر طرف مکرو فریب کی حکمرانی ہے۔ نہ پیار و محبت نہ اخلاق و خلوص۔ حُسن میں حقیقی دلکشی ہے اور نہ درد میں وہ کسک باقی ہے۔ ہر چیز کھوکھلی اور بے کیف نظر آتی ہے۔ اے کاش گذرے زمانے لوٹ آئیں۔ ماضی کے لوگ آج بھی ہم میں موجود ہوتے۔ لیکن یہ ممکن نہیں گذرا زمانہ کبھی واپس نہیں آتا۔ وہ لوگ جو دنیا چھوڑ چکے کبھی واپس نہیں آئیں گے۔ اس لئے ہمیں ماضی میں جھانکنا ہوگا۔ اپنے بزرگوں کی زندگی سے رہنمائی حاصل کرنی ہوگی۔ انہیں اپنے لئے مشعلِ راہ بنانا ہوگا۔ ان کی روحانی زندگی کو سامنے رکھ کر مادیت سے نبرد آزما ہونا ہوگا۔

درد کا مجھ میں اثر ہے کچھ سعید  
میں سراغِ رفتگان ہوں کیا کہوں

شمس العلماء مولانا محمد سعید محدث عظیم آبادی مرحوم صوبہ بہار میں شہر عظیم آباد کے ایک معزز اور علم دوست

گھرانے میں پیدا ہوئے۔ ولادت آپ کی ۲۷ ذیقعدہ ۱۲۳۱ھ کو ہوئی۔ آپ اپنی کتاب قطاس البلاغہ میں اپنے اس مکتوب میں جو مولانا محمد نعیم فرنگی محلی قدس سرہ کے نام لکھا ہے، اپنے لب کے سلسلے میں تحریر فرماتے ہیں:

”محمد سعید بن حاجی منشی واعظ علی بن عمر دراز بن مولوی فقیر اللہ غفرلہ، ولہم نسبت این فقیر بواسطہ اب بجعفر طیارہ میر سدو بواسطہ ام بعد اللہ بن عباسؑ۔“

آپ بچپن سے ہی بڑے ذہین و ذکی تھے۔ علم سے بڑی رغبت تھی۔ ابتدائی کتابیں اپنے والد ماجد منشی واعظ علی صاحب سے پڑھیں۔ کافیہ ابن حاجب تک مولوی مظہر علی عظیم آبادی سے پڑھا۔ پھر چند کتابیں مولوی ابوالحسن صاحب سندھی ساکن دانا پور سے پڑھیں۔ تیرہ برس کی عمر میں علم کے شوق میں وطن سے کانپور پہنچے اور مولانا شاہ سلامت اللہ کشفی رحمۃ اللہ علیہ سے بقیہ درسیات تمام کیں۔ اسی دوران آپ لکھنؤ بھی تشریف لے گئے اور صدرہ کے چند اسباق تبرکاً مفتی ظہور اللہ فرنگی محلی سے پڑھے اور حضرت مولانا شاہ حسن علی محدث لکھنؤی رحمۃ اللہ علیہ سے سند حدیث و تفسیر حاصل کی۔ ۱۲۶۲ھ میں حرمین و شریفین کا سفر بھی کیا اور وہاں کے جید علمائے وقت سے سند حدیث شریف حاصل کی ان میں دو بزرگ نہایت ممتاز ہیں۔ ایک حضرت مفتی سید احمد دہلان جو بہت بڑے محدث مکہ معظمہ میں تھے اور جن کی تصانیف علمائے احناف میں خاص مقام رکھتی ہیں۔ دوسرے محمد بن علی بن سنوسی الحطائی ہیں جن کا فیض اس وقت عرب سے طرابلس الغرب تک جاری ہے اور ان کے لاکھوں مرید تھے۔ آپ نے دو سال مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں قیام فرمایا حج کی سعادت حاصل کی اور ۱۲۶۳ھ میں وطن واپس لوٹے۔

زبدۃ الکاملین قدوة العارفين مولانا محمد سعید قدس سرہ نے کسی کے زمانے میں حضرت حسن علی محدث لکھنؤی کے دست حق پرست پر بیعت کی پھر حضرت کے وصال کے بعد دوران قیام کانپور امیر المؤمنین حضرت سید احمد شہید بریلوی کے خلیفہ حضرت شاہ نذر محمد بن محمد قدس سرہ سے فیض باطن پایا اور اجازت و خلافت حاصل کی۔ مولانا ۱۲۵۵ھ میں علوم ظاہری و باطنی سے آراستہ ہو کر اپنے دولت کدہ واقع محلہ مغل پورہ، پٹنہ کو رونق بخشی۔ واپسی کے بعد آپ نے خانقاہ قادریہ سعیدیہ کی بنیاد ڈالی، درس و تدریس میں مصروف ہوئے۔ اور رشد و ہدایت کا کام بھی انجام دیتے رہے۔ علماء نے آپ سے علم کی تکمیل کی۔ حدیث کی سند حاصل کی اور ہزاروں نے راہ طریقت و سلوک آپ سے سیکھی۔ آپ روزانہ فجر سے درسی کتابوں کا درس دیا کرتے۔ بعد نماز ظہر حدیث و تفسیر کا درس ہوتا۔ کئی بار آپ کے درس میں بخاری شریف اور دیگر کتب صحاح ستہ کا ختم ہوتا۔ ہر ہفتہ بعد نماز جمعہ مسجد میں وعظ و نصیحت فرماتے جس میں طلبہ اور اہل علم کثرت سے شرکت کرتے اور ہر ایک موافق استعداد مستفید ہوتا۔ جناب سلیم الدین احمد، اسٹنٹ لائبریرین خدا بخش لائبریری، پٹنہ ماہنامہ رفیق علمائے بہار نمبر میں مولانا کے متعلق لکھتے ہیں۔

”----- چنانچہ ہم عصر علماء آپ کو فقہ اور اصول فقہ میں امام طحاوی اور سلوک اور طریقت میں امام حسن بصری کے ہم پلہ قرار دیتے ہیں۔“

مولانا موصوف نے اپنی خانقاہ سے ملحق ایک بڑے کتب خانے اور مدرسے کی بنیاد ڈالی۔ اپنے قائم کردہ مدرسہ میں جناب مولوی محمد عظیم مرحوم کو مدرس اعلیٰ مقرر فرمایا اور ان کے ماتحت عربی، فارسی پڑھانے والے اور حافظ مقرر کیے۔ سینکڑوں طلباء اندرون شہر اور بیرون شہر سے تشریف لا کر تعلیم حاصل کرتے۔ طلبہ کی ایک بڑی تعداد کی تمام ضروریات خورد و نوش اور کتابوں وغیرہ کے کفیل خود مولانا ہوتے۔ ہزاروں طلباء اس مدرسے سے فارغ ہو کر نکلے۔ حضرت استاد یگانہ چنگیزی



(یاس عظیم آباد) مرحوم نے بھی ابتدائی تعلیم مغل پورہ، پٹنہ میں مولانا سعید قدس سرہ کے اسی مدرسہ سے حاصل کی۔ مدرسہ میں جس قدر مسائل اور فتاویٰ آتے مولانا مرحوم اس کا نہایت انہماک سے جواب تحریر فرماتے۔

حضرت کو عنیت سے اجتناب تھا۔ لغو و بیکار باتیں آپ کی مجلس میں ہرگز نہ ہوتیں۔ آپ نہایت رقیق القلب و خائف باللہ تھے۔ اکثر نماز وغیرہ میں جہاں آیت عذاب کی آجاتی تو غشی سی طاری ہو جاتی۔ گوشہ نشینی و عزلت گزینی پسند تھی۔ عمر گراں مایہ کو یا تو درس و تدریس، مطالعہ کتب، ہدایت و تلقین یا ورد و وظائف و ادائے نقل میں بسر کرتے اور کبھی امراء، رؤساء اور حکام کی ملاقات کو نہیں جاتے۔ باوجود اس زاویہ نشینی کے گورنمنٹ نے براہ قدر شناسی آپ کو شمس العلماء کا خطاب دیا۔

شاعری کا مولانا کو ذوق تھا اس فن میں کامل مہارت رکھتے تھے۔ سعید اور حسرت تخلص فرماتے تھے۔ آپ کے فارسی کلام میں حافظ شیرازی کا رنگ پایا جاتا ہے۔ پٹنہ میں فارسی طرحوں میں مشاعرے ہوتے تھے اور ان میں آپ برابر شرکت فرماتے۔

مولانا محمد سعید حسرت قدس سرہ العزیز کی تصانیف حسب ذیل ہیں:

۱- تحفۃ الاخوان ۲- زاد الفقیر ۳- شام العطر فی احکام عید الفطر ۴- الحلاوة العلیتہ ۵- کلیات مسی بہ قسطاس البلاغہ (اور اس کا ضمیمہ) ۶- مقصد البلاغہ۔

مولانا کی لائبریری کی تمام کتابیں اور قلمی نسخے جناب پروفیسر سید حسن صاحب مرحوم کے پاس تھیں۔ پروفیسر صاحب موصوف نے راقم کو بتایا تھا کہ انہوں نے مولانا کے کتب خانہ کی تمام کتابیں خدا بخش اور پیتل لائبریری کو دے دی ہیں۔ قسطاس البلاغہ پانچ حصوں پر منقسم ہے۔ ایک حصہ عربی کلام پر ایک حصہ فارسی کلام پر اور چوتھا حصہ اردو کلام پر مشتمل ہے۔ جناب پروفیسر بلند اختر صاحب ساکن ہزاری باغ نے پٹنہ یونیورسٹی سے مولانا پر تحقیقی مقالہ لکھ کر پی۔ ایچ۔ ڈی کیا ہے۔

مولانا مرحوم اور مولانا محمد نعیم فرنگی محلی سے بڑے گہرے اور برابرانہ مراسم تھے۔ جو تقسیم سے قبل آپ کے نواسہ اور سجادہ حافظ سید شاہ نذر الرحمن صاحب کی زندگی تک استوار رہے۔ حافظ صاحب جب بھی لکھنؤ جاتے مولانا عبد الباری صاحب فرنگی محلی کے پاس قیام فرماتے۔ مولانا محمد سعید محدث رحمۃ اللہ علیہ اپنے نواسہ شاہ نذر الرحمن بن میر تجمل حسین صاحب ساکن کھربیا کو بہت عزیز رکھتے تھے۔ ان کی پرورش اور تعلیم و تربیت فرمائی اور اپنی زندگی ہی میں انہیں اپنا ولی عہد اور خلیفہ بنا کر تمام سلاسل طریقت کی اجازت تام عطا فرمائی۔

مولانا کی شادی مسماۃ صدر النساء صاحبہ بنت انور علی یاس اردو سے ہوئی۔ جناب استاد یاس صدر امین اور مفتی عدالت تھے۔ آپ مولانا احمدی پھلواری سے بیعت تھے۔ شعر و سخن میں راسخ عظیم آبادی کے شاگرد رشید تھے۔ مولانا کی اہلیہ مسماۃ صہر النساء صاحبہ خود ایک بڑی عالمہ اور زاہدہ تھیں۔ علمی کاموں میں اکثر آپ کی معاون و مددگار رہیں۔ مولانا مرحوم نے چوتھی شعبان ۱۳۰۲ھ مطابق ۲۱ اپریل ۱۸۸۷ء کو وصال فرمایا۔ مولوی نصیر صاحب سہل پوری نے آپ کی تاریخ وفات لکھی:

ولی عارف حق شیخ کامل  
سعید با محمد پیر دانا

## چو تاریخ وفاتش داد حسرت

رواں شد بر زباں پیر مغانا۔

ایک ثنوی مولوی عبد الحمید صاحب نے ”مقرراً علی قسطاس البلاغہ“ جو لکھی ہے اس میں مولانا موصوف کی بڑی تعریف کی ہے۔ یہ ایک بڑی ثنوی فارسی میں ہے اور اس سے حضرت کے مقام و مرتبہ کا صحیح اندازہ ہوتا ہے۔ سید شاہ محمد یحییٰ صاحب عظیم آبادی اپنے کلیات (قلمی) میں مولانا کی توصیف اس طرح کرتے ہیں:

ہست یحییٰ اثر تربیت حسرت و بس

کہ بہ شعر و سخن این حسن بیانم دادند

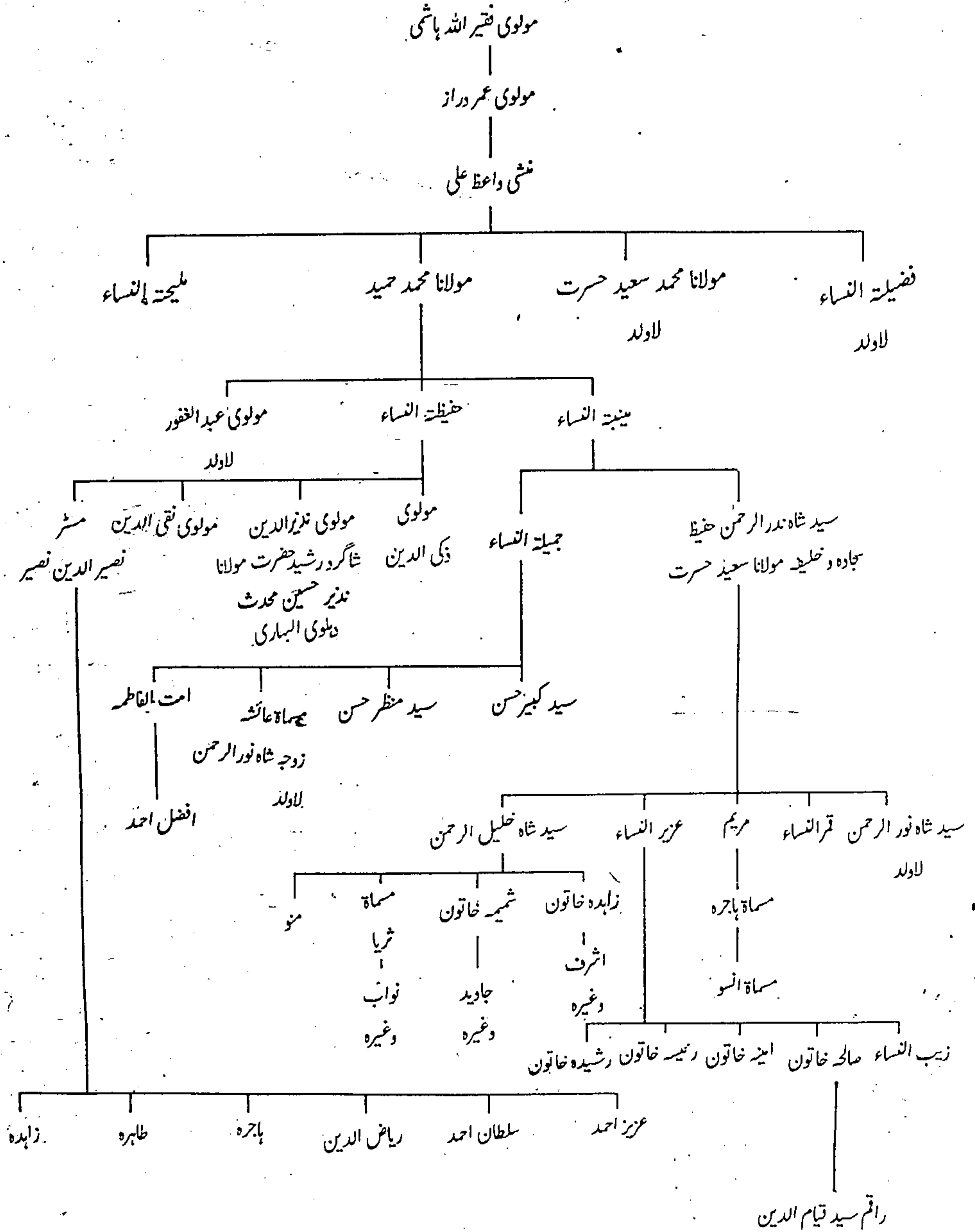
آپ کو کوئی اولاد نہ ہوئی اور آپ نے اپنے چھوٹے بھائی مولانا محمد حمید کے نواسے حضرت مولانا حافظ سید شاہ نذر الرحمن کی پرورش کی، تعلیم و تربیت دی، علوم شریعت و طریقت سے آراستہ کیا اور سلوک کی مدارج طے کرائے۔ اپنی زندگی ہی میں تمام سلاسل کی اجازت و خلافت عطا فرما کر اپنی سجادگی پر بٹھایا۔

حضرت مولانا محمد حمید رحمۃ اللہ علیہ :- آپ کے مشعلق حضرت مولانا عبد الرحیم صادق پوری علیہ رحمۃ اپنی کتاب تذکرہ صادقہ میں تحریر فرماتے ہیں ”آپ کی پیدائش ۱۲۳۸ھ ----- میں ہوئی۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد (منشی واعظ علی) سے پائی اور پھر متعدد علماء سے تحصیل علم کی۔ جس کی تفصیل محرر سطور ہذا کو نہیں ملی۔ پھر آپ نے اپنے برادر معظم جناب مولانا محمد سعید قدس سرہ سے بھی تلمذ حاصل کیا۔ آپ از بسکہ ذہین و ذکی تھے اور فہم و فراست خدا داد رکھتے تھے۔ مگر افسوس کہ آپ عمر بہت تھوڑی لے کر اس دار فانی میں تشریف لائے۔ اسی تھوڑی عمر میں بہت کچھ آپ نے قوت علمیہ حاصل کی اور بہت سی کتابیں عربی و فارسی میں ادب و فلسفہ (فقہ و منطق) و شعر و سخن میں آپ نے تصنیف کیں۔ جو آپ کی یادگار موجود ہیں۔ از انجملہ ”تقریب النحو“ تصنیف آپ کی مطبوعہ مطبع خلیلی آراہ اسوقت فقیر کے پاس موجود ہے۔ اگرچہ وہ فارسی زبان میں ہے مگر اس کے دیکھنے سے آپ کے تبحر علمی کا شمس فی نصف النہار ظاہر ہوتا ہے۔ یہ چھوٹا سا رسالہ نہایت قل و دل ہے گویا دریا کو کوزے میں بند کیا ہے۔ اس کو کافیہ زبان فارسی کی کہیں تو بجا ہے۔“ حضرت مولانا محمد حمید علیہ رحمۃ کی ایک کتاب منطق میں بھی طبع ہو چکی تھی۔ آپ کی شادی مسماۃ بی بی منجرا بنت مولوی محمد فرید بکھلواروی یعنی ہمشیرہ مولوی احمد کبیر حیرت مصنف ”تاریخ الکملاء“ سے ہوئی تھی۔ آپ کو تین اولادیں ہوئیں ایک صاحبزادے مولوی عبد الغفور تھے۔ جنہوں نے عین عالم شباب میں ۱۹ سال کی عمر میں لا ولد وصال فرمایا۔ آپ کی دو لڑکیاں تھیں۔ دختر اول مسماۃ بی بی منیبۃ النساء زوجہ میر سید جمال حسین متخلص باللائ ساکن موضع کھریا۔ دختر دوم مسماۃ حفیظۃ النساء زوجہ مولوی واعظ الدین حسین مرحوم ساکن موضع نگر نہسہ۔ مولانا محمد حمید علیہ رحمۃ نے ۲ رجب ۱۲۶۳ھ کو وصال فرمایا اور اپنے آبائی مقبرہ محلہ مغل پورہ، پٹنہ سٹی میں والد اور بڑے بھائی مولانا محمد سعید حسرت قدس سرہ کے قریب آسودہ خاک ہیں۔ قطعہ تاریخ وصال از مولانا سعید حسرت۔

آنکہ در باغ جہاں بو دست نخل خوش رطب  
گوہر بحر خرد و گنجینہ علم و ادب  
نام او آمد محمد شد حمید او زلقب  
بسکہ آن زیبا جواں میداشت شوق وصل رب  
وای یوم پنجشنبہ دویم از شہر رجب  
۱۲۶۳ھ

آہ فخر خاندان چشم و چراغ دو دمان  
سالک پنج طریقت بر شریعت مستقیم  
بود محمود خلایق داشت خلق احمدی  
رفت در عمد جوانی سوئے جنات النعیم  
گفت حسرت سال و ماہ و روز و تاریخ وفات

# شجره و نقشه و رثاء مولانا محمد سعید حسرت عظیم آبادی





## فہرست المکنہ

(مقامات جن کا اس کتاب میں ذکر کیا گیا ہے)

حسن پورہ	جانپور رقیب	پیر پھاڑی	بیرا	ابراہیم پور چروانواں	(الف)
(د)	جانگیر پور	پٹہ سٹی	بارہ بنگی	اسلام پور	آدم پور
دائرہ	جانگیر پور پھلواری	پلاواں	بدر آباد	(ب)	آنگ
دکن	جنڈا	پنچورہ	بھداسی	برما	آنتی
دمشق	(ج)	پرسامیں	بارہ دری	بہار	آرہ (شاہ آباد)
دہلی	چین	پیشخانہ	بد پورہ	براہوی	ابراہیم پور پکورہ
دیشاخ پور	چندن شہید کی چوٹی	پلاسی	بیتار	بیتھو	الو پور
وانا پور	چوسہ	پیرنگہ	بارہ گاواں	برنی	انڈونیشیا
دگمگھاٹ	چروانواں	(ت)	بہڑ	بنگہ دیش	استھوا
دروں حصار	چھپرہ	ترک	بہر	براواں	أحد
دیوی یادوی سرائے	چنڈھوس	توک	بستان نجات	بلخ	النور سوسائٹی
در بھنگا	چشتیانہ	ترکستان	بیر بھوم	بلداری چک	ایران
دریا پور	چاند پورہ	تیج گاؤں	بیلہ	بڑی بلیا	ابدال پور
دوندی بازار	چانگام	تورا	بدمرہ	بلوری	اٹریسہ
داو	چوکھنڈی	تبت	بھکرا	بیگو سرائے	انجھر شریف
دولت پور	چیری ڈھری	تلماڑا	بی بی پور	بہراواں	انجلیل
دیوی اشرف	چندیری	تبریز	بنارس	بنگال	اورنگ آباد
دیورہ	چک سامون	تملوک / تملوکلک	برطانیہ	بکر	الہ آباد
دیتانا	چندن پور	ترالینا	بسبئی	بایل	اپ مھروں
دیوان محلہ	(خ)	(ٹ)	(پ)	برتھو	اترا
دیوں	خیر	تھٹھہ	پھلواری شریف	بھمنڈی	انجھسرخ
(د)	خم	تھیلہ	پاکستان	بٹھا	اصفہان
ڈھاک	خراساں	(ج)	پاٹلی پترا	بھرو	اجیر شریف
ڈھراویں	خورستان	جنت البقیع	پٹہ	بغداد	اکبر آباد
(ز)	خلیل آباد نٹول	جونپور	پڈلی	بازپور	افغانستان
زمانیہ	خسر پور	جھنڈی شریف	پانی پت	بیت المقدس	ارول شریف
زلفی پور	خواجہ کلال	جہان آباد	پکورہ	بھارا	اسلام آباد
زنجان	(ح)	جیلان / جیلان	پنجاب	بھنول	امرا لاری
	حرمین شریفین	جانبیر	پاکستان چوک	بکسر	استھواں
(ر)	حاجی پور	جمل پور	پنڈوہ	بھدول	اورنگ پور
راجگیر	حیدر آباد (سندھ)	جلال پور	پاپوش نگر	بردوان	اکراواں
راولپنڈی	حیدر آباد (دکن)	جعفرہ	پشاور	بہیم پور	امرہ
			پچہ	ہسیا	اودین
			پارچہ باغ	باڑھ	انبیر شریف

مدنپور	لاندھی	سماسی	علی گمر پالی	جزا سنج	رہوئی
مدوم پورہ کنڈوہ	لندن	کجاواں	علی گڑھ	سیر قند	رہتاس گڑھ
مقبول پور راجہ	لکھنیا	کر حرہ	(غ)	سبل پور	رہی
مرد	لوہنگڑہ	کرجی	غزنی	(ش)	روم
منورا سالار پور	(م)	کلنور	غزنی چک	شام	رہوا درگاہ
ملکی کلاں	مکہ و مدینہ	کاڈھا	(ف)	شہرام	رسول پور
(ن)	مسان روڈ	کانپور	فتوحہ	شاہ آباد (آرہ)	رائی پوری کی کھڑکی
نالندہ	مشرقی پاکستان	کیول	فیروزی	شرف الدین	رام بخش جیتی پور
نیورہ	نئی	کھڑیا	فتح پور	شکر پور	روہالی
نرائن گنج	ملتان	کرانے پر سرائے	فیڈرل "بی" ایریا	شیخ پورہ موئیر	رام پور
نارتھ ناظم آباد	مصر	کرائی لسنہ	فرید پور	شیر پور	رنگون
نواب	مشہد	لکڑیا	فتح پور سیکری	شرف آباد پار تھو	(س)
نرہٹ سیک پورہ	مگدھ دیش	کوری	فیروز پور	شاہوگ	مراٹھ پور
نیشاپور	مدانوال	کھڑکی	فرنگی محل	شہر کھالی	سندھ
نادرہ	مدوم پور	کوسی	(ق)	روشن باغ	سودان
نظام پور	مہسول	کرریا	قباہ	شاہ عطا گھاٹ	ساباط
نراواں	منگل تلاب	کریم چک	قنوج	شیراز	سار ٹاؤن
ننول	موئیر جھیل	کارا	قائم پور	شاہ ٹولی	سرنار گرام
نوری چک	منظرف پور	کالو خاں کی باغ	قاضی دولت پور	شیخا کاروضہ / شیخ کاروضہ	سونیرہ
نگہ	ملاویہ	کسمر	قرن	شیخ پورہ بگ	سرودہ
نصیر آباد	مسترا	کھیرا	قندھار	شیخ پورہ پنجورہ	سائیں
نربہا	میرٹھ	کنڈوہ	قاضی بگ	شہباز پور	سدیو پور
نوآبادہ / نوادہ	مرار پور	کنگپ ٹولہ	قاضی چک	(ص)	سیوستان
نوآبادہ خرد	میرداد	کنڈولی	(ک)	صادق پور	سیدی
نگاواں / نگایاں	معافہ	(گ)	کھریا	صدر علی	سالونج سرگنج
نگر نرسہ	محسن پور	میا	کوپا	(ط)	سلطان گنج
نہی سالار پور	مسوڑھی	گھوسی شیخ پورہ	کونڈ	طائف	سکھاری پٹی
ناگر جٹی	ملاٹھی	گورگیاں / گورگاواں	کاظمین	طوس	سکونت
(و)	محل پر	گورہواں	کابل	(ظ)	سیوان
دکن (سندھ)	مکارم چک	گیلانی	کر بلا	ظفر آباد	سار
واسط	مہولی	گزری	کھرار	(ع)	سوه ڈیہ
ویشالی	مکھی پورہ	گجرات	کاکو	عظیم آباد	سبلی
(ہ)	منزل پورہ	(ل)	کاشغر	عرب	ساڑا
ہند	میران بگ کھاری	لیاری	کلکتہ	عم	سنگرہ
ہندوستان	محی الدین پور نراواں	لہور	کھرانٹ	عراق	سید آباد
ہرلا	بدنا پور	لکھی سرائے	کراچی	عالم پور جھیلی	سیر پور
ہمدان	میر گلہلی کی باغ	لکھنؤ	کشمیر	عدن	سخی حسن
ہزاری باغ	میرا بگ لکھار	لکھنور	کوڑہ کلاں	عماد پور	سمری
			کھیری بازید پور		سیستان / جستان

نور پور (سندھ)

نور پور

نور پور

نور پور

نور پور

نور پور

نور پور

نور پور

نور پور

نور پور

نور پور

نور پور

نور پور

## کتابیات

(فہرست کتب جن سے استفادہ کیا گیا)

کراچی	اردو مطبوعہ	شیخ شرف الدین احمد - بچی فیروسی	مکتوبات صدی (اردو ترجمہ)
کراچی	اردو مطبوعہ	” ” ”	مکتوبات دو صدی (اردو ترجمہ)
بھارت	اردو مطبوعہ	” ” ”	معدن المعانی (اردو ترجمہ)
بھارت	اردو مطبوعہ	” ” ”	خوان پر نعت (اردو ترجمہ)
بھارت	اردو مطبوعہ	ابو صالح محمد یونس شعیبی فرودی	تذکرہ مصابیح رشاد (اردو ترجمہ مناقب الاصفیاء)
بھارت	اردو مطبوعہ	پروفیسر محمد معین الدین وردائی	تاریخ سلسلہ فرودیہ
بھارت	اردو مطبوعہ	” ” ”	جدید شعرائے بہار
کراچی	اردو مطبوعہ	” ” ”	صوفیائے بہار اور اردو
کراچی	اردو مطبوعہ	” ” ”	مجلس صوفیہ
بھارت	اردو مطبوعہ	سید شاہ فرزند علی صوفی فیروسی	وسیلہ شرف و ذریعہ دولت
بھارت	اردو مطبوعہ	حکیم عبدالرحیم صلاقی پوری	تذکرہ صادقہ
بھارت	اردو مطبوعہ	حکیم سید شاہ محمد شعیب - بھلواری	احیاء وطن
کراچی	اردو مطبوعہ	شاہ محمد کبیر ابو العلاء اناپوری	تذکرہ الکرام
بھارت	اردو مطبوعہ	مولانا سید شاہ مراد اللہ فیروسی	آثار فیروسی
بھارت	اردو مطبوعہ	مولانا سید شاہ مراد اللہ فیروسی	تذکرہ شعرائے فیروسی
بھارت	اردو مطبوعہ	سید شاہ غفور الرحمن کاکوی	آثار کاکو
لاہور	اردو مطبوعہ	محمد قاسم فرشتہ	تاریخ فرشتہ
کراچی	اردو مطبوعہ	مولانا ابوالحسن علی ندوی	تاریخ دعوت و عزیمت
لاہور	اردو مطبوعہ	سلمان احمد خطیب جامع مسجد - ٹوبہ ٹیک سنگھ	اہل بیت
کراچی	اردو مطبوعہ	محمد جمیل احمد	ائمہ اہل بیت
بھارت	اردو مطبوعہ	سید صباح الدین عبدالرحمن	برس صوفیہ
بھارت	اردو مطبوعہ	مولانا عبدالباری ندوی	نظام تعلیم و تربیت
بھارت	اردو مطبوعہ	ڈاکٹر خواجہ افضل امام	دیوان فائز
بھارت	اردو مطبوعہ	پروفیسر ڈاکٹر مجیب الرحمن	تاریخ بارہ گاداں
کراچی	اردو مطبوعہ	حکیم سید احمد اللہ ندوی	مسلم شعرائے بہار

بھارت	اردو مطبوعہ	مظفر اقبال	بہار میں اردو شکر کار کا
بھارت	اردو مطبوعہ	ڈاکٹر محمد طیب ابدالی	حضرت صوفی فیروزی کے سب سے بڑے شاعر
بھارت	اردو مطبوعہ	ڈاکٹر سید سمیع احمد	حفیظ اور ان کی شاعری
بھارت	اردو مطبوعہ	پروفیسر سید حسن	چند تحقیقی مقالے
کراچی	اردو مطبوعہ	سید امین الرحمن ایڈووکیٹ	امیں معاشرہ
بھارت	اردو مطبوعہ	حکیم سید امین احمد قادری داؤد نگری	حیات سیدنا (ترجمہ محبت محمدیہ)
بھارت	اردو مطبوعہ	حکیم سید امین احمد قادری داؤد نگری	ادکار طیبہ
بھارت	اردو مطبوعہ	غیر تفریقیتھی	نقش درویش (کتابچہ)
بھارت	اردو مطبوعہ	ہاشم عطاری	حالات زندگی حضرت مخدوم علاؤ الدین بخاری بخاری
کراچی	اردو مطبوعہ	سید عبدالقیوم جواری	سادات جاہنیری
بھارت	اردو مطبوعہ	سید جلیل الدین اختر	حدیثہ الالساب
لاہور	اردو مطبوعہ	قاضی منہاج	تاریخ قاضی منہاج السراج جرجانی
بھارت	اردو مطبوعہ	سید شاہ عبدالقادر اسلامپوری	انوار ولایت
بھارت	اردو مطبوعہ	سید مرتضیٰ شیر رضوی	خیابان بے خزاں
بھارت	اردو مطبوعہ	حکیم محمد صفدر علی وارثی	جلوہ وارث
بھارت	اردو مطبوعہ	مختلف شارے	گلدستہ بہار ماہنامہ - پتہ
بھارت	اردو مطبوعہ	بہار نمبر ۱۹۳۳ء	ماہنامہ ندیم - کیا
کراچی	اردو مطبوعہ	جلد نمبر شمارہ ۳-۱۹۲۴ء	ماہنامہ بصائر - کراچی
بھارت	اردو مطبوعہ	اکتوبر ۱۹۶۳ء	ماہنامہ آستانہ دہلی
اسلام آباد	اردو مطبوعہ	شمارہ ۴ جلد ۳۱ (اپریل جون ۱۹۹۳ء)	گلدستہ نظر (ماہی) اسلام آباد
کراچی	اردو قلمی	مرتبہ سید ہادی حسن رضوی	لسب نامہ کھربیا - میران بک - بلخیزہ فرودسید
کراچی	اردو قلمی	مرتبہ سید حفیظ الدین احمد ابدالی	لسب نامہ ابو پورہ اور بکپورہ
کراچی	اردو قلمی	مرتبہ سید محبوب الحق وفاء استغوی	لسب نامہ
کراچی	اردو قلمی	مرتبہ سید ابو محمد عرف تیم	لسب نامہ
کراچی	اردو قلمی	مرتبہ سید عبدالودود	لسب نامہ
بھارت	اردو قلمی	نامعلوم	لسب نامہ راجگیر - میاں - تازنگہ
کراچی	اردو قلمی	مرتبہ خواجہ عبدالستار	لسب نامہ
کراچی	اردو قلمی	سید مظفر امام	بیاض قلمی
کراچی	اردو قلمی	سید شاہ ولایت حسین ابدالی فرودسی	بیاض قلمی
کراچی	قلمی قلمی	سید شاہ علی حیدر احمدی سہروردی	بیاض قلمی
کراچی	اردو قلمی	قاضی سید عبدالحمین کسری	تاریخ الشرفا



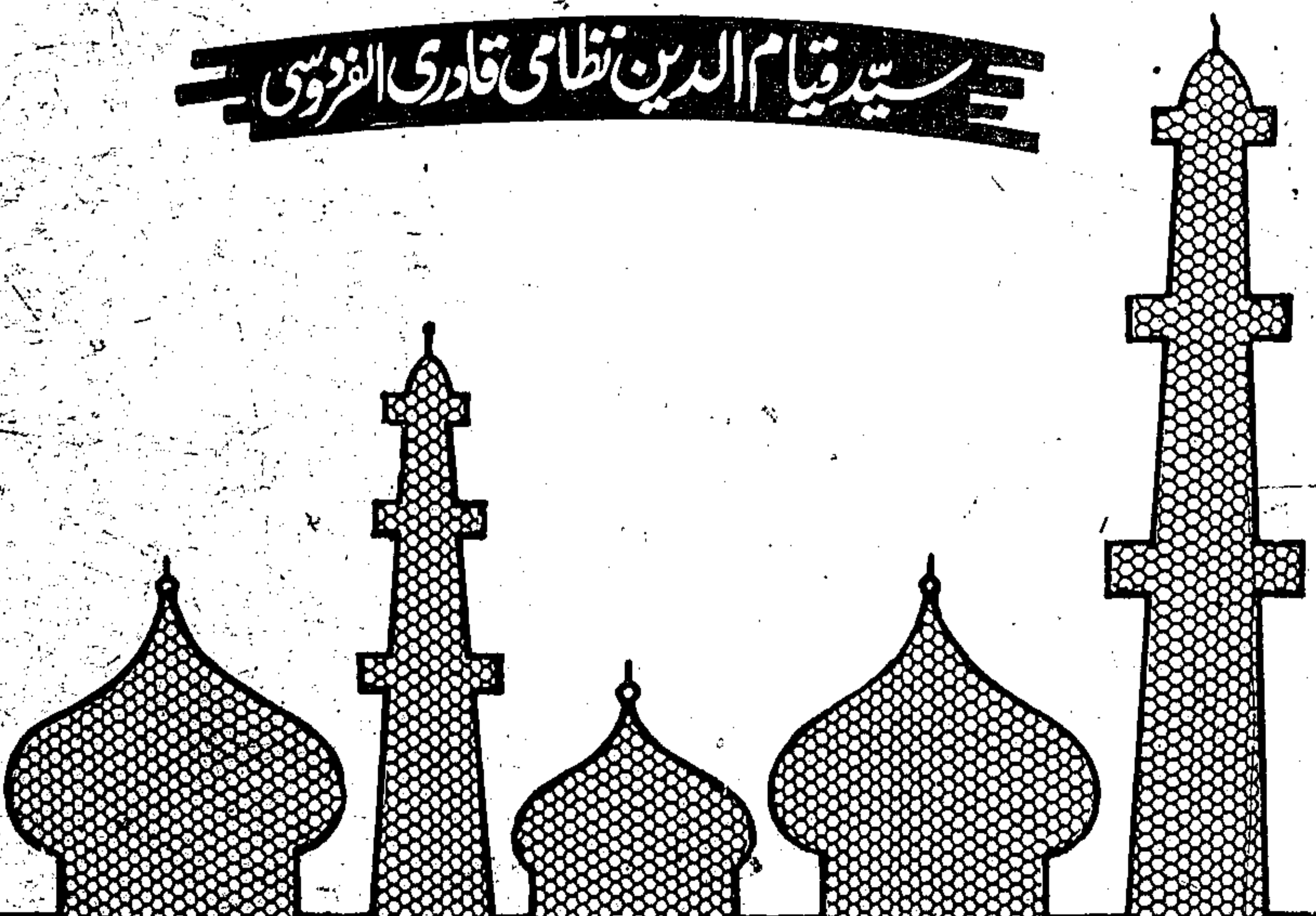
بھارت	قاری مطبوعہ	ڈپٹی سید انوار احمد	ریاض الانوار
بھارت	قاری مطبوعہ	سید شاہ عطا حسین دانا پوری	کنز الالساب
بھارت	قاری مطبوعہ	سید کریم الدین احمد میر داوی	مخزن الالساب
بھارت	قاری مطبوعہ	میر سید جواد حسین گیادی	تاریخ حسن
بھارت	قاری مطبوعہ	علی شیر سیرازی	مہبت محمدیہ
بھارت	قاری مطبوعہ	حضرت مولانا محمد سعید حسرت	قطاس البلاغہ (کلیات)
بھارت	قاری مطبوعہ	حضرت مولانا محمد سعید حسرت	مقصد البلاغہ (ضمیمہ کلیات)
بھارت	قاری مطبوعہ	مولوی احمد کبیر حیرت، مھلواوی	تاریخ کلمہ
بھارت	قاری مطبوعہ	مھدم شاہ شعیب فردوسی	مناقب الاصفیاء
کراچی	اردو مطبوعہ	سید محمد نجم الحسن	اشراف عرب
بھارت	انگریزی مطبوعہ	سید حسن عسکری / ڈاکٹر قیام الدین احمد	The Comprehensive History of Bihar Indian's Contribution to Hadith Literature
ڈھاکہ	انگریزی مطبوعہ	پروفیسر محمد اسحاق	برہم شمال
بھارت	اردو مطبوعہ	شاوان فاروقی	تذکرۃ الابرار (اردو ترجمہ)
بھارت	اردو مطبوعہ	سید شاہ محمد واجد زیدی الواسطی	سیارہ ڈائجسٹ
کراچی	اردو مطبوعہ	رسول نمبر (نومبر ۱۹۶۳ء)	



# شرفاءِ حکرہ

حصہ اول

سید قیام الدین نظامی قادری القدوسی



ناشر: نظامی اکیڈمی - کراچی